باسمہ تعالیٰ شانہٗ

مکتوباتِ شیخ الاسلام

جلد چہارم

مرتبہ
مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

ناشر:- مکتبہ دینیہ دیوبند (یو-پی)

باسمہ تعالیٰ شانہٗ

مکتوبات شیخ الاسلام

جلد چہارم

یعنی

قطب الارشاد شیخ العرب والعجم حضرت مولانا الحافظ الحاج السید حسین احمد صاحب مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز (سابق صدر جمعیۃ علماء ہند و شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) کے اُن خطوط کا مجموعہ جو انھوں نے اپنے دوستوں، عزیزوں اور ارادتمندوں کو لکھے جن میں مذہبی، علمی، فقہی، مُلکی، سیاسی خیالات وافکار اور مسائل کا بڑا عظیم الشان ذخیرہ موجود ہے

مرتبہ

مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی

ناشر

مکتبہ دینیہ دیوبند۔ یوپی

قیمت غیر مجلد ... روپے پچاس پیسے مجلد عمدہ آٹھ روپے

مطبوعہ نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند

کتبہ محمد اختر دیوبند

پہلی اشاعت —— دسمبر ۱۹۶۳ء مطابق رجب ۱۳۸۳ھ

تعداد طباعت —— ایک ہزار (۱۰۰۰)

قیمت غیر مجلد —— سات روپے پچاس پیسے

قیمت مجلد —— آٹھ روپے

مطبوعہ —— نیشنل پرنٹنگ پریس دیوبند

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

شیریں تراز حکایت شاں نیست قصۂ　　تاریخ روزگار سراپا نوشتہ ایم،

الحمد للہ کہ جس کام کی داغ بیل ۱۹۴۹ء میں ڈال دی گئی تھی وہ کام آج ۱۹۶۳ء میں پورا ہو کر رہا۔ اس کم و بیش چودہ ۱۴ پندرہ ۱۵ برسوں میں شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کے خطوط جن کی تعداد ہزاروں سے متجاوز ہے ہند و پاک کے علاوہ دوسرے ممالک کے گوشہ گوشہ سے حضرت مدنیؒ کے متوسلین، معتقدین اور مسترشدین کے پر جوش تعاون و اشتراک عمل سے پایۂ تکمیل کو پہونچ گئے۔ ان چہار جلدوں میں کم و بیش چھ سو ۶۰۰ منتخب خطوط درج کئے گئے ہیں بعض بعض مکاتیب کے نیچے تشریحی نوٹ، فوائد اور حواشی بھی دیدئے گئے ہیں جن کے بغیر خطوط پورے طور پر سمجھ میں نہیں آسکتے تھے مقدمہ اور دیباچہ میں حضرت شیخ قدس سرہٗ کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالی گئی ہے۔ چونکہ صاحب مکتوب بیک وقت مفسر، محدث، فقیہ، تصوف و سلوک کے امام شریعت و طریقت کے معلم، درسیات کے فاضل سب کچھ ہیں لیکن دنیا ان کو ان حیثیتوں سے قطع نظر جو قدرت نے کمال فیاضی سے ان میں جمع کر دی تھیں صرف ایک سیاسی رہبر دارالحدیث یا جمعیۃ علماء ہند کے روحِ رواں اور کانگریس کے نقیب و دمساز کی حیثیت سے جانتی اور پہچانتی تھی،

لیکن آپ کو ان مکاتیب سے حقیقی اندازہ ہوگا کہ ان تمام حیثیات گوناگوں کے ساتھ وہ عربی کے ادیب، فارسی کے اداشناس، اُردو زبان کے نثار وانشاپرداز بھی تھے اور اپنے مفہوم ومافی الضمیر کو بہترین الفاظ، فصیح و بلیغ عبارت میں ادا کرنے پر بھی بڑی قدرت رکھتے تھے خطوط میں اتنی گنجائش کہاں ہوتی ہے کہ ہر بات کو وضاحت کے ساتھ لکھا جائے اور ہر مسئلہ پر بسط وتفصیل کے ساتھ بحث کی جائے اس لئے ان میں بالقصد اجمال واختصار اور ایجاز سے بھی زیادہ ایما و اشارہ سے کام لیا گیا ہے یہ سارے خطوط اس قدر دلچسپ پراز معلومات، فقہی وعلمی ودینی نکات ومسائل سے لبریز ہیں کہ بس پڑھتے رہیئے اور مزے لیتے رہیئے یہ خطوط کا ایک سادہ مجموعہ ہی نہیں ہے بلکہ مسلمانوں کی ایک صدی کی جدوجہد آزادیٔ ہند کی مکمل ومرتب تاریخ بھی ہے۔ یہ وقت کا بہت ضروری کام تھا جو ناچیز کے ہاتھوں ۱۵ سال کی انتھک کوششوں اور برسوں کی محنت ومشقت اور جانفشانی سے انجام پاگیا اور کوئی رات اور دن ایسا نہیں گذرا کہ کبھی اپنا دماغ اس کام سے خالی رہا ہو محض اِن اَجری الاّ علی اللہ اپنی پوری تگ ودو کا سہارا تھا۔ ناچیز کی حقیر خدمت سے اپنی قدردانی کا موازنہ کیجئے کہ ابھی تک ان چار جلدوں کے کتنے ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں؟ حالاں کہ اسی ہندوستان میں لوگوں نے اپنے اساتذہ اور مشائخ کی تحریروں کو سونے میں تولا ہے۔ آخر وہ بھی تو شاگرد اور مرید ہی تھے۔ جب آپ کی قدردانی کا یہ عالم ہے تو تا بدیگراں چہ رسد۔ اگر خدانخواستہ یہ خطوط تلف ہو جاتے تو ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاسی تاریخ کے اکثر وبیشتر صفحات سادہ رہ جاتے۔ یہ خطوط حضرت مدنی رحمہ اللہ کی ایک لازوال یادگار تھے جن سے آپ کے کمالات کا اندازہ ہوتا ہے اور جو آیندہ نسلوں کے لئے ایک تازیانہ ہو جو ان کو خواب غفلت سے بیدار کرتا ہے۔ دنیا میں اکثر لوگ ایسے گذرے ہیں جنہوں نے بڑے بڑے آدمیوں کی زندگی کے حالات صرف کتابوں سے معلوم کرکے اپنے تئیں انسانیت کے اعلیٰ درجہ تک پہونچایا تھا۔ مثلاً جرمنی کا عیسائی مذہب رکھنے والا لوتھر جو

ایک مشہور مصلح اور تمام یورپ کو پوپ کے پنجہ سے نجات دینے والا تھا اس کی شہرت اور نام آوری کا بڑا سبب بڑے لوگوں کے حالات کا مطالعہ تھا۔ بیوگرافی جس کو عربی میں ترجمہ یا تذکرہ کہتے ہیں یہ بہت قدیم چیز ہے۔ مسلمانوں نے اس چیز کو ترقی دیکر رجال حدیث پر جو سرمایہ چھوڑا ہے وہ ہمارے اسلاف کی غیر معمولی امانت ہے اور دنیا ان کی اس مصوری پر حیرت زدہ ہے حضرت مدنی اس پچھلی صدی میں ان اکابر مشاہیر میں سے تھے جن کی یاد مسجدوں اور خانقاہوں کے سوا مالٹہ، سویز، قاہرہ اور جیزہ وغیرہ کے حافظہ سے بھی محو نہیں ہوئی ہے حتیٰ کہ دیوبند، کابل، فرنٹیر اور یاغستان وغیرہ میں جو کار روائیاں تحریک آزادی کے سلسلہ میں ہوتی رہی ہیں اور جن کی مخبری اپنوں اور پرایوں دونوں نے کی ہے آج بھی برطانیہ کے دفاتر اور ان کی سی۔ آئی۔ ڈی کے رجسٹروں میں موجود ہے اور سچ تو یہ ہے کہ جس ذات گرامی کا نام نامی ربانی رجسٹروں میں درج ہو اگر خاکیوں کے سینے اور آدم زادوں کے سفینے معمور ہوں تو اس پر حیرت کی کونسی بات ہے؟۔

ہم نے چاہا تھا کہ ملک کی عام زبان میں سلجھے ہوئے انداز سے ایسی کتاب لکھی جائے جو ایک طرف حضرت مدنیؒ کی ساری حیثیات کی جامع ہو اور جس میں زیادہ لحاظ واقعات کی صحت اور استناد اور آپ کی خدمات و تعلیمات کا ہو۔ چنانچہ عرصہ ہوا تذکرہ دیوبند میں ہم نے ایک اعلان کے ذریعہ حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہٗ ناظم اعلیٰ جمعیۃ علماء ہند دہلی سے درخواست کی تھی کہ یہ کام بھی ہو ہی جانا چاہیئے جو جناب کی توجہ کے بغیر ہونا ممکن نہیں ہے ہم سب آپ کا ہاتھ بٹائیں گے مگر مولانا سید محمد میاں صاحب کی غیر معمولی مصروفیتوں نے اب اس کو بہت موخر کر دیا۔ ناچیز نے بھی اب یہ خیال چھوڑ دیا یہاں اس لئے ذکر آ گیا ہے کہ شاید کسی حوصلہ مند کو کبھی خیال آ جائے اور وہ حضرت مدنیؒ جیسے مصلح اور حکیم الامت کے مقام کو ذرا کسی قدر تفصیل سے لکھدے اور بتادے کہ ایک قطرہ سے چشم پوشی ممکن ہے مگر ایک سمندر سے صرف نظر ممکن نہیں۔ کیونکہ مولانا مدنیؒ ان

معیاری اشخاص و رجال میں سے تھے کہ جن سے مل کر لوگ زندگی کی کیفیت پاتے اور جذبۂ عمل بیدار کرتے اور ہزاروں اشخاص آپ کی طرف خود بخود کھنچ جاتے تھے، اور مخالفین آپ کو دیکھ کر اپنی مخالفت بھول جاتے تھے۔ آپ اگر ایک طرف دین کے مرجع تھے تو دوسری جانب بہترین سپاہی اور قائد تھے اور آپ کی ذات میں جلالت قدر یا روشنی عقل اور شدید تقویٰ کی کیفیت مشاہدہ ہوتی تھی اور بے اختیار یہ شعر زبان پر جاری ہو جایا کرتا ہے

حتی التقینا فلا واللہ ماسمعت اذنی باحسن مما قد رای بصری

یہاں تک کہ ہم (اُن سے) ملے تو خدا کی قسم میرے کانوں نے اتنا اچھا نہیں سنا جتنا اچھا میری نگاہوں نے دیکھا۔

معیاری اشخاص وہی کہے جا سکتے ہیں کہ جن سے مسلمانوں کے ذہن و فکر زیادہ متاثر ہوئے ہوں اور انہوں نے روحانیت کے ذریعہ مادیت پر غلبہ پایا ہو اور غیر مادی اقدار حیات کو زندگی میں اس طرح سمویا ہو کہ کہیں بھی مذہب کا رشتہ ہاتھوں سے چھوٹنے نہ پایا ہو ایسے ہی لوگوں کی زندگی میں کبھی بھی تنگ نظری جمود اور من و تو کی غیر فطری تفریق جنم نہیں لے سکتی ہے۔ مولانا مدنی کی یہی وہ سیرت تھی جو ان کو اپنے جملہ معاصرین میں ممتاز اور انفرادیت کا درجہ بخشتی ہے۔ ع اولئک آبائی فجئنا بمثلھم۔

مولانا مدنی رحمہ اللہ کے خطوط سے مجکو اللہ نے ایک ایسی جامع شخصیت کے دیکھنے، سمجھنے اور مقاصد کار کے معلوم کرنے کا بلا واسطہ شرف بخشا اور ایسے ایسے اسرار نہفتہ تک رسائی ہوئی کہ اگر میں فخر کروں تو کر سکتا ہوں مگر فخر نہیں۔ ہاں تحدیث نعمت ضرور ہے۔ صدمہ اس بات کا ہے کہ میں آپ کا واجبی احترام نہ کر سکا اور نہ آپ کے مقام عالی کے شایان شان کوئی تعارف کرا سکا حالانکہ باتوں باتوں اور اشارات میں وہ کچھ ہو جایا کرتا تھا جو اس وقت تفریح ہی معلوم ہوتی تھی مگر یہی چیز آگے چل کر واقعہ کی صورت

میں ظاہر ہو کر ماضی کے اشارات حال اور مستقبل کے لئے شمع راہ بن جاتے تھے چنانچہ ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ مولانا جمیل احمد صاحب مہتمم مدرسہ بدرالاسلام شاہ گنج جونپور کے بارے میں فرمایا کہ مولانا جمیل صاحب تو صاحب خدمت بزرگ ہیں بات آئی گئی ہو گئی لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ تفریح تفریح نہ تھی بلکہ مستقبل کی پیشین گوئی تھی۔ میرا اپنا حال یہ رہا کہ جب کوئی اہم شکوک اور شبہات پیش آئے اور حضرتؒ کی خدمت عالی اور بارگاہ رفیع المرتبت تک رسائی ہوئی تقریباً سب کا ازالہ "مدکھیئے حضور کیسے تکلیف فرمائی" سے ہو گیا۔ اگر کچھ خلجان رہا تو وہ ظاہر کر دینے پر دور ہو گیا۔ اس لئے بلا تردد کہا جا سکتا ہے کہ مولانا مدنیؒ کتابوں میں تو دیکھنے میں آئے مگر کوئی اور آپ کا مثنی آپ کے معاصرین میں دیکھنے میں نہیں آیا اور نہ یہ شان عبدیت جو مرد مومن کا سب سے اونچا مقام ہے کہیں اور نظر آئی جو ائمہ انبیاء اور اصحاب محمد رسول اللہ صلعم جن کو اسلام کی زبان میں "ورثۃ الانبیاء" کے الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے ان سب کا محور اور مرکز وحدت مقصد تھا جن کی دعوت اور ان کے طریق کار میں کوئی چیز منفی نہ تھی بلکہ وہ ایک مثبت حقیقت تھی جو فکر انسانی کی تربیت کرتی تھی اور ان کے ترکش کا تیر ایک ہی نشانہ یعنی وحدت مقصد پر صرف ہوا کرتا تھا وہ وحدت مقصد اقامت دین کی تحریک تھی جو نہ کسی خاص ملک یا خاص قوم تک محدود تھی نہ کسی خاص وقت تک کے لئے موقت تھی۔ جب مولانا مدنیؒ کی زندگی کا تجزیہ کیا جاتا ہے تو صاف نظر آتا ہے کہ آپ صحابہ کرام اور تابعین عظام کے طریقوں کی بڑی شدت سے پابندی کرتے تھے اور ان کی یہ حقیقت اچھی طرح معلوم ہوتی تھی کہ قرآن مجید کے احکام پر عمل کرنے اور کرانے کے لئے اقتدار اور طاقت کی شدید ضرورت ہے چنانچہ ہندوستان کی آزادی وہ پورے ایشیا کی آزادی کے مرادف سمجھتے تھے تاکہ عالم اسلامی کے مسلمان عیسائیوں سے نجات پائیں اور ان میں صحیح روح اسلامی پیدا ہو جائے۔ اور قرآن حکیم اور احادیث نبی کریم کی بنیاد پر دنیا کی جدید تعمیر ہو اور مسلمانوں میں دینی شعور پیدا ہو جائے اسی مقصد کے تحت

آپ نے جنگ آزادی میں شرکت فرمائی اور آخر دم تک جہاد فی سبیل اللہ کی لازوال برکات کا مظاہرہ آپ کی زندگی سے ہوتا رہا۔ آپ کے ان عزائم کا علم خواص الناس کو ہے مگر عوام الناس کو اب تک نہیں ہوسکا ہے۔ مولانا مدنیؒ کے خطوط گواہ ہیں کہ توسع اور روشن خیالی آپکے اندر کس حد تک تھی مگر متوسلین مولانا مدنی رحمہ اللہ میں سے بعض کو مستثنیٰ کرنے کے بعد اکثریت کا مزاج وہ نہیں ہے جس کے داعی و منادی حضرت مدنیؒ تھے۔ حضرت مدنی تو اپنے مشائخ اور اساتذہ کے نقش قدم پر تھے جن کا مسلک یہاں تک تھا کہ "صاحب نسبت ہونے کے بعد منتہی کو شیخ کے ہر فعل کا اتباع ضروری نہیں جیسا کہ مبتدی کو" توجیہ اسکی یہ ہے کہ جس طرح تقلید جامد سے بدعات و محدثات کی گرم بازاری ہوئی اسی طرح عدم تقلید سے بے ادبی کا دروازہ کھلا لہٰذا حدود شرعی کے اندر رہ کر تقلید اور تحقیق علماء کا مسلک ہونا چاہیئے تاکہ انتظام قایم رہے اور افراتفری کا سدباب ہو۔ مدارس اور خانقاہوں کی ناروا تفریق ختم ہو ہمارے اسلاف کرام قرآن حکیم کے صحیح مطالعہ اور غور وفکر سے اس نتیجہ تک پہونچے تھے کہ تعلیم کتاب اور تزکیۂ نفس کے لئے دو الگ الگ درسگاہیں نہ ہونی چاہئیں بلکہ تعلیم کتاب وحکمت کے ساتھ تزکیہ نفس بھی ساتھ ساتھ ہونا چاہیئے چنانچہ تاریخ شاہد ہے کہ جب تک یہ نظام قائم رکھا گیا مدارس اور خانقاہوں کی تفریق پیدا نہ ہوسکی اور امت محمدیہ کا شیرازہ پراگندہ نہ ہوسکا۔ ہمارا فرض ہونا چاہیئے کہ ہم اپنے اندر اتنی وسعت پیدا کریں جو کہ مولانا مدنی قدس اللہ سرہٗ العزیز کا مطمح نظر تھا تنگ نظری اور جمود ایک ایسا فتنہ ہے کہ جس کے بطن سے ایسے مفاسد رونما ہوئے کہ جن پر آج تک قابو نہ مل سکا اور اچھے اچھے پڑھے لکھے اس سیلاب میں بہہ گئے (اللہ تعالیٰ ہم سبھوں کو محفوظ رکھے) علم جس کو دوسرے لفظوں میں حکمت، خشیۃ اللہ اور ہو نور یقذفہ اللہ فی القلب سے تعبیر کیا جاتا ہے اسی روشنی سے اپنے کو منور کریں تب جاکر وسعتِ قلب وضمیر اور روشن خیالی کا خواب دیکھا جاسکتا ہے۔ قرآن کی تفسیر لکھ دینا، حدیث کی شرح کر دینا اور مختلف عنوانات پر

کتابیں و رسائل شائع کر دینا یہ کوئی بڑا کارنامہ نہیں ہے سب سے بڑا کارنامہ یہ ہے کہ کتاب وسنت کی جملہ تعلیمات کا عملی مظاہرہ پوری زندگی سے ہوتا رہے اور جس راہ سے گذر جائے کتاب وسنت کی خوشبو مشام جان کو معطر کر دے۔ اور در کفِ جام شریعت اور در کفِ سندانِ عشق کو اپنی زندگی میں اس طرح سمو دے کہ بے اختیار دلوں پر صحابہ کی زندگیوں کا نقشہ کھنچ جائے مولانا مدنی رحمہ اللہ کے علم کا ادنیٰ پر تو یہ مکتوبات ہیں جن کی شرح و تفسیر اور ان کا صحیح تعارف باوجود انتھک کوششوں کے مجھ جیسے مبتدی سے نہیں ہو سکا، اور جو کچھ ہوا وہ بھی انھیں کے روحانی تصرفات سے ہوا۔ اگر چاروں جلدوں کو بالاستیعاب مطالعہ کیا جائے تو بڑے سے بڑا ناقد بھی یہ کہنے پر مجبور ہو جائے گا کہ مولانا مدنی رحمۃ اللہ رسوخ فی العلم کے اس مقام پر تھے کہ جہاں ان کے معاصرین میں سے شاید ہی کسی کی رسائی ہوئی ہو۔ باوجود اس کے تصنیف و تالیف کی طرف ذرا بھی خیال نہیں آیا اور صاف صاف لکھ دیا کہ لوگ اسلاف کرام کی کتابوں سے نفع اٹھانا نہیں چاہتے اور نہ ان کا مطالعہ ہی کرتے ہیں اس لئے میں نے کسی تصنیف و تالیف کا قصد ہی نہیں کیا بلکہ اضاعتِ وقت سمجھا۔ فاعتبروا یا اولی الالباب۔

اب تک کے حواشی، مقدمہ اور دیباچہ وغیرہ میں حضرت مدنی رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو کچھ لکھدیا گیا ہے وہ خود بڑا قیمتی اشارہ ہے جس کی روشنی میں بڑی آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ اپنے دور میں سلف صالحین کا نمونہ اور اسلام کی مجسم تصویر تھے اور ہمارے پرانے کاروانِ ملت کے آخری مسافر تھے آپ پر اس سلسلۃ الذہب کی خصوصیات ختم ہوگئیں جس کا آغاز خاندان ولی اللہی سے ہوا تھا۔ لہٰذا مولانا مدنیؒ کے لاکھوں معتقدین و مسترشدین جو ملک کے پورے طول و عرض ہی میں نہیں پاکستان و افغانستان وغیرہ کی وسعتوں اور پہنائیوں میں بھی پھیلے ہوئے ہیں اس کی قدردانی فرمائیں گے اور اس

مجموعہ علم و ادب اور صحیفۂ رشد و ہدایت اور گنجینۂ پند و نصائح کو حرزِ جاں بنائیں گے۔ ساتھ ہی خاکسار مرتب کی لغزشوں سے چشم پوشی فرماتے ہوئے دعاءِ خیر سے فراموش نہ فرمائیں گے۔ والسّلام۔

"قفس ہا نیم و بس راہ چمن از ما چہ می پرسی"
کہ پیش از بال و پر برخاستند از آشیاں ما را

حزین و غمگین۔ نجم الدین اصلاحی کان اللہ لہٗ
یکم جولائی ۱۹۶۳ء

مطبوعات مکتبہ دینیہ دیوبند

ارشادات شیخ الاسلامؒ	۵۰	۳	دعوت عزم و عمل	۳۱	۰
احسان و تصوف	۲۵	۰	رموز عشق	۲۵	۰
اسلام اور فریضۂ تبلیغ	۲۵	۰	ذکر	۳۱	۰
الشہاب الثاقب	۷۵	۱	سلاسل طیبہ عکسی جدید	۵۶	۰
اسلام کا نظام تربیت	۰	۳	" " قدیم	۳۷	۰
ایمان و عمل	۰	۱	سیرت کا ازدواجی پہلو	۲۵	۰
تاریخ الاسلام حصہ اول	۶۲	۰	علاج خوف و حزن غیر مجلد	۰	۳
" " " دوم	۲۵	۱	گلہائے رنگارنگ	۵۰	۰
" " " سوم	۵۰	۰	معراج جسمانی	۲۵	۰
" " ہندی " اول	۸۷	۰	مکتوب ہدایت	۰	۱
" " " دوم	۶۲	۱	مکتوبات شیخ الاسلام اول	۰	۶
" " " سوم	۸۷	۰	" دوم	۰	۶
جمال مومن	۳۱	۰	" سوم	۵۰	۴
جماعت اسلامی کا جائزہ	۰	۴	" چہارم	۵۰	۶
خطبات جمعہ و عیدین	۵۰	۰	مودودی دستور و عقائد کی حقیقت	۷۵	۰
مدنی ڈائری	۲۰	۱	نقش حیات اول غیر مجلد	۰	۶
مدنی کیلنڈر	۳۰	۰	" دوم "	۵	۳

ملنے کا پتہ:- مکتبہ دینیہ دیوبند یوپی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اَمَّا بعد

الحمد للہ حق حمدہ والصلوٰۃ والسلام علی خیر خلقہ محمد و آلہ و صحبہ اجمعین

مکتوب (۱)

جناب مولوی رفیق احمد صاحب قریشی چک ماڈھوپور نینی الہ آباد کے نام

محترم المقام زید عنایتکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والانامہ پڑھ کر سخت تعجب ہوا کسی مصیبت دنیاوی کی وجہ سے خواہ وہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہو خودکشی کرنی اور اس پر عزم و ارادہ کر لینا انتہائی بزدلی، انتہائی ظلم اور انتہائی گناہ ہے، امرِ اول تو اسلئے کہ قرآن مجید میں صبر کی جس قدر تاکید کی گئی ہے کسی عمل کی اس قدر تاکید مکرر سہ کرر نہیں آئی ہے بعض اکابر نے تو فرمایا کہ تقریباً ایک سو بیس سے کچھ زائد آیتیں صبر کے متعلق وارد ہوئی ہیں۔ اور بڑے بڑے ثواب کا ان پر وعدہ کیا گیا ہے، انبیاء علیہم السلام اور بالخصوص ہمارے آقا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جس قدر مصیبتیں ڈھائی گئیں وہ کسی فردِ بشر پر نہیں آئیں مگر

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۔ جناب رفیق احمد صاحب قریشی چک ماڈھوپور الہ آباد کو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت نینی جیل الہ آباد سے رہائی کے بعد ہوئی۔ آپ بہت سے سوالات لکھ کر جیل ہی کے اندر سے جوابات حاصل کرتے رہے جو اپنی جگہ پر بڑی ہی اہمیت رکھتے ہیں اہلِ علم اور اربابِ کمال کو ان مکتوبات کے مطالعہ سے خود اندازہ ہو جائیگا ہم قریشی صاحب کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے پوری فیاضی سے کام لیکر اس گنج گرانمایہ کو وقفِ عام کر دینے کا ہم کو شرف بخشا، جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ جس طرح جلد اول میں جناب مولانا ابوالحسن صاحب حیدری کے خطوط خاص مقام کے حامل ہیں، اس آخری جلد میں قریشی صاحب کے خطوط بھی وہی حیثیت رکھتے ہیں۔ ع

تو خود حدیث مفصل بخواں ازیں مجمل۔

آپ نے بار بار صبر فرمایا اور اللہ کی طرف سے بار بار اسی کی تاکید آتی رہی اور فرمایا گیا فاصبر۔ کما صبر اولوا العزم من الرسل ولا تستعجل لھم الآیہ (سورہ احقاف) ترجمہ:۔ اس طرح صبر کر جس طرح پیغمبروں میں سے ہمت اور عزم والوں نے صبر کیا۔ اور دشمنوں کے لئے جلدی مت کر، الخ،

میرے بھائی بہادری اور شجاعت اسی صبر ہی کا نام ہے، نامرد اور بزدل وہی ہے جو صبر نہیں کرتا اور بھاگ جاتا ہے، انبیاء علیہم السلام اور ائمہ کبار پر جو جو مظالم کئے گئے اُن کا سوّاں بلکہ ہزارواں حصہ بھی آپ پر نہیں پیش آیا ہے اور آپ اس طرح بے خود ہو رہے ہیں، لاحول پڑھئے اور جوانمرد بنئے اور دین و ایمان کی خدمت اور حق کی راہ میں مردانہ دا تگاپو... کیجئے اور صبر و استقلال پامردی اور جفاکشی سے مشکلات کو دور کیجئے اور اگر اس میں خدانخواستہ موت بھی آجائے تو درجۂ شہادت حاصل کیجئے مگر ہرگز ہرگز خودکشی اور حرام موت کا خیال تک بھی پاس نہ آنے دیجئے۔

دوسرے اس لئے کہ کوئی انسان اپنے جسم کا مالک نہیں ہے اور نہ اُس کا خالق ہے یہ جسم خدا نے پیدا کیا ہے اور رُوح کو اُس پر حاکم چند دنوں کے لئے اسی طرح بنا دیا ہے جیسے امانت دار کو امانت کا حاکم بنا دیا جاتا ہے کسی روحِ انسانی کو اپنے جسم میں ایسے تصرّف کی اجازت نہیں ہو سکتی جو خالق کی اجازت کے خلاف ہے، کسی انسان کا اپنے جسم کو برباد کرنے کا عمل یا ارادہ کرنا خداوندی مملوک میں بلا اجازت بلکہ اس کے حکم کے خلاف تصرف کرنا ہے اس سے بڑھ کر کیا ظلم ہوگا اسی بناء پر قرآن مجید پارہ پانچ کے آغاز میں فرمایا گیا ولا تقتلوا انفسکم الآیہ، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مجاہد کو جس نے غزوۂ خیبر میں انتہائی بہادری دکھلائی تھی اور تمام صحابہ اس کی بہادری اور مجاہدانہ سرگرمی کے سامنے اپنی عملی کارروائی کو ہیچ سمجھ رہے تھے، اسی خودکشی کی وجہ سے اہلِ نار میں سے فرمایا تھا چنانچہ یہی ہوا کہ وہ شخص (قزمان) مجاہدانہ انتہائی سرگرمیوں کی وجہ سے سخت زخمی ہوا، تکالیف زخم پر صبر نہ کر سکا اور خودکشی کر بیٹھا، ہرگز ہرگز ایسا شیطانی خیال

دل میں آنے بھی نہ دیجئے، دنیا کی بے عزتی اور دُنیا کی تکالیف خواہ کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں آخرت کے عذاب کے سامنے خواہ وہ ایک منٹ یا ایک سکنڈ کے لئے ہو اتنی بھی نسبت نہیں رکھتیں جو کہ ذرّہ کو پہاڑ کے سامنے ہے پھران تکالیف دُنیاویہ کی وجہ سے آخرت کا عذاب دائمی خودکشی کے ذریعہ سے سرلینا کس قدر جہالت اور حماقت ہے، لاحول ولاقوۃ الاباللہ، توبہ کیجئے اور ایسے شیطانی وسوسہ کو دل اور دماغ کے پاس بھی آنے نہ دیجئے۔

تیسرا امر یعنی انتہائی گناہ ہونا بھی دوسری وجہ سے سمجھ میں آگیا ہوگا، قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے کہ ہم نے بنی اسرائیل پر لکھدیا تھا کہ جس نے کسی نفس کو قصاص اور فساد کے علاوہ قتل کیا تو گویا اس نے تمام عالم انسانی کو قتل کرڈالا (دیکھو سورہ مائدہ ابتدائے نصف ثانی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صحیح حدیث میں ارشاد فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کا زائل اور ہلاک وفنا ہوجانا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مسلمان کے قتل سے گھٹا ہوا اور اہون ہے خبردار خبردار ایسا ارادہ کبھی نہ کیجئے بلکہ اس کا خیال تک بھی پاس آنے نہ دیجئے، صبر کیجئے، تحمل کیجئے، معاذاللہ اگر ایسا کیا تو اپنی موت سے آپ اپنے کو بھی ہلاک کریں گے اور اس بڑھاپے میں اپنے والدین کی زندگی نہ صرف تلخ کریں گے بلکہ اُن کو بھی ہلاک کریں گے، یہ دُنیا راحت کی جگہ نہیں ہے بالخصوص اللہ والوں اور اہلِ حق کے لئے اور یہاں جو شخص زیادہ تر مقرب الٰہی ہے اسی قدر مصیبتوں کا شکار ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل (ترجمہ "سب سے زیادہ سخت بلائیں انبیاء پر آتی ہیں پھر درجہ بدرجہ اُن کے مماثلین اور مشابہین پر آتی ہیں" اس لئے اس امتحان گاہ میں پاس ہونے کی فکر کیجئے اور حق پرستی اور صبر وتحمل کا وہ نمبر پیدا کیجئے کہ میدان آخرت میں اعلیٰ درجہ کا انعام ملے اور اللہ کی خوشنودی اور رضا کا سارٹیفکٹ حاصل ہو، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیئے، دنیا نے تہمت، ظلم، حسد، افترا، وغیرہ سے کس کو معاف رکھا ہے جب انبیا علیہم السّلام اس سے نہیں بچ سکے تو میں اور آپ کیا ہیں، انا للہ وانا الیہ راجعون، الحمد للہ الحمد للہ۔ والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم شوال ۱۳۶۲ھ

مکتوب ۲

والا نامہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی، جوانمردی اور اتباع خدا ورسول علیہ السّلام کی یہی شان ہے کہ انسان اپنے عزائم اور خواہشات کو اللہ ورسول کے حکم کے سامنے سر بسجود کردے اور خواہ کتنی بھی نفس پر مشقت اور ناگواری پیش آئے اس کی پروا نہ کرے اور اللہ ورسول کا تابعدار بنا رہے، لا یکون احد کم مومنا حتی یکون ھوا ہ تابعا لما جئت بہٖ یہ قول سرور کائنات علیہ السّلام کا ہے، لوگوں کے طعنوں...... اور والدین واعزہ واقربا کی دل خراش باتوں کی وجہ سے نفس اگر کسی ایسی خواہش کا متقاضی ہو جو کہ اللہ اور رسول کے حکم کے خلاف ہے تو نفس کی گوشمالی اور مخالفت کرنی چاہیئے۔ نہ کہ اللہ اور رسول کی۔ یہی ایمان ہے یہی اسلام ہے، یہ "دنیا دار کدر" یہ دنیا "دار امتحان" ہے۔ یہ دنیائے دوں "دار ابتلا" ہے، طرح طرح سے یہاں امتحانات ہوتے ہیں۔ اور سمجھ بوجھ کر نہایت ہوشیاری اور بیداری کے ساتھ اس امتحان گاہ میں کامیابی حاصل کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کی اور ہماری امداد فرمائے، آمین۔

میرے محترم بھائی! اگرچہ والدین اپنی ناواقفیت یا جہالت کی بنا پر خلاف طبع دلخراش آزاردہ کلمات یا اعمال استعمال فرمائیں۔ ان پر مردانہ وار تحمّل اور صبر کیجیئے، کسی بات پر اُلٹ کر جواب نہ دیجیئے اور نہ اُن کا مقابلہ کیجئے اور نہ اُن کو بُرا بھلا کہیئے اور انکی

حاشیہ مکتوب ۲ :- یہ والا نامہ بہت صاف ہے، اُوپر جو حدیث درج ہوگئی ہے اس کا مفہوم یہ ہے، آنحضرت صلعم ارشاد فرماتے ہیں کہ تم میں سے کوئی مومن کامل نہیں ہوسکتا جب تک کہ جو دین وشریعت میں لے کر آیا ہوں اپنی خواہش اور اپنے دل کی چاہ کو اس کے تابع نہ کردے۔ یہ حدیث شریف قرآن مجید کی اس آیت سے ماخوذ اور مستنبط ہے۔ وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِیَ الْمَاْوٰی (نازعات) (باقی صفحہ ۷ پر)

اُن مشقتوں اور مہربانیوں کو یاد کیجئے جو کہ انہوں نے آپ کے بچپن میں (جب کہ آپ پیدا ہوئے اور جب کہ آپ ضعیف وناتواں گودوں میں پلتے تھے) کی تھیں اور آپ کے قوی ہونے تک کرتے رہے اور ہر قسم کے ناز وانداز کو تحمل کرتے رہے۔ اِمَّا یَبْلُغَنَّ عِنْدَکَ الْکِبَرَ اَحَدُھُمَا اَوْ کِلٰھُمَا فَلَا تَقُلْ لَّھُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْھَرْھُمَا وَقُلْ لَّھُمَا قَوْلًا کَرِیْمًا وَاخْفِضْ لَھُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْھُمَا کَمَا رَبَّیٰنِیْ صَغِیْرًا (سورۂ بنی اسرائیل) ترجمہ:۔ اگر (ماں باپ) دونوں یا اُن میں سے ایک تمہارے پاس بوڑھاپے میں داخل ہو جائیں تو اُن کو کبھی ہوں (گھبراہٹ کا کلمہ) مت کہہ اور نہ اُن کو جھڑک اور اُن سے کریمانہ باتیں کہا کر اور رحمت وشفقت سے نیازمندی کے بازوؤں کو ان کے سامنے پست کردے اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا رہ کہ اے پروردگار ان دونوں پر اسی طرح رحمت اور شفقت فرما جیسا کہ یہ دونوں میرے بچپن میں مجھ پر شفقت کرتے تھے۔

میرے محترم! ماں اور باپ ہر ایک اُن میں سے آپ کے لئے جنّت ہیں بجز خالق کی نافرمانی کے سب باتوں میں اُن کی اطاعت اور فرماں برداری آپ پر ضروری ہے۔ خواہ کتنی بھی نفس پر شاق ہو اسی میں دُنیا اور آخرت کی بھلائی ہے ان کی اطاعت کرتے ہوئے جس قدر ممکن ہو علم دین اور بصیرت فی الشرع پیدا کریں، فارغ اوقات میں اس کی جدوجہد کریں، خواہ پڑھیں یا مطالعہ کریں، یا عبادت میں مشغول ہوں، میں آپ کو مندرجہ ذیل عمل بتاتا ہوں اس پر آپ مداومت کریں انشاء اللہ ہر قسم کی مشکلات خواہ روزی اور رزق کی ہوں یا اعزہ واقربا کے ستانے کی ہوں اور کسی قسم کی ہوں حل ہوتی رہیں گی مگر اس کو برابر کرتے رہیں خلل نہ پڑے۔ اگر ممکن ہو تو اخیر رات میں ورنہ بعد از مغرب یا بعد از عشا اور اگر رات میں ممکن نہ ہو تو دن ہی میں ایسے وقت میں کہ نوافل جائز ہوں۔ چار رکعت نفل بہ نیت دفع مصائب

بقیہ حاشیہ صفحہ ٦۔ مطلب یہ ہے کہ جو اپنے نفس کی خواہش پر نہ چلا بلکہ اسے روک کر اپنے قابو میں رکھا اور اس کو احکام الٰہی کے تابع بنایا، اس کا ٹھکانہ بہشت اور جنت ہے، اس کٹھن راہ کو حضرت صحابہ کرام اور بزرگانِ دین نے بڑی خوبی سے طے فرمایا۔ اس دور مظلمہ میں حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کو دیکھ کر صحابہ کی زندگی کے سمجھنے میں کوئی ابہام نہیں رہا۔ رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃً۔

نازلہ وقضاء حاجت ومشکلات پڑھیں۔ اوّل رکعت میں بعد سورہ فاتحہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّیْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِیْنَ فَاسْتَجَبْنَا لَهٗ وَنَجَّیْنٰهُ مِنَ الْغَمِّ وَكَذٰلِكَ نُنْجِی الْمُؤْمِنِیْنَ سَو بار۔ اور دوسری رکعت میں بعد از فاتحہ، رَبِّ اِنِّیْ مَسَّنِیَ الضُّرُّ وَاَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِیْنَ سَو بار، اور تیسری رکعت میں بعد از فاتحہ اُفَوِّضُ اَمْرِیْٓ اِلَی اللّٰهِ اِنَّ اللّٰهَ بَصِیْرٌۢ بِالْعِبَادِ، سَو مرتبہ۔ اور چوتھی رکعت میں بعد از فاتحہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِیْلُ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ۔ سَو مرتبہ پڑھیں اور سلام پھیرنے کے بعد سَو مرتبہ رَبِّ اِنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ۔ پڑھ کر دفع مشکلات وارادہ کے لئے دعاء بحضورِ قلب مانگا کریں انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں عمدہ نتائج ظاہر ہوں گے، سَو کا عدد گننے کے لئے تسبیح لے سکتے ہیں ہاتھ باندھے نماز میں شمار کرسکیں گے،

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۳

والا نامہ دیکھ کر بہت رنج ہوا۔ بالخصوص اُن شیاطین خبثاء پر جو کہ تقویٰ اور پرہیزگاری کا جامہ پہن کر شیاطین کے کام کرتے ہیں اور لوگوں کو گمراہ کرتے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کو اور ہم کو اور آپ کو ہدایت فرمائے اور اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

حاشیہ مکتوب ۳ ۔ آیت سورۂ معارج و آیت سورہ مومنون وغیرہ میں اسیرانِ جنگ کو لونڈی غلام بنا کر رکھنے کی جو اجازت دی گئی ہے اور جنگ سے پکڑی ہوئی عورتوں کے ساتھ تمتع کو جائز رکھا گیا ہے آخر اس کی اصلیت کیا ہے اگر یہ مسئلہ اسلام میں موجود ہے تو کہاں تک درست اور صحیح ہے۔ مستشرقین یورپ کے اعتراضات کے جوابات کی جن اسلام کے وکیلوں نے وکالت کی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے خود مسئلہ کے مالہ وما علیہ پر پوری طرح غور نہیں کیا اس لئے مسئلہ صاف نہیں ہو سکا اور آج تک بہتوں کے نزدیک خود اسلام ہدف ملامت بنا ہوا ہے، اصل بات یہ ہے کہ جو چیز سوسائٹی میں دستور کی حیثیت اختیار کرے اس کو بتدریج ہی ختم کیا جا سکتا ہے کیوں کہ اسلام تدریجی اصلاح کا علمبردار ہے نہ کہ وقت کی اسپرٹ سے جنگ کرنا شراب کی تحریم، نماز میں سکون اور خاموشی، ربوا کی تحریم اور غنائم جنگ پر رفتہ رفتہ پابندی وغیرہ اس کا بین ثبوت ہیں۔ کہ اسلام کا طریق اصلاح غلامی کے مسئلہ میں بھی تدریجی حکمت پر مبنی ہے ساتھ ہی یہ حقیقت بھی ہے کہ اسلام نے اسیرانِ جنگ کو غلام اور لونڈی بنانے کی بمصالح اجازت دی ہے حکم نہیں دیا ہے، اس اجازت سے فائدہ اُٹھانا نہ اٹھانا ہمارا اختیاری فعل ہے اور فائدہ نہ اٹھانا افضل ہے۔ اسلام نے صرف ان لوگوں کو غلام بنانے کی مجبوراً اجازت دی ہے جو جنگ میں پکڑے ہوئے آئیں نہ کہ آزاد کو پکڑ کر بیچا جائے اس کی اسلام نے سختی سے ممانعت کی ہے۔ جس عہد میں اسلام آیا ہے اس عہد میں اسیرانِ جنگ کے تبادلہ کا دستور نہ تھا البتہ جہاں تبادلہ کا موقع آیا ہے تو مسلمانوں نے خوشی سے منظور کیا ہے۔ نیز یہ بات بھی تھی کہ بعض اوقات لڑائیوں میں مردوں کا اکثر حصہ کام آجاتا تھا ایسی صورت میں لاوارث عورتوں وغیرہ کی پرورش کا انتظام خود فاتح قوم کے ذمہ ہوتا تھا جس سے سوسائٹی میں عورتوں کی وقعت ازدواجی تعلق قائم کرنے سے بڑھ جاتی تھی اور مفاسد کا دروازہ بند ہو جاتا تھا۔ غرض اسلام کا یہ قاعدہ رہا ہے کہ جن امور میں وہ بلا واسطہ اصلاح کو مشکل

(باقی ص۱۰ پر)

محترما! آپ سورہ مومنون اور معارج میں پڑھتے ہیں کہ اہلِ فلاح ونجات کی صفات بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَالَّذِينَ هُمْ لِفُرُوجِهِمْ حَافِظُونَ إِلَّا عَلَى أَزْوَاجِهِمْ أَوْ مَا مَلَكَتْ أَيْمَانُهُمْ فَإِنَّهُمْ غَيْرُ مَلُومِينَ فَمَنِ ابْتَغَى وَرَاءَ ذَٰلِكَ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْعَادُونَ ۔

اور وہ لوگ جو اپنی شرمگاہوں کو نگاہ رکھنے والے اور روکنے والے ہیں (اس سے کہ کسی کی نظر اس پر پڑے یا بدن کسی کا اُس میں لگے) مگر اپنی جوروؤں پر یا اُن عورتوں پر جن کے وہ مالک ہوئے، پھر بیشک یہ لوگ (اگر اپنی عورتوں یا باندیوں کے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۹:۔ پاتا ہے ان کو قائم توضرور رکھتا ہے مگر علی حالہ قائم نہیں رہنے دیتا بلکہ بالواسطہ اصلاح کے ایسے طریقے اختیار کئے کہ اجتماعی مضرت ایک شاندار انسانی منفعت بن گئی چنانچہ اسلام نے غلام کو آزاد کرنے اور آزادی کے حصول میں اسے مدد دینے کو بہت بڑا ثواب قرار دیا۔ کتاب اور سنت اس پر شاہد عدل ہیں، غلاموں کے ساتھ نرمی اور حسن سلوک کی سخت تاکید کی گئی، آنحضرت صلعم نے زندگی کے آخری لمحات میں فرمایا الصلوٰۃ وما ملکت ایمانکم، جس سے صاف ظاہر ہے کہ آپ نے عبادات میں نماز اور معاملات میں لونڈی غلاموں کے ساتھ حسن سلوک پر زور دیا اور تاکید فرمائی اور اتنے ہی پر بس نہیں کیا بلکہ اسلامی قانون میں غلاموں اور لونڈیوں کو وہ وسیع حقوق دیئے گئے جس سے وہ آزادوں کے دوش بدوش اور لگ بھگ ہوگئے، ان اشارات کو سامنے رکھنے کے بعد لفظ غلامی تو بے شک باقی رہا مگر غلامی کی حیثیت بدل کر کچھ سے کچھ ہوگئی تو پھر آزادی کا نام غلامی رکھ دینے میں ہرج ہی کیا ہے، امام مالک کے استاذ نافع رض، عبداللہ بن مبارک رح، عطاء بن رباح رح، طاؤس بن کیسان رح، یزید بن حبیب رح، مکحول رح، میمون بن مہران رح، ضحاک رح، ابراہیم نخعی رح، حضرت سلمان فارسی رض، حضرت بلال حبشی رض، حضرت صہیب رومی رض، حضرت اسامہ بن زید رض وغیرہم کو کون غلام کہہ سکتا ہے۔؟

اس والانامہ میں موجودہ سوسائٹی کی اصلاح کے لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن زوردار الفاظ میں اپیل فرمائی ہے اور جس طرح قوم مسلم کی بیماریوں کی نشاندہی فرماکر شادی پر زور دیا ہے اور اخلاقی اصلاح کے لئے سوسائٹی کے خلاف جدوجہد کا حکم فرمایا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم اسکو عملی جامہ پہنائیں، مکتوب کے اندر عربی عبارتوں وغیرہ کا ترجمہ بھی آگیا ہے سب کے کام کی چیز ہے اور ہر شخص فائدہ حاصل کرسکتا ہے، البتہ اصطلاحی لفظ "مکاتب" جو حدیث میں آگیا ہے اسکے مفہوم کو صاف کردیا جاتا ہے، مکاتب وہ غلام جو مالک سے طے کرے کہ وہ اپنی توت کے بموجب معینہ رقم ادا کردیگا مالک اسکو آزاد کردے۔

اصلاحی :۔

ساتھ صحبت کرنے اور لذت حاصل کرنے میں حرص اور بے صبری کریں) تو اُن پر ملامت اور اولاہنا نہیں ہے۔ اور اُن پر عتاب نہیں کیا جائے گا۔ پھر جو شخص کہ طلب کرے اُن دونوں کے سوا، (یعنی بیوی اور باندی کے سوائے) تو وہی ہیں تعدی اور ظلم کرنے والے (اور پاکی اور عفت کی حد سے آگے بڑھنے والے اور حریصوں اور بے صبروں میں داخل ہونے والے)

میرے محترم، خیال فرمائیے کہ کس زوردار طریقہ پر تمام شہوت رانی کے سب طریقوں کو بجز بیوی اور باندی کے منع کیا گیا اور ایسا کرنے والے کو ملوم اور متعدی قرار دیا گیا اور قرآن مجید میں دو جگہ مکرر کر کے صاف الفاظ میں ذکر کیا گیا۔ دوسرے مقامات میں بھی ممانعت ہے مگر اس صراحت کے ساتھ نہیں۔ استاذ الکل امام اہلِ اسلام واہلِ ہند حجۃ اللہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ دہلوی تفسیر سورہ تبارک میں سورۂ معارج کی تفسیر میں اسی آیت کے ماتحت ارشاد فرماتے ہیں، ترجمہ تفسیر عزیزی سورہ معارج ص ۲۰۲۔

"اب اس مقام پر جاننا چاہیئے کہ آدمی کو شہوت نکالنے کے واسطے کئی طور ہیں لیکن سوا اِن دو قسم کے جو شرع میں بے شبہہ جائز ہیں باقی سب صورتیں ممنوع اور حرام ہیں اور اُن سب حرام قسموں کی تفصیل بہت ہے، ان میں سے ایک لونڈے بازی ہے اور اس سے مراد نجس محل میں دخول کرنا یعنی غلیظ نکلنے کی جگہ میں، پھر یہ کام خواہ مرد سے خواہ اپنی عورت سے ہو یا اپنی لونڈی سے ہو یا اجنبی عورت سے حرام ہے۔ اور اسی قسم سے ہے خانگی عورت کہ بدوں اُجرت مقرر کرنے کے اس سے فقط دوستی اور آشنائی کے سبب سے یہ فعل کرتے ہیں اور اسی قسم سے ہے خرچی کی عورت جیسے کنچنی کہ ایک رات یا ایک مہینہ کی اُجرت مقرر کر کے اُس سے یہ فعل کرتے ہیں اور اسی قسم سے ہے جس عورت سے زبردستی یہ فعل کریں جس طرح غنیم کی فوج دوسرے ملک میں غالب ہونے کے وقت وہاں کی عورتوں سے زبردستی یہ فعل کرتی ہے اور اسی قسم سے ہے متعہ والی عورت یعنی ایک مدت متعین کر کے اس کی اُجرت مقرر کر دینا پھر اس کے ساتھ یہ فعل کرنا اور اسی قسم سے ہے دوسرے کی لونڈی جو اس کے مالک کی

رضامندی سے مانگ کر یہ فعل کرتے ہیں، اور اسی قسم سے ہے عورت کا عورت کے ساتھ یہ فعل کرنا جس کو ہندی میں چپٹی کہتے ہیں اور اسی قسم سے ہے اپنی محرم عورتوں کے ساتھ نکاح کرنا پھر وہ محرم خواہ نسبتی ہوں جیسے ماں، بہن، خالہ، پھوپھی، بھتیجی بھانجی وغیرہ، اور خواہ سببی ہوں یعنی سسرال والیاں جیسے جورو کی ماں یا بہن یا پھوپھی یا خالہ وغیرہ اور خواہ رضائی ہوں یعنی دودھ پینے کے سبب سے محرم ہوگئی ہوں جیسے دائی جس کا دودھ پیا یا اس کی ماں، نانی، دادی یا اس کی اولاد یہ سب حرام ہیں۔ اور اسی قسم سے ہے وہ عورت جو ایک شخص کے نکاح میں ہے اس سے بھی نکاح کرنا درست نہیں ہے، اور اسی قسم سے ہے عورت مشرکہ کے ساتھ نکاح کرنا سوائے اہلِ کتاب کے، اور اسی قسم سے ہے فاحشہ عورت سے نکاح کرنا کہ یہ بھی جائز نہیں ہے، سو یہ سب قسمیں ما وراء ذلک میں داخل ہیں اور بالکل حرام ہیں۔"

اب آپ غور فرمایئے کہ جس طالب علم نے آپ کو کتب فقہ کا دھوکا دیا وہ کہاں تک صحیح کہتا تھا اور اگر بالفرض کسی کتاب میں ایسا ہو بھی تو اس نص صریح قرآنی کے مقابل کیسے مانا جا سکتا ہے اور اگر بالفرض کسی فقیہ نے ذکر بھی کیا ہو تو وہ فقط اس طور سے ہوگا جیسے بھوک سے مرنے والے کو سور کا گوشت کھا لینا یا مُردار یا پاخانہ کھا لینا یا پیاس سے مرنے والے کے لئے پیشاب یا شراب پی لینا جس کے لئے آپ خود سمجھ سکتے ہیں کہ موت سے بچنے کے لئے اس حرام قطعی کی اجازت فقط اس مقدار میں ہے جس سے جان ہلاکت سے بچ جائے۔ چند لقموں سے زیادہ اور ہر وقت جب بھی بھوک ہو جائز نہ ہوگا۔ غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فرمایا گیا ہے۔

میرے محترم! جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، یا معشر الشباب من استطاع منکم الباءۃ فلیتزوج ومن لا یستطع فلیصم فان الصوم لہ وجاء۔ (کذا فی الصحاح) ترجمہ: اے جوانو جو تم میں سے نکاح کرنے کی طاقت رکھتا ہے وہ نکاح کرے اور جس کو اس کی طاقت نہیں ہے اس کو چاہیئے کہ روزہ رکھے کیونکہ روزہ اس کے لئے خصی ہو جانا ہے (یعنی روزہ رکھنے سے

شہوت کا غلبہ ٹوٹ جاتا ہے، جس طرح خصی ہو جانے، فوطوں کے نکل جانے یا کچل جانے) سے شہوت ٹوٹ جاتی ہے

بہرحال جلق یا زنا یا اغلام وغیرہ سب کے سب حرام ہیں کسی حال میں اُن کی اجازت نہیں یہ سب کے سب شیطانی کام ہیں اُن سے بچنا اور پرہیز کرنا اشد ضروری ہے اور جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ گنہگار مکار شیطان کا بھائی ہے اس کی صحبت سے گریز کرنا چاہیئے۔

(۲) آپ کو جلد از جلد نکاح کرلینا چاہیئے۔ بڑا خاندان، امیر گھرانہ، خوبصورت لڑکی، زیادہ جہیز وغیرہ کی تلاش میں دیر ہرگز نہ کرنا چاہیئے، ملک اور برادری میں غریب اور امیر دونوں قسم کے لوگ ہیں، غریب گھرانے کی لڑکی آسانی سے مل سکتی ہے اور وہ خدمتگذار بھی ہوگی، نیز بیوہ لڑکی میں اس سے بھی زیادہ آسانی ہوگی۔ اگر کنواری کے لینے میں وقت ہو بیوہ سے کرلیجئے، اگر یہ خیال مانع ہے کہ میرا فقر و فاقہ یا میری تنگ دستی کس طرح اس کو سنبھال سکے گی تو میرے محترم وہ اپنا رزق لے کر آئے گی۔

وَمَا مِنْ دَابَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا۔ (سورہ ہود) نہ بھولئے۔ اِنْ يَكُوْنُوْا فُقَرَاءَ يُغْنِهِمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ (سورہ نور) یعنی زوج اور زوجہ میں سے کوئی یا دونوں فقیر ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے ان کو غنی کردے گا، اس بشارت عظیمہ کو پس پشت نہ ڈالئے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں، ثلث علی اللہ عونھم الناکح الذی یرید العفاف والمکاتب والمدیون الذی یرید اداء الدین (اوکما قال علیہ السلام) یعنی تین شخصوں کی مدد کرنی اللہ تعالیٰ نے اپنے اُوپر واجب کرلی ہے، ایک وہ نکاح کرنے والا جو کہ عفت اور عصمت چاہتا ہے دوسرے مکاتب تیسرے وہ مقروض جو کہ اپنا قرض ادا کرنا چاہتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ پر توکل کیجئے اور جلد از جلد جہاں بھی ممکن ہو نکاح کرلیجئے اور عفت کا ارادہ رکھئے۔

(۳) اگر نکاح کے مصارف رسمیہ جوڑے، زیور، بارات اور کنبہ کا کھانا پینا وغیرہ مانع ہو

اور تنگدستی اس میں حارج ہے تو آپ کو خود معلوم ہے کہ یہ چیزیں غلط طریقہ پر ہم مسلمانوں میں رائج ہوگئی ہیں اور اس زمانہ کا افلاس اور گرانی ہرگز ہرگز ان امور کی اجازت نہیں دیتی ہیں، ان سب امور کو برادری سے اٹھانا اشد ضروری ہے اور نکاح نہایت سادگی سے معمولی مہر کے اوپر تمام مسلم برادریوں میں جاری ہونا لازم ہے، بڈھے اور عورتیں اس میں ضرور حارج ہوں گے مگر برادری کے جوانوں کی پارٹی بنانی اور اس غلط کاری کے خلاف مورچہ قائم کر کے برادریوں کی ان ناقابل عمل رسموں کو اٹھا دینا اور ان کے خلاف جہاد کرنا ازبس ضروری ہے، اگر اس میں ماں باپ حارج ہوں تو ان کی اطاعت ضروری نہیں۔ لا طاعۃ لمخلوق فی معصیۃ الخالق، ان کی بات نہ ماننی چاہیئے۔ ہاں اُن سے ہاتھا پائی، گالی گلوچ مار پیٹ، بے ادبی اور گستاخی بھی نہ کرنی چاہیئے اور عدم تشدد کی رتان۔۔۔۔ پالیسی جاری کر کے جوانوں کو ان غلط رسوم کو مٹا دینا چاہیئے، ان غلط رسوم کی وجہ سے حرامکاری اغلام، زنا، جلق وغیرہ اخلاق اور صحت کو برباد کرنے والی، جوان لڑکوں اور لڑکیوں کو طرح طرح کی مصیبتوں اور معصیتوں میں مبتلا کر دینے والی صُورتیں پیش آرہی ہیں جن سے دین اور دُنیا کی عزت اور ناموس سب برباد ہوتے جا رہے ہیں، نوجوانوں کو غیرت میں آنا چاہیئے، اور مضبوطی سے اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے۔

(۴) جب تک آپ نکاح نہیں کرتے ہیں روزہ رکھنے کی کثرت کریں اس سے غلبہ شہوت انشاء اللہ کم ہو جائیگا اور اعانت الٰہی شامل حال ہوگی، صبح و شام ایک ایک تسبیح استغفار کی پڑھا کریں اور پڑھتے وقت دل حاضر کر کے اللہ تعالیٰ سے سابقہ گناہوں کی معافی اور آیندہ کی حفاظت طلب کریں، نیز صلواۃ الحاجت میں نکاح کی حاجت اور اُن گناہوں سے تحفظ کا خیال رکھا کریں۔

(۵) اگر کوئی صورت تجارت یا صنعت یا پرائیوٹ ملازمتوں وغیرہ کی بالفعل میسر نہیں ہوتی ہے تو جیل ہی میں ملازمت سپاہیوں وغیرہ میں کرلیں یا پولیس وغیرہ میں ملازم ہو جائیں،

الضرورات تبیح المحظورات - اگرچہ یہ ملازمتیں بھی محظورات سے خالی نہیں ہیں مگر اہون البلیتین کو اختیار کیجئے، ملازم ہوجانے پر نکاح اور گذران کی صورتیں آسان ہوجائیں گی، ملازمت میں حرام اعمال سے بچنے کی پوری کوشش جاری رکھیں اور فرائض کو ادا کرنے میں کوتاہی نہ کریں، میں انشاء اللہ دعا کرتا رہوں گا، کاش میری دعا کسی قابل ہوتی۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۴

محترما! بلند ہمت اور عزم مستقل رکھئے اور اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کیجئے، انشاء اللہ بامراد ہوں گے، صلوٰۃ الحاجۃ پر مداومت کیجئے اور یہ تمام مشکلات اللہ تعالیٰ پر پیش کرتے رہیئے، جن میں سے نکاح اور فقر کی حاجت اور دوسری مشکلات بھی ہیں، کیا تعجب ہے کہ وہ کریم کارساز پردۂ غیب سے امداد واعانت کی صورتیں پیدا کردے، وَمَن يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَل لَّهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ، اور جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اللہ تعالیٰ اس کے مشکلات سے نکلنے کی صورتیں پیدا کردے گا اور ایسے راستوں سے اس کو رزق پہونچائے گا جن کا اس کو گمان بھی نہ تھا۔ اس کے ساتھ ساتھ نکاح کے حصول تک روزہ کی کثرت رکھئے اور کسی عورت پر نظر پڑجانے پر نظر نیچی کرلیجئے۔ نامحرم سے تنہائی میں ہرگز ہرگز نہ ملئے اگرچہ پہلے سے اس سے تعلق رہا ہو یا رشتہ داری ہو، جہاں تک ممکن ہو جس مجلس میں عورتیں منہ کھولے ہوئے ہوں نہ جائیے اگرچہ وہ رشتہ دار ہی ہوں ہاں اپنے خاص گھر اور ماں بہنوں کی حالت اور ہے۔

ملازمت کفّار کے متعلق آپ کا جذبہ مبارک ہے، اللہ تعالیٰ آپ کی دستگیری فرمائے آمین۔ تجارت کے متعلق اگرچہ سرمایہ کی ضرورت ہے مگر تھوڑے سرمایہ سے بھی تجارت

میں ترقی کی جاسکتی ہے یعنی روپیہ دو روپیہ سے بھی آگے قدم بڑھایا جاسکتا ہے، اور اگر تعلیمی حالت ہی میں ملازمت پر قناعت کرنا ہے تب بھی آپ صلوٰۃ الحاجت مذکورہ پر مداومت فرمائیں انشاء اللہ جملہ مشکلات حل ہوتی جائیں گی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہوجیے میں دعاء کرتا ہوں۔

دوسرے والانامہ کا جواب۔

(۱) جو نمازیں ناواقفیت کی وجہ سے حالت جنابت (ناپاکی) میں پڑھی گئی ہیں، وہ سب واجب الاعادہ ہیں ناواقفیت مسلمان کے لئے اس ملک اور اس زمانہ میں عذر نہیں ہے۔

(۲) جو نمازیں ناواقفیت کی وجہ سے ناپاکی کی حالت میں پڑھائی گئی ہیں وہ سب بھی واجب الاعادہ ہیں، مقتدیوں کی نمازوں کا بار بھی امام ہی پر ہے، اور اگر وہ معلوم نہیں ہیں توامام کو اللہ تعالیٰ کے سامنے صدق دل سے توبہ کرنی چاہیئے ان مقتدیوں کا ذمہ بری ہے، امام کو اپنے اور اُن سب مقتدیوں کے لئے دعا کرنی چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے سامنے گڑگڑانا اور رونا چاہیئے، بجز توبہ و استغفار اور کوئی صورت نہیں۔

(۳) اس صورت میں بھی مقتدیوں کا ذمہ بری ہے، سب کا بار امام پر ہے، اور جب کہ مقتدیوں کا علم اس کو نہیں ہے تو بجز توبہ و استغفار اور کوئی ذریعہ عذاب خداوندی سے رستگاری کا نہیں ہے۔

(۴) اس کا بھی وہی جواب ہے جو نمبر ۲ و نمبر ۳ کا تھا۔

(۵) اصحاب حقوق کے مالیت کی مقدار میں خیرات کی جائے اور اُن کی حق کی وصولی کی نیت ہو یعنی یہ کہ اس کا ثواب صاحبِ حق کو پہنچے اور ان لوگوں کے لئے استغفار اور دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنے انعامات ان کو دے کر مجھ سے راضی کرادے تاکہ وہ اپنے اپنے حقوق معاف کردیں۔

(۶) قبولیت نماز اور چیز ہے اور صحت نماز اور چیز ہے، صحت نماز موقوف ہے نماز کے شرائط، فرائض، اور واجبات کے ادا کرنے پر موانع صحت مثل نجاست ظاہری حدث وغیرہ کے دور کر دینے پر، اس صورت میں نماز صحیح ہو جائے گی اور شریعت کا مطالبہ ادائے فریضہ کا ساقط ہو جائے گا۔

اور قبولیت نماز خداوند کریم کے فضل و کرم پر موقوف ہے، ممکن ہے نماز بالکل صحیح اور مکمل ادا کی جائے اور اس بے نیاز مالک الملک کی بارگاہ عالی میں قبولیت کا شرف نہ حاصل ہو اور ممکن ہے کہ وہ اکرم الاکرمین کسی ناقص سے ناقص نماز کو اپنی بارگاہ میں ہزاروں اور کروڑوں مکمل نمازوں سے بڑھا دے مگر حسب حکمت و رحمت عادت خداوندی یہی ہے کہ اگر بندہ نے اپنی سکت بھر تمام شروط و ارکان وغیرہ کی رعایت کی ہو اور جان بوجھ کر کوئی خلل نہ ڈالا ہو تو اس کو ضرور قبول فرماتا ہے۔ إِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ أَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ ذرا بھی آدمیوں پر ظلم نہیں روا رکھتا لیکن آدمی خود ہی اپنے اُوپر ظلم کرتے ہیں۔

صحت نماز کے لئے حضور قلب کا صرف ادنیٰ درجہ شرط ہے اور وہ یہ ہے کہ کم از کم کسی رکن میں خیال ہو کہ میں نماز ادا کر رہا ہوں اور اپنے آقا مالک الملک احکم الحاکمین کی اطاعت بجالا رہا ہوں، اس سے زیادہ حضور قلب کمال نماز اور اس کے احسان اور اچھے کرنے کی شرط ہیں، نماز میں خطرات اور وساوس اور احادیث نفس کا آنا مفسد نہیں ہے۔ البتہ اس میں نقصان پیدا کرتے ہیں خصوصاً جب کہ اختیار اور ارادہ سے ہوں، ایسے احادیث نفس اور خیالات زیادہ نقصان پیدا کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایسی نمازیں جو کہ شرعی نقطۂ نظر سے صحیح ہوئیں ان کا اعادہ واجب نہیں ہے، کوشش کرنی چاہیئے کہ خیالات نہ آئیں اور جب آئیں تو ان کو دفع کر دینا چاہیئے اور تصور کرنا چاہیئے کہ میں اس شہنشاہ کے سامنے حاضر ہوں جو کہ دلوں کو دیکھ رہا ہے اور میرے قلب کی باتوں پر مطلع ہے وہ میری باتوں کو سنتا اور میری

حرکات وسکنات کو دیکھتا ہے، اس دھیان کو بڑھانا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ انشاء اللہ خطرات وخیالات کم ہوتے جائیں گے، نیز سورہ ناس کو شام یا صبح کو معنی کے خیال کے ساتھ ایک تسبیح روزانہ پڑھ لیا کریں۔

(۷) جو نمازیں قضا ہیں ان کو پڑھ لینا چاہیئے، اور صحت نماز کی شرائط کو جہاں تک ممکن ہو محفوظ رکھتے ہوئے ادا کر لینا چاہیئے، قابلیت قبول کی امید پر موخر کرنا ہرگز ہرگز نہ چاہیئے۔ اور جب کہ آپ نے صحت کی شرائط کی پابندی کر لی تو اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے یہی امید رکھنی چاہیئے کہ وہ قبول ہو گئی ہے نا امید ہونا جائز نہیں، اور اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیئے کہ جہاں تک مجھ میں طاقت تھی میں نے تابعداری کی۔ پروردگار اس چیز میں مجھ پر گرفت نہ فرما جو کہ میری طاقت سے باہر ہے۔

حاشیہ مکتوب ۱۶: ۔ نینی جیل کے خطوط میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کبھی کبھی اصل حقیقت سے پردہ اٹھا کر وراثت ونیابت انبیاء علیہم السلام کے مقام کی صحیح تصویر سامنے رکھ دی ہے اور یہ بتا دیا ہے کہ خدا کے بندوں کو چھوڑ کر خدا کی دنیا کو چھوڑ کر حق کی لگن میں سماج اور اسٹیٹ کی ناانصافیوں میں تڑپنے والے عوام سے بے تعلق ہو کر بے نیاز ہو کر اللہ اللہ کرنا دلوں کے تزکیہ کے لئے روحانی وظائف کی تعلیم دینا ولایت نہیں ہے اور نہ محمد رسول اللہ صلعم اور آپ کے صحابہ کرام کی زندگیوں میں کہیں اس کا سراغ ملتا ہے، بلکہ ولایت، یعنی وراثت انبیاء نبوت کا عکس جمیل ہے۔ پس تصوف کی بولی میں نبوت توجہ الی الحق اور توجہ الی الخلق کی صفت کے کمال کا نام ہے پس جو انسان اس صفت میں جتنا زیادہ نبی سے قریب ہوتا ہے وہ درجۂ ولایت کے اتنے ہی بلند مقام پر فائز ہوتا ہے۔ ہم ایسے شخص کو کوئی خاص امتیازی درجہ دینے کے لئے ازروئے دیانت تیار نہیں ہیں جو اجتماعی ذمہ داریوں سے بھاگتا اور جمی جمائی گدیوں پر قبضہ کئے بیٹھا ہو اور ظلم واستبداد کے خلاف کشمکش کرنے سے گریز کرتا ہو اور سیاست کے ہنگاموں سے گھبراتا ہو، برطانوی سامراج کے فرعونی اقتدار سے مرعوب ہو کر مجاہدین کی راہ میں سنگ گراں بن کر مشکلات میں اضافہ کا باعث ہو، نتیجہ یہ نکلا کہ طبیب اور حکیم امت وہ ہے کہ اللہ اللہ بھی ہو اور عوام کی خدمت بھی، خدا کی محبت بھی ہو اور بندگان الٰہی کا درد بھی، آخرت کی فکر بھی ہو اور ملک وقوم کا خیال بھی، حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی توجہ الی الخلق کا یہ عالم تھا کہ بندگان الٰہی کو انگریزی سامراج کے ظلم کی چکی میں پستا ہوا دیکھ کر پوری قوت سے آزادیٔ وطن کے لئے میدان میں اتر آئے، جیسا کہ مکتوب ہذا کے آخری حصے سے صاف ظاہر ہے۔ ارشاد فرماتے ہیں: "میرے محترم اس میدان میں دنیا کے لئے نہیں اترا ہوں میں جہاد بالکفار سمجھ رہا ہوں اور دین اسلام کے لئے اس لڑائی میں داخل ہوں" برطانوی سامراج کے بڑے بڑے ثقہ ایجنٹوں نے قومیت اور وطنیت کی بحثیں کھڑی کیں، مگر حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی جگہ مطمئن تھے۔ آسمان کا تھوکا منہ پر آتا ہے، جس حلقہ نے وطنیت قومیت کے نعرہ پر اس شیخ اکبر کو مطعون کیا تھا اسی حلقہ نے پاکستان کے ہندو اور مسلمانوں کو ایک قوم کہا۔ ہم نے تو اس مرد کامل میں عبدیت

(باقی ص ۱۹ پر)

(۸) جو طریقہ آپ نے بخشش قرآن کا لکھا ہے بہتر ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ یہ بھی دعا دل لگا کر کر لیا کیجئے کہ پروردگار اس قرآن کی برکت اور اپنے مقبول بندوں کے طفیل میں میری مصیبتوں کو دُنیا و آخرت میں دُور فرما اور اپنی رضا پر چلا اور مجھ سے دُنیا و آخرت میں راضی ہو جا۔

میرے محترم! آپ نے ناپاکی کی حالت میں جو نمازیں پڑھائیں اُس میں آپ نہایت سخت جُرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ پر (جو کہ پوشیدہ اور ظاہر سب پر مطلع ہے اور ہر وقت ہر چیز کو دیکھتا اور سنتا ہے) انتہائی جرأت ہے۔ آپ کو ہرگز ہرگز ایسا جان بوجھ کر نہیں کرنا چاہیئے تھا، اللہ تعالیٰ کے سامنے تنہائی میں رُویئے اور پشیمانی ظاہر کر کے معافی طلب کیجئے اور آئندہ کبھی بھی ایسا نہ کیجئے چاہے کتنی بھی بے شرمی محسوس ہوتی ہو۔ اثنار نماز میں اگر ناپاکی کا علم ہو جائے یا وضو ٹوٹ جائے تو فوراً نماز توڑ دیجئے اور مقتدیوں سے کہہ دیجئے کہ میری نماز ٹوٹ گئی، تم نماز پڑھ لو۔ دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کے سامنے ہیچ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت پر بھروسہ رکھ کر مایوس نہ ہو جیے۔ مگر اس قہار و جبار عالم الغیب والشہادت کی پکڑ اور اُس کے غیظ و غضب سے کبھی مطمئن نہ ہو جیے۔

بقیہ حاشیہ صہ۱۸۔ کے مقام کی مکمل تفسیر دیکھی، اور مدنی درویش کے آگے سب ہم کو اناڑی ہی نظر آئے سبب یہ ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کی لگن جن دلوں میں ہوا کرتی ہے ان کا مقام ہی اور ہے، اس حال کے آگے تحصیل سلوک اور اس کے جملہ مشاغل واذکار کی کوئی حقیقت نہیں بلکہ تصوف و سلوک کے سارے لوازمات اس جہادی کیفیت اور اسپرٹ کے تابع ہوا کرتے ہیں، مثلاً کوئی تمام دن روزہ رکھے اور تمام رات زہد و ریاضت میں گزارے اور نوافل پڑھتے پڑھتے پیروں میں ورم آجائے اور دوسرا شخص جہاد کی نیت سے ایک گھڑی بھی اس کے سامان وغیرہ میں مصروف ہو، یہ مجاہد ہزاروں ایسے عابدوں اور زاہدوں پر اللہ کے نزدیک اور رسول اللہ صلعم کی بارگاہ میں وزنی اور بھاری بھرکم ہے اور صدہا ایسے بزرگوں کی شہادت ہے جو دوسری جگہ مراحل سلوک و تصوف طے کر چکے تھے کہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی صحبت میں ۲۴ گھنٹے دوسری جگہ ایک چلّہ کرنے سے زیادہ موثر اور کارآمد ہوتا ہے، رہ گیا مدنی بارگاہ کی دل کشی، اس کی تاثیر اور بہشتی زندگی تو اس دنیا میں اب شاید دوبارہ دیکھنے میں نہ آئے۔ یہی ہے جس کو قرآنی بولی میں "حَیٰوةً طَیِّبَةً" "ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ یُؤْتِیْهِ مَنْ یَّشَاءُ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔

فَلَا یَاْمَنُ مَکْرَ اللّٰہِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخَاسِرُوْنَ۔ (خدا کی خفیہ تدبیروں اور گرفتوں سے سوائے خاسر لوگوں کے کوئی مطمئن نہیں ہوتا۔)

میرے محترم جو کچھ میرے ساتھ، میرے ساتھیوں کے ساتھ ظالمانہ برتاؤ ہوا وہ ان معاملات کے سامنے جو کہ انبیاء و مرسلین بالخصوص ہمارے آقا علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ کافروں نے کیا ایسی نسبت بھی نہیں رکھتا جو کہ ذرہ کو پہاڑ کے سامنے ہوتی ہے، اگر ہم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وارث ہیں تو ہم کو اس میں سے بھی حصہ ضرور ملنا چاہیئے۔ وارث کو اگر مورث کے ترکہ میں سے کچھ حصہ ملتا ہے تو وہ اور اس کے احباب خوش ہوتے ہیں یا غیظ وغضب میں آتے ہیں۔ ہم تو یہ دیکھتے ہیں کہ کوشش کی جاتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ حصہ مل جائے اور جس قدر بھی زیادہ حصہ مل جاتا ہے دوستوں کو زیادہ تر خوشی ہوتی ہے، اس لئے مجھ کو آپ کے ان کلمات پر سخت تعجب ہوا، آپ کو تو یہ چاہیئے تھا کہ مجھ کو نصیحت فرماتے کہ یہ ورثہ جناب رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم کا ہے، اشد الناس بلاءً الانبیاء ثم الامثل فالامثل۔ (سب سے سخت بلائیں اور امتحانات انبیاء علیہم السلام کے لئے ہیں، پھر درجہ بدرجہ اُن کے متبعین اور مشابہت رکھنے والوں کے لئے ہیں) ہرگز دل تنگ اور رنجیدہ نہ ہونا چاہیئے اور شکر کرنا چاہیئے، آپ الٹے اپنے غیظ وغضب اور رنج وافسوس کا اظہار کرنے لگے اور اس درجہ بڑھ گئے کہ پھانسی تک کے لئے تیاری ظاہر کرنے لگے۔

میرے محترم! میں اس میدان میں دُنیا کے لئے نہیں اُترا ہوں، میں جہاد بالکفار سمجھ رہا ہوں، اور دین واسلام کے لئے اس لڑائی میں داخل ہوں، غیر مسلموں کے ساتھ محض اشتراک عمل ہے جس طرح چند مسافر ایک ریل کے ڈبہ میں سوار ہو جاتے ہیں اور دہلی کا ٹکٹ لیتے ہیں، کوئی دہلی میں دین پڑھنے کے لئے جا رہا ہے، کوئی دُنیاوی علوم حاصل کرنے کے لئے، کوئی تجارت کے لئے، کوئی دوسرے مقاصد کے لئے، مگر ہر ایک چاہتا ہے کہ یہ گاڑی تیز چلے اور سفر اور اس کی ضروریات میں سب شریک اور کوشاں ہوتے ہیں۔

ہر ایک کا معاملہ عالم القلوب والنیات کے یہاں حسب نیت ہوگا۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم ذیقعدہ ۱۳۶۲ھ۔

مکتوب ۵

امور مسئولہ عنہا کا جواب نمبر وار حسب ذیل ہے،

(۱) ایام بلوغ کے بعد سے جو نمازیں قضا ہوئی ہیں اور جو نمازیں فاسد پڑھی گئی ہیں اُن کا اندازہ کیجئے اور زائد سے زائد مقدار اعتبار کر کے ان کو پڑھئے، مثلاً آپ کا اندازہ ہے کہ ایسی نمازیں کم از کم ڈیڑھ برس کی پنج وقتہ مجموعی طور پر ہو سکتی ہیں اور زیادہ سے زیادہ تین برس کی، تو تین برس کی نمازیں قضا کیجئے تاکہ بالیقین یا بغلبہ ظن ذمہ فارغ ہو جائے، اگر ہر روز پانچ فرائض مع وتر پڑھ لیا کریں تو ایک سال میں ایک سال کی نماز کی قضا ہو جائے گی۔ روزانہ پانچ وقتوں کی قضا کی ایک صورت تو یہ ہے کہ ہر نماز کے ساتھ ایک قضا بھی پڑھ لی جایا کرے خواہ فرض سے پہلے یا بعد کو، یا یہ کہ ایک وقت میں پانچوں نمازیں یا کم و بیش پڑھا کریں۔

نیت کی صورت یہ ہے کہ یہ کہا جائے کہ قضا واجب ہونے والی ظہروں میں کی آخری ظہر پڑھتا ہوں، اسی طرح عصر میں کہا جائے کہ جتنی عصر کی نمازیں مجھ پر بطور قضا واجب ہیں اُن کی آخری عصر پڑھتا ہوں، اور اسی طرح مغرب، عشا، وتر، فجر میں کہا جائے اور

حاشیہ مکتوب ۵:- اس والانامہ میں فقہ کے بہت سے اہم مسائل آ گئے ہیں بغور ملاحظہ فرمایا جائے، بخشنے اور ایصال ثواب کے صحیح طریقہ کو اس والانامہ نے صاف کر دیا ہے،

آیت سورہ نساء کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو، اس سے بہتر، یا وہی کہو اُلٹ کر۔ بقیہ خط صاف ہے۔

دوسری صورت یہ ہے کہ بجائے آخری کے پہلی کہا جائے یعنی یہ کہا جائے کہ جتنی ظہر کی نمازیں مجھ پر بطور قضا واجب ہیں اُن میں سے پہلی نماز پڑھتا ہوں اور اسی طرح ہر نماز میں کیا جائے۔ اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے اس تقصیر کی معافی طلب کی جایا کرے۔ قضا نمازوں میں سنتوں اور نوافل کی قضا نہ ہوگی، صرف فرض اور وتر کی ہوگی۔ قضا نمازیں اذان اور اقامت نہیں ہے۔ ہاں اگر کسی جماعت کی ایک ہی وقت اور ایک ہی دن کی سب کی نماز قضا ہو جائے تو وہ اس کو با جماعت و اقامت و اذان پڑھ سکتے ہیں اور یہ افضل اور سنت ہے واجب نہیں۔ با آواز بلند صرف جہریہ کی قضا ہیں پڑھ سکتے ہیں مگر واجب نہیں لڑکی اور لڑکے پر نماز بلوغ سے واجب ہوتی ہے۔ بلوغ کی پہچان احتلام ہونا ہے یا بیوی کو حاملہ کر دینا۔ اور اگر یہ دونوں چیزیں نہ معلوم ہوں تو پندرہ برس کی عمر کا اعتبار ہوگا۔ اور عورت میں بلوغ کی علامت حیض کا آنا یا احتلام کا ہونا یا حاملہ ہو جانا ہے اور اگر یہ چیزیں نہ ہوں تو پندرہ برس پورے ہو جانے کافی ہوں گے، اسی وقت سے تمام احکام شرعیہ لڑکی اور لڑکے پر واجب ہو جاتے ہیں۔

(۲) بخشش قرآن میں اختیار ہے کہ جس کو چاہے بخشے، جس کا نام لے گا اس کو ثواب پہونچے گا، اگر چند آدمیوں کا نام لے گا تو تقسیم ہو کر حصۂ رسد پہونچے گا۔ اگر بخشنے والے نے یہ کہا کہ اس کا ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پہونچے اور اُن کے طفیل میں تمام مومنین اور مومنات کو پہونچے تو ثواب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو پہونچے گا۔ اخیر کلام بے کار ہوگا اور اگر یہ کہا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں سب مومنین اور مومنات کو ثواب پہونچے تو قبولیت کی زیادہ اُمید ہے، مگر آنحضرت علیہ السلام کو ثواب نہ پہونچے گا، بلکہ پورا ثواب تمام مومنین و مومنات میں تقسیم ہو جائے گا۔ بخشنے والے کو ثواب قرآن میں سے کسی اُمید کا حق نہیں ہے، جب وہ اپنی چیز دے چکا تو اس میں سے اس کو کیا مل سکتا ہے، ہاں جن حضرات کو وہ ثواب پہونچے گا وہ حسب ارشاد اِذَا حُيِّيتُم بِتَحِيَّةٍ

فَحَیُّوا بِاَحْسَنَ مِنْھَا -(الآیۃ) دعاء اور سفارش بارگاہِ الٰہی میں کریں گے تو ممکن ہے کہ اُن کی دعاؤں کی برکت سے اس قدر فائدہ ہو جائے جو کہ بخشنے والے کو اصل ثواب میں حاصل نہ ہوتا۔

تمام اوّلین و آخرین مسلمانوں کو ثواب پہونچنے میں کوئی اشکال نہیں، اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے۔ نہایت مضبوطی سے راسخ القدم رہئے۔ (۳) اور روزانہ مغرب یا عشاء کے بعد سورہ لایلاف قریش مع البسملۃ ایک سو ایک دفعہ پڑھ لیا کیجئے۔ صبح کی نماز کے بعد سات مرتبہ حَسْبِیَ اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَھُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْم، پڑھ لیا کیجئے، دائمی طور پر۔

رات کو سوتے وقت آیۃ الکرسی اور چاروں قل ایک ایک مرتبہ پڑھ کر دونوں ہتھیلیوں پر پھونک کر ہتھیلیاں چہرہ، سر، سینہ اور اس تمام بدن پر پھیر لیا کیجئے جہاں پر ہاتھ پہونچتا ہو۔ اسی طرح تین مرتبہ کر کے سویا کیجئے۔

(۴) میں بھی مطلق جاہل ہوں، اگر آپ کے خلاف طبع میں نے کچھ لکھا ہو تو آپ بھی معاف کریں، آپ نے تو کچھ بھی میرے خلاف طبع نہیں لکھا اور اگر کوئی بات تھی تو محض اظہار تعجب کے لئے تھی، ناراضی اس میں نہ تھی۔

(۵) مندرجہ نمبر ۳ عمل کرتے رہیں، اللہ تعالیٰ حفاظت اور مدد فرمائے گا صلوٰۃ الحاجت پر مداومت رکھیں وہ بہت ہی کار آمد چیز ہے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ نینی جیل الہ آباد۔

مکتوب ۶

اُمور مسئولہ عنہا کا جواب ملاحظہ ہو۔

(۱) نفس اور شیطان انسان کے ساتھ ایسے دشمن لگے ہوئے ہیں جو کہ ہر امر خیر

اور ہر عبادت الٰہی سے رُوکتے رہتے ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ ان اعدا عدوك نفسك التی بین جنبیك الحدیث (سب سے زیادہ نقصان پہونچانے والا دشمن تمہارا وہ نفس ہے جو تمہارے دونوں پہلوؤں کے درمیان ہے) حضرت یوسف علیہ السلام فرماتے ہیں۔ وَمَا اُبَرِّئُ نَفْسِیْ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَۃٌ بِالسُّوْءِ الآیہ۔ (سورہ یوسف) قرآن شریف میں ہے۔ یَابَنِیْ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّکُمُ الشَّیْطَانُ۔ الآیہ۔ (اے آدم علیہ السلام کے بیٹو، خبردار ہو کہیں تم کو شیطان فتنوں میں مبتلا نہ کر دے جیسے کہ اس نے تمہارے دونوں ماں باپ کو جنت سے ننگا کر واکر نکلوا دیا وہ اور اس کا خاندان تم کو ایسی جگہ اور اس طرح سے دیکھتا ہے جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھ سکتے۔ الخ) اِن دونوں دشمنوں کے ہوتے ہوئے یقیناً ہر عبادت اور ہر مفید عمل اور بات میں خلل پڑے گا اور بدمزگی پیدا ہوگی، ہاں اُن دونوں کے پسندیدہ کاموں میں مزہ بھی آئے گا اور خوشی بھی ہُوگی، اس کے برخلاف عقل اور فرشتے کار خیر اور مُفید اُمور کی طرف انسان کو کھینچنے والے ہیں، قرآن مجید میں ہے۔ یُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِکَۃَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِہٖ۔ الآیہ۔ (یعنی اللہ اتارتا ہے فرشتوں کو رُوحوں کی معیت میں جس بندہ پر چاہتا ہے کہ اس کو ڈراؤ، میرے سوا کوئی مستحق معبودیت نہیں ہے پس مُجھ سے ڈرو۔ الخ۔)

عقل انسان میں مثل نور آفتاب معنوی رُوشنی پیدا کرنے والی طاقت ہے جس سے بھلائی اور بُرائی کی تمیز ہوتی ہے اور اُس کے ذریعہ سے انسان اپنے نفع اور نقصان پر مُطلع ہو جاتا ہے اور اپنی عملی طاقتوں کو بروئے کار لاکر نفع حاصل کرتا ہے۔ اس لئے جتب آپ کا نفس آپ پر غالب ہے اس وقت تک شیطان کا تسلط ہے۔ ہر عبادت میں خواہ نماز ہو یا تلاوت قرآن ہو یا اور کوئی عبادت ہو لذت کا نہ ہونا طبیعت کا گھبرانا وغیرہ لازمی امور ہوں گے اور اسی طرح معاصی کی طرف رغبت ہونی اور اس میں لذت آنی بھی ضروری ہوگی۔ اب اس چیز پر قابو پانے کے لئے مختلف جدوجہد کی ضرورت ہے۔ (اوّل) کثرت ذکر خواہ

قرآن حکیم پڑھنا ہو یا اللہ تعالیٰ کا نام زبان سے ہر وقت جاری رکھنا وغیرہ، فرمایا جاتا ہے۔ وَمَن یَعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ۔ الآیہ (جو شخص رحمان کے ذکر اور اس کی یاد سے غافل ہوا ہم اُس پر شیطان کو مسلّط کر دیں گے وہ اُس کے ساتھ جڑا رہے گا) غرضیکہ ذکر کی کثرت سے شیطان کا تسلط کم ہو جاتا ہے جس طرح گھر والوں کے جاگتے رہنے اور سپاہیوں کی گشت سے چوروں کا خطرہ کم ہو جاتا ہے۔ اگر انسان باربار قلب کی طرف توجہ کرتا رہے یا غفلت کو دور کرنے والی تعلیم و تعلم میں مصروف رہے تو شیطانی تسلّط کمزور پڑ جاتا ہے۔

(دوم) امور عبادت کو خلافِ نفس عادت بنا لینا۔ انسان پیدا ایسے ڈھنگ پر کیا گیا ہے کہ جس چیز پر اس کو عادی کیا جائے آہستہ آہستہ اُسی کا خوگر ہو جاتا ہے۔ خواہ ابتداء میں اس کو کتنی ہی تکلیف کیوں نہ اُٹھانی پڑی ہو، جس طرح تمباکو کھانے، حُقّہ پینے، افیون کھانے، چرس اور شراب پینے وغیرہ کا انسان عادی ہو جاتا ہے حالانکہ ایسی اشیاء کے استعمال کرنے میں اس کو ابتداء میں سخت تکلیف ہوتی ہے مگر رفتہ رفتہ اس قدر اس کی طلب اور خواہش ہو جاتی ہے کہ کھانے اور پینے پر انسان اس قدر حریص نہیں ہوتا اور نہ اس کے نہ ملنے میں اتنی تکلیف محسوس کرتا ہے جتنی کہ ان اشیاء پر حریص ہوتا ہے۔ اور اُن کے نہ ملنے میں تکلیف پاتا ہے۔ یہی حالت امور عبادت اور تقربات خداوندی اور مرغوبات روحانیہ کی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ اوّل قسم کے اُمور میں شیاطین کی اعانت ہوتی ہے مگر قسم ثانی میں اُن کی طرف سے رکاوٹ ہوتی ہے۔ اور فرشتوں کی طرف سے ضرور امداد ہوتی ہے اس لئے امور عبادت میں اگر تھوڑے دنوں جدوجہد کی جائے اور نفس کیخلاف سعیٔ پیہم جاری رکھی جائے تو تھوڑے عرصہ میں ان امور کی بھی عادت ہو جائے گی، اور بغیر اُن کے انجام دینے کے چین نہ پڑے گا۔ ذرا محنت اور دل لگانا اور مداومت ضروری ہے۔

(سوم) عبادات سے مقصود تلذذ نہیں ہے اگر ان میں لذت ہوتی تو تکلیف ہی اُٹھ جاتی

کیونکہ تکلیف کے معنی (الزام مافیہ کلفة) یعنی ایسی چیز لازم کر دی جائے جس میں انسان کو تکلیف اور مشقت ہو۔ کھانا، پینا، سونا، پاخانہ کرنا، پیشاب کرنا، سانس لینا وغیرہ امور طبعیہ تکلیفات میں سے نہیں ہیں۔ مُکلّف اور غیر مکلّف سب میں پائے جاتے ہیں، نفس کو اُنکے ادا کرنے میں تکلیف نہیں ہوتی بلکہ مزہ آتا ہے۔ اس لئے امورِ تکلیفیہ میں مزہ کا ڈھونڈھنا، غیر طبعی امور کا تلاش کرنا ہے۔ اور جمع بین الضدین ہے۔ اصلی غرض رضاء خداوندی ہے۔ ان امور کو انجام دینے ہی سے وہ حاصل ہوتی ہے اور رُوح میں پاکیزگی اور نورانیت پیدا ہوتی ہے اس لئے اس پر مداومت کرنی اشد ضروری ہے اس کی فکر نہ ہونی چاہیئے کہ مزہ آتا ہے یا نہیں ؎

صبر کن حافظ ز سختی روز و شب!

عاقبت روزے بیابی کام را!

(چہارم) ہمیشہ عبادت میں یہ خیال باندھنا چاہیئے کہ میں اس احکم الحاکمین شاہنشاہ علی الاطلاق، سمیع و بصیر، عالم بمافی الصدور، شہید علی کل شیٔ، محیط لکل شیٔ کے سامنے حاضر اور کھڑا ہوں جس کے قبضۂ قدرت میں تمام زمین و آسمان اور تمام مخلوقات ہیں وہ ہی ہر نفع و نقصان کا مالک ہے، وہ میری معروضات اور احوال کا سننے اور جاننے والا ہے اور اُس کے احسان و انعام سے میرا اور میرے ہر ہر عضو اور ہر ہر فعل کا وجود اور کمال ہے اور تمام نعمتیں نطفہ کی حالت سے لے کر آج تک اسی کی دی ہوئی ہیں وہ ہی میرا اور میرے ماں باپ، دادوں اور تمام اسلاف کا پالنے والا اور پیدا کرنے والا ہے۔ اگرچہ میں اس کو دیکھ نہیں رہا ہوں مگر وہ مجھ کو ہر حال میں دیکھتا ہے تو انشاء اللہ تھوڑے ہی عرصہ میں مزہ اور خوف و خشیت پیدا ہو جائے گا۔ یہ خیال باندھنا کسی غیر واقعی چیز کا نہیں ہے بلکہ واقعی چیز کا خیال اور دھیان ہے جو کہ ہماری غفلتوں کی وجہ سے غیر واقعی صورت میں ظاہر ہو رہا ہے۔ اُس کی مشق بڑھائیے، انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔

(۲) قرآن مجید اور اس کی آیات انسانوں کی ہدایت اور اُن کی اصلاح رُوحانی وجسمانی اجتماعی اور انفرادی کے لئے اتارا گیا ہے جو منافع آیات وغیرہ کے پڑھنے اور ورد کرنے میں لوگوں کے تجربہ میں آتے ہیں وہ مقصود اصلی نہیں ہیں، اگر ان میں یقین نہ کیا جائے تو کوئی حرج نہیں ہے۔ یہ فوائد لوگوں کو اپنے اپنے تجربہ پر معلوم ہوئے جن کے لئے کچھ شروط ہیں، مثلاً کسی عامل کی اجازت، اعداد کی پابندی، اوقات کا لحاظ وغیرہ وغیرہ جب تک ان امور کا لحاظ نہیں کیا جاتا وہ منافع حاصل نہیں ہوتے۔ ان امور میں شبہہ اور شک سے کوئی نقصان نہیں ہے۔

(۳) انسان کی طبعی بات ہے کہ لذیذ کھانا خوبصورت کپڑا اچھا معلوم ہو اور جو چیز ایسی نہ ہو اُس سے نفرت ہو۔ خصوصاً جب کہ نفس امارہ غالب ہو۔ مگر دو چیزوں کا خیال رکھنا اس میں اصلاح پیدا کرتا ہے۔ (اول) یہ کہ حسب آیت، يَوْمَ يُعْرَضُ الَّذِينَ كَفَرُوا عَلَى النَّارِ أَذْهَبْتُمْ طَيِّبَاتِكُمْ فِي حَيَاتِكُمُ الدُّنْيَا۔ یعنی کافروں کو کہا جائے گا جب کہ وہ دوزخ پر پیش کئے جائیں گے کہ تم نے دُنیاوی زندگی میں تمام لذتیں اٹھالیں اور اُن سے نفع یاب ہو چکے اب تمہارے لئے ہمارے یہاں کچھ حصہ ان لذائذ میں سے باقی نہیں رہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر جب کوئی لذیذ چیز پیش کی جاتی تھی تو اس کو ہٹا دیتے تھے اور فرماتے تھے کہ اگر میں نے استعمال کیا تو مجھ کو خوف ہے کہ کہیں قیامت میں مجھ سے یہ نہ فرمایا جائے کہ تم نے دُنیا میں اپنی لذتیں پوری کرلیں اب تمہارے لئے یہاں کچھ نہیں ہے۔ قرآن مجید میں ہے وَأَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ۔ الآیہ۔ جو شخص ڈرا اللہ تعالیٰ کے سامنے پیش ہونے، اور کھڑے ہونے سے اور اپنے نفس کو خواہشوں سے روکا اس کے لئے جنت ٹھکانا ہوگا۔ ان دونوں آیتوں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے عمل کے دھیان رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور لذائذ کے انہماک سے بالخصوص جب کہ ان میں کسی طرح ممانعت ہو بچنا چاہیئے ہاں اگر بغیر شدت حرص جائز طریقہ پر حاصل ہو جائیں تو اُن کے استعمال میں کوئی مضائقہ نہیں۔

(دوم) آج ہندوستان میں ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں، نہیں نہیں کروروں آدمی ہیں جوکہ مسلسل کئی کئی روز فاقوں سے بسر کرتے ہیں، مسٹر ہپٹر مین ۱۹۳۰ء میں لکھتا ہے کہ ہندوستان میں مسلسل فاقہ کرنے والوں کی تعداد چار کرور سے لے کر سات کرور انسانوں کی ہے مسٹر اے اے برسل ۱۹۴۲ء میں لکھتا ہے کہ ہندوستان میں ۲۵ کروڑ سے زائد ایسے آدمیوں کی تعداد ہے جن کو پیدائش کے وقت سے مرنے کے وقت تک کبھی پیٹ بھر کر چاول بھی نصیب نہیں ہوتا اور ہزاروں آدمی تدریجی فاقہ کشی اور بھوک سے مرتے رہتے ہیں۔ یہ واقعات تو آٹھ دس برس پہلے کے ہیں بلکہ آج جو حال اس گرانی اور قحط سے ہو رہا ہے وہ ظاہر ہے کہ کس قدر آدمی بھوک کی وجہ سے بنگال، آسام، اڑیسہ وغیرہ میں مر گئے۔ یوپی میں بھی اس گرانی اور قلت اجناس و خوراک کی وجہ سے ہمارے ہی بھائی بند کن تکالیف میں مبتلا ہیں، یہ بھی خدا ہی کے بندے اور ہمارے بھائی انسان ہیں کہ ان کو بدمزہ موٹے قسم کا بھی اناج نصیب نہیں ہوتا ہے کہ وہ اسی سے پیٹ کی آگ بجھائیں۔ اس کو خیال میں رکھنا چاہیئے اور جو کچھ موٹا جھوٹا کھانا، کپڑا وغیرہ مل جائے اللہ تعالےٰ کی عظیم الشان نعمت سمجھ کر اس کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور اس کی کوئی توہین و تذلیل، اور انکاریت عمل میں نہ لانی چاہیئے۔ کیوں کہ یہ امر اللہ تعالیٰ کو ناپسند ہے، شکریہ ادا کرنے سے امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے بڑھ کر نصیب فرمائے۔ لَئِنْ شَكَرْتُمْ لَأَزِيدَنَّكُمْ۔ اگر تم شکر گذاری کرو گے تو میں ضرور تم پر نعمتوں میں زیادتی کروں گا، اللہ تعالیٰ سے گڑگڑانا چاہیئے کہ پروردگار تو نے ہم کو اس رزق میں اپنے کروڑوں بندوں سے اونچا بنایا ہے اور ایسی نعمت عطا فرمائی ہے جو کہ اپنے کروڑوں کو نہیں دی میں تیرا شکریہ ادا کرتا ہوں اور اس کو عاجزی کی صورت میں اس طرح تناول کیجئے جس طرح غلام اپنے آقا کی دی ہوئی چیز کو نہایت ادب اور شکریہ سے لیتا ہے اور تناول کرتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی کسی کھانے کی برائی نہیں کی، اگر پسند آیا کھالیا ورنہ چھوڑ دیا۔ آپ دوزانو بیٹھ کر کھایا

کرتے تھے جیسے نماز میں بیٹھتے ہیں اور فرماتے تھے، آکل کما یاکل العبدُ۔ جس طرح غلام اپنے آقا کے سامنے کھایا کرتا ہے میں اسی طرح کھاتا ہوں۔

(۴) یہ بھی نفس کی طبعی بات ہے، نفس کو توڑنا چاہیئے اور ضرورت ہوتے ہوئے نباہ کرنا چاہیئے، کوئی کیسی بھی حسین اور خوب صورت ہستی ہو منی جیسی ناپاک اور بدبودار چیز سے پیدا ہوئی ہے۔ اَلَمْ نَخْلُقْكُمْ مِنْ مَاءٍ مَهِينٍ۔ کیا ہم نے تم کو ذلیل اور نجس پانی سے نہیں بنایا۔ حیض کے خون سے اس کا جسم بنایا گیا ہے، ہر وقت اس کے پیٹ میں نجاست موجود ہے، ہمیشہ پیشاب پاخانہ جیسی نجس اور بدبودار چیز اس سے نکلتی رہتی ہے۔ آنکھ سے چیپڑ، کان سے میل، ناک سے رینٹھ، منہ سے لعاب دن و رات نکلتا ہے۔ اس کو غور کیجئے اور خوبصورت انسان کی حقیقت کو سمجھئے مرنے کے ساتھ ہی جسم پھولتا ہے سڑتا ہے پیپ پڑتی ہے، کیڑے پیدا ہو جاتے ہیں اس حقیقت کے ساتھ خود کو اور دوسرے انسان کو غور کیجئے تو نفس کی یہ شرارتیں محض حباب اور خیالِ خام معلوم ہوں گی۔

جو چمن میں گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے
کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

(۵) جب کوئی حسین صورت نظر پڑ جائے تو معًا یہ تصور کیجئے کہ یہ ناپاک منی اور ناپاک خون حیض سے بنائی ہوئی مورت ہے اور بدن میں سیروں نجاست اس میں بھری ہوئی ہے، صبح و شام پاخانہ اور پیشاب وغیرہ کی صورت میں نکلتی ہے اور مرنے کے بعد اس کی نہایت نفرت انگیز صورت ہونے والی ہے، اس واقعی بات میں ذرا غور، اور دھیان برابر رکھئے، انشاء اللہ بے چینی وغیرہ جاتی رہے گی۔

(۶) قرآن کے ایک یا دو پارے یا زیادہ روزانہ نفلوں میں مغرب کے بعد یا آخیر شب میں پڑھا کیجئے، انشاء اللہ تھوڑے ہی دنوں میں بہت بڑا فرق پائیں گے۔

(۷) ثواب بخش دینے سے اگرچہ آپ کو پڑھنے کا ثواب نہ ملے مگر جن کو بخشا گیا

اُن کی دعائیں تو ضرور لی ہیں۔ وہ کیا کم نعمت ہے۔

(۸) سورہ قریش کے پڑھنے اور مداومت کرنے سے امید قوی ہے کہ فقر و فاقہ اور دشمنوں کی ایذا رسانی میں کمی ہو گی اور تحفظ ہوتا رہے گا۔

نیز صبح کو حَسْبِيَ اللهُ الخ سے بھی تحفظ ہوتا ہے ان دونوں کو وظیفہ بنالینا چاہیئے اور ہمیشہ پڑھتے رہنا چاہیئے۔ رات کو سوتے وقت آیت الکرسی اور چاروں قُل سے بدخوابی اور شیاطین و خبائث کی تاثیرات دور ہوتی ہیں اور انسان محفوظ سوتا ہے۔

صلوٰۃ الحاجت ہر قسم کی مشکلات کے لئے ہے جو بھی اور جب بھی پیش آئیں پڑھتے ہوئے اُن کے حل ہونے کا خیال رکھنا چاہیئے اور مداومت چاہیئے۔ سورۂ ناس پر مداومت کرنے سے نماز اور دوسری عبادتوں میں خطرات اور بُرے خیالات وغیرہ سے تحفظ ہو گا۔

والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ مدنی الہ آباد

مکتوب ۷

والدہ صاحبہ کو سمجھائیے وہ اور والد صاحب ہر دو واجب الاطاعت ہیں ان کی خوشی اور اجازت ہی پر جملہ مشاغل غیر فرائض ادا کئے جا سکتے ہیں، ان کو غور کرنا چاہیئے کہ لڑکیوں کو بھی ہمیشہ گھر میں نہیں رکھا جا سکتا، ایک نہ ایک دن وہ سسرال جاتی ہیں اور پھر وہاں ہی کی ہو جاتی ہیں، پھر لڑکے کس طرح ہمیشہ گھر میں رہ سکتے ہیں جن کو تعلیم حاصل کرنا اور کسب و معیشت کے فرائض کو انجام دینا وغیرہ لازم ہوتا ہے گھر بیٹھے وہ کس طرح انجام دے سکتے ہیں، بہر حال ان کو سمجھا بجھا کر اجازت اور بخوشی اجازت پر آمادہ کیجئے۔ اور اسی طرح والد ماجد کو بھی، اور اگر خدا نخواستہ دونوں یا ان میں سے ایک کی بخوشی اجازت

نہ ہو تو سفر کو معطل کر کے یہاں ہی اُن کے قدموں میں پڑا رہنا اور ان کی خدمات انجام دینا اسی میں اُن کی سعادت اور رضامندی جناب باری عز اسمہ ہے۔

(۱) دعاء کی قبولیت کے لئے چند شرائط ہیں۔

اوّل، یہ کہ انسان کا کھانا پینا، پہننا وغیرہ سب حلال سے ہوں۔ ورنہ عمدہ سے عُمدہ حالت میں بھی دعاء قبول نہیں ہوتی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں مُسافر کی دعاء حالت سفر میں بہت زیادہ قبول ہوتی ہے مگر اس کے ساتھ اگر مسافر حالت سفر میں ہو اور اس کا مطعم وغیرہ حرام ہو تو کس طرح اس کی دعا قبول ہو سکتی ہے۔

دُوم یہ کہ خلوص دل سے دعاء کی جاوے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں، لا یقبل اللہ الدعاء بقلب لاہٍ۔ اللہ تعالیٰ دعاء کو غافل اور کھیلنے والے دل سے قبول نہیں کرتا ہے، پھر اگر صرف زبانی ہی دعاء ہو اور دل دوسری طرف لگا ہو تو وہ دعاء کس طرح قبول ہو سکتی ہے، یہی وجہ ہے کہ مظلوم کی دعا زیادہ تر قبول ہوتی ہے کیونکہ وہ ستایا ہوا ہوتا ہے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یمن کا والی (گورنر) بنا کر بھیجا تو فرمایا، یا معاذ اتق دعوۃ المظلوم لیس لھا من دون اللہ حجاب۔ (اے معاذ مظلوم کی بددعا سے بچ کیوں کہ مظلوم کی بددعاء اور اللہ تعالیٰ کے درمیان میں کوئی پردہ اور حائل نہیں ہوتا)

سُوم یہ کہ دعاء کی قبولیت کے بارے میں جلد بازی اور استعجال سے کام نہ لیا جائے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ، یستجاب لاحدکم مالم یستعجل الحدیث۔ (تم میں سے ہر ایک کے لئے قبولیت دعاء حاصل ہوتی ہے جبتک کہ استعجال نہ کرے اور کہنے لگے کہ میں نے دعاء کی مگر قبول نہیں ہوئی۔)

چہارم یہ کہ دعاء میں یقین اور عزم قوی سے کام لیا جائے اور پختہ یقین سے دل سے دعاء مانگی جائے اور ہمت قویہ اور ارادہ تلبیہ کو پورے زور سے اس طرف

لگایا جائے۔ یعنی جس طرح بچہ ماں سے مانگنے میں جب اڑ جاتا ہے اور پیچھا چھوڑنے پر تیار نہیں ہوتا، ماں باپ ٹلانا چاہتے ہیں یا بہلانا چاہتے ہیں مگر وہ نہیں مانتا اور تقاضوں پر تقاضہ کرتا رہتا ہے دوسری طرف نہیں دیکھتا، پھر ماں باپ اس کی مراد پوری کر دیتے ہیں، اسی طرح باری تعالیٰ سے پوری قوت قلبی اور ارادی عزم سے مانگا جائے۔ یہ نہ کہا جائے کہ باری تعالیٰ اگر تو مناسب سمجھتا ہو تو مجھ کو فلاں چیز دے دے اور بار بار پورے عزم اور جزم کے ساتھ مانگے تو انشاء اللہ مرادیں کامیاب ہوگا۔

پانچویں یہ کہ اوقات قبولیت، امکنہ قبولیت، احوال قبولیت کا لحاظ کیا جائے، اول کی مثال آخر شب وغیرہ کی دعا ہے۔ دوسرے کی مثال مسجد حرام یا دیگر متبرک مقامات کی دعاء ہے۔ تیسرے کی مثال نماز کے بعد یا ذکر و استغفار کے بعد کی دعاء ہے۔

چھٹے یہ کہ دعاء سے پہلے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی جائے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پڑھا جائے اس کے بعد دعاء مانگی جائے اور پھر آخر میں بھی درود شریف پڑھی جائے اور دعا بار بار کی جائے، آنحضرت علیہ السلام کم سے کم تین مرتبہ عموماً دعاء کے الفاظ استعمال فرماتے تھے۔

محترما! جناب باری عز اسمہٗ فرماتا ہے۔ (وقال ربکم ادعونی استجب لکم۔ "تمہارا پالنے والا رب فرماتا ہے کہ تم مجھ کو پکارو اور حاجتیں مانگو میں قبول کروں گا" دوسری جگہ ارشاد ہے (واذا سئالک عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان فلیستجیبوالی ولیومنوابی، الآیہ۔ (اور جب تجھ سے میرے بندے میری نسبت پوچھیں تو کہدو کہ میں قریب ہوں پکارنے اور مانگنے والوں کی دعاؤں کو جب کہ وہ مجھ کو پکاریں قبول کرتا ہوں تو ان کو چاہیئے کہ مجھ سے قبولیت کی خواہش کریں اور مجھ پر یقین کریں۔)

خلاصہ یہ کہ اللہ تعالیٰ خلوص اور عزم قلبی کی دعائیں ضرور قبول فرماتا ہے۔ یہ اس کا وعدہ ہے، وہ کریم و کارساز اپنے فضل و کرم سے اپنے وعدوں کو پورا کرتا ہے، اگرچہ وہ مجبور نہیں ہے مگر میرے محترم، قبولیت کی بھی متعدد صورتیں ہیں۔ (الف) بسا اوقات بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے ماں باپ سے ایسی چیزیں مانگتا ہے جس میں اس کی ہلاکت ہے، وہ جلتے ہوئے چراغ کی طرف لپکتا ہے تاکہ ہاتھ میں پکڑ لے۔ وہ انگارے کو پکڑنا چاہتا ہے، وہ مٹھائی مانگتا ہے حالانکہ مریض ہے، مٹھائی اس کو نقصان دیتی ہے، وعلیٰ ہذا القیاس، بہت سی چیزیں اس قسم کی ہیں۔ وہ کھیل کود چاہتا ہے، وہ مکتب میں جانا نہیں چاہتا، ماں باپ سے اصرار کرتا ہے کہ مدرسہ اور مکتب میں نہ بھیجیں اس کو گلی ڈنڈا کھیلنے دیں۔ بد اخلاق بچوں میں چھوڑ دیں وغیرہ وغیرہ۔ کیا ان صورتوں میں سمجھدار و خیر خواہ ماں باپ کا یہی فریضہ ہے کہ اس کی مراد پوری کی جائے۔ ہرگز نہیں۔ اسی طرح انسان مبتلائے نفس و شیطان دنیاوی اور مادی خواہشات کا متوالا، بسا اوقات ایسی چیزیں مانگتا ہے جس میں سراسر آخرت کا اور روحانیت کا خسارہ ہی خسارہ ہے، کیا اس میں ماں باپ سے زیادہ تر شفیق و رحیم، رؤف و کریم، حکیم و علیم کا یہی منصب نہ ہوگا کہ وہ ہم کو ایسے زہر ہلاہل کا پیالہ ہرگز نہ پلائے، اگرچہ ہم اس کو شربت جان افزا سمجھ کر تقاضوں پر تقاضے ہی کیوں نہ کرتے ہوں۔

(ب) جس طرح بسا اوقات بچے اپنی نادانی سے ماں باپ سے دنی اور ذلیل ریوڑی گٹوں یا گڑ وغیرہ پر اصرار کرتے ہیں اور چونکہ ایسی کچی مٹھائی صحت کے لئے مضر ہے تو ماں باپ بچہ کی مانگ پر پکی مٹھائی گلاب جامن، برفی، بالوشاہی دیتے ہیں مگر ریوڑی گٹے کو پاس بھی نہیں پھٹکنے دیتے اور یہی اعلیٰ درجہ کی محبت اور ماں باپ کی عقلمندی اور شفقت شمار کی جاتی ہے۔ اسی طرح اگر رب العالمین عالم السر والخفایا سے جو چیز ہم اپنی نادانی سے مانگ رہے ہیں اور اس کو اپنے لئے مفید جانتے ہیں حالانکہ وہ ایسی نہیں ہے نہ دے اور روحانی نعمت دنیا میں یا آخرت میں کوئی نعمت ہماری مانگ اور دعا پر مہیا فرما دے تو کیا کہا جا سکتا ہے

کہ وہ دعا مقبول نہیں ہوئی اور مانگ خالی گئی، نہیں نہیں۔

(ج) اگر بچہ نے ماں باپ سے کسی چیز کا تقاضا کیا اور ماں باپ نے محبت سے، اس کی طرف توجہ کرکے اس کو گود میں اٹھا لیا۔ گرد اور دھول جھاڑی، بچہ کو نہلایا دھولایا۔ اس کو موذی جانوروں سے بچایا، اس کو دشمنوں سے بچایا، تو گو بچہ اپنی نادانی کی وجہ سے سمجھتا ہے کہ ماں باپ نے میری استدعا نہ مانی اور میری طرف توجہ نہ کی مگر عقلمند جانتا ہے کہ یہ بچہ کے رونے اور مانگنے ہی کا اثر ہے کہ ماں باپ نے اس طرح اس کی طرف التفات کیا اور مضر چیزوں یا جانوروں سے اس کو بچایا، علیٰ ہذا القیاس بسا اوقات بندہ کی دعا کی قبولیت ہو جاتی ہے اور اس کا اثر یہ ہوتا ہے کہ بندہ پر سے کوئی سخت مصیبت آنے والی دور ہو جاتی ہے جس سے بندہ کا اس قدر نفع ہوتا ہے کہ اس کی مانگی ہوئی مرادیں عشر عشیر بھی نہ ہوتا۔

(د) بسا اوقات دعا قبول ہو جاتی ہے اور اس کے اثر کے ظاہر ہونے میں کچھ دیر لگتی ہے۔ بندہ اپنی جلد بازی کی وجہ سے (جو کہ انسان کی فطری بات ہے) جیسا کہ قرآن مجید میں فرمایا گیا ہے، وَكَانَ الْإِنسَانُ عَجُولًا۔ دوسری جگہ فرمایا گیا ہے، خُلِقَ الْإِنسَانُ مِنْ عَجَلٍ، گمان کرنے لگتا ہے کہ میری دعا مقبول نہیں ہوئی۔ حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام نے فرعون اور اس کی قوم پر بددعا کی اور قبول ہوئی۔ قَدْ أُجِيبَت دَّعْوَتُكُمَا۔ مگر فرعون اس کے چالیس برس بعد مع اپنی قوم کے غرق ہوا۔

خلاصہ یہ کہ جناب باری عز اسمہ نے جو وعدہ قبولیت کے متعلق فرمایا ہے وہ سچا ہے اگر دعا اپنی شروط کے ساتھ پائی جائے تو وہ ضرور مقبول ہوتی ہے، مگر یہ ضرور نہیں کہ اس کا ظہور اسی صورت اور اسی جلدی کے ساتھ ہو جو دعا گو نے کی تھی۔ اس لئے بندہ پر فرض ہے کہ اپنی چھوٹی اور بڑی سے بڑی حاجتوں کو ہمیشہ خدا سے مانگا کرے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ارشاد فرمایا گیا کہ اگر تیرے جوتوں کا تسمہ بھی ٹوٹ جائے تو مجھ سے مانگ، نمک یا لکڑی

کی کمی ہو جائے تو مجھ سے مانگ، غرضکہ جو حاجت بھی پیش آئے بندہ کا فریضہ ہے کہ گڑگڑا کر آقا جل مجدہٗ سے مانگا کرے، آقا حکیم و علیم ہے جو اس کی حکمت اور اس کے علم میں ہوگا اس کو ظاہر فرمائے گا۔ دعا مانگنا اور گڑگڑانا اس کو پسند ہے۔ اُدْعُوا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔ الدعاء مخ العبادة، دعا عبادت کا مغز اور گودا ہے۔ اور فرماتے ہیں، لا یرد القدر الا الدعاء۔ خداوندی تقدیر کو لوٹانے کی کسی چیز میں سوائے دعا کے طاقت نہیں ہے بندہ کو چاہیئے کہ اپنے آقا جل مجدہٗ کے ساتھ گمان اچھا رکھے اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ اس کے گمان کے موافق معاملہ فرمائے گا۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ "انا عند ظن عبدی بی وانا معہ اذا ذکرنی فاذا ذکرنی فی نفسہ ذکرتہ فی نفسی واذا ذکرنی فی ملاء ذکرتہ فی ملاء خیر من ملائہ" (میں بندہ کے گمان کے پاس ہوں اور میں بندہ کے ساتھ ہوتا ہوں جب کہ وہ مجھ کو یاد کرتا ہے، جب وہ مجھ کو تنہائی میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو تنہائی میں یاد کرتا ہوں اور جب وہ مجھ کو کسی مجمع میں یاد کرتا ہے تو میں اس کو اس کے مجمع سے بہتر مجمع میں (ملائکہ میں) یاد کرتا ہوں۔

باوجود امور مذکورہ بالا کے کبھی کبھی تمام شروط کی موجودگی میں بھی دعا مقبول نہیں ہوتی۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی کہ امت آپس میں نہ لڑے مگر یہ دعا قبول نہیں ہوئی، اللہ تعالیٰ مختار ہے۔ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ۔ الآیہ۔

انسان بسا اوقات گھبرا کر اپنے اوپر بد دعا کرنے لگتا ہے، بالخصوص آپ جیسے مزاج کا جس میں طبیعت کی کمزوری اور نفس کا غلبہ، تحمل کا ضعف عاقبت سے غفلت وغیرہ ہوں اور یہی وجہ ہے کہ عورتیں بات بات میں اپنے آپ کو اور اپنے بچوں اور عزیزوں کو کوسنے اور بد دعائیں دینے لگتی ہیں۔ بسا اوقات بڑے بڑے لوگ بھی معمولی رنجشوں اور اختلافات

کی بنا پر ایک دوسرے کو بددعائیں دینے لگتے ہیں یا اپنی اور اپنی قوم اور برادری کی ہلاکت وغیرہ کی دعائیں مانگنے لگتے ہیں۔ وَيَدْعُ الْإِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَاءَهُ بِالْخَيْرِ وَكَانَ الْإِنْسَانُ عَجُولًا۔ اور انسان برائی کی دعا اسی طور سے مانگنے لگتا ہے جس طرح بھلائی کی دعا مانگتا ہے اور انسان بہت جلد باز ہے۔ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللَّهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ إِلَيْهِمْ أَجَلُهُمْ۔ اگر اللہ تعالیٰ آدمیوں کے لئے برائی کو اس طرح جلد ظاہر کر دیتا جس طرح وہ بھلائی کے متعلق چاہتے ہیں تو اُن کی ہلاکت ہو جاتی۔ بہر حال حکمتہاء الٰہیہ اور پرورش ہائے ربانیہ متقاضی ہیں کہ انسانوں کی سب دعائیں قبول نہ کی جائیں ورنہ عالم تہ و بالا ہو جائے گا اور انسانی دنیا کو انتہائی مشکلات پیش آجائیں گی، واللہ اعلم۔

(۲) ایسی دعا کرنی ممنوع نہیں کیجیے، مگر عمدہ بات یہ ہے کہ یہ دعا کی جائے کہ اے پروردگار اگر میرے لئے دہلی میں رہنا بہتر ہے تو اس کا سامان کر دے اور وہاں سکونت کرا کر وہاں سے شرور و آفات سے مجھ کو محفوظ رکھ۔ اللہ تعالیٰ پر کوئی چیز گراں اور مشکل نہیں ہے اگر پوری کر دے تو تعجب نہیں۔

مگر میرے محترم بھائی۔ دہلی بڑا شہر ہے۔ شہروں کی عورتوں میں ہر زمانہ میں، اور بالخصوص انگریزی راج میں عفت اور عصمت نایاب ہے آزادی بڑھتی چلی جاتی ہے۔ مصارف بہت زیادہ ہوتے ہیں، عورتوں کی خوراک اور پوشاک اور زیوروں، مکانات وغیرہ کے مصارف اس قدر گراں پڑتے ہیں کہ معمولی آمدنی کا آدمی ان کا تحمل نہیں کر سکتا زبان اس قدر تیز ہوتی ہے کہ بڑے سے بڑا متحمل مزاج آدمی صبر نہیں کر سکتا۔ خلاف طبع بات سننے اور دیکھنے سے شوہر کے لئے زندگی دوزخ کی زندگی بن جاتی ہے۔ دیہات اور قصبات کی عورتیں شرمیلی، کم گو، معمولی خوراک و پوشاک پر قناعت کرنے والی، شوہر کی تابعدار، وفادار جاں نثار ہوتی ہیں، تنگی اور عسرت میں بھی صابر اور شاکر رہتی ہیں، طلاق کا طلب کرنا، شوہر کا جواب دینا، مقابلہ پر اتر آنا ان میں نہیں ہوتا اور اگر ہوتا ہے تو بہ نسبت

شہری عورتوں کے بہت ہی کم ہوتا ہے۔ عموماً عفیف ہوتی ہیں۔ چٹورا پن ان میں نہیں ہوتا۔ دہلی کے باشندوں میں عموماً چٹورا پن بہت زیادہ ہے، ان امور پر غور کر لیجئے اور پھر کوئی خیال دل میں جمائیے۔ تجربہ بتاتا ہے کہ غریب گھر کی لڑکی اگر دین دار ہو اور قصبہ یا دیہات کی رہنے والی ہو تو شہری عورت سے اور بڑے گھرانے کی لڑکی سے ہزار درجہ بہتر اور خدمت گذار ہوگی۔

(۳) ذکر کی کثرت کیجئے۔

(۴) روزانہ گیارہ[۱۱] دفعہ سورہ مزمل پڑھا کریں اور جب وَكِيلًا پر پہونچیں تو پچیس[۲۵] دفعہ حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْل پڑھا کریں، کسی وقت کی قید نہیں ہے، بلاناغہ پڑھیں، ہاں جب نماز چھوٹ جائے تو ترک کریں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۸ محرم ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۸

(۱) دو مرتبہ آپ کے مرسلہ امرود الہ آبادی پہونچے نہایت عمدہ تھے اُن کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میرے محترم آپ خود تنگ دست ہیں کیوں اس قدر خرچ کرتے ہیں۔ بقول مشہور "گدھے کا کھایا نہ پاپ نہ پُن"۔ ہمارے کھلانے میں آپ کا مال برباد ہوتا ہے اور کوئی ثواب نہیں، اس لئے کہ ہم بندگانِ نفس و شہوات ہیں ہمارے کھانے میں سوائے نفسانیت اور شہوات کی زیادتی کے اور کیا فائدہ ہے۔ لہٰذا عرض ہے کہ آئندہ اس قسم کے اسرافات نہ فرمایا کریں، آپ تو اس قسم کے غلط حسن ظن سے بچیں۔

حاشیہ مکتوب ۸۔ سوال یہ تھا کہ غیراللہ کی محبت میں بے چین و بے قرار رہتا ہوں وغیرہ۔ (رفیق احمد)

سه لشہ الناس ان لم یعف عنی یظن الناس لی خیراً وانی

(۲) میرے محترم! آپ کو کس نے کہا کہ میں آپ کی تحریروں سے خفا اور کبیدہ خاطر ہوتا ہوں، میں نے تو نہیں لکھا تھا۔ صرف بات یہ ہے کہ دن اِن دنوں چھوٹا ہوتا ہے جواب میں دیر ہوتی ہے، میں اپنی کسالت اور تن پروری کی وجہ سے نیز کثرت اشغال کی بنا پر جوابات میں دیر کرتا ہوں اس لئے آپ کو انتظار کی مصیبت اٹھانی پڑتی ہے۔ اس لئے میں امیدوار ہوں کہ کبیدہ خاطر نہ ہوا کریں۔ میں ایک طالب علم ہوں، مجکو سوالات اور جوابات سے کبیدگی نہیں ہوسکتی، طالب علم کا کام تنقیح امور علمیہ کرنا اور سوال و جواب ہے اس میں تنگی کے کیا معنی؟ البتہ دیر ہوتی ضرور ہے، نیز یہاں کتابیں میرے پاس موجود نہیں ہیں، اپنی سمجھ اور حفظ سے لکھتا ہوں، اگر پسند نہ آیا کرے تو آپ بلا تامل میری عرائض پر تنقید اور اعتراض کریں جو کچھ سمجھ میں آئے گا عرض کروں گا۔ ہاں آپ کے الہ آباد میں بڑے بڑے علماء اور محققین ہیں اُن کے پاس کتابوں کا ذخیرہ ہے اُن سے آپ علمی تحقیقات میں زیادہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔

(۳) میرے بھائی ناراض ہونے کا تو کوئی سبب نہیں۔ آپ اور ہم دونوں مذہبی اور علمی بھائی ہیں۔ شبہات کا دور کرنا اپنی ناقص علمی کے باوجود میرا فرض ہے۔ جیسے کہ اپنی علمی اور عملی جدوجہد کرنا اور اصلاح کرنا آپ کا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو اور مجکو اپنی مرضیات کی توفیق عطا فرمائے اور اصلاح کرے۔ آمین۔

(۴) جس طرح ایک انجنیر کے لئے ضروری ہے کہ مکان کی تعمیر سے پہلے اپنے ذہن میں سونچ لے کہ اس قطعہ زمین میں اس کے مناسب جملہ ضروریات تعمیر کس مناسبت سے تعمیر ہوں گی اور عمدہ سے عمدہ تعمیر کس طرح تیار کی جائے گی۔ اور پھر اس کا نقشہ کاغذ پر تیار کرے اس کے بعد تعمیر شروع کرے۔ اگر اس طرح تعمیر نہیں ہوتی تو عموماً ناقص اور خراب رہتی ہے۔ اس لئے تمام تعمیرات حکومت میں یہی طریقہ جاری کیا جاتا ہے۔ اسی طرح خالق

زمین و زماں نے اپنے علم ازلی میں مستقبل کے لئے ایک علمی نقشہ تیار فرمایا اور پھر اس کا نقشہ تحریری مرتب کیا جس کو لوح محفوظ میں پوری طرح مندرج کر دیا جس طرح انجینیر کا نقشہ مکمل وہی شمار ہوتا ہے جو کہ عمارت کی ہر چھوٹی اور بڑی چیز کو حاوی ہو اسی طرح خداوندی ہر دو نقشہ میں کوئی چیز چھوڑی نہیں گئی۔ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ۔ جیسے کہ انجینیر کے نقشہ کے مطابق ہی تعمیر تیار ہوتی ہے اور معماروں کی جدوجہد یہی ہوتی ہے کہ جو نقشہ اُن کو دیا گیا ہے اسی کے مطابق تعمیر تیار کریں، اگر کوئی عمارت خلاف نقشہ تیار کریں گے تو بادشاہ کے مورد عتاب ہوں گے اور کارگذاری پر حرف آئے گا۔ اسی طرح کارکنان تکوین و ایجاد فرشتے تمام امور میں اس نقشہ کی ہی تکمیل کرتے رہتے ہیں جو اُن کو دیا گیا ہے اور جس میں سے بعض نقشے ان کو شب برات میں یا شب قدر میں دئے جاتے ہیں۔ فِیْهَا یُفْرَقُ كُلُّ اَمْرٍ حَكِیْمٍ۔ (سورہ دخان)

اور بعض نقشے دوسرے اوقات میں دئے جاتے ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ دُنیاوی معمار اور کارکن خلاف حکم بھی موقعہ پاکر کر بیٹھتے ہیں اور خدا کے کارکن اور فرشتے اور رُوحیں ذرہ برابر بھی خلاف نہیں کر سکتے۔ لَا یَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ یَفْعَلُوْنَ مَا یُؤْمَرُوْنَ۔

تقدیر اور قضاء اسی علم الٰہی قدیم اور ارادہ و حکم الٰہی کا نام ہے جو کہ ازل سے اس تمام عالم کے متعلق مکمل ہو چکا ہے، اس تمام کارخانہ کو عالم تکوین و ایجاد کہا جاتا ہے۔

(ب) اس کارخانۂ تکوین میں بھانت بھانت قسم کی چیزیں بنائی گئیں، جن میں سے ہر ایک کو مختلف کمالات اور اوصاف دئے گئے، آفتاب، ماہتاب ستاروں کو روشنی دی گئی مگر آفتاب کو سب سے زیادہ روشنی اور گرمی عطا کی گئی، ماہتاب کو اس سے کم روشنی دی گئی اور اس کے ساتھ رطوبت کا مرکز بنا دیا گیا، اسی طرح دوسرے ستاروں میں خاص خاص باتیں رکھی گئیں۔ اسی طرح ہوا، پانی، آگ، مٹی (عنصریات) پہلے آسمان اور دوسرے اور تیسرے آسمان، اسی طرح جملہ افلاک کو خاص خاص کام اور اوصاف دئے گئے۔

اسی طرح معدنیات، جمادات، نباتات، حیوانات وغیرہ میں خالق نے خاص خاص باتیں رکھیں جن کو وہ حسب حکم انجام دے رہے ہیں ان اشیاء میں اللہ تعالیٰ نے علم اور ارادہ کی صفت نہیں رکھی، ان میں جو صفات اور کمالات رکھے ہیں وہ حسب الحکم انجام دینے پر لاعلم اور مجبور مقہور ہیں. آگ کو جلانا روشن کرنا، پانی کو بجھانا ٹھنڈک پہونچانا وغیرہ ضروری ہے۔ اگرچہ وہ خالق اور مدبر جس وقت چاہے ان اوصاف کو چھین سکتا ہے آگ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جلا نہیں سکی، پانی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غرق نہیں کر سکا کیوں کہ اُن سے ان اشخاص کے متعلق یہ اوصاف خالق نے چھین لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات دنیاویہ میں سے انسان اور جن کو علم اور ارادہ بھی دیا ہے جو کہ دیگر مخلوقات کو نہیں دیا گیا، فرشتوں اور ارواح کو اگرچہ علم وارادہ دیا گیا مگر وہ ارادہ بالکل تابع اور مقہور ارادہ الٰہی کے اس طرح کر دیا گیا جیسا کہ بڑی مشین کے تابع اس کے پرزے ہوتے ہیں، یا وہ چھوٹی مشین ہوتی ہے جو کہ بڑی مشین سے چلتی ہے اس لئے اُن کے تمام افعال وحرکات وسکنات خداوندی حرکات وسکنات اور خداوندی اعمال ہونگے۔ ان پر وہ کسی عذاب وثواب اور مدح وذم کے مستحق نہیں ہیں۔ البتہ انسان اور جنات کو ایسا علم اور ارادہ دیا گیا ہے جس میں وہ اپنے آپ کو مستقل سمجھتے اور دیکھتے ہیں کسی کام اختیاری میں انسان اپنے آپ کو مجبور نہیں پاتا اور جس میں مجبور پاتا ہے جیسے رعشہ والے ہاتھ یا سر کی حرکت یا جسم انسانی کا اوپر سے نیچے گرنا، ایسی حرکات میں وہ نہ مستحق ثواب ومدح ہے اور نہ مستحق عقاب وذم ہے۔ انسان جتنے اختیاری اعمال کرتا ہے سب کو جان بوجھ کر، اُن کے نفع اور نقصان کو سمجھ کر اپنے ارادہ اور اختیار سے کرتا ہے، عادت الٰہی اور قانون خداوندی مقرر ہے کہ جب کوئی انسان یا جن کسی کام میں اپنا پکّا ارادہ لگاتا ہے تو وہ اس کو موجود کر دیتا ہے اور پیدا کر دیتا ہے۔ انسان اپنے اس علم اور ارادہ کی وجہ سے ہی مستحق ثواب ومدح اور عقاب وذم ہوتا ہے۔ انسان اپنے اس ارادہ

اور علم میں اپنے آپ کو مجبور و مقہور نہیں پاتا ہے بلکہ یہ دیکھتا ہے کہ کام کرتے وقت چاہتا تو کرتا اور نہ چاہتا تو نہ کرتا۔ بخلاف رعشہ والے کے کہ وہ اپنی حرکت اور اپنے آپ کو اس حرکت میں مجبور پاتا ہے۔ حالانکہ دنیا میں جس سے بھی جو کوئی حرکت اور سکون ہوتا ہے سب علم الٰہی میں اور تقدیر ازلی میں پہلے سے معین ہو چکی ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ باوجودیکہ علم الٰہی کے خلاف نہیں ہوتا مگر علم الٰہی اور تقدیر اختیارات والی مخلوق کا اختیار و ارادہ سلب نہیں کرتے اور نہ چھینتے ہیں۔

(ج) خداوند کریم نے اس دُنیا میں اسباب کو قائم فرمایا ہے جن کے پردہ میں قدرت الٰہی اپنا کام کرتی ہے۔ آگ جلانے اور بجھانے کے اسباب میں سے ہے۔ اولاد کی پیدائش کے لئے نکاح اور ہم بستری اسباب میں سے ہیں۔ خداوند کریم ہی اولاد کو پیدا کرنے والا ہے مگر انہیں اسباب سے پیدا کرتا ہے۔ کھیتی کرنا، نوکری کرنا، تجارت کرنا، صنعت (دستکاری) وغیرہ رزق کے اسباب ہیں، خداوند کریم انہیں اسباب کے ذریعہ رزق دیتا ہے آٹا گوندھنا، روٹی پکانا، روٹی توڑ کر کھانا وغیرہ۔ شبع اور پیٹ بھرنے کے اسباب و ذرائع ہیں، انہیں کے ذریعہ سے خداوند کریم بندوں کو رزق دیتا اور ان کا پیٹ بھرتا اور بھوک کو دور کرتا ہے۔ غرضیکہ دُنیا کے تمام کارخانے انہیں اسباب کے پردوں میں انجام پاتے ہیں حالانکہ سب اسکی تقدیر اور علم کے موافق ہی چلتے ہیں، انسان کو شرعی حیثیت سے اور عقلی اعتبار سے لازم کیا جاتا ہے کہ وہ سوچ سمجھکر ان اسباب کو اپنے ارادہ سے عمل میں لائے تاکہ مسببات کا حصول ہو اور یہی وجہ ہے کہ ہر انسان ضروری سمجھتا ہے کہ وہ روٹی پکائے، روٹی توڑے، مُنہ میں لقمے ڈالے، مُنہ سے چبائے تب اس کی بھوک دور ہوگی۔ اگر کوئی ایسا نہ کرے اور یہ کہہ کر ہاتھ پاؤں ہلانا چھوڑ دے کہ اگر میری قسمت میں پیٹ بھرنا لکھا ہوگا تو میرا پیٹ بھر جائے گا میں یہ حرکات کیوں کروں تو تمام دُنیا اس کو ملامت کرے گی اور یہی کہا جائے گا کہ تو صاحب علم و ارادہ ہے تجھ کو لازم ہے کہ اپنے ارادہ اور علم سے پیٹ بھرنے کے ....

اسباب و ذرائع کو عمل میں لا۔ تجھ کو کیا معلوم کہ تقدیر میں کیا لکھا ہے۔ تجھ کو تقدیر کے معلوم کرنے اور اُس پر عمل کرنے کی ہدایت نہیں کی گئی۔ تجھ کو تو یہی حکم ہے کہ ان اسباب و ذرائع کو عمل میں لا کھیتی کر، تجارت کر، نوکری کر وغیرہ وغیرہ۔ غرضکہ تقدیر اور علم الٰہی کا کسی کو علم نہیں ہے۔ ہاں کام ہو جانے کے بعد معلوم ہوتا ہے کہ تقدیر میں کیا تھا۔

ان مقدمات کے بعد آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ دُنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے ان میں سے جو چیزیں انسانوں اور جنات کے اختیارات سے ہوتی ہیں ان میں انسان اور جنات پہلے سے واقف نہیں ہوتے کہ ہماری تقدیر میں کیا ہے۔ اپنے علم اور ارادہ سے وہ کام کرتے ہیں اور اسی پر اُن کی تعریف اور مذمت کا مدار ہے اور آخرت میں ثواب اور عقاب اسی پر مبنی ہے اور اسی کی تکلیف شرع میں ہر ذی اختیار کو دی گئی ہے۔ اور تمام کاروبار میں انسان اسی کو ضروری جانتا ہے وہ گھر بناتا ہے، کھیتی کرتا ہے، اناج جمع کرتا ہے، آٹا پیستا ہے، روٹی پکاتا ہے، لقمے توڑتا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اور کسی بات میں تقدیر کو پیش نہیں کرتا۔ پھر اس کے کیا معنی ہیں کہ جب آخرت کا کام یا اور کوئی دوسرا بڑا کام سامنے آجاتا ہے تو تقدیر پر الزام رکھ کر ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ رہتے ہیں۔ اسلام کی یہ تعلیم نہیں۔ اسلام جدوجہد کرنا اور اسباب و ذرائع کو عمل میں لانا ضروری بتاتا ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اعملوا فکل میسر لما خلق لہٗ عمل کرو تم میں سے جو جس چیز کیلئے پیدا کیا گیا ہے۔ وہ ہی چیز اس کے لئے آسان کر دی جائے گی۔ قرآن فرماتا ہے، وَالَّذِیْنَ جَاھَدُوْا فِیْنَا لَنَھْدِیَنَّھُمْ سُبُلَنَا۔ جو لوگ ہمارے لئے کوشش کریں گے ہم اُن کو اپنی راہیں دکھلائیں گے اور اُن پر چلائیں گے۔ قرآن ہر ہر جگہ عمل کرنے اور بدعملی سے بچنے کی تاکید کرتا ہے سعی کرنے کو لازم کرتا ہوا بتلاتا ہے کہ تم کو اپنی اپنی سعی ہی کا نتیجہ ملے گا "لَیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی" یہ بزدلی اور کم ہمتی اور نامردی کی بات ہے کہ انسان میدان عمل میں کودنے اور جدوجہد کرنے سے جان چُرائے اور تقدیر الٰہی کو بہانہ بنائے۔

بے شک جو کچھ علم الٰہی اور اس کی تقدیر میں مقرر ہو چکا ہے۔ وہی ہو گا، مگر اس کی وجہ سے نہ انسان مجبور ہوا ہے اور نہ اس کو خداوند کریم اور شرع اور عقل سے ہدایت ہے کہ وہ تقدیر پر اعتماد اور بھروسہ کر کے میدان عمل سے بھاگے اور سعی سے جان چرائے۔ بلکہ اس پر فرض ہے کہ وہ مردانہ وار ہر عمل کے میدان میں کود ے اور پوری جدوجہد کو انجام دے۔ مگر وہ عمل ایسا ہی ہو جس کی اجازت شرع نے دی ہو یا اس کا مطالبہ کیا گیا ہو۔

جس طرح ایک اعلیٰ درجہ کا نجومی یا رمّال جو چیزیں ہونے والی ہیں اپنے کمال علمی سے جان جاتا ہے اور اُس کے خلاف نہیں ہوتا، حالانکہ اس کے کمال کی بنا پر انسان اپنے اعمال میں مجبور نہیں ہوتا۔ اسی طرح علم الٰہی کے کمال کی وجہ سے تمام چیزیں تقدیر کے دفتر میں اور لوح محفوظ میں محرر ہیں، وہ ہوں گی اور ہوتی ہیں، مگر انسان مجبور نہیں ہوتا اور نہ اس کی صفات ارادہ علم قدرت میں کوئی فرق آتا ہے۔ صرف فرق اتنا ہے کہ نجومی اور رمّال کتنا ہی بڑا ماہر کیوں نہ ہو اس کا علم ناقص ہے، بسا اوقات اس سے غلطی بھی ہو جاتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے علم میں غلطی نہیں ہوتی۔ اسی بنا پر یہ کہا گیا ہے کہ انسان عمل اہل جنّت کے کرتے کرتے جنّت کے اس قدر قریب ہو جاتا ہے کہ اس میں اور جنت میں صرف ایک گز کا فاصلہ رہ جاتا ہے، پھر وہی انسان اپنے ارادہ و اختیار سے بلا مجبوری کے کوئی عمل ایسا کر گذرتا ہے کہ وہ ہمیشہ کے لئے دوزخی بن جاتا ہے۔ اسی طرح اس کے برعکس ہوتا ہے۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ مجبور کر کے دوزخی بنا دیا جاتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ تقدیر اور قضا و قدر کے خلاف نہ ہو گا مگر یہ اس وجہ سے نہیں کہ انسان کی قدرت جاتی رہی اس کا علم و ارادہ سلب ہو گیا وہ مجبور محض ہو گیا۔ یا اس پر اسباب ظاہریہ "ما مور بھا یا منھی عنھا" سے روگردانی جائز ہو گئی نہیں نہیں بلکہ شرعًا اور عقلًا اور عادۃً وہ اسباب کے اختیار کرنے کا محکوم ہے۔ اس کو اجازت نہیں کہ اس دنیا اور عالم اسباب میں بالکل کنارہ کش ہو کر اسباب کو خیرباد کہہ دے۔ اعرابی پوچھتا ہے کہ اونٹ کو باندھ کر توکل بر خدا کروں یا اونٹ

کھول کر تو آنحضرت علیہ السلام ارشاد فرماتے ہیں۔ اَعْقِلْ وَتَوَکَّلْ۔ باندھ اور توکل کر۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مژدہ سنا دیا گیا اور قوی طریقہ پر ارشاد کیا گیا "وھو الذی ارسل رسولہ" الآیہ" اور فرما دیا گیا۔ "ولقد سبقت کلمتنا۔ الآیہ" ایسی متعدد آیتیں جن سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فتحمند اور غالب ہونا اور دشمنوں کا مقہور ہونا۔ دین اسلام کا پھیل جانا وغیرہ یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے۔ مگر کیا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسباب سے کنارہ کشی فرمائی اور تقدیر اور وعدہ ہائے الٰہیہ پر اعتماد کر کے گوشہ نشینی اور چلہ کشی اختیار کی۔ نہیں نہیں۔ آپ باوجود بڑھاپے اور سنگلاخ زمین اور پرخار ریگستان اور گرم ملک ہونے کے کبھی بدر کے میدان میں ہیں کبھی احد کے کبھی مدینہ کے گرد خندق کھود رہے ہیں تو کبھی مکہ پر چڑھائی کر رہے ہیں۔ کبھی حنین میں ہیں تو کبھی خیبر میں۔ بدن پر دو دو زرہیں ہیں، تلوار میان میں لٹک رہی ہے۔ نیزہ ہاتھ میں ہے۔ کبھی اونٹنی پر ہیں، کبھی خچر پر، کبھی گدھے پر کبھی پیدل۔ اس بڑھاپے میں حجرہ شریفہ میں بیٹھ کر ذکر و مراقبہ اور تعلیم و تلقین فرماتے تو بظاہر بہت بہتر ہوتا۔ آپ اور میرے جیسے کم ہمتوں کے لئے بڑی اچھی راہ نکل آتی مگر ہم تو دیکھتے ہیں کہ باوجودیکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "سید المتوکلین جمیعا" ہیں اور کارخانہ تکوین و ایجاد اور قضا و قدر کے سب سے بڑے عالم اور ماننے اور منوانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر سب سے زیادہ یقین رکھنے والے ہیں۔ آپ کی مدینہ منورہ کی زندگی نہایت پرآشوب و بے چینی اور تکالیف برداشت کرنے کی زندگی ہے۔ "لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ" اللہ تعالیٰ بھی بندوں کو بار بار جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پرآشوب حالت ہی کی تابعداری کا حکم دیتا ہے۔ "ما کان لاھل المدینۃ ومن حولھم من الاعراب" الآیہ۔ ان آیتوں پر اور ان کے معانی پر غور فرمائیے۔

میرے محترم! تقدیر کا مسئلہ حق ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے مگر اس کی تعلیم اس لئے نہیں ہے کہ کارخانہ ہائے عالم اسباب کو معطل کر دیا جائے اور انسان امور دنیا اور

آخرت کے اندر ہاتھ پیر کٹا کے بیٹھ جائے، بلکہ اس کی تعلیم اس لئے ہے کہ اگر انسان کو اپنی جدوجہد میں ناکامی ہو، کوئی مصیبت آجائے تکلیف دینے والی یا بہت خوش کرنے والی، باتیں سامنے آئیں۔ بیٹا مر جائے۔ بیٹی مر جائے وغیرہ تو کم ہمت اور مایوس غموں کے دریاؤں یا خوشی کے سمندروں میں ڈوب کر معطل و بیکار نہ ہو جائے بلکہ اُن سب کے ہوتے ہوئے سعی پیہم جاری رکھے اور یہ سمجھے کہ جو کچھ پیش آیا مقدر ہی تھا۔ اور میری پیدائش سے پہلے سے مقرر ہو چکا تھا۔ اس لئے غمگین نہ ہونا چاہیئے اور حسب ارشاد نقل و عقل اسباب کو عمل میں لانا چاہیئے، ہمت نہ ہارنا چاہیئے۔ یکے بعد دیگرے کوشش کرنے سے ممکن ہے کہ میں کامیاب ہو جاؤں۔ یہی طریقہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا رہا ہے اور اس پر عمل کرنے کی تاکید قرآن مجید کرتا ہے، دیکھو آیت۔ مَا أَصَابَ مِنْ مُّصِيبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي أَنْفُسِكُمْ - الآیہ - (سورہ حدید)

نیز یہ مقصود ہے کہ امراض متعدیہ وغیرہ میں انسان بیماروں کی خدمت اور خبر گیری سے گریز نہ کرے۔ اگر کسی جگہ موجود ہے اور وہاں امراض وبائیہ طاعون وغیرہ ظاہر ہوں تو وہاں سے نہ بھاگے اور توکل بر تقدیر کرے۔ بیوقوفوں نے مسئلہ تقدیر کو اپنی راحت و آرام کا وسیلہ بنا لیا اور مخالفین اسلام کو حرف گیری کا موقع دیا۔ قرن اوّل کے مسلمانوں کی جدوجہد ہر قسم کے امور میں اس قسم کی غلطیوں کو اکھاڑ پھینکنے والی ہے۔

جواب ہائے اجمالیہ

(الف) بے شک انسانوں کے اعمال پر کامیابی ہوتی ہے۔ عالم اسباب میں اسباب پر مسبّبات متفرع ہوتے ہیں مگر تقدیر الٰہی میں وہ سب متعین اور مقرر ہے کہ فلاں سبب سے فلاں چیز واقع ہوگی اور ویسا ہی ہوتا ہے۔

(ب) جو شخص از خود عملی تدبیر نہ کریگا اس پر حسب شرع مواخذہ ہوگا اور لوگوں میں بھی ملامت کا مستحق ہوگا۔

(ج) تقدیریں دو ہیں ایک مُبرَم اور دوسری مُعلّق۔ مبرم میں تغیر نہیں ہوتا، معلق میں ہوتا ہے۔ بسا اوقات کارکنان تکوین و ایجاد کو یہ تبلایا جاتا ہے کہ فلاں شخص اگر اپنے رشتہ داروں کی خدمت گذاری کرے گا تو اس کی عمر ساٹھ سال ہوگی اور اگر نہ کرے گا تو چالیس سال ہوگی، پھر اس کی عمر چالیس کر دی جاتی ہے اس لئے کہ اس نے صلہ رحمی نہ کی۔ کارکنان تکوین پر کبھی شرط ظاہر نہیں ہوتی مگر علم الٰہی میں شرط تھی۔ نیچے کے عملہ والے اس کو مبرم سمجھتے ہیں۔ مگر وہ حقیقت میں معلق تھی اس لئے خیال کیا جاتا ہے کہ نوشتہ تقدیر بدل دیا گیا ہے حالانکہ اس میں تبدیلی نہیں ہوئی، نیچے والوں کو اطلاع ناقص تھی۔

(د) مشکوٰۃ وغیرہ میں جو احادیث کا مضمون ہے صحیح ہے، مگر وہ علم کی صداقت اور حقّانیت کا بیان ہے بندہ کی مجبوریت کا بیان نہیں ہے۔ بندہ اپنے اس فعل کو اپنے اختیار و ارادہ سے ہی کرتا ہے جیسے کہ کسی نجومی کو اپنے علم اور زائچہ سے معلوم ہوا کہ فلاں شخص فلاں وقت شراب پیئے گا اور ویسا ہی واقع ہوتا ہے اس میں اس شخص کو ملامت اور حدِّ شرب خمر (شراب پینے کی سزا) سے برأت حاصل نہیں ہو سکتی۔ انسان کا عمل بیکار نہیں ہے اسی کی تاثیر سے نتائج ہوں گے۔ علم الٰہی اور تقدیر کو ان نتائج میں دخل نہیں ہے، وہ تو مثل آئینہ واقعات کے مطابق ہوتا ہے۔ یعنی جیسے آئینہ میں وہی صورت منطبع ہوتی ہے جو باہر موجود ہے آئینہ کو صورت کی خوبی یا بدنمائی میں کوئی دخل نہیں اسی طرح علم الٰہی واقع کے مطابق ہوتا ہے۔ اس میں جبر کا مادّہ نہیں ہے۔ بیشک دخول جنت اور دوزخ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی اور ناراضی پر مبنی ہے مگر رضا اور خوشنودی کے اسباب اعمال اور طاعات ہیں اور ناراضی کے اسباب ان کے خلاف امور (نافرمانی اور معصیت) ہیں۔

(جواب امر ثانی) نہ دیار مشرقیہ میں سب لڑکیاں ایک سی ہیں نہ دیار مغربیہ میں فسق و

فجور اخلاق و بداخلاقی وغیرہ سب جگہ ہیں، ہاں ممکن ہے قلّت وکثرت کا فرق ہو۔ انسان کا فریضہ ہے کہ اصلاح کرے اگر برائیاں نہ ہوں تو اصلاح کس چیز کی کرے گا کسی غریب گھر میں شادی کیجیے اور اس کی اصلاح کر کے متبع شریعت بنایئے اور اگر پھر بھی آپ کی طبیعت یہاں سے متنفر ہے تو بہتر ہے مغربی اضلاع ہی میں تعلقات پیدا کیجیے۔

(جواب ثالث) محبّت دین اور اہل دین بہت اچھی چیز ہے مگر دوسروں کے عیوب دیکھنا اور اپنے عیوب کا محاسبہ نہ کرنا غلطی ہے۔ دوسروں کی اصلاح کیجئے اور اپنے عیوب کو دیکھکر اپنی طرح ان کو بھی سمجھئے پیغمبر اصلاح کے لئے آئے تھے آپ کی طرح کم ہمت نہ تھے۔

والسّلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۹

خط وکتابت کے لئے اجازت کی کیا ضرورت ہے صرف بات یہ ہے کہ قانوناً اس کی ممانعت ہے۔ اگر کوئی خط پکڑا جائے تو اس پر مقدمہ چلایا جا سکتا ہے اور ایک برس تک کی قید عائد کی جا سکتی ہے۔ درمیانی واسطہ اگر پکڑا جائے تو وہ بھی سزا کا مستحق ہوگا اور وہ برخاست ہو سکتا ہے اس لئے احتیاط شدید کی ضرورت ہے محکمہ سی آئی، ڈی ایسی چیزوں کی تلاش میں رہتا ہے۔

حاشیہ مکتوب ۹ :۔ اس والانامہ میں حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے درباره پیری مُریدی جو قیمتی اور تحقیقی افادہ فرمایا ہے وہ محتاج تشریح نہیں، البتہ اس سلسلہ میں بعض پڑھے لکھے لوگوں کی طرف سے یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ بیعت جو آج علماء اور مشائخ میں جاری ہے آخر اس کا ثبوت کیا ہے کیوں کہ یہ منصب خلیفۂ وقت کا ہے اور اسی کے جملہ نصوص شرعیہ مؤید ہیں جن سب کا مورد و محل خلیفہ اسلام ہے نہ کہ اور لوگ؟

بلاشبہ بیعت امارت یا خلافت کا حق امیر یا خلیفۂ وقت وامیر لشکر کو ہوتا تھا جیسا کہ کتب عقائد وکلام میں تصریح

ہے کہ امام مجمع علیہ پر بیعت کرنا واجب اور ترک بیعت بغاوت و مستوجب عقوبت ہے۔ لیکن استمداد زمانہ کے بعد جب خلافت سلطنت کی شکل میں تبدیل ہوگئی اور دنیاوی فرماں رواؤں اور دینی مقتداؤں کے دو گروہ جداگانہ قائم ہوگئے تو بیعت توبہ نے حاکم وقت سے منتقل ہو کر دینی مقتداؤں کے دامن تربیت میں پناہ لی، لوگ کسی مقتدائے وقت کے ہاتھوں پر توبہ کر لیتے وہ بیعت توبہ لے لیتا یہی سلسلہ اب تک جاری ہے اور اسے ہمیشہ جاری رہنا چاہئے۔ آیات واحادیث --- اس کی موید ہیں۔

مُرشد:۔ کے شرائط میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جن کتابوں اور بزرگوں سے استناد فرمایا ہے اُن میں ایک شرط یہ بھی ہے کہ مُرشد ایسا ہو جو مذاہب فقہاء مجتہدین میں ایک کو دوسرے پر ترجیح نہ دے بلکہ جملہ مذاہب حقہ کو بالاجمال مقبول و معتبر سمجھے اور ان میں اس پر چلے جو صریح اور مشہور سنت کے موافق ہو وغیرہ۔ اور اسی طرح صوفیائے کرام کے طریقوں میں بعض کو بعض پر ترجیح نہ دے اور نہ مغلوب الحال کا انکار کرے کیونکہ جملہ اولیاء اللہ یعنی صوفیا برحق حصول نسبت اور وصول الی اللہ کے جامع ہیں۔ اسی بنا پر مغلوبین اہل سماع پر انکار اس واسطے نہیں کیا جاتا ہے کہ یہ لوگ تاویل سے یہ فعل کرتے ہیں تحلیل حرام صریحاً نہیں کرتے کہ ان کا انکار کیا جائے، ہاں پیروی اُن کی اس وجہ سے منع ہے کہ یہ صریح سنت کے خلاف ہے۔

اسی والانامہ میں یہ بھی ہے کہ "مُرشد کے عالم ہونے کی شرط ہم نے اس لئے کی ہے کہ بیعت سے غرض مُرید کو مشروعات کا امر کرنا اور خلاف شرع سے روکنا وغیرہ" الخ کے بعد یہ جملہ بھی موجود ہے۔ "جو شخص ان امور کا عالم اور واقف نہ ہو اس سے یہ کیونکر متصور ہوگا" بہت معنی خیز بات اور محتاج تفصیل ہے۔ اصل یہ ہے کہ بقول ارباب طریقت "جاہل بحقیقت تصوف نہ رسد" خواہ مُرشد ہو یا مُرید تحصیل علم دونوں کے لئے ضروری ہے اگر بدقسمتی سے مُرید اس سے محروم ہے تو خیر مگر مُرشد کا مذکورہ بالا معیار پر اترنا ضروری اور واجب ہے کیونکہ جو شخص قواعد شریعت و طریقت کا واقف نہ ہوگا تو اس سے دو نقصانات ہوں گے۔ ایک یہ کہ اگر کسی کو اصلاح باطن کا خیال ہوا وہ ایسے مُرشد کے پاس آیا جو علوم ظاہری میں بھی بوجہ قلت علم اور غلبۂ ہوائے نفس اس معیار اور کسوٹی پر نہیں اتر رہا ہے جو ہونا چاہئے۔ اگر مُرید کے صدہا شکوک و شبہات علمی کا کوئی حل نہیں ہو سکا تو مرید بدظن ہو کر اس مبارک علم و فن کی برکات سے محروم ہوگا۔ دوسرا نقصان یہ ہوگا کہ کم علم مُرشد ناقصین و اہل باطل کے تمام اقوال و احوال میں بلا تطبیق شریعت خود ضائع ہوگا اور مُرید کو بھی لے ڈوبے گا۔ لہٰذا جس طرح توالد و تناسل ظاہری بغیر ماں باپ کے حاصل نہیں ہوتا اسی طرح توالد معنوی بھی بدون استاد اور مُرشد کے وہ بھی بدون عالم کے مشکل ہے کیونکہ تصوف و سلوک بھی مستقل ایک فن ہے جس طرح فن فقہ وغیرہ۔

یہاں پر ایک سوال پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ جو مشائخ کرام کے یہاں رائج ہے کہ وہ اپنی حیات میں اپنے بہت سے مُریدوں کو اجازت دیتے اور مجاز بناتے ہیں جن میں سے کتنے علوم ظاہری اور شرائط مُرشد سے کوسوں دُور ہیں؟ اس کا کیا مطلب ہے اور صحیح حل کیا ہے؟ ناچیز نے جہاں تک حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور آپ کی

امورِ مسئولہ عنہا کا جواب۔

(۱) امراض باطنیہ کا علاج اجمالی تو کثرت ذکر اور تدبر فی القرآن اور کثرت تلاوت ہے اور تفصیلی احادیث متعلقہ میں غور کرنا اور ان کی ہدایات سے متعلق ہر ایک خلق میں جد جہد کرنی تصوف کی کتابیں ان امور میں ہدایات تامہ کرتی ہیں بالخصوص امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کی کتابیں جیسے کیمیائے سعادت، منہاج العابدین وغیرہ، ہر دو کا ترجمہ اردو میں موجود ہے۔ منہاج العابدین امام غزالیؒ کی آخری تصنیف ہے مختصر اور مفید ہے اسکا ترجمہ سراج السالکین اردو میں ہے اور بہت کارآمد ہے، رسالہ امداد السلوک فارسی میں بہت مفید ہے

(۲) حدیث و قرآن کی تدریس پر اجرت لینا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے قول میں تو جائز ہی نہیں مگر بعد کے ائمہ حنفیہ نے اس کی اس ضرورت سے اجازت دی ہے کہ مدرس اگر ضروریات دنیاویہ زراعت، تجارت، صنعت وغیرہ میں مشغول ہو جائے گا تو علم ضائع ہو جائے گا دین میں سخت خلل پڑ جائے گا، اس لئے وہ تمام عبادات جن کے انقطاع اور ترک سے شعائر دینیہ وغیرہ میں خلل پڑ جائے بضرورت جائز ہیں۔ شریعت اسلامیہ میں ایسے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۸۔ تحریرات سے سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ ایک تو اجازت اس طرح کی ہوتی ہے کہ مرشد کسی عالم کی صلاحیتوں کی بنا پر جو اس کو مشائخ کی خدمت سے حاصل ہوئی ہے کوئی مخصوص چیز یا اپنا لباس یا عصا و عمامہ وغیرہ دے کر دستار خلافت عطا فرمائے یہ اعلیٰ درجہ ہے اجازت کا۔ دوسرا درجہ یہ ہے کہ کوئی مخصوص چیز عطا نہ فرمائے۔ بلکہ مرید کی ریاضت و مجاہدہ اور علم ظاہری بلندی کی وجہ سے اس کو اپنا مجاز بیعت کردے۔ تیسرا درجہ یہ ہے کہ مرید علوم ظاہری سے بالکل ناواقف یا نابینا ہے۔ مگر شیخ کامل کی تربیت اور تعلیم اور ذکر و اشغال کی کثرت اور اس میں ملکۂ یادداشت اور نسبت باطنی کے رسوخ وغیرہ کی وجہ سے شیخ نے اجازت بیعت دے دی ہو جس کا صرف یہ فائدہ ہوگا کہ اس سے اس سلسلہ کو فروغ ہوگا اور اللہ اللہ کا چرچا قائم و باقی رہے گا۔ کیونکہ مطلقاً ذکر اللہ ہی بہت بڑی عبادت اور بندے کی سعادت ہے۔

ایک اور صورت بھی حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوبات اور آپ کے افادات سے ثابت ہے وہ یہ کہ بہت سے اہل علم جن کی علمی اور عملی حالت، اخلاق و احسانی کیفیت محسوس و مشاہد ہے مگر ان کو اجازت نہ ہو سکی ان کو بھی حق حاصل ہے اور وہ لوگوں سے بیعت لے سکتے اور توبہ کرا سکتے اور امر و نواہی شرعیہ کا حکم دے سکتے ہیں۔ ممکن ہے اسکی دلیل آئے کسی مکتوب ہی میں مل جائے۔

کام کرنے والوں، ائمہ، موذنین، مدرسین وغیرہ کے لئے بیت المال میں حصے مقرر تھے۔ مگر چونکہ بادشاہوں اور ارباب حکومت نے بیت المال کو اپنا گھر اور اس کے اموال مخزونہ کو باپ دادے کا ترکہ سمجھ لیا ہے وہ ان اموال کو اپنی خواہشات نفسانیہ پر بے دریغ خرچ کرنے لگے ہیں اور ارباب حقوق کو حق پہونچنا بند ہو گیا ہے، اس لئے بجز اس کی اجازت کے اور کوئی چارہ نہیں ہے۔ لہذا اُجرت لینے کی شرعاً اجازت ہو گئی اور اسی پر فتویٰ ہے۔ مگر پھر ثواب کس طرح مل سکتا ہے، یوں تو اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع ہے وہ عطا فرمادے دوسری بات ہے مگر استحقاق نہیں رہتا۔ ہاں یہ امر کہ اس کی وجہ سے لوگوں کی ہدایت ہوتی ہے ان کو بیرون تدریس وغیرہ نصیحت کرتا رہتا ہے۔ شاگرد استاد کے عمل سے نیک طریقہ وغیرہ حاصل کرتے ہیں۔ یا بیرون وقت مقرر تدریس کی جائے جس کا قانوناً مدرس پر لزوم نہ تھا تو البتہ استحقاق ثواب ہو سکتا ہے۔

(الف) اگر حافظ رمضان شریف کے اندر قرآن سنانے پر کوئی مقدار شرط کرتا ہے یا اگر مقتدی اس کو کچھ نہ دیں یا کم دیں تو جھگڑتا ہے قرآن سنانا بند کر دیتا ہے اگرچہ شرط زبانی نہیں کرتا مگر معاملہ ایسا ہی کرتا ہے تو اس صورت میں اس کا رقم لینا جائز نہیں نماز ادا ہو جائے گی مگر وہ فضیلت قرآن کے سننے اور سنانے کی حاصل نہ ہوگی اور اگر حافظ نے کوئی شرط زبانی یا عملی نہیں کی اخلاص سے لوجہ اللہ سناتا ہے اور مقتدی اس کو بلا طلب کچھ دیتے ہیں خواہ کم ہو یا زیادہ تو اس کو لینا جائز ہے اور کسی کی نماز اور ثواب میں کوئی خلل نہیں بلکہ مقتدیوں کو مزید ثواب کی اُمید ہے۔

(ب) زید کا کہنا غلط ہے پنج وقتہ نماز پڑھانے پر جیسا کہ ہم نے پہلے لکھا ہے اور اذان وتکبیر پر تنخواہ لینا شرط کرنا، کم و بیش پر گرفت کرنا صحیح ہے۔ حسب قول مفتی بہ اس کو اپنی نماز کا، جماعت کا، لوگوں کی ہدایت کا ثواب ملے گا۔

(۳) اس کا جواب حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب القول الجمیل کے

ترجمہ شفاء العلیل سے نقل کرتا ہوں ۔ صـ۱۳ا میں ہے ۔

بیعت (مرید ہونا) سنّت ہے واجب نہیں اس واسطے کہ اصحاب رضی اللہ عنہم نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیعت کی اور اس کے سبب سے حق تعالیٰ کی نزدیکی چاہی اور کسی دلیل شرعی نے تارک بیعت کے گنہ گار ہونے پر دلالت نہ کی اور ائمہ دین نے تارک بیعت پر انکار نہ کیا تو یہ عدم انکار گویا اجماع ہو گیا اس پر کہ وہ واجب نہیں ۔ سنت اللہ (طریقہ خداوندی مخلوقات اور انسانوں میں) یوں ہی جاری ہے کہ امور خفیہ جو نفوس میں پوشیدہ ہیں ان کا ضبط افعال اور اقوال ظاہری سے ہوتا ہے اور افعال و اقوال قائم مقام امور قلبیہ کے ہوا کرتے ہیں چنانچہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول علیہ السّلام اور قیامت کی تصدیق امر مخفی ہے تو اقرار ایمان بجائے تصدیق قلبی قائم کیا گیا ۔ اور جس طرح بائع اور مشتری (بیچنے والے اور خریدنے والے) کی رضامندی، قیمت اور مبیع کے دینے میں امر مخفی اور پوشیدہ ہے تو ایجاب اور قبول کو قائم مقام رضائے مخفی کے کر دیا ۔ اسی طرح توبہ اور عزم کرنا ترک معاصی کا اور تقویٰ کی رسی کو مضبوط پکڑنا امر مخفی اور پوشیدہ ہے تو بیعت کو اس کے قائم مقام کر دیا ۔

صفحہ ۱۴ میں فرماتے ہیں کہ مرشد میں چند امور شرط ہیں ۔ (اول) علم قرآن اور حدیث کا ۔ میری یہ مراد نہیں کہ پلے سرے (اعلیٰ درجہ) کا مرتبہ مشروط ہے بلکہ قرآن میں اتنا علم ہونا کافی ہے کہ تفسیر مدارک یا جلالین کو یا ان کے سوا مانند تفسیر وسیط یا وجیز واحدی کی محفوظ کر چکا ہو ۔ اور کسی عالم سے اس کو تحقیق کر لیا ہو اور اس کے معانی اور ترجمہ لغات مشکلہ کو اور شانِ نزول اور اعراب قرآنی اور قصص اور جو اس کے قریب ہے اس کو جان چکا ہو اور حدیث کا علم اتنا کافی ہے کہ ضبط اور تحقیق کر چکا ہو مانند کتاب مصابیح یا مشارق کے اور اس کے معانی دریافت کر چکا ہو اور اس کی شرح غریب یعنی لغات مشکلہ کا ترجمہ اور اعراب مشکل، (یعنی وہ دشوار لفظ جو باعتبار ترکیب نحوی کے سخت ہو) اور تاویل معضل (وہ کلام جسکے

معنی مشتبہ ہوں اور کسی ایک معنی کی تعیین نہ ہو سکے یا دوسری حدیث اس کے مخالف ہو) کی بناء پر رائے فقہائے دین کی معلوم کر چکا ہو۔ اور بیعت لینے والا مُرشد، مکلف نہیں ہے علم قرآن میں اختلاف قرأت کے یاد رکھنے کا اور نہ علم حدیث میں اسانید کے تجسس کا۔ اور اسی طرح بیعت لینے والا علم اصول فقہ اور اصول حدیث اور جزئیات فقہ اور فتاووں کے یاد رکھنے کا مکلف نہیں ہے۔ (ہاں وہ جزئیات فقہیہ جو کثیر الوجود اور کثیر الحاجت ہیں، اُن کا حفظ مشروط ہے) مرشد کے عالم ہونے کی شرط ہم نے اس لئے کی ہے کہ بیعت سے غرض مرید کو مشروعات کا امر کرنا اور خلاف شرع سے روکنا اور تسکین باطنی کی طرف رہنمائی کرنا۔ اور بری خصلتوں کو دور کرنا اور صفات حمیدہ کا حاصل کرنا پھر مرید میں ان کو عمل میں لانا ہے سو جو شخص ان امور کا عالم اور واقف نہ ہو اس سے یہ کیوں کر متصور ہو گا۔

حضرت مترجم مولانا خرم علی صاحب مرحوم فرماتے ہیں "سبحان اللہ کیا معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ فقراء جہال کو اس وقت میں یہ خبط سمایا ہے کہ پیری مریدی میں علم کا ہونا کچھ ضروری نہیں ہے بلکہ علم درویشی کو مضر ہے اس واسطے کہ شریعت کچھ اور ہے اور طریقت کچھ اور ہے، حالانکہ صوفیان قدیم کی کتابوں اور ملفوظات میں مثل قوت القلوب اور عوارف اور احیاء العلوم اور کیمیائے سعادت اور فتوح الغیب اور غنیۃ الطالبین، تصنیف حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمتہ اللہ علیہ میں صاف تصریح ہے کہ علم شریعت شرط ہے طریقت اور تصوف کی۔ یہ بھی جہالت کی شامت ہے کہ جن مرشدوں کا نام صبح و شام مثل قرآن اور درود کے ذکر کیا کرتے ہیں ان کے کلام سے بھی غافل ہیں کہ وہ کیا فرماتے ہیں۔

دوسری شرط مرشد میں یہ ہے کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز رکھتا ہو اور صغیرہ گناہوں پر اڑنہ جاتا ہو (یعنی اس میں عدالت اور تقویٰ پایا جاتا ہو۔ حضرت شاہ عبدالعزیز رحمتہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بیعت مشروع ہوئی ہے صفائی باطن کے لئے اور انسان پیدا کیا گیا ہے اپنی

نبی نوع کے افعال کی اقتدا پر۔ چوں کہ صفائی باطن میں فقط قول بغیر عمل کے کفایت نہیں کرتا سو جو مرشد عمل خیر سے متصف نہ ہو فقط زبانی تقریروں پر کفایت کرتا ہو وہ شخص بیعت کی حکمت کو درہم برہم کرنے والا ہے۔

تیسری شرط مرشد میں یہ ہے کہ دنیا کا تارک ہو اور آخرت کا راغب اور طاعات موکدہ اور اذکار منقولہ کا جو کہ صحیح حدیثوں میں مذکور ہیں محافظ ہو اور ہمیشہ دل کا تعلق اللہ پاک سے رکھتا ہو اور یادداشت کی مشق کامل اس کو حاصل ہو۔

چوتھی شرط مرشد میں یہ ہے کہ امر مشروع کا حکم کرتا ہو اور خلافِ شرع سے روکتا ہو اور اپنی رائے میں مستقل ہو نہ کہ مرد ہر جائی ہر دم خیالی جس کی نہ رائے ہو نہ امر۔ اور مروّت والا اور عقل کامل رکھتا ہو تاکہ اس کی بتائی ہوئی اور روکی ہوئی باتوں پر اعتماد کیا جائے۔

پانچویں شرط مرشد میں یہ ہے کہ وہ کامل مرشدوں میں رہا ہو اور یہ یعنی کاملین کی صحبت اس لئے مشروط ہوئی ہے کہ عادت الٰہی یوں جاری ہوئی ہے کہ انسان کو فلاح حاصل نہیں ہوتی اور مُراد نہیں ملتی جب تک کہ مفلحین اور مُراد پانے والوں کو نہ دیکھے۔ جیسے کہ انسان کو علم نہیں حاصل ہوتا مگر علماء کی صُحبت سے اور یہی حالت دوسرے پیشوں کی ہے یعنی آہنگری بدون صحبت آہنگر اور نجاری بدون صحبت نجار کے نہیں آتی،

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی سُنّت اور عادت کا یہ بھید ہے کہ انسان ایسے طریقہ پر مخلوق ہوا ہے کہ وہ اپنے کمالات کو بغیر اپنے ابنائے جنس کی مشارکت اور معاونت کے حاصل نہیں کر سکتا بخلاف دوسرے حیوانات کے کہ ان میں کمالات پیدائشی ہیں اور کسبی کمالات بہت کم ہیں چنانچہ پیرنا حیوانات میں پیدائشی کمال ہے اور انسان کو بدون سیکھے نہیں آتا۔

یہ چند باتیں اختصار کر کے میں نے آپ کے سامنے شفاء العلیل ترجمہ القول الجمیل

سے پیش کی ہیں، اگر تفصیل کی ضرورت ہو تو آپ خود اس کو ملاحظہ فرمالیں۔

(۴) اَسْتَغْفِرُ اللّٰہَ الَّذِیْ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الْحَیُّ الْقَیُّوْمُ وَاَتُوْبُ اِلَیْہِ۔

ترجمہ:۔ استغفار اور معافی طلب کرتا اور چاہتا ہوں میں اللہ تعالیٰ سے جس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور جو کہ زندہ ہے اور تمام چیزوں کو کھڑا کرنے والا اور باقی رکھنے والا ہے اور اس کی طرف میں توبہ اور رجوع کرتا ہوں۔

استغفار کے بہت سے صیغے قرآن اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور سلف صالحین سے منقول ہیں۔ اس صیغہ کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سید الاستغفار فرمایا ہے۔ اس لئے اسی کو لکھ رہا ہوں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۶ر صفر ۱۳۶۳ھ۔

مکتوب ۱۰

آپ کو چاہیئے کہ جھوٹ بولنا اور جھوٹی مدح سرائی کرنا چھوڑ دیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ اُحثوا فی فم المداحین التراب۔ بہت تعریف اور مدح سرائی کرنے والوں کے مُنہ میں خاک جھونک دو۔ ایک شخص نے دوسرے کی تعریف اس کے سامنے کی تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔ کسرت ظھر اخیك۔ تو نے اپنے بھائی کی پشت اور کمر توڑ دی ایک دوسرے شخص کو کسی کی تعریف کرتے سنا تو ارشاد فرمایا کہ کسی کی تعریف اور پاکیزگی اللہ تعالیٰ پر نہ کرو اگر ضروری ہو تو

حاشیہ مکتوب ۱۰:۔ شروع خط میں جو حدیث مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے ذکر فرما کر تعریف کرنے سے روکا ہے اسی طرح کی احادیث اور بھی ہیں جن سے تعریف اور مدح سرائی کی ممانعت اور بعض سے اباحت اور جواز سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کو پیش نظر رکھ کر امام نوادیؒ نے امام خطابی کی تحقیق سے اتفاق فرمایا ہے جس کا خلاصہ درج ذیل ہے۔ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ مداحین یعنی تعریف کرنے والے وہ لوگ ہیں جو حق و باطل اور مستحق و غیر مستحق میں کچھ

یہ کہو کہ میرا گمان ہے کہ فلانا ایسا اور ویسا ہے۔ یعنی یقینی طور پر کسی کی پاکیزگی صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے تمہارا کسی کے متعلق یقینی طور پر مدح سرائی کرنا اللہ تعالیٰ کے اوپر جسارت کرنا ہے۔ الغرض اسی قسم کی بہت سی حدیثیں مدح سرائی کی ممانعت میں وارد ہیں مگر آپ ہر تحریر میں ایسی جھوٹی تعریفیں کرتے رہتے ہیں۔ اس خط میں بھی لکھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ۵۴۔ تمیز نہ کریں اور مداحی کو اپنا پیشہ ٹھہرالیں اور جس کی تعریف کریں اس سے کچھ نفع اور نقد پانے کی اُمید رکھیں۔ ایسے لوگوں کا وہی حکم ہے جو آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ اس کے مُنہ میں مٹی جھونک دو وغیرہ۔ اور اگر کسی امرِ محمود اور اچھے کام پر کسی کی مدح کی جائے کہ اس سے اوروں کو ترغیب ہو اور سننے والوں کو اس کی پیروی کی امید اور رغبت ہو تو ایسا مداح بُرا نہیں ہے۔ علماء نے یہ بھی فرمایا کہ احادیث جواز اور عدم جواز میں جمع اور توفیق کی بہتر صورت یہ ہے کہ کہا جائے کہ ممدوح اگر ایمان ویقین کامل رکھتا ہو اور نفس کی خباثتوں سے پاک اہل معرفت میں سے ہو اور خطرہ نہ ہو کہ وہ مفتون اور مغرور ہو جائے گا تو ایسے کی مدح نہ تو حرام ہے اور نہ مکروہ۔ اگر ممدوح سے خطرہ ہو کہ وہ متاثر ہو کر لغزش میں پڑ جائے گا تو اس کے روبرو اس کی مدح سرائی کرنا سخت مکروہ ہے۔ اسی پر ان احادیث کے محل کو متعین کیا جا سکتا ہے جو اباحت میں آئی ہیں۔ جیسے آنحضرت صلعم کا یہ قول حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں، ارجوان لا تکون۔ میں امید کرتا ہوں کہ تو ان میں سے نہ ہو، یعنی اُن لوگوں میں سے جو اپنے تہہ بند تکبر سے نیچا کرتے ہیں۔ یا حضرت عمر رضی کے بارے میں آپ کا ارشاد کہ اے عمر شیطان تیرے راستہ سے کترا کر دوسرے راستہ کو چلا جاتا ہے۔ اس والا نامہ اور حدیث سے ایک اور صورت بھی عدم جواز کی سمجھی جا سکتی ہے کہ غائبانہ تعریف کر کے یہ خیال رکھے کہ کاش ممدوح کو اس کی خبر ہو جاتی تو یہ ناجائز تعریف کہی جائے گی باقی غائبانہ کسی کے جائز وصف اور کسی کی سچی تعریف بلا کسی اور خیال کے کیا جائے تو اس کے جواز میں کوئی شرعی قباحت نہیں ہے۔ چونکہ حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز پر تقویٰ اور ورع کا غلبہ تھا اور حدیث فمن اتقی الشبہات استبرء لدینہ وعرضہ پیش نظر تھی اس لئے آپ غائب اور حاضر میں کوئی فرق نہیں کرتے تھے۔ سچ فرمایا گیا۔

المتقی من تیق الشبہات۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

⁂

علامۃ المحققین امام المتقین حکیم العالمین، کیا یہ سب جھوٹ نہیں ہے، آپ کو کیا معلوم کہ میں کیسا ہوں اور آپ کو میرے عیوب اور بد باطنیاں جب کہ معلوم نہیں بلکہ صرف حُسن ظن ہی ہے تو غایت ما فی الباب آپ کو مولوی لکھ دینا چاہیئے اگر اللہ تعالیٰ کے یہاں گرفت ہو تو آپ کا کیا جواب ہوگا۔ اور اگر میرا نفس امارہ خبیث ان الفاظ کی وجہ سے تکبر اور غرور میں مبتلا ہو گیا تو میں تو برباد ہوں ہی گا، مگر کیا آپ اس گناہ میں شریک نہ ہونگے اب اس کی مکافات میں مجھ کو بھی چاہیئے کہ میں آپ کو ایسے ہی القاب لکھا کروں۔ غور کیجئے کہ معاملہ کہاں تک پہونچے گا۔ سورۂ نجم میں فرماتے ہیں، هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْۤا اَنْفُسَكُمْ ۗ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى۔ اللہ تعالیٰ تم کو خوب جانتا ہے اس وقت سے جب کہ تم کو مٹی سے بنایا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں حمل تھے تو تم اپنے نفوس کی پاکیزگی مت ظاہر کرو۔ وہ ہی خوب جانتا ہے اس شخص کو جو کہ پرہیزگار رہا۔ سورۂ نساء میں ہے، اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُزَكُّوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَاۗءُ، کیا تو نہیں دیکھتا اُن لوگوں کو جو کہ اپنی پاکیزگی کا اظہار اور دعویٰ کرتے ہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے۔

میرے محترم! یہ طریقہ غلط ہے اور ہم لوگ بے سوچے سمجھے اس غلط طریقہ پر چلے جاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ہم میں غرور اور تکبر کا مہلک مرض روز افزوں ہوتا جاتا ہے ہم تواضع اور انکساری کے الفاظ اپنی زبان سے منافقانہ طریق پر لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہم ذرہ بے مقدار ہیں، ہم عاصی گنہگار ہیں، ہم سب سے بدتر ہیں، ہم ناچیز ہیں، ہم فدوی ہیں، ننگ خلائق ہیں۔ وغیرہ وغیرہ، مگر ہم کو اگر کوئی شخص جاہل یا بددین یا گدھا یا کتا یا سور یا بے ایمان یا مُنافق یا بدمعاش یا چور یا جھوٹا وغیرہ کہہ دیتا ہے تو ہمارے غصہ کا پارہ اس قدر چڑھ جاتا ہے کہ مارنے اور مرنے بلکہ اس سے بھی تجاوز کرنے کو تیار ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ سب جھوٹ اور نفاق نہیں۔ اعاذنا اللہ وایاکم عنھا وعن امثالھا۔

جوابات

(۱) میں لکھ چکا ہوں کہ تعلیم قرآن و حدیث و دینیات پر اُجرت لینی جائز ہے۔ اور اسی پر فتویٰ ہے تو پھر تنخواہ کی کسی مقدار کو شرط کرنا یا اضافہ کی درخواست کرنا وغیرہ مثل دیگر اُجرتوں کے یقیناً جائز ہوگا۔ پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں، علیٰ ہذا القیاس جب کہ امامت، موذنی وغیرہ پر اُجرت لینی جائز ہے تو اس میں بھی یہ سب امور جائز ہونگے۔ اور ایسے امام کے پیچھے نماز صحیح اور کامل ہوگی۔

(۲) عامل نے علوی عمل کر کے اگر میاں بیوی میں محبت پیدا کرادی اختلاف کو دور کر دیا تو اُجرت تو جائز ہو ہی گی ممکن ہے کہ ثواب بھی مل جائے۔ اور اسی طرح اگر دو شخصوں میں (اجنبی مرد اور اجنبی عورت میں) ناجائز تعلق ہو اور تفریق کر دی تو اُمید ہی کہ علاوہ جواز اُجرت کچھ ثواب بھی حاصل ہو جائے۔ نیت پر مدار ہے خلاصہ یہ کہ کسی علوی عمل سے جو کچھ بھی کیا جائے گا وہ نہ صرف جائز ہی ہوگا بلکہ اُجرت لینی بھی جائز ہوگی بشرطیکہ جو کام کیا جائے وہ شرعی کوئی ممانعت اور قباحت نہ رکھتا ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن صحابہ کرام کی اُجرت میں شرکت بھی فرمائی جنھوں نے سورہ فاتحہ پڑھ کر بچھو کے ڈنک مارے ہوئے کو اچھا کیا تھا۔ آسیب کو دور کرنا، جنات کی تکالیف سے نجات دلانا۔ سانپ بچھو کے زہر کو اتارنا۔ مختلف امراض کو تعویذوں سے دور کرنا سب پر اُجرت جائز ہے کسی کو علوی عمل سے تابع کر کے جائز کام لینا جب کہ وہ بخوشی کام کرتا ہو ایسا ہی ہے کہ آپ کسی انسان سے کام لیں اور وہ بخوشی آپ کی تابعداری کرے۔

ہاں وہ تابع جن اگر روپیہ چُرا کر لاتا ہے اور عامل کو معلوم ہے کہ یہ ناجائز چوری سے لایا ہے تو یہ ناجائز ہی ہوگا۔ اور اگر جائز چوری سے لایا ہے مثلاً حربی کفار جو کہ جبراً لوگوں سے روپیہ لوٹ کر جمع کئے ہوئے ہوں اس میں سے لایا ہو اور روپیہ جائز ہوگا۔

ستاروں کی ارواح سے استفادہ علوی اعمال کے ذریعہ سے جائز ہے علیٰ ہذا القیاس

ان کو تابع کرنا۔ البتہ رَمَل سیکھنا سکھانا دونوں ناجائز اور حرام ہیں۔ دفع شر کے لئے اگرچہ بعض حضرات نے اجازت دی ہے مگر فتویٰ عدم جواز کا ہے۔ ان سب امور میں سفلی اعمال ناجائز ہیں کیوں کہ ان میں الفاظ اور اعمال شرکیہ کئے جاتے ہیں۔

(۳) جب کہ بہر حال آپ عملیات سیکھنا چاہتے ہیں تو پوچھتے کیوں ہیں؟ خلاصہ یہ ہے کہ اعمال علویہ خالی از کلمات شرکیہ درست ہیں۔ شوق سے عمل سیکھئے مگر اپنے تحفظ کا پورا خیال رکھئے۔ اور آئندہ کسی ناجائز فائدہ کو اس سے حاصل نہ کیجئے۔ استاد کامل اور اعتماد دلانے والا ہونا چاہیئے۔

(۴) میرے پاس کوئی ایسا تعویذ نہیں ہے اور نہ میں خود عامل ہوں۔

(۵) کسی مُرشد کامل کو تلاش کیجئے اور اس کی ہدایت پر مثل مُردہ فی ید الغسال بن کر جد و جہد کیجئے تو انشاء اللہ صفائی بتدریج حاصل ہوگی۔

(۶) دعاء کرتا ہوں آپ بھی مجھ ناکارہ و نالائق کو دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

(۷) اگر عامل صاحب کے پاس کوئی عمل نہایت قوی اور مجرب سحر کے دور کرنیکا علوی ہو اور اسی طرح سحر کو لوٹانے کا تو مہربانی فرماکر مجھ کو عطا فرمائیں، میں ہمیشہ شکر گذار رہوں گا۔ علیٰ ہذا القیاس آسیب اور جن کو دفع کرنے کا قوی اور نہایت آزمودہ عمل عطا فرمائیں۔ میں صرف مسلمانوں کو نفع رسانی کے لئے یہ چاہتا ہوں، میں خود عامل نہیں ہوں، میرے پاس بہت سے مصیبت زدہ لوگ آتے ہیں۔ اگر تیر بہدف ایسا عمل ہر دو کیلئے بتادیں تو بہت بڑا احسان ہوگا۔ اُن سے سلام بھی عرض کردیجئے۔ نیز یہ بھی کہ اگر کسی کے مکان میں کسی نے جادو کی چیزیں دفن کی ہیں یا جانور یا ہانڈی وغیرہ بھیجی ہیں تو ان کے دور کرنیکا قوی طریقہ کیا ہے۔ دفن کی ہوئی چیز کے معلوم کرنیکا مجرب طریقہ کیا ہے اسکو وہ بتلادیں، بڑا احسان ہوگا تجربات پر اپنا اور میرا نام نہ لکھا کریں احتیاط کے خلاف ہے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۱

محترما! مجھ کو لوگوں نے یہی خبر دی کہ منڈیا ہو میں آپ کو حسب خواہش ملازمت مل گئی ہے اسی وجہ سے آپ وہاں جا کر مقیم ہو گئے ہیں۔ اس بنا پر میں نے لکھا تھا۔ مجھ کو یہ نہیں معلوم تھا کہ آپ پھوپھی صاحبہ کے تقاضوں کی وجہ سے برائے چندے وہاں تشریف لے گئے ہیں مگر اب تو صوبہ دار صاحب اور چیف صاحب آپ کے بہ نسبت سابق زیادہ قدردان ہو گئے ہیں اور آپ کے یہاں قیام کے زیادہ تر خواہشمند ہیں اور غالبًا تنخواہ بھی زیادہ کر دیں۔ اگر یہاں ہی مسجد میں بچّوں کی تعلیم قرآنی اور ابتدائی رسالہائے دینیہ اُردو مثل تعلیم الاسلام۔ نمبر۱۔ نمبر۲۔ نمبر۳۔ نمبر۴۔ آپ شروع کر دیں تو قوی امید ہے کہ دُنیاوی آمدنی کی بھی زیادتی ہو جائے اور مسلمان بچوں کے لکھنے پڑھنے اور مذہبی واقفیت کی صورت بھی ہو جائے اور کیا عجب ہے کہ اسی کے ذریعہ سے آپ کو فلاح دارین کی نعمتیں حاصل ہو جائیں۔ خود سپاہیوں کے بچے اور قرب وجوار کے مسلمان بچے بالخصوص آپ کی برادری کے بچے مستفید ہو جائیں۔ البتہ کوشش اور شوق کی ضرورت ہے۔ مجھے اس کی بے حد خوشی ہوئی کہ آپ کے بہت سے مزمنہ امراض زائل ہو گئے۔ میں امیدوار ہوں کہ بقیہ شکایات کے ازالہ کے لئے بھی کوشاں رہیں گے اور حکیم صاحب (جن کے معالجہ سے فائدہ ہوا ہے) انھیں کے نسخہ جات استعمال کر کے پورے تندرست بننے کے کوشاں رہیں گے۔

مجھے افسوس ہے کہ آپ نے صلوٰۃ الحاجت چھوڑ دی، میں اُمیدوار ہوں کہ اس پر مُداومت فرماتے رہیں۔ آپ نے منڈیا ہو میں رہ کر بچّوں کی تعلیم اور تصحیح عقائد و اعمال کی جو خدمت انجام دی اس پر میں آپ کو مبارک باد دیتا ہوں۔ کاش اس امر میں آپ کی مساعی روز افزوں ہو جائیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔

"یا علی لان یھدی اللہ بک رجلا خیرلک من حمر النعم وفی روایۃ من الدنیا وما فیھا" اے علی اگر اللہ تعالیٰ تمہارے ذریعہ سے ایک آدمی کو بھی ہدایت فرمادے تو تم کو سُرخ اونٹنیوں کے حاصل ہونے سے بھی بہتر ہے۔ (اونٹ جب خوب موٹا اور تازہ ہو جاتا ہے تو اس پر سُرخی آجاتی ہے اہل عرب کو ایسے اونٹ زیادہ پسند تھے) اور ایک روایت میں ہے کہ یہ ایک شخص کا ہدایت یافتہ ہونا تمہارے لئے تمام دنیا اور اس کے اندر کی نعمتوں سے بہتر ہے۔ بنابریں اپنی برادری کے یا اپنے خصوصی، رشتہ داروں کے یا عام مسلمانوں کے بچے، مرد، عورت کا ہدایت پا جانا خواہ چند ہی مسائل میں ہو عظیم الشان نعمت ہے۔ اس میں جدوجہد جاری رکھنا جہاد عظیم کا رتبہ رکھتا ہے۔ منڈیا ہو میں آپ سے نفع ہوا، آپ تو بالکل مایوسی کے کلمات لکھ رہے تھے اور اپنی برادری کے بالخصوص ان اطراف کے لوگوں کے بہت شاکی تھے۔ دیکھئے آپ کی شکایات غلط نکلیں یا نہیں۔

میرے بھائی سب لوگ تو انبیاء علیہم السلام بلکہ تمام انبیاء کے سردار حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی درست نہ ہو سکے۔ ابوجہل، ابولہب، امیہ، ولید بن مغیرہ وغیرہ مکہ میں عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین اور یہود بنی قریضہ و بنی نضیر وغیرہ مدینہ منورہ میں کسی طرح دُرست نہ ہوئے بلکہ خود آپ کے مربی اور چچا ابوطالب تمام کوششوں کے ہوتے مرتے وقت تک کلمہ شریف پڑھنے کے لئے راضی نہ ہوئے، جس پر آیت اتری "انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء" (تم جس کو چاہو ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ جس کو چاہے اللہ تعالیٰ ہدایت کرے گا) میرے بھائی اس طرح مایوس ہونا نہیں چاہیئے۔ لوگوں کی اصلاح اور تربیت میں لگے رہنا چاہیئے۔ ہمارا فریضہ کوشش کرنا ہے کامیابی اللہ تعالیٰ کا کام ہے۔

میں اب عرض کروں گا کہ منڈیا ہو میں یا اور کہیں قرب وجوار میں کسی غریب گھر میں جو کہ

برادری ہی کا ہو نکاح بھی کرلیں، پھوپھی صاحبہ یا دوسری پھوپھی صاحبہ متوائمہ والی وغیرہ سے کوشش کرا کر ان دیہات اور قصبات کی لڑکی سے شادی کیجئے۔ شہر کی اور امیر فرنگی لڑکیاں آرام نہیں پہونچائیں گی اور دیانت داری بھی ان میں کم ہوگی۔ کمائی اور آمدنی کا زیادہ فکر مت کیجئے وہ اپنا رزق لے کر آئے گی۔ ان یکونوا فقراء یغنھم اللہ من فضلہٖ " (اگر میاں بیوی فقیر ہوں تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو غنی کردیگا) جیل کی مسجد والوں سے گفتگو کر لیجئے میں بھی ان کو ترغیب دوں گا، وہ حسب استطاعت آپ کی تنخواہ مقرر کردیں، چیف صاحب اور صوبہ دار صاحب کی توجہ سے انشاءاللہ معاملہ ٹھیک ہو جائے گا۔ لوگوں اور بالخصوص پڑوسیوں کے ساتھ خوش کلامی اور خوش معاملگی کا برتاؤ رکھئے۔ وَلَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَلَا السَّیِّئَۃُ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَبَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ (بھلائی اور برائی برابر نہیں ہیں لوگوں کی برائی کے عوض میں بھلائی کو دفعیہ کا ذریعہ بناؤ تو دشمن ایسا بن جائے گا کہ گویا وہ سچا اور خالص دوست ہے۔) اور اگر بالفرض یہاں صبر نہیں کر سکتے تو والدین کو آمادہ کر کے منڈیاہو وغیرہ میں سکونت اختیار کیجئے۔ دل تنگ مت رہئے میں دعاء کرتا ہوں۔ صلوٰۃ الحاجۃ پر مداومت انشاءاللہ باعث کامیابی ہوتی رہے گی۔

اعمال کے متعلق عرض یہ ہے کہ شمشیر تیغ حیدری میں دو اشکال ہیں اوّل یہ کہ کلمہ، اللہ الصمدی عربیت کے خلاف ہے، قانون عربیت الف، لام اور اضافت دونوں کے اجتماع کے منکر ہیں اس لئے یا تو الف لام نہ ہونا چاہیئے یا اضافت نہ ہونا چاہیئے یعنی یا تو یہ ہو اللہ الصمد یا یہ ہو اللہ صمدی، اسی طرح یا محمدُ مدادی قوانین شریعت کے خلاف ہے کہ اس میں نداء غیر اللہ غیر درود شریف میں لازم آتی ہے۔ اس لئے یا تو یہ ہونا چاہیئے محمدٌ مدادی اور یا یہ ہونا چاہیئے یا محمد صلی اللہ علیک وسلم انت مدادی اور بھی اشکالات ہو سکتے ہیں مگر ان میں قوت نہیں۔ جہاں تک میں سمجھتا ہوں دعاء کی صورت

یہ ہونی چاہیئے ۔ اللّٰہُ صمدی محمدٌ (صلی اللہ علیہ وسلم) ملَادِی یَا حَقُّ یَا حَقُّ یَا حَقُّ یابُدُّوحُ یَابُدُّ وحُ یَابُدُّوحُ حَقٌّ حَقٌّ حَقٌّ شَمۡشِیۡرٌ شَمۡشِیۡرٌ شَمۡشِیۡرٌ یَا حَیُّ یَا قَیُّوۡمُ یَا حَیُّ یَاقَیُّوۡمُ یَا حَیُّ یَاقَیُّوۡمُ یَاعَلِیُّ یَاعَلِیُّ یَاعَلِیُّ ۔ (چونکہ علی اسماء الٰہیہ میں سے ہے اسلئے یہاں نداء لفظ یا علی میں نداء غیر اللہ نہ ہوگی ۔)

(۱) اب ضرورت یہ ہے کہ عامل صاحب سے پوچھا جائے کہ اگر شمشیر تیغ حیدری مندرجہ بالا کلمات سے پڑھی جائے تو اجازت ہے یا نہیں اور مفید ہوگی یا نہیں ممکن ہے آپ نے جو کلمات لکھے ہیں اُن میں آپ سے یا پہلوں سے غلطی ہوئی ہو ۔

(۲) یہ طریقہ اور آیت وَلَقَدۡ فَتَنَّا سُلَیۡمٰنَ ۔ الآیہ و آیت وَاِذَا بَطَشۡتُمۡ الآیہ ان کی اجازت عامل صاحب مجھ کو عنایت فرماتے ہیں یا نہیں، آپ نے اُن سے دریافت کر لیا ہے یا نہیں ؟ ۔

(۳) سحر میں بسا اوقات جانور بھیجا جاتا ہے کوا وغیرہ اور اُس کے گلے میں تعویذ یا دھاگا وغیرہ بندھا ہوا ہوتا ہے یا مکان میں کوئی چیز دفن کر دی جاتی ہے یا مکان میں کنکریاں وغیرہ پڑھ کر ڈال دی جاتی ہیں اُن کے دفعیہ اور مدفون چیز اور جگہ کے معلوم کرنے کا ذریعہ اگر کوئی قوی ہو تو وہ بھی دریافت فرما لیجئے ۔

(۴) بان کیا چیز ہے کیا اسی جادو کی ہانڈی کو کہتے ہیں یا اور کوئی چیز ہوتی ہے ہانڈی تو ہمیشہ نظر نہیں آتی ہے ۔ بعض اوقات تو ہانڈی اور پتلا وغیرہ بنا کر زمین میں دفن کر دیتے ہیں یا پانی میں بہا دیتے ہیں ۔

وعظ کے متعلق عرض ہے کہ اس میں متعدد اصلاحات کی ضرورت ہے مگر لکھنے میں بہت ہی زیادہ طوالت ہے، اگر ملاقات نصیب میں ہے تو بوقت فرصت اس کو سامنے رکھ کر جہاں جہاں اصلاحات ہوں گی عرض کروں گا ۔ (انشاء اللہ) مثلاً تشددات حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں نہ تھے بلکہ شریعت محمدی سے بھی بعض آسانیاں تھیں ۔

وَلِاُحِلَّ لَكُم بَعضَ الَّذِي حُرِّمَ عَلَيكُم -الآیہ ، یہ اس کی نص ہے. ہاں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی شریعت میں بہت سختیاں تھیں، فَبِظُلمٍ مِنَ الَّذِينَ هَادُوا -الآیہ - اور دوسری آیتیں اس پر دلالت کرتی ہیں، بہر حال جو کچھ آپ نے اہل منڈیا ہو کو تلقین کیا مفید ہے. آپ اسی طرح لوگوں میں تلقین فرماتے رہیں اور حضرت مولانا اشرف علی صاحب مرحوم کے مواعظ مسمی بہ اشرف المواعظ وغیرہ مطالعہ کیا کریں. نیز تفسیر عزیزی پارہ عم وتبارک دیکھا کریں، انشاء اللہ تھوڑے دنوں میں مشق عمدہ ہو جائے گی. بلکہ مشق کا عمدہ طریقہ یہ ہے کہ کمرہ کو بند کر کے مضمون کو تنہائی میں بیان کیا جائے اور تصور یہ ہو کہ لوگ میرے سامنے موجود ہیں میں ان کو فہمائش کر رہا ہوں اور پھر مجامع میں خواہ دو چار ہی آدمی ہوں تقریر کرتے رہا کریں ہاں ضرورت اس کی ہے کہ غلط اور کمزور روایتیں اور فضول قصوں سے پرہیز رکھا جائے اور ہمیشہ نیت یہ ہو کہ مسلمانوں اور انسانوں کو ہدایت ہو اور ان کی بُرائیاں اور غلطیاں دور ہوں اور وہ فریضۂ تبلیغ جو ہر مسلمان پر اس کے علم کے مطابق عائد ہوتا ہے ادا ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے رضا کی صورت پیدا ہو. نام ونمود اور اپنی شہرت اور دنیا طلبی سے بچا جائے. ہر مسلمان پر ضروری ہے کہ جو باتیں دین کی اس کو معلوم ہیں اس کی تبلیغ کرے اور دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی ہمیشہ زبان اور دل، اور ہاتھ پیروں سے کرتا رہے، آپ نے اسی نظریئے کے ماتحت پھوپھی صاحبہ کے حکم سے یہ وعظ کہا تھا اس لئے کوئی وجہ گناہ کی نہیں ہو سکتی. آپ کے بیان میں کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو کہ خلاف شریعت ہو بلکہ مفید نصیحتیں ہیں. والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۲

میرے محترم! قرآن مجید ایک ایسی عظیم الشّان نعمت ہے جس کے برابر کوئی نعمت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کی کوئی صفت اس عالم ظاہری میں اس طرح لکھی ہوئی موجود نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے اپنے صفت کلام قدیم کو ان الفاظ اور عبارات کے لباس میں ظاہر فرمایا ہے۔ اس سے پہلے پیغمبروں پر اللہ تعالیٰ کی کتابیں اتاری گئیں مگر وہ کلام خداوندی نہیں تھیں، اور یہ کلام اور کتاب دونوں ہے، یہ حصہ فقط ہمارے آقا حضرت خاتم النّبیین علیہ الصّلوٰۃ والسلام کا تھا۔ اسی وجہ سے اس کی حفاظت کا ذمہ دار بھی خود اللہ تعالیٰ ہوا۔ "اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّکْرَ وَاِنَّا لَہٗ لَحَافِظُوْنَ" جیسے دُنیاوی بادشاہ اپنے خاص ملازموں اور خاص خاص سپاہیوں سے کام لیتا ہے اور پھر اسکو اپنا کام بتاتا ہے کہتا ہے ہم نے فلاں ملک فتح کیا۔ ہم نے فلاں قلعہ بنوایا، ہم نے فلاں دشمن کو شکست دیا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنے ملازمین خاص کے ذریعہ سے اس قرآن کی حفاظت کراتا ہے اور اُن کی حفاظت کو اپنا فعل قرار دیتا ہے اس سے آپ حافظان قرآن کی خصوصیت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قوی کا اندازہ کر سکیں گے فرمایا وَاِنَّا لَہٗ لَحافظون۔ دوسری جگہ ہے ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْکِتَابَ الَّذِیْنَ اصْطَفَیْنَا مِنْ عِبَادِنَا الآیہ۔ (پھر اپنی کتاب کا وارث ہم نے اُن لوگوں کو کیا جن کو ہم نے اپنے بندوں میں سے چھانٹ لیا تھا۔)

حاشیہ مکتوب ۱۲:- حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے جو یہ تحریر فرمایا ہے کہ قرآن مجید کے علاوہ اور جملہ کتب سماویہ کتاب الٰہی ہیں مگر کلام الٰہی نہیں ہیں بڑی گہری بات اور قرآن حکیم کے حق میں ایک آخری تحقیق ہے۔ جس کی مزید تشریح رسالہ تذکرہ دیوبند کے متعدد نمبروں میں درس قرآن کے عنوان سے مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہٗ نے فرما دی ہے وہاں دیکھ لیا جائے۔ ناچیز اپنے طور پر ایک دوسرے انداز سے روشنی ڈالنا چاہتا ہے تاکہ اس طرح کے کلامی مباحث صاف اور سیدھے طریقے پر سامنے آجائیں اور بلا وجہ کی کج بحثی جو علم کلام میں موجود ہے اس کی عدم ضرورت واضح ہوجائے اور یہ بات کھل کر سامنے آجائے کہ صحابہ و تابعین کا طریق بحث

ونظر وہ نہیں تھا جو متکلمین نے اختیار کیا، درانحالیکہ ان کا علم بڑا ہی گہرا اور چشمۂ نبوت سے بواسطہ پہونچا تھا اور زمانہ خیر و برکت سے بہت ہی قریب کا تعلق رکھتا تھا۔ ظاہر ہے کہ جہاں سے چشمہ پھوٹتا ہے اس کا پانی اور وہ پانی جو نہ جانے کتنے دراز راستوں سے چکر کاٹتا ہوا حاصل ہوتا ہے دونوں کی کیفیت میں وہ بات نہیں ہو سکتی ہے جو منبع اور سرچشمہ سے نکلے ہوئے صاف اور شفاف اور گرد وغبار خس وخاشاک سے پاک پانی کی ہوتی ہے۔ بعینہ یہی حال صفات خداوندی کی تعبیر میں ہوا اور اللہ تعالیٰ کی کئی صفات میں سے سات صفتیں جو کہ ذاتی ہیں، یعنی حیات، علم، قدرت، ارادہ، سمع وبصر اور کلام اور دوسری صفات جو کہ فعلی ہیں جیسے جلانا، مارنا، پیدا کرنا، روزی دینا اور جزا وسزا، وغیرہ، جن کا صدور اس وقت ہوتا ہے جب کہ ان کی ضرورت ہو ان کے متعلق بحث شروع ہوگئی حالانکہ یہ صفات اس کی ذات کے ساتھ ہمیشہ سے ہیں اور ہمیشہ رہیں گی۔ اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفات میں سے ایک اہم صفت صفتِ کلام بھی ہے، قرآن مجید میں سورہ بقرہ، سورہ نساء، سورہ شعراء، سورہ نمل، سورہ قصص، سورۂ فتح، اور سورہ آل عمران وغیرہ کی آیات اس پر شاہد ہیں کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کا کلام ہے، کلام کرنے کا طریقہ بھی قرآن ہی نے بتایا ہے، سورہ شوریٰ کو پڑھئے آیت وَمَا كَانَ لِبَشَرٍ الخ سے ثابت ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں سے تین طریقہ سے ہمکلام ہوتا ہے، براہ راست بندوں کے دل پر بیداری یا خواب میں القاء کرتا ہے یا پردے کے پیچھے سے حضرت موسیٰ کی طرح بات کرتا ہے۔ یا کسی فرشتے کے ذریعہ نبی کے پاس اپنا پیغام بھیجتا ہے، اس سے واضح طور پر یہ بات نکلتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں جس طرح اپنی ذاتی وفعلی صفات کو پیش کیا اور آنحضرت صلعم نے ان کی جس طرح تعبیر کی اس کو آپ کے صحابہ نے بلا چون وچرا تسلیم کر لیا اور ان کو اسی طرح سمجھا جس طرح آج ایک خالی الذہن آدمی اس کے مطالب سمجھ لیتا ہے۔ یہ تاویل کی وبا ایرانی، شامی اور مصری اپنے فلسفیانہ اور متکلمانہ دل ودماغ کے ساتھ نے کر اسلام کے حلقے میں داخل ہوتے گئے اور یہ صاف چشمہ مکدر ہوتا گیا جس کا بادائے آدم مامون عباسی ہے چنانچہ مسئلہ خلق قرآن ۲۱۲ھ میں شروع ہوا اور صفات الٰہی کا انکار کیا گیا تو پھر لامحالہ اس کی ایک اہم صفت کلام کا بھی انکار کرنا پڑا جس کے نتیجہ میں آیت " کلم اللّٰہ موسیٰ تکلیما " کے یہ معنی بیان کئے جانے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے درحقیقت حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کوئی بات چیت نہیں کی بلکہ اللہ نے آواز کو ہوا میں پیدا کیا اور حضرت موسیٰ نے درخت سے آواز سنی۔ آگے چل کر مسئلہ خلق قرآن کی بدعت اور بحث شروع ہوئی اور یہ کہا جانے لگا کہ حروف کی یہ ترتیب اور شکل وصورت قدیم سے موجود نہیں تھی بعد کو پیدا ہوئی اور اس طرح آیات قرآن سے استدلال کیا جانے لگا۔ " اللّٰہ خالق کل شئ " قرآن بھی شے ہے۔ " قل ای شئ اکبر شہادۃ " شی کا اطلاق اللہ پر۔ " انا جعلناہ قرآناً عربیا " معنی خلقناہ کے کئے گئے، اسی آیت کو ابن ابی داؤد نے حضرت امام احمد بن حنبل رضی اللہ عنہ کے سامنے رکھا تھا جس کا جواب امام رحمہ اللہ نے دوسری آیت " فجعلھم کعصف ماکول " پڑھ کر بنیاد کی اینٹ کو بکھیر دیا، تاریخ بتا رہی ہے

میرے محترم بھائی کیا یہ نعمت کوئی کم ہے جو کہ ازل سے آپ کے لئے مقرر کی گئی تھی، اللہ تعالیٰ کے چنے ہوئے اور مصطفیٰ لوگوں میں آپ کا شمار ہو۔ اللہ تعالیٰ کے کلام قدیم کا آپ کا سینہ خزانہ بنے، اس کے بنائے ہوئے الفاظ اور حروف آپ کی زبان پر جاری ہوں۔ خداوند کریم ربّ العالمین کے ملازمین خاص میں آپ کو جگہ ملے، بتلایئے کیا اس کے

حاشیہ مکتوب ۱۲: ۔ کہ اہل سنت میں اختلاف ہوا کہ انبیاء علیہم السَّلام نے جو خدا کا کلام سنا وہ کلام لفظی ہے یا کلام نفسی؟ یہاں سے کلام نفسی کا وجود ہوا اور کلام لفظی کو حادث مانا گیا، حالانکہ قرآن حکیم صراحۃً اس کے خلاف ہے کہ یہ کلام نفسی ہے بلکہ کلام لفظی ہی ہے اور ایسا کلام ہے جو دوسروں کو سنائی دے سکتا ہے۔ متبعین کتاب و سنت نے عقلی قیاس آرائی کے آگے سر نہیں جھکایا ورنہ کتاب اللہ کا بھی وہی حشر ہوتا جو توریت وغیرہ کا ہوا۔ بلکہ ان کا صاف اور دوٹوک فیصلہ ۔ والحق فی ہذہ المسئلۃ ان لفظ القرآن الکریم ومعناہ کلاھما من الرحمٰن الرحیم وکلامہ سبحانہ حرف وصوت کما نطقت بہ الاحادیث الصحیحۃ، "والکلام النفسی الذی اثبتہ الاشاعرۃ لا صحۃ لہ فی الکتاب والسنۃ وکما ان کلامہ لیس لہ مثل فکذلک حرفہ وصوتہ لا مثل لھما وتنزیلہ علی منازل کلام البشر وسائر مخلوقاتہ وصفاتہ لا یجوز لیس کمثلہ شیٔ ولم یکن لہ کفوا احد" (التاج المکلل من الطراز الآخر والاول ص۱۳۵) یہی مسلک یعنی قرآن کے الفاظ ومعانی وحروف اور آواز سب اللہ رب العالمین کے ہیں اس کو مخلوقات کے کلام پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے کیونکہ کوئی اس کے جوڑ کا نہیں۔ اور نہ وہ کلام حادث ہے بلکہ قدیم ہے، علماء سلف کا یہی عقیدہ اور امام احمدؒ اور قاضی ابویوسفؒ کا بھی یہی مذہب ہے "ان الکلام اللفظی قدیم"! ملاحظہ ہو تصنیفات ابن تیمیہ و تحقیق مولانا مدنی رحمہما اللہ تعالیٰ ممکن ہے کسی کو شبہ یا یہ خیال ہو کہ آیت یُحَرِّفُوْنَ الْکَلِمَ مِنْ بَعْدِ مَوَاضِعِہٖ، اور آیت ۔ وَکَتَبْنَا لَہٗ فِی الْاَلْوَاحِ مِنْ کُلِّ شَیْءٍ مَّوْعِظَۃً وَّتَفْصِیْلًا لِّکُلِّ شَیْءٍ ۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ توریت بھی کلام خداوندی ہے وغیرہ وغیرہ، جواب یہ ہے کہ سبب لعنت احکام الٰہی کو موقع و محل سے ہٹا دینا تحریف معنوی کرنا ہے نہ کہ اصل توریت جو کہ مشرق و مغرب میں پھیل چکی تھی کہ اس کو تبدیل کر دینا غیر ممکنات میں سے تھا چنانچہ آیت رجم کے سلسلہ میں توریت کا پیش ہونا اور یہود کا چھپانا وغیرہ مشہور واقعہ بسند صحیح موجود ہے۔ صاف بات ہے کہ بعض جگہ یہود نے بڑھا دیا اور بعض چیزوں میں تھوڑی سی کمی کر دی، اصل توریت باقی رہی۔ آیت سورہ اعراف سے صرف اتنا معلوم ہوتا ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کو جو شریعت دی گئی وہ تحریری طور پر دی گئی ظاہر ہے کہ تحریر کلام نہیں، واللہ اعلم۔ (اصلاحی)

برابر تمام دُنیا اور اس کی نعمتیں ہو سکتی ہیں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ وہ حافظ قرآن جس نے اس کو بخوبی یاد کیا تھا اور اس پر عمل کرتا تھا اُس کی شفاعت اُس کے خاندان کے ایسے دس آدمیوں کے لئے منظور کی جائے گی جو کہ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے دوزخی ہو چکے ہوں گے اس کی شفاعت کی وجہ سے وہ دوزخ سے نکال دیئے جائیں گے اور جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے۔ یہ حدیث نہایت صحیح اور قوی ہے، دوسری حدیث میں ارشاد ہے کہ حافظ قرآن کو جنت کے نیچے کے دروازہ پر کھڑا کر دیا جائے گا اور کہا جائے گا کہ جس طرح تو دُنیا میں قرآن پڑھا کرتا تھا۔ اسی طرح قرآن پڑھتا ہوا جنّت کی سیڑھیوں پر چڑھ جہاں تیرا قرآن ختم ہو گا وہاں تیری منزل جنت میں ہو گی۔ ذرا غور فرمائیے کہ دونوں بشارتیں جو کہ نہایت قوی حدیثوں سے ثابت ہیں ان کے سامنے دُنیا کی بادشاہت اور دُنیا کی کسی نعمت کی کوئی قدر شمار کی جا سکتی ہے؟ اسی واسطے ارشاد ہے "وَلَقَدْ آتَيْنَاكَ سَبْعًا مِنَ الْمَثَانِي وَالْقُرْآنَ الْعَظِيمَ لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ إِلَىٰ مَا مَتَّعْنَا بِهِ أَزْوَاجًا مِنْهُمْ" الآیہ۔ ترجمہ:۔ ہم نے دی ہیں تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا۔ مت اٹھا اپنی آنکھیں ان چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے اُن کے کئی طرح کے لوگوں کو۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جس کو اللہ نے قرآن دیا ہو پھر کسی کی اور نعمت کو دیکھ کر جو ہوس کرے تو اُس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

احادیث صحیحہ اور آثار نیز دلالات قرآنیہ اس نعمت کی بڑائی اور بزرگی میں بیشمار ہیں نہ ان کا سب کا پیش کرنا مقصود ہے اور نہ اس کا موقعہ ہے مگر جو امور میں پیش کر چکا ہوں یہ میرے مقصد کے لئے کافی ہیں ان سے چند نتائج نکلتے ہیں۔

(۱) اس عظیم الشان مقصد کے لئے جو کچھ بھی قربانی کی جائے وہ تھوڑی ہے خواہ وقت کی ہو خواہ عمر کی ہو، خواہ مال کی ہو، خواہ راحت و آرام کی ہو، خواہ دنیاوی عزت

وجاہ کی ہو۔

(۲) قرآن مجید کے یاد کرنے اور اس کے بار بار تلاوت کرنے میں پوری جد وجہد کرنی چاہیئے اور حتی الوسع کوشش ہونی چاہیئے کہ جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو پڑھتے تھے اس طرح پڑھا جائے، یعنی تجوید بھی ہو، ترتیل بھی ہو، معانی کا دھیان بھی، حضور قلب بھی ہو، مقدار تلاوت کی زیادتی بھی ہو، مداومت بھی ہو۔

(۳) قرآن کو محض اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی اور اس کی کتاب کی حفاظت کے لئے یاد کرنا اور پڑھنا ہو دُنیا حاصل کرنے کے لئے نہ ہو۔ اس کے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ سے تعلق بڑھایا جائے نفس کی خرابیوں اور کثافتوں کو دور کیا جائے اس کو آلہ حطام دُنیا (دنیا کا اینددھن) نہ بنایا جائے جیسا کہ بہت سے بیوقوف حفاظ آج عمل کر رہے ہیں۔

(۴) اس نعمت کو تمام دنیا اور آخرت کی نعمتوں سے بالاتر سمجھا جائے اور اس کی قدر و منزلت کی جائے اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا شکر کیا جائے اور اگر دنیاوی مشکلات پیش آئیں تو صبر کیا جائے اور ایسے کلمات اور اعمال ہرگز نہ کئے جائیں جن سے اس نعمت کی بے قدری اور دوسری نعمتوں کی بالخصوص دنیاوی اور مالی نعمتوں کی عزت سمجھ میں آئے۔

(۵) اگر کسی شخص کو اشرفیوں یا ہیرے جواہرات موتیوں کی بڑی تھیلی مل جائے تو وہ کوڑیوں پیسوں روپیوں کی تھیلیوں بلکہ ڈھیر کی طرف آنکھ بھی نہیں اٹھاتا ان کے حاصل کرنے کی کوشش کرنا یا اُن کی طرف راغب ہونا تو درکنار۔ اسی طرح جس کو اتنی بڑی عظیم الشان نعمت مل جائے حطام دُنیا مال، عزت، گھر دوار، باغ، زمین وغیرہ کی طرف اس کو توجہ کرنا اور اُن چیزوں میں سرگرداں رہنا اور دل و دماغ میں اس کو بسانا وغیرہ درست نہ ہوگا۔ ہاں عقل اور سمجھ سے خالی ہو جاوے اور بالکل بچّوں کیطرح بے سمجھ اور بے عقل ہو جائے جو کہ ریوڑی کے ڈھیر پر اشرفیوں اور روپیوں کو قربان کر دیتے ہیں تو البتہ اس سے یہ فعل سرزد ہوگا اور اس کی انتہائی بے عقلی اور جہالت اور کفران نعمت میں سے شمار کیا جائیگا۔

(۶) اگر کسی شخص کو شہنشاہِ زماں نے پسند کر کے اپنے خصوصی غلاموں اور خادموں میں جگہ دے دی تو وہ شخص ماوشما تو درکنار بڑے بڑے نوابوں راجاؤں اور وزیروں تک کو خیال میں نہیں لاتا ہے بلکہ سب اس کے سامنے سر جھکاتے ہیں اور وہ اپنی عزت اور مرتبہ سب سے اونچا سمجھتا ہے، اسی طرح وہ شخص جس کو اللہ تعالیٰ نے ازل سے چُن کر اپنے کلام قدیم کا مُحافظ بنایا اور اپنے خاص مصطفی بندوں میں اس کو جگہ دی حیف بلکہ صد حیف ہوگا اگر اُس نے اہل دُنیا اور اہلِ ثروت کو اپنے سے بالاتر سمجھ کر اُن کی ثروت اور دنیا کی خواہش اور طمع کی اور اس میں اپنی عزت اور وقعت سمجھی۔

میرے محترم! مذکورہ بالا مقدمات اور نتائج پر غور کیجئے اور اگر میں غلط کہتا ہوں تو مجھ کو تبلائیے۔ یقیناً آپ کو خوش وخرم رہنا چاہیئے اور ہمیشہ شکر کرتے رہنا چاہیئے، کہ اللہ تعالیٰ نے اس طرح نوازا ہے۔ آپ فرمائیں گے کہ اس دنیا میں کھانا، پینا، پہننا، اوڑھنا، رہنا سہنا ضروری ہے بغیر اس کے نہ دین کا کام ہو سکتا ہے نہ دنیا کا پھر اگر ہم قرآن اور دین کی خدمت ہی میں لگے رہیں اور ان ضروریات زندگی کا سامان نہ کریں جو کہ بغیر پریشانی اور جدوجہد حاصل نہیں ہوتیں تو کس طرح کام چل سکتا ہے؟

میرے محترم! میں! طلب رزق میں کوشش کرنے کو منع نہیں کرتا۔ میں دنیا اور اس کی عزت کو آپ کے قلب اور دماغ میں جگہ دینے اور اس میں قلب اور دماغ کو پریشان رکھنے، اپنی حاصل کردہ عظیم الشان نعمت کو حقیر بلکہ لایعنی سمجھنے اور اہل ثروت کی نعمتوں کو عزیز ترین سمجھنے اور اس کے لئے سرگرداں ہونے کو منع کرتا ہوں۔ جس طرح مکان میں پاخانہ ضروری ہے اس میں روزانہ تھوڑا وقت صرف کرنا ضروری ہے جو مکان اس سے خالی ہو وہ مکان ناقص ترین مکان سمجھا جاتا ہے، جس شخص کو روزانہ کچھ وقت بھی پاخانہ میں صرف کرنے کی حاجت نہ ہو تو وہ بیمار شمار کیا جاتا ہے، اسی طرح دنیاوی جدوجہد اور اس کے ذرائع واسباب ہیں۔ بقدر ضرورت ان میں وقت خرچ کیجئے اور دل ودماغ کو

اللہ تعالیٰ اور اس کے دین اور کلام میں لگائیے۔

ذرا غور کیجئے اور اپنی معیشت موجودہ اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معیشت کا مقابلہ کیجئے، آپؐ کے کھانے کو آپؐ کے پینے کو، آپؐ کے پہننے کو، آپؐ کے مکان کو، آپؐ کے ساز و سامان کو، مجھ کو یقین کامل ہے کہ آپ اپنے آپ کو ان دنیاوی ضروریات میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بدرجہا افادیت میں پائیں گے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام عمر بالخصوص زمانہ رسالت میں جو کی روٹی بھی ایک وقت پیٹ بھر کر نہیں ملی۔ آپؐ کو متواتر فاقوں پہ فاقے کرنے پڑتے تھے۔ آپؐ کے گھر میں دو دو مہینے کامل آگ نہیں جلتی تھی۔ گیہوں کے آٹے کی روٹی تو در کنار۔ آپؐ کا مکان بلکہ سب حجرے کچی اینٹوں کی دیوار والے تھے۔ چھت پر صرف کھجور کے پتے رکھے ہوئے تھے پانی برستا تھا تو اندر آتا تھا۔ چھت اتنی اونچی تھی کہ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں مراہق (قریب بلوغ) تھا آنحضرت علیہ السلام کے حجرہ میں جب جاتا تھا تو میرے سر سے اس کی چھت لگتی تھی، بستر موٹے ٹاٹ یا چمڑے کا ہوتا تھا جس میں کھجور کے جالے بھرے ہوئے تھے۔ اب آپ فرمائیے کہ آپ کا مکان، آپکا کھانا پینا وغیرہ اسی قسم کی تنگی رکھتا ہے یا اس سے زیادہ پیمانہ پر ہے۔ صحابہ اور اصحاب صفہ کی تنگیٔ معیشت کا یہاں تذکرہ ہی نہیں کیا جا سکتا، جن میں بعض بعض کو بھوک کی وجہ سے غشی پر غشی آتی تھی اور ممبر شریف سے محراب شریف تک چلنے میں گرتے پڑتے تھے۔ جس طرح مرگی والا گرتا ہے۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ جو کہ صحابۂ کرام میں سب سے زیادہ حافظ حدیث ہیں ان کا یہ حال تھا اگر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بعد کے اولیاء اللہ اور اماموں کے احوال ذکر کروں تو بہت بڑا دفتر ہو جائے۔

اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کو دنیاوی تنگی میں مبتلا کیا جاتا ہے یہ خوشی کی بات ہے دل تنگی اور رنج کی نہیں۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اشد الناس

بلاءً الا نبیاء ثم الا مثل فالا مثل" سب سے زیادہ آزمائشیں انبیاء علیہم السلام پر آتی ہیں۔ پھر درجہ بدرجہ اُن کے مثلوں اور تابعداروں پر آتی ہیں۔ اگر کوئی شخص دین دار ہے اور پھر دُنیاوی تنگیوں اور مصیبتوں میں مبتلا ہے تو اس کے لئے خوشخبری ہے کہ وہ انبیاء علیہم السّلام کی وراثت سے حصّہ دار ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے خاص بندوں کو دُنیاوی تکالیف میں ڈالتا ہے اور اس کے ذریعہ سے ان کے ذنوب اور گناہوں کو دور کرتا ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں "من یرد اللہ بہ خیرا یصیب منہ" اللہ تعالیٰ جس کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کرتا ہے اس کو مصائب میں مبتلا فرماتا ہے۔ آپ فرمائیں گے پھر ماں باپ کو کیا کروں وہ اس عیش اور زندگی پر قانع نہیں ہوتے وہ چاہتے ہیں کہ جس طرح ممکن ہو میں اُن کو کما کر لالا کر دوں، تو میرے محترم یہ اُن کی نادانی ہے۔ اور حقیقی کامیابی اولاد کی اور اپنی نہیں سمجھتے۔ آپ کے حفظ قرآن اور دین دار ہونے سے اُن کی آخرت کی زندگی جس کی کوئی حد اور مُدّت نہیں ہے، یقیناً سنور گئی اُن کو اس پر انتہائی خوش رہنا چاہیئے اور موٹے جھونٹے رزق پر قناعت کرنی چاہیئے۔ افسوس ہے کہ وہ نہیں سمجھتے آپ کو ان کا مقابلہ نہ کرنا چاہیئے، اور ان کو خوش رکھنا چاہیئے اور اپنے متوسط درجہ کے طلب رزق سے ان کی خدمت کرتے رہنا چاہیئے۔ خدا کو ناراض کر کے ماں باپ کو راضی کرنے کا حکم نہیں ہے، کیا آپ کے لئے جائز ہوگا کہ چوری ڈکیتی یا حرام طریقہ پر مال حاصل کر کے ماں باپ کو خوش کریں۔؟

بہر حال آپ حفظ قرآن اور استقامت علی الدین میں کوشاں رہیں اور بڑی مستعدی سے کوشاں رہیں اور اس کو اللہ تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی نعمت سمجھیں اور حطام دُنیا کی کمی پر دل تنگ نہ ہوں، معاش کے واسطے ممکن اور جائز درجہ تک ظاہری جدو جہد بھی جاری رکھیں اللہ تعالیٰ مدد فرمائے گا۔ ماں باپ کا دل کبھی نہ دکھائیں، وہ بُرا کہیں، گالیاں دیں،

ماریں پیٹیں تو آپ مردانہ وار صبر کریں مقابلہ ہرگز نہ کریں۔

آپ کی جو مشکلات معاشیہ ہیں خواہ مکان کے متعلق ہوں یا خورد ونوش وغیرہ کے حسب بیان بالا ان میں آپ کو صبر وشکر قناعت وتحمل سے کام لینا چاہیئے۔ قلب و دماغ کو ان میں پریشان نہ کرنا چاہیئے۔ دن و رات اسی دُھن اور فکر میں نہ رہنا چاہیئے۔ توسط اور تقویٰ کے ساتھ عملی کارروائی کرنی چاہیئے، اللہ تعالیٰ پر اعتماد اور توکل چاہیئے۔ وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰہَ یَجْعَلْ لَّہٗ مَخْرَجًا وَّیَرْزُقْہُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ وَمَنْ یَّتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ فَھُوَ حَسْبُہٗ (الآیہ) جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا رہے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ مشکلات سے نکلنے کا راستہ کردے گا اور ایسی جگہ اور طریقہ سے رزق پہونچائے گا کہ جس کا اس کو وہم وگمان بھی نہ تھا اور جو اللہ تعالیٰ پر توکل اور اعتماد کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو کافی ہوگا صلوٰۃ الحاجۃ پر بلاناغہ مداومت کیجئے۔ انشاء اللہ رفتہ رفتہ مشکلات حل ہوتی جائیں گی۔

لوگوں کی حالت اس زمانہ میں ایسی ہونی مستبعد نہیں زمانۂ رسالت (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کو چودہ سو برس ہو گئے، کفار کی حکومت ہے۔ ملک میں اکثریت کفار کی ہے۔ پھر جس قدر بھی کفر والحاد بے دینی اور بے غیرتی فسق وفجور ترقی پائے کچھ تعجب نہیں ہے اور اگر ایسا نہ ہوتا تو آپ کو تبلیغ وتفہیم کی ضرورت ہی .... کیا ہوتی اور اس قدر اجر عظیم کا وعدہ کیوں ہوتا۔ بہرحال اس میدان میں کوشاں رہیں اور لوگوں کو ہدایت کرتے رہیں بہت بڑے اجر وثواب کی بات ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں "یا علی لان یھدی اللّٰہ بک رجلا خیر لک من الدنیا وما فیھا" اے علی تمہارے ذریعہ سے اللہ تعالیٰ ایک آدمی کو بھی ہدایت دیدے تو تمہارے لئے ساری دُنیا اور اُس کے اندر ہونے والے مال ومتاع سے بہتر ہے۔

علم تجوید ہندوستان میں الہ آباد ہی سے پھیلا ہے۔ قاری عبدالرحمٰن صاحب کے تلامیذ اکثر اطراف میں تعلیم دیتے ہیں۔ آپ کو بوقت فرصت قاری صاحب مرحوم کے

شاگردوں سے اس کو حاصل کر لینا چاہیئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ رجب ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۱۳

محترما! مشاغل کی کثرت، طبیعت کی کسل مندی، احباب کی آمد و رفت اسکی باعث ہوتی ہے کہ جلد جواب نہ دے سکوں۔ میں آپ کے جذبہائے محبت کا شکر گذار ہوں۔ یہ آپ کی قدر افزائی ہے جو کہ میرے عیوب اور گناہوں سے عدم اطلاع اور حسن ظن کی بنا پر پیدا ہوئے ہیں۔ الحمد للہ والمنۃ کہ اس نے پردہ پوشی کر رکھی ہے۔ وہ ستار العیوب ہے ورنہ ہم جیسوں سے بیعت کی درخواست کوئی معنی نہیں رکھتی۔ میں اپنے نام پر ننگ اسلاف حقیقی طور پر لکھتا ہوں صرف رسمی بات نہیں ہے ہاں اگر اللہ تعالیٰ دوستوں کے ظنون حسنہ کو واقعی جامہ پہنا دے جیسا کہ اس کے کرم و وجود سے مستبعد نہیں ہے، وہ قطرۂ ناچیز کو دریا اور ذرۂ خاک کو پرنور سر تا پا کرنے والا ہے تو زہے نصیب ؎

مگر چوں شہ مرا افشاند از خاک سزد گر بگذراند سر ز افلاک

آپ میرے پاس ہونے کی درخواست فرماتے ہیں۔ مہربان من! میں خود مصیبت میں مبتلا ہوں اس کی تمنا کس طرح درست ہو سکتی ہے۔ والدین ماجدین آپ کو طلب علم کی اجازت نہیں دیتے مصیبت میں مبتلا ہونے کی اجازت کس طرح دے سکتے ہیں۔ میں پہلے عریضہ میں عرض کر چکا ہوں کہ کسی متدین صاحب طریقت کو تلاش کیجئے۔ اور الٰہ آباد اور اس کے قرب و جوار میں ایسے لوگوں کی کمی نہیں ہو سکتی۔ امت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام اہل اللہ سے خالی نہیں ہو سکتی۔ جب کوئی ایسا شخص ملے

تو اس سے بیعت کریں اور خوب جانچ پڑتال کر کے بیعت ہوں، فقط سنی سنائی باتوں اور ظن و تخمین اور چکنی چوپڑی باتیں بنانے پر اعتماد نہ کریں۔ ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست — پس بہر دستے نہ باید داد دست

اور اگر کوئی قابل اور متدین شیخ طریقت نہ ملے تو اس کے ملنے تک انتظار کریں، احکام شرعیہ پر مضبوطی سے قائم رہیں، بیعت ضروری اور فرض نہیں، نجات اخروی اس پر موقوف نہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۱۴

؎ بنے کیوں کر کہ ہے ہر بات الٹی — ہم الٹے، یار الٹا، بات الٹی،

مخدوما! مریدوں کا زیادہ ہونا۔ اپنے نام لیوا اور تابعدار زیادہ سے زیادہ بنانا۔ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ہدایت کرنے کی جدوجہد عمل میں لانا۔ مرشدان طرق اور اہل بیعت کا عظیم الشان مقصد ہے اور اس زمانہ میں تو اس مقصد کے لئے ایجنٹ نوکر رکھے جاتے ہیں، بڑی بڑی تنخواہیں دی جاتی ہیں۔ پروپگنڈے کئے جاتے ہیں اور زیادہ تعداد مریدوں کی بنائی جاتی ہے رجسٹروں میں اُن کے نام درج کئے جاتے ہیں۔ لہٰذا یہ تو میرے لئے بڑی خوشی کی بات ہونی چاہیئے کہ آپ اور آپ کے خاندان کے بہت سے عورت مرد میرے مُرید ہو جائیں کم سے کم یہ تو فائدہ ضروری ہوگا کہ ہر طرف آپ لوگ

حاشیہ مکتوب ۱۴:۔ آقائے نامدار جناب محمد رسول اللہ صلعم کی پیروی میں سب کچھ ہے اور سب پیروں کا پیر قرآن مجید ہے۔ اس کی تلاوت دنیا اور آخرت کے لئے بہت ہی کار آمد موثر اور بابرکت ہے جو سارے سلوک و تصوف کی جان، روح اور عطر ہے۔

میری تعریفیں کریں گے میرا نام مشہور اور روشن ہوگا۔ مجھ کو آمدنی ہوگی، اچھا اچھا کھانا وغیرہ ملیگا، نذر نیاز آئے گی۔ پھر میں کیوں انکار کر رہا ہوں؟ یہ آپ کی محبت ہی کی وجہ سے ہے۔ اسی وجہ سے اپنا نقصان کرتا ہوں۔ آپ اگر کسی کامل مُرشد سے بیعت ہوں گے تو آپ کی وہ سچی رہنمائی کرے گا اور آپ کی دین اور دُنیا کی بھلائی ہوگی اس سے آپ کو وہ فوائد حاصل ہوں گے جو کہ مقصود اعظم ہیں۔ میرے جیسا ناکارہ، و نالائق، نامراد، سگِ دنیا، بندۂ شکم، بدنام کنندۂ نکو نام سے اگر آپ بیعت ہو گئے تو اگرچہ میرا فائدہ ہی فائدہ ہے مگر آپ کی راہ ماری گئی۔ آپ کے لئے ہر طرح سے نقصان ہی نقصان کا سامنا ہے اس لئے میں آپ کے فائدہ کے لئے کہتا ہوں کہ آپ کسی متدین واقف شریعت و طریقت کامل بزرگ کو تلاش کریں اور اس سے بیعت ہوں، آپ کہتے ہیں کہ میں نے سب کو دیکھ لیا ہے کسی سے میری طبیعت بیعت ہونے کو نہیں چاہتی ہے، تو میرے محترم! آپ نے جن کو دیکھا، جن کی جانچ پڑتال کی، جن سے آپکی خط وکتابت ہوئی انہیں میں تو خداوند کریم کے مقرب بندے منحصر نہیں ہیں آپ تلاش کرتے رہیں ممکن ہے کہ کوئی مردِ خدا مل جائے "اولیائی تحت قبائی لا یعرفھم غیری" مشہور مقولہ ہے۔ ممکن ہے کہ آپ کی پرکھ غلط ہو، پھر یہ عجیب بات آپ نے کہی کہ کسی سے بیعت ہونے کی طبیعت نہیں ہوئی تو اس کے تو یہ معنی ہوئے کہ آپ کی طبیعت پر مدار ہے جس کو آپ کی طبیعت بزرگ مانے وہ بزرگ ہے اور جس کو نہ مانے وہ بزرگ نہیں۔

ماشاء اللہ کیا خوب طریقہ ہے، اللہ تعالیٰ تو صحابۂ کرام کو فرماتا ہے "عسیٰ ان تکرھوا شیئا و ھو خیر لکم و عسیٰ ان تحبوا شیئا و ھو شر لکم" (لبا اوقات تم کسی چیز کو ناپسند کروگے اور وہ تمہارے لئے بہتر ہوگی اور لبا اوقات تم کسی چیز سے محبت رکھوگے اور وہ تمہارے لئے شر ہوگی) اور آپ اپنی طبیعت کو بُرے بھلے کے اندازہ کے لئے ترازو بناتے ہیں۔

حضور، آدمی کی بھلائی بُرائی صرف سننے دیکھنے خط وکتابت تقریر و تحریر سے نہیں

معلوم ہوتی بلکہ اس کے پاس رہنے، معاملات کے غائرانہ طریقہ پر جانچنے، اس کے ساتھ معاملات کرنے، اس کے ساتھ سفر و حضر میں رہنے سے مدتوں میں پتہ چلتا ہے۔ ؏

کہ خبث نفس نہ گردد بسالہا معلوم۔

امت محمدیہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) اہل اللہ سے خالی نہیں رہ سکتی، ہاں کم و بیش کا زمانہ اوّل اور آخر میں فرق ضرور ہے۔ میری نجاست و خباثت، نالائقی، اور برائی سے آپ واقف نہیں ہیں البتہ میں کسی قدر واقف ہوں اگر آپ کو میری خرابیاں معلوم ہوتیں تو شاید آپ مجھ سے اس سے زیادہ نفرت کرتے جتنی کہ سور اور کتے سے کرتے ہیں۔ آپ میری چکنی چپڑی باتوں کے دھوکے میں پڑ گئے، حالانکہ آپ سے مجھ کو مصاحبت اور مجالست کی کبھی نوبت نہیں آئی، دور دور سے آپ نے کبھی مجھ کو دیکھا ہے، مجھ کو تو آپ کی صورت تک یاد نہیں ہے۔ بہرحال میں نے جو کچھ آپ کو لکھا ہے وہ محض آپ کی خیر خواہی کے لئے لکھا ہے تاکہ جس دن "یَوْمَ تُبْلَی السَّرَائِرُ فَمَا لَهُ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ" میں میری وہ برائیاں جن پر آج فضل و کرم خداوندی نے پردہ ڈال رکھا ہے اور آپ جیسے عنایت فرما حضرات ناواقفیت کی وجہ سے حسن ظن کئے ہوئے ہیں اگر معاذ اللہ عدل خداوندی نے پردہ چاک کر دیا تو اس دن اُن کو دیکھ کر پشیمان نہ ہوں اور یہ نہ کہنے لگیں "یالیتنی لم اتخذ فلانا خلیلا" (اے کاش میں فلاں کو دوست نہ بناتا)

میرے محترم! میں نے حقیقت الحال واضح کر دی آیندہ آپ جانیں اور آپ کا کام، میں یہ بھی واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ بیعت ہونا اسلام میں فرض نہیں ہے اور اس پر نجات موقوف نہیں ہے۔ کروڑوں مسلمان بیعت نہیں ہوتے کیا ان کی بارگاہ الٰہی سے مغفرت نہ ہوگی، اس لئے آپ کو جلدی نہ کرنی چاہیئے، کامل طریقت و شریعت کی تلاش میں رہیئے۔ ہاتھ آجائے اور حسب شروط پائیں تو اس سے بیعت ہو جانا ورنہ آقائے نامدار جناب سرور کائنات علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیروی میں سب کچھ ہے۔ اس میں ہی

مصروف رہیئے، پیروں کا پیر قرآن مجید آپ کے سینہ میں ہے جس قدر ممکن ہو اس کی تلاوت کیجئے، آخرت میں اس کی شفاعت اور دنیا میں اس کی برکت نہایت بلند اور موثر ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی برکتوں سے آپ کو اور ہم کو اور سب مسلمانوں کو نوازے۔ آمین، والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۵

آپ شب برات کے متعلق مجھ سے سوال فرماتے ہیں، مجھ کو افسوس ہے کہ میرے پاس وہ کتب حدیث موجود نہیں ہیں جن سے حاصل کر کے میں آپ کو تفصیلی جواب لکھتا۔ فقط محفوظ مضامین پر کفایت کرتا ہوں۔ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن فرشتوں کو جو کہ اس عالم کے انتظام پر مقرر ہیں براتیں یعنی حکم نامے دئے جاتے ہیں جن میں انتظامی معاملات، آجال، ارزاق، امراض وغیرہ سال بھر کے لئے ذکر ہوتے ہیں، لفظ برأت عربی میں ایسے ہی کاغذات کو کہتے ہیں جن میں حکومتوں کی طرف سے لوگوں کیلئے ایسے احکام ہوں۔ چونکہ یہ رات اس نظام کی وجہ سے خصوصیت رکھتی ہے اس میں جناب باری عز اسمہٗ کی توجہ اس عالم اور اس کے رہنے والوں کی طرف بہ نسبت اور راتوں کے زیادہ مبذول ہوتی ہے اس لئے اس میں مُناسب سمجھا گیا ہے کہ بہ نسبت اور راتوں کے انسان بھی اللہ تعالیٰ کی عبادت میں زیادہ حصّہ لیں اور اس کی رحمت کو جس قدر بھی ہو سکے جذب کریں۔ اس لئے اگر ہو سکے تو اس رات کو نوافل، قرأۃ قرآن، ذکر و دعا سے معمور کریں، تمام رات ہو یا اکثر حصّہ یا کچھ حصّہ، کوئی خاص عبادت معیّن نہیں اور نہ کوئی وقت معین ہے۔ اس شب میں اپنے لئے اور اپنے بڑوں کے لئے اور تمام مسلمانوں کیلئے دعا کرنی چاہیئے اور اگر ممکن ہو تو بغیر تزک و احتشام اور اجتماع کے قبرستان میں جا کر

تمام مُردوں کے لئے مغفرت کی دعا کرنا چاہیئے اور جو کچھ ہو سکے پڑھ کر ان کو بخشنا چاہیئے. جو طریقہ لوگوں نے میلہ لگانے کا، قبروں پر چراغاں کرنے کا، جماعت جماعت جانے کا جاری کیا ہے یہ بالکل غلط ہے اور جو لوگ قبرستانوں وغیرہ میں جاکر آتشبازی کرتے ہیں وہ سخت گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں، علیٰ ہذا القیاس حلوا وغیرہ پکانا اور اس کو مذہبی رسم شمار کرنا بالکل غلط چیز ہے، اگر مُردوں کو ثواب پہونچانا منظور ہے تو اوّل تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے قبرستان میں جاکر صرف دعا منقول ہے، دوم یہ کہ مال خرچ کرکے ہر وقت میں جب کہ وہ فقیروں اور حاجتمندوں کو دیا جائے اور نام ونمود مطلوب نہ ہو تمام اوقات میں ہو سکتا ہے، وہ چیز دینی چاہیئے جو کہ فقیروں کی حاجت روائی کرے حلوے سے پیٹ نہیں بھر سکتا اس کی بھوک دور نہیں ہو سکتی. بیوقوف لوگوں نے یہ طریقہ ہندوؤں کے تہواروں سے دیکھکر اختیار کیا ہے نہ کتب دینیہ معتبرہ سے اس کی کوئی سند ہے اور نہ اسلامی ممالک میں اس کا رواج ہے۔

نیز اگر ہو سکے تو ۱۴، ۱۵ کو دو روز روزے نفل رکھے جائیں، اور رات میں بھی اور دن کو بھی اپنے مقاصد دینیہ اور دُنیاویہ کے لئے دعاء کی جائے، عورتوں اور مردوں دونوں کے لئے یہی اعمال ہیں. ہاں عورتوں کو مقابر میں نہ جانا چاہیئے بلکہ گھر ہی میں بیٹھ کر اپنے بڑوں کے لئے کچھ پڑھ کر ثواب بخشدینا چاہیئے. کوئی خاص مقصد دعاء کے لئے معین نہیں ہے. ہاں عمدہ بات یہ ہے کہ انسان دعاء میں اوّلاً اللہ تعالیٰ کی حمد وثنا کرے اسکے بعد درود شریف پڑھے اس کے بعد یہ دعاء کرے کہ اے اللہ جن جن بھلائیوں کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے مانگا ہو وہ سب مجھ کو بھی عطا فرمائے اور جن جن بُرائیوں سے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تجھ سے پناہ مانگی ہو اُن سب سے مجھکو بھی پناہ دے اس مقصود کو بار بار مانگے اور پھر درود شریف سے ختم کرے دعاء میں عربی عبارت ہونی ضروری نہیں، والسّلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۶

جواب مسائل،

(تمہید) کفر اور شرک اور ظلم اور عصیان سب ایک درجہ کے نہیں ہیں اُن میں درجے بہت مختلف ہیں۔

(الف) سب سے بڑا مرتبہ کفر میں کفر جحود ہے یعنی اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کاملہ متواترہ کا انکار کرنا۔ رسالت کا انکار کرنا وغیرہ اور دل اور زبان سے ان کو نہ ماننا اسی طرح شرک میں سب سے بڑا درجہ شرک صریح کا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو اس کی ذات، صفات، افعال، عبادت میں شریک کرنا، اور سب سے ادنیٰ درجہ یہ ہوگا کہ کسی ایسے فعل یا قول کا ارتکاب کیا جائے جو کہ موہم شرک و کفر ہو مگر دل میں یقین کامل اور ایمان صریح موجود ہے۔

(ب) فقہاء کرام بسا اوقات کسی عمل یا قول پر تکفیر کا حکم دیدیتے ہیں مگر خود اُن کی تصریح ہے کہ اگر کسی امر میں فقہاء کا اختلاف ہے بعض اس کو موجب قرار دیتے ہیں اور بعض نہیں قرار دیتے تو تکفیر کا فتویٰ نہ دینا چاہیئے۔ اہل عقاید اور متکلمین نے اس باب میں زیادہ احتیاط سے کام لیا ہے، حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے محققین ارشاد فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے قول یا فعل میں سو احتمالات ہوں، ننانوے احتمالات کفر کے ہیں اور ایک احتمال ایمان کا ہے تو تکفیر نہ کرنا چاہیئے یعنی اگر کسی نے کوئی ایسا کلام کہا اور ایسا کام کیا جس سے کفر بھی سمجھا جاتا ہے اور اس کے وجوہ بہت سے ہوتے ہیں۔ مگر ایک وجہ ایسی بھی ہو جس سے کفر نہ سمجھا جاتا ہو تو اگرچہ کفر کی وجہیں بہت زیادہ حتیٰ کہ ننانوے فی صدی کی ہوں مگر اس کے کلام اور فعل کو اس وجہ پر حمل کرنا چاہیئے جو کہ

ایمان کی ہے اور تکفیر نہ کرنا چاہیئے حتیٰ کہ بعض محققین نے یہاں تک فرمایا کہ ننانوے کا لفظ حد بندی کے لئے نہیں ہے اگر کسی کے کلام یا فعل میں ایک ہزار وجہیں ہوں اور نوسو ننانوے معانی اور احتمالات اس میں کفر کے ہیں اور صرف ایک درجہ ایمان کا ہے، تب بھی اس کی تکفیر نہ کرنی چاہیئے۔ اس باب میں بہت زیادہ احتیاط کو کام میں لانا چاہیئے دیکھئے اسلام لوگوں کو کفر سے نکالنے کے لئے آیا ہے، لوگوں کو کافر بنانے کے لئے نہیں آیا، لوگوں نے اس میں بہت زیادہ بے احتیاطی سے کام لے رکھا ہے، نیز اگر کسی سے ایسی چیز سرزد ہوئی اور اس نے اس سے انکار کیا یا ایسی تاویل کی جو کہ اسلامی عقائد پر دال ہے تو فوراً قبول کرنی چاہیئے اس میں رد و قدح نہ کرنی چاہیئے اور اس انکار اور تاویل کو اس کے ارتداد سے توبہ شمار کرنی چاہیئے۔

(ج) کسی کلام یا فعل کا کلام کفر یا فعل کفر ہونا دوسری چیز ہے اور شخص کا کافر ہونا دوسری چیز ہے۔ بسا اوقات انسان سے ناواقفی یا مجبوری یا اور کسی وجہ سے کلمہ کفر کا، یا فعل کفر کا سرزد ہو جاتا ہے مگر اس کے دل میں حقیقت ایمان موجود ہوتی ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت ہارون علیہ السلام کی (جو کہ اُن کے بڑے بھائی اور حقیقی پیغمبر تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی سفارش سے نبی بنائے گئے تھے) داڑھی اور سر پکڑ کر کھینچا، اس سے بڑھ کر نبی کی اہانت کیا ہو سکتی ہے مگر انہوں نے اس کو معمولی گناہ بھی نہیں قرار دیا۔ ہر دو کی عصمت اور نبوت میں کوئی فرق نہیں آیا حضرت موسیٰ علیہ السلام نے الواح تورات کو زمین پر دے پٹکا (جو کہ خود لے کر طور سے آئے تھے، اور چالیس دن کے روزے اور اعتکاف کے بعد دی گئی تھی) وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗٓ اِلَيْهِ (سورہ اعراف) يَا ابْنَ اُمَّ لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِيْ وَلَا بِرَاْسِيْ (الآیۃ) . حضرت ہارون علیہ السلام نے (جن کو حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم بنی اسرائیل کا سردار اور اپنا خلیفہ بنا کر یہ وصیت کر گئے تھے کہ ان کی اصلاح کرنا اور راہ فساد کی تابعداری نہ کرنا)

وَقَالَ مُوْسٰی لِاَخِیْهِ هٰرُوْنَ اخْلُفْنِیْ فِیْ قَوْمِیْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِیْلَ الْمُفْسِدِیْنَ (سورہ اعراف) مگر اُن کے سامنے قوم نے شرک اور بچھڑا پرستی کی۔ حضرت ہارونؑ نے صرف معمولی طور پر اُن کو منع کیا۔ (یا قوم انما فتنتم به وان ربکم الرحمٰن، الآیہ سورہ طٰہٰ) اور لڑنے اور مارنے مرنے پر آمادہ نہیں ہوئے تاکہ شرک کا مادہ اکھڑ جاتا جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیا تھا، کم از کم گوسالہ کو توڑ ڈالتے اور جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس پر سرزنش فرمائی اور فرمایا، یَا هٰرُوْنُ مَا مَنَعَكَ اِذْ رَاَیْتَهُمْ ضَلُّوْا اَلَّا تَتَّبِعَنِ (الآیہ سورہ طٰہٰ) تو جواب میں فرمایا کہ مجھ کو یہ خوف دامن گیر ہوا کہ تم مجھ پر الزام قائم کرو گے کہ تم نے بنی اسرائیل میں تفرقہ ڈال دیا اور میرا انتظار نہ کیا۔ اِنی خشیت ان تقول فرقت (الآیہ سورہ طٰہٰ)

خلاصہ کلام یہ کہ یہ افعال اور اقوال ...... نہایت شدید درجہ کے ہیں مگر چونکہ اُن کا صدور محض اللہ تعالیٰ کی انتہائی محبت اور معرفت اور غیرت کے جذبہ میں ہوا تھا اس لئے جانب ایمان ہی معتبر رہی اور کوئی خوف اور محاسبہ نہیں ہوا اکراہ سے کلمۂ کفر کہنے کے لئے خود قرآن میں ارشاد ہے۔ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَئِنٌّ بِالْاِیْمَانِ (الآیہ سورہ نحل) مولانا فرماتے ہیں۔ ؎

آنچہ گیرد علتی علت شود کفر گیرد کاملے ملت شود

حضرت حذیفہ ابن الیمان رضی اللہ عنہما کو کافروں نے مجبور کیا اور انھوں نے کلماتِ کفریہ کہہ دیئے باوجودیکہ اُن کا قلب ایمان سے بھرا ہوا تھا اس لئے اُن کے کمال میں فرق نہیں ہوا، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں رُفِعَ عن امتی الخطاء والنسیان وما استکرھوا علیہ (الحدیث)" خلاصہ یہ کہ باوجود کمال اور پختگی ایمان کے نادانستگی یا خطا یا نسیان یا جبر و اکراہ وغیرہ کی بنا پر مسلمان سے کفر کے کلمات اور افعال سرزد ہو سکتے ہیں اس لئے احتیاط بہت زیادہ ضروری ہے بالخصوص اس زمانہ میں

جب کہ کفر کی حکومت اور الحاد وزندقہ کا چاروں طرف غلبہ ہے اور بد دینی اور شرکیہ تو تیں لوگوں کو مرتد بنا رہی ہیں کوئی سرزنش اور سزا دینے کی قوت مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ لوگ خود مختار ہو رہے ہیں کوئی خوف اور دھڑک ان کے سامنے نہیں ہے جو چاہیں بک دیتے ہیں اور جو چاہیں کر بیٹھتے ہیں ایسے وقتوں میں مسلمانوں کو سنبھالنا ازبس ضروری ہے اُن پر تشدد کرنے میں خوف ہے کہ وہ ضد اور ہٹ میں آکر کہیں اور زیادہ بگڑ نہ جائیں، اور خود بھی برباد ہوں اور اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کو بھی اس ضد کی وجہ سے برباد نہ کر دیں اس لئے اشد ضرورت ہے کہ لطائف الحیل اور نرم زبانی اور نرم افعال کے ساتھ ان کو متنبہ کیا جائے اور اُن کو اعمال کفر و شرک سے روکا جائے۔ ہاں اگر کوئی ایسی طاقت ہو جس کے ذریعہ سے ان کو راہ راست پر لایا جا سکے جیسے پنچائت کر کے تمام قوم کی طرف سے بائیکاٹ کرانا اور اس پر یقین یا حسن ظن غالب ہو کہ راہِ راست پہ آجائیں گے تو ضرور عمل کیا جائے۔

جوابات اسئلہ

(۱) ایسے لوگ اگر ایسے افعال یا اقوال عمل میں لاتے ہیں جو کہ کفر جحود اور صریح شرک ہیں اس میں کوئی تاویل نہیں ہو سکتی اور نہ اُن میں کوئی اختلاف ہے تو یقیناً کافر ہو گئے اور اُن کا نکاح ٹوٹ گیا اُن سے توبہ کرانی چاہیئے اور نکاح کی تجدید کرانی چاہیئے اور اُس کے بعد اگر وہ توبہ نہ کریں اور اپنے کفر پر اصرار کریں، سمجھانے بجھانے پر بھی نہ سمجھیں تو میاں بیوی کا علاقہ صحیح نہیں ہے عورت کو جدا کر دینا چاہیئے اور اگر نہ مانیں اور عورت اگر اسلام پر قائم رہی تو اولاد حلالی نہ ہو گی۔ اور اگر وہ بھی خاوند کی طرح سے کفر پر قائم ہو جائے تو کافروں کی اولاد کی طرح ہو گی۔ اور اگر یہ شرک صریح نہیں ہے نہ کفر کفر جحود ہے یا مختلف فیہ ہے یا کوئی تاویل قوی یا ضعیف کلام میں پائی جاتی ہے تو یہ شخص فاسق یقینی ہے توبہ کرانی چاہیئے نکاح نہ ٹوٹے گا اور تجدید عقد کی ضرورت نہ ہو گی۔

(۲) جب کہ میاں بیوی میں عقد نکاح شرعی ہو چکا ہے اور وہ قائم ہے تو اولاد حلالی ہی ہوگی، خواہ ماں یا باپ یا دونوں اولاد زنا (حرامی) ہوں یا حلالی۔ جو نطفہ ایام حیض یا نفاس میں قرار پایا ہے وہ بھی حلالی ہے البتہ ماں باپ کا یہ فعل ناجائز تھا اور اگر عورت مجبور کی گئی تھی تو وہ گنہ گار نہیں۔

(۳) اُن سے اس صورت میں جب کہ اُن کا کفر حسب نمبر ا کفر صریح ہو تو فقط ویسا تعلق درست ہو سکتا ہے جو کہ کفار مُرتدین سے درست ہے دوسرے تعلقات درست نہ ہوں گے۔ باقی صورتوں میں تمام تعلقات اسی طرح دُرست ہیں جس طرح اہل فسق و فجور کے ساتھ دُرست ہیں۔

(۴) جنازہ کی نماز ہر صالح اور طالح پر پڑھنا ضروری ہے جب کہ وہ مدعیٔ اسلام ہو کفر جحود اور شرک صریح کا مرتکب نہ ہوا ہو۔ اگرچہ زنا، شراب، سرقہ کذب وغیرہ کا مرتکب اور اس پر مصر ہو۔ اگر سب مسلمانوں نے اس پر نماز نہ پڑھی اور بے نماز جنازہ دفن کر دیا گیا تو سب گنہ گار ہوں گے کیونکہ نماز جنازہ فرض کفایہ ہے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ صلوا علی کل برّ وفاجر۔ ہاں اگر کوئی شخص مقتدا ہے اور اس کی ترک نماز سے لوگوں کو عبرت ہوتی ہو تو احتراز کرنا چاہیئے۔

(۵) جن لوگوں کی آمدنی سب کی سب یا اکثر اور غالب حصہ حرام کا ہے اور یقیناً معلوم ہے تو ائمہ، موذنین وغیرہ کو ان کے چندہ یا اُن کی دی ہوئی تنخواہ یا کھانا جائز نہیں۔ اور اگر اکثر حصہ حلال ہے جو کہ حرام سے مخلوط ہو گیا ہے یا علم نہیں ہے تو جائز ہے۔

(۶) مردوں کے لئے شرعی لباس کی کوئی وضع قطع معین نہیں ہے بجز اس کے کہ کشف عورۃ یعنی ناف سے لے کر گھٹنے تک کا کھلنا نہ ہو اگر یہ حصہ کل یا بعض کسی لباس میں کھلتا ہے تو ناجائز ہوگا۔ جیسے دھوتی اور ایسا لباس جو کہ کسی غیر مسلم قوم کا مخصوص ہو اور اس کے پہننے سے ان کا تشبہ ہوتا ہو وہ بھی حرام ہے، اسی طرح عورتوں کا لباس

مردوں کو پہننا حرام ہے۔ اسی طرح ریشمی کپڑا جس میں ریشم بالکل یا غالب ہو حرام ہے۔ اسیطرح ایسا پائجامہ یا لنگی جس سے ٹخنہ ڈھک جاتے، اسی طرح ایسا لباس جس کو متکبرانہ طریقہ پر استعمال کیا جائے اور اُس سے غربا کی تذلیل و توہین اور اپنی بڑائی مقصود ہو، اسی طرح وہ لباس جس کی طہارت میں شبہہ ہو یا عدم طہارت کا یقین ہو کسی متبع شریعت، اور نمازی کو جب تک کہ اس کو پاک نہ کرلیا جائے یا اس کی پاکی کا ظن غالب نہ ہو جائے اس کو استعمال نہ کرنا چاہیئے۔ غیر ممالک کے کپڑے بناتے وقت میں مادے دئے جاتے ہیں اور اس میں چربی ڈالی جاتی ہے جو کہ اُن ممالک میں پاک نہیں ہوتی۔ یہی حکم ان ممالک کے کپڑوں کا بھی ہوگا جو کہ تجارتی طریقوں سے کامیاب ہو کر اسلام اور ممالک اسلامیہ کو برباد کر رہے ہیں کیونکہ اس میں اہل حرب دشمنان اسلام کی امداد ہو گی۔ برخلاف اس کے اپنے ملک کے کپڑوں کے استعمال میں اپنے پڑوسیوں اور اپنی قوم کے غریبوں کی امداد ہو گی جو کہ بہت ضروری ہے اور بعض اوقات میں فرض ہے۔

(ب) عورتوں کو ایسا لباس نہ چاہیئے جس میں ان کا ایسا جسم ظاہر ہو جو کہ کھلنا نہ چاہیئے جس کی تفصیل کتب فقہ میں باعتبار نماز اور ہے اور باعتبار خارج نماز،

حاشیہ مکتوب ۱۷ :- جوابات اس قدر واضح اور صاف ہیں کہ سوالات کے درج کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے توحید کے سلسلہ میں جن علمی اور کلامی مباحث پر روشنی ڈالی ہے وہ بڑے ہی گرانقدر ہیں، جن کا خلاصہ مطلب یہ ہوگا کہ جو لوگ اپنے مسلمان ہونے کا اقرار کریں اور یہ سمجھیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور محمد صلعم اللہ کے پیغمبر ہیں اور اس اقرار کے خلاف کوئی بات اُن سے سرزد نہ ہو تو وہ مسلمان ہی سمجھے جائیں گے خواہ کلمہ طیبہ کے الفاظ صحیح ادا کرسکیں یا نہ ادا کرسکیں، لیکن جو لوگ کفر کے کلمات بولیں یا کسی ایسی چیز کا انکار کریں جس کی تصدیق اسلام میں ضروری ہے وہ مسلمان نہیں، اور جو لوگ شریعت کے ساتھ استہزاء کریں شریعت کے پابند لوگوں کا مذاق اڑائیں وغیرہ وہ کافر ہیں ان کے ساتھ مناکحت اور اسلامی تعلقات نہ رکھنے چاہئیں۔

اجنبیوں، ذی رحم محرم، دیگر رشتہ داروں سے اور ہے۔ ایسا لباس نہ ہونا چاہیئے جس میں مردوں کی مشابہت ہوتی ہو، ایسا بھی نہ ہونا چاہیئے جس میں کفار عورتوں کی مشابہت ہوتی ہو۔ ایسا بھی باریک نہ ہونا چاہیئے جس میں نیچے کا بدن نظر آتا ہو، ایسا چست اور کسا ہوا نہ ہونا چاہیئے جس میں اندرونی بدن کی کیفیت نظر آتی ہو، چوڑی دار پانجامہ اگر ایسا کسا ہوا نہ ہو جس سے بدن کی کیفیت نظر آئے بلکہ ڈھیلا ڈھالا ہو تو جائز اور مناسب ہے قمیض کا بھی یہی حال ہے۔

(۷) ہر ذی رحم محرم عورت جس کے ساتھ نکاح حرام ہے آپ اس کے ساتھ کھا سکتے ہیں۔ اسی طرح غیر مشتہاۃ لڑکی کے ساتھ کھا سکتے ہیں اگرچہ اس کے ساتھ نکاح جائز ہو۔ چچازاد بہن، ماموں زاد بہن، پھوپھی زاد بہن، خالہ زاد بہن۔ اگر وہ رضاعی بہن نہیں ہے اس کے ساتھ نکاح جائز ہے اس لئے اس کے ساتھ وہ معاملہ نہیں کیا جا سکتا جو ذی رحم محرم (اپنے حقیقی یا رضاعی بہن اور بیٹی) کے ساتھ کیا جا سکتا ہے۔ یہی حال مصافحہ دست بوسی وغیرہ کا ہے۔

(۸) اقتدار ہر عورت، خواہ اجنبی ہو یا رشتہ دار، ذی رحم محرم ہو یا جائز النکاح، کر سکتی ہے۔ اور نماز ہر دو کی صحیح ہوگی، ہاں اس کو امام کے پیچھے کھڑا ہونا ہوگا، یعنی اگر ایک ہی مقتدی ہے تو مردوں کی طرح امام کے داہنے نہیں کھڑی ہو سکتی اگرچہ اپنی ماں ہی ہو۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۷

جوابات

(۱) لیڈی پمپ اونچی ایڈی کا چپل وغیرہ عورتوں کے مخصوص لباسوں میں سے ہیں اگر ان میں مشابہت غیر مسلم قوموں کی عورتوں سے نہ ہو یعنی یہ لباس مسلمان عورتوں میں بھی مستعمل ہو رہا ہو یا اُن کے پہننے پر ضرورت مجبور کرتی ہو، مثلاً عورت کو سفر پیش ہے اور ہندوستانی پھٹے جوتے یا زیرپائی سے سفر میں دقتیں آمد و رفت میں پڑتی ہیں تو لیڈی پمپ کا استعمال جائز ہوگا۔ تاہم بہتر یہی ہے کہ اپنا دیسی لباس کھڑی ایڈی کا جوتہ استعمال کریں۔

(۲) نماز میں عورت کو اپنے تمام جسم کا چھپانا فرض ہے بجز چہرہ، دونوں ہتھیلیوں اور دونوں (الف) قدموں کے، اگر نماز میں کسی عضو کا چوتھائی حصّہ اتنی دیر کھلا رہے گا جتنی دیر میں وہ کوئی فریضہ نماز ادا کرتی تو نماز باطل ہو جائے گی۔ حتی کہ اگر سر کے بالوں کا چوتھائی حصّہ یا گردن یا بانہہ کا چوتھائی حصّہ کھل جائے گا تو نماز باطل ہو جائے گی، خواہ یہ کھلنا گھر میں ہو یا باہر، اندھیرے میں ہو یا روشنی میں، کوئی دیکھے یا نہ دیکھے۔

(ب) عورت کے تمام اعضا خاوند کے لئے دیکھنے جائز ہیں کسی حصّہ جسم کو اس سے چھپانا ضروری نہیں ہے اور اسی طرح مرد کا تمام جسم بیوی کو دیکھنا جائز ہے۔

(ج) ایسا رشتہ دار جس سے نکاح جائز نہیں ہے۔ جیسے باپ، حقیقی بھائی یا علاتی بھائی

حاشیہ مکتوب ۱۷:- یہ والا نامہ بھی صاف ہے، البتہ چہرہ بھی بوجہ فتنہ و فساد اہل زمان کے واجب ہے کہ چھپایا جائے۔ اصلاحی۔ مکان کی خباثت سے حفاظت کا مطلب یہ ہے کہ خبیث اثرات مثلاً جنات یا ارواحِ خبیثہ کے اثرات سے مکان محفوظ رہے گا، اگر تلاوت قرآن شریف ہوتی رہے گی۔

یا اخیافی بھائی، چچا، ماموں، بیٹا، داماد وغیرہ ان سے پیٹھ، پیٹ، ناف سے گھٹنے تک کا جسم چھپانا فرض ہے۔ سر، بال، گردن، بانہہ وغیرہ ان کے سامنے کھولے جا سکتے ہیں۔

(د) جن لوگوں سے نکاح جائز ہے .... خواہ رشتہ دار ہوں یا غیر رشتہ دار ان سے تمام جسم کا چھپانا فرض ہے۔ خواہ چہرہ ہو یا ہاتھ پیر یا سر کے بال وغیرہ۔ بالخصوص جب کہ فتنہ کا خوف ہو۔ البتہ بوقت ضرورت بمقدار ضرورت اجنبی کے سامنے بدن کھول سکتی ہے، جیسے بیمار کو حکیم و طبیب کے سامنے نبض دکھانا، درد کی اور زخم کی جگہ کھولنا وغیرہ، یا قاضی اور گواہ کے سامنے چہرہ کھولنا، یا ضرورت خرید و فروخت کے لئے جب کہ اس کا کوئی کارکن نہ ہو ہاتھ سے لین دین کرنا وغیرہ۔

(۲) جن عورتوں سے نکاح حرام ہے ان سے مصافحہ اور دست بوسی کی جا سکتی ہے شہوت نہ ہونی چاہیئے۔

(۳) اگر یہ سب عورتیں ذی رحم محرم ہیں تو پردہ کی کوئی ضرورت نہیں، اور اگر بعض ایسی ہیں جن سے یہ علاقہ مذکورہ نہیں ہے تو ان میں اور امام میں پردہ حائل ہونا چاہیئے عورت مسجد میں جاکر نماز باجماعت پڑھ سکتی ہے، سب سے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے۔ مگر افضل اور بہتر یہی ہے کہ گھر میں پڑھے اور جس قدر پردہ داری کے ساتھ پڑھے گی اسی قدر نماز افضل ہوگی۔ بیوی کو بھی اپنے شوہر کے پیچھے کھڑا ہونا چاہیئے، داہنے نہ کھڑی ہو۔

(۴) پیشاب پاخانہ اور کھانے پینے کے وقت میں سر کھلا رہنا درست تو ہے مگر پیشاب پاخانہ ننگے سر مکروہ ہے۔

قرآن کے دل پر منقش ہونے کے لئے کثرت مزاولت ضروری ہے، میں خود اس مرض میں مبتلا ہوں، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ اونٹ اپنی رسیوں سے جس میں وہ پابزنجیر ہے اس قدر چھوٹنے اور بھاگنے کے لئے کوشاں نہیں رہتا جس قدر کہ قرآن لوگوں کے سینوں میں سے چھوٹنے کے لئے کوشاں ہوتا ہے اس لئے اس کو

کثرت تلاوت اور شدت تحفظ سے روکو (اوکما قال علیہ السلام) جس قدر بھی زیادتی اسکی تلاوت میں ہو سکے عمل میں لاتے رہیں۔ ثواب ہر ہر حرف پر موجود ہے قلب اور روح کی صفائی، جسم اور نفس میں نورانیت، مکان کی خباثت سے حفاظت، اللہ تعالیٰ کی خوشنودی ہر وقت میں جاری ہوگی، آخرت میں قرآن کی شفاعت وغیرہ سے عظیم و نجیم فوائد ہیں کہ ان کے برابر فوائد ہونے دشوار ہیں۔ اگر لگاتار سو سو دفعہ ایک ایک آیت یا سورت متواتر پڑھی جائے تو حفاظ کا قول ہے کہ وہ دل نشیں ہو جاتا ہے۔ رمضان شریف میں بھی دن اور رات میں جس قدر مشغلہ بالقرآن ہو سکے بہت ہی زیادہ کارآمد ہے۔ معاصی اور بالخصوص غیبت اور جھوٹ وغیرہ سے جہاں تک ممکن ہو بچئے، جس قدر ممکن ہو رات کو مشاغل قرآنیہ اور ذکر میں زندہ کیجئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۱؍ شعبان ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۱۸

جناب مولانا وحید الدین صاحب قاسمی شیرکوٹی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ...... آپ کی تحریرات میں کنایات سے کام نہیں لیا جاتا حالانکہ وہ ابلغ من التصریح ہوتے ہیں۔ آپ کو معلوم ہے کہ رقیبوں کی نظریں بہت سخت پڑتی ہیں اور مرسل الیہم حضرات سے تعلقات ہیں اس لئے ان کا تحفظ ضروری ہے۔

گر پائیں گے رقیب تو بکھڑے اڑائیں گے ہرگز نہ دیں گے اس بت رعنا کے ہاتھ میں۔

مرسل الیہم کے پاس خط کا بھیج دینا کافی ہے۔ وہ مضامین سمجھ کر جس کو جو کہنا ہے کہہ دیں گے۔ کسی ایسے شخص کا نام لکھنا جس پر رقیبوں کی ایسی سخت اور گہری نظر ہو مرسل الیہم کے لئے خطرہ کا باعث ہو جاتا ہے۔ مولانا کے مقدمہ سے متعلق لاری صاحب کا بیان مدینہ بجنور میں آ چکا ہے

جانب مخالف کی طرف سے اولاً مسٹر محمود سابق سب انسپکٹر کو بھیجا گیا اور ان کا حلف نامہ داخل کیا گیا اس کے بعد ہوم سکریٹری کا بھی حلف نامہ بھیجا گیا۔ بوقت بحث مسٹر محمود کے بیان کو کنڈم کر دیا گیا اور ہوم سکریٹری کے بیان پر قاضی نے فیصلہ دیا، ہر ایک کی نقل کا ترجمہ ارسال ہے اس سے نتیجہ آپ نکال سکتے ہیں۔ لاری صاحب نے بحث نہایت عمدہ کی اور قانونی حیثیت سے سکریٹری کے حلف نامہ کو غیر قانونی ثابت کیا۔ کاش وہ کلکتہ یا لاہور کے قاضی القضاۃ یا فیڈرل کورٹ کے افسر اعلیٰ کے پاس ان ابحاث کو پیش کرتے تو ضرور کامیاب ہوتے مگر انہوں نے ایسے مقام پر پیش کیا جہاں کا بابا آدم ہی نرالا ہے اور جہاں اغراض اور رجعت پسندی کا بہت زیادہ تعلق ہے نتیجہ ظاہر ہے۔

مولانا مدنی کے ساتھ جو افسوسناک واقعہ یکم نومبر کو پیش آیا تھا چونکہ اگلے ہی دن افسر اعلیٰ نے اظہار افسوس کر کے معافی طلب کی تھی اس لئے مولانا نے حسب رائے جملہ رفقاء معافی دے دی تھی اس لئے وہ اس میں کچھ نہیں دعویٰ کرتے مولانا کے دیگر رفقاء جو کہ نماز کی تیاری اس وقت کر رہے تھے اور ان سے بھی ویسا ہی معاملہ ہوا تھا ان سے معافی نہیں طلب کی گئی اور نہ انھوں نے معاف کیا وہ اپنے مکانوں پر ہیں مولانا عبد الباری صاحب ناظم جمعیۃ شہر گورکھپور محلہ مرزا پور میر ماجد علی صاحب گھر بستی ان صاحبوں سے تفصیل واقعہ آپ معلوم کر سکتے ہیں۔ سنا جاتا ہے کہ مولانا عبد الباری صاحب کی طرف سے دعویٰ دائر کرنے کی درخواست ہو گئی ہے واللہ اعلم، وکلاء بھی کوشاں ہیں۔ مولانا بحمد اللہ خیر و عافیت اور اطمینان و سکون سے ہیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں، حضرت مفتی صاحب مولانا ناظم صاحب، مولانا احمد سعید صاحب، مولانا فخر الحسن صاحب، مولانا القاضی سجاد صاحب مولانا کفیل احمد صاحب اور دیگر پرسان حال حضرات سے سلام مسنون عرض کر دیں والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ نینی جیل الہ آباد۔ ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ

حاشیہ مکتوب ۱۸ ۔ جناب مولانا محمد وحید الدین قاسمی شیر کوٹی زید مجدھم۔ (دفتر جمعیۃ علماء ہند، گلی قاسم جان دہلی)، کے نام یہ مکتوب ہے۔ اس کے آگے اور بھی چند مکاتیب درج کئے جارہے ہیں۔

وحید قاسمی صاحب اردو فارسی وغیرہ کی ابتدائی تعلیم کے بعد عربی تعلیم کے لئے ۱۳۴۷ھ میں (بعمر ۱۲ سال) دارالعلوم دیوبند میں داخل ہوئے۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنیؒ کی خدمت کا جذبہ اور شوق ان کو بچپن ہی سے تھا۔ دیوبند پہنچ کر اس جذبہ نے اپنا اثر دکھایا۔ اور داخلہ کے پہلے ہی سال میں حضرت اقدس کی نظر التفات کا شرف حاصل ہوگیا۔ فیض صحبت نے یہاں تک غلبہ کیا کہ ۳۲-۱۹۳۱ء کی تحریک آزادی میں جب حضرت شیخؒ جیل گئے تو انہوں نے بھی تعلیم چھوڑ کر اپنی خدمات جمعیۃ علماء ہند کے قائم کردہ دائرۂ حربیہ (جنگی کونسل) دہلی کو پیش کردیں۔ دیوبند سے دہلی آکر جنگی کونسل کے دفتری نظم ونسق کو سنبھالا۔ اور اسی سلسلے میں آپ کو سہارنپور میں گرفتار کیا گیا اور سہارنپور جیل کی بچہ بارک میں قید کردیا گیا۔ الغرض زمانہ طالب علمی اور پوری مدت قیام دیوبند تک اور اس کے بعد قیام دہلی میں بھی ۱۳۷۷ھ تک برابر حضرت شیخ الاسلام قدس سرہٗ العزیز کو خلوت وجلوت میں دیکھنے اور تحریک آزادی کے ہر دور پُر آشوب میں اپنے شیخ اعظم سے برابر وابستہ رہنے کی جو سعادت اُن کو حاصل ہوئی وہ خدا کی دین ہے۔ نہ جانے معمار قصر آزادی کے کتنے حالات اور واقعات کو دیکھا سنا اور کتنی اہم تحریری دستاویزیں اُن کو ملی ہوں گی۔

ہمیں یہ معلوم ہو کر افسوس ہے کہ بہت سے مکاتیب اور تحریریں جو مورّخ آزادئ ہند کے لئے بڑا وزنی سرمایہ ہوتیں وہ اس وقت ضائع ہوگئیں جبکہ مولانا موصوف ۳۲-۱۹۳۱ء کی تحریک آزادی میں سہارنپور جیل میں قید کئے گئے اور کچھ حصہ ۱۹۴۷ء کے حوادث کبریٰ میں تلف ہوگیا۔ پھر بھی بعض چیزیں جو کسی طرح محفوظ رہ سکیں ان کو شائع کرنے کا شرف آج ہم کو حاصل ہورہا ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ مولانا وحید الدین صاحب حضرت مدنیؒ کے اُن خدام میں ہیں جن کی نظیر چند ہی بزرگ ہمارے علم میں ہیں۔ ادّعا تو ہزاروں کو ہے کہ ہم بڑے مخصوص خدام میں ہیں مگر واقعہ برعکس ہے۔ مکتوبات کی چار جلدوں میں جو خطوط پھیلے ہوئے ہیں اس سے خود بآسانی فیصلہ کیا جاسکتا ہے کہ السابقون الاولون۔ ہی معیار خصوصی بن سکتے ہیں۔ ورنہ ملک کی تقسیم کے بعد حوادث سے گھبرا کر بلکہ اپنی کرتوت پر نادم ہو کر ہزاروں بندگان خدا نے حضرتؒ سے رشتہ جوڑا۔ اور مختلف اغراض کے تحت اظہار وفاداری کیا نتیجہ معلوم ہے۔

یہ تو حضرت مدنیؒ کا کمال تھا کہ ہر خادم یہ کہنے اور اعتراف کرنے پر مجبور تھا کہ مجھ پر حضرت کی سب سے زیادہ نظر کرم ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ہماری بھول اور سادہ لوحی تھی ورنہ وہ تو سراپا بحر کرم تھے اور جناب محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلق عظیم کا صحیح پرتو اس دور آخر میں اگر کسی پر تھا تو ہمارے مرشد کامل حضرت مدنیؒ کی ذات

(باقی ص۹۱ پر)

بقیہ صفحہ ۹۰: ۔ گرامی صف اوّل میں انشاء اللہ العزیز رکھی جائے گی۔

اس سیرت اور اخلاق کا شیخ خود ان کے معاصرین میں کوئی نہیں تھا۔ ذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

یہ خوشی کی بات ہے کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ گمنام خاموش خادم (مولانا محمد وحید الدین قاسمی) آج بھی اپنی اسی جماعت سے منسلک ہے جو حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب رحمہم اللہ کی محبوب و پسندیدہ جماعت تھی اور اس وقت جبکہ یہ مکاتیب اشاعت پذیر ہو رہے ہیں۔ مولانا موصوف جمعیۃ علماء ہند کے "ناظم" ہیں حق تعالیٰ موصوف کو ملک و ملت کی خدمات کا زیادہ سے زیادہ موقعہ مرحمت فرمائے۔ آمین۔ مولانا وحید الدین قاسمی کے نام آئے ہوئے خطوط میں سے یہ چند باقی ماندہ وہ خطوط ہیں جو خفیہ طور پر نینی جیل سے آیا کرتے تھے۔

مکتوب ۱۹

ہر دو عرائض کے پہونچنے سے اطمینان ہوا۔ حضرت مفتی صاحب کے چھوٹے صاحبزادے کی شادی سے بہت خوشی ہوئی حضرت مفتی صاحب کی خدمت اقدس میں مبارکبادی بعد از سلام مسنون عرض کر دیجئے اللہ تعالیٰ طرفین کے لئے دین و دنیا کی برکات غیر متناہیہ کا ذریعہ اور ساماں کر دے آمین۔

فیصلہ میں قاضی القضاۃ نے بہت سے ان وجوہ کا تذکرہ بھی نہیں کیا ہے جو کہ وکیل نے پیش کی تھیں اور قانوناً ان کا جواب نہیں بن پڑتا تھا۔ ان سبھوں کو افتضاح دنیاوی قوانین کی وجہ سے حذف کر دیا گیا ہے۔ رجعت پسندی اور اغراض کی وابستگی نے مجبور کیا کہ کوئی اقدام خلافِ حاکم نہ کیا جائے۔ بہر حال مقلب القلوب والابصار القابض علی القلوب کے علم و ارادہ میں یہی خیر تھا اس کے بغیر کوئی چارہ نہیں عَسٰی اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا الآیہ

محترما! سیاسی اور عقلی ہر دو حیثیتوں سے اس وقت کی رہائی غیر موزوں ہے جب کہ ذمہ دار اعلیٰ ہستیاں بند ہیں تو ہم جیسے ناکاروں کا باہر ہونا کیا مفید ہوگا بلکہ بند رہنے ہی میں عزت ہے کام میں کوئی آسانی نہیں ہے۔ عقلی حیثیت سے مجھ کو جو فوائد یہاں ہیں باہر نہیں ہو سکتے۔ بہر حال رضا مولا از ہمہ اولیٰ احباب نے جو کوششیں کیں نہ میں نے ان کا تقاضہ کیا اور نہ روکا میں ان کا شکر گذار ہوں اور رضاء باری عز و جل کا طلبگار۔ بہر حال

حاشیہ مکتوب ۱۹ :- حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ عادت شریف تھی کہ دیوبند میں مولانا مرتضیٰ حسن صاحب مرحوم کو اعلیٰ حضرت اور دہلی میں جناب مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اعلیٰ حضرت سے یاد فرمایا کرتے تھے۔ دیہ والا نامہ بالکل صاف ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ جیل کے اندر بیٹھے بیٹھے پوری تحریک کی قیادت فرمائی جا رہی ہے اور ساری دنیا کے حالات سے واقفیت رکھی جا رہی ہے۔)

مولانا عبدالباری صاحب دیہات میں مکان سے دور گئے ہوئے ہیں مگر دوسرے حضرات اپنے اپنے مکانوں پر ہوں گے۔ مولانا عبدالباری صاحب کی طرف سے دعویٰ دائر ہو گیا ہے ان کا وکیل یہاں کام کر رہا ہے۔ تعلیم الاسلام مل گئی۔ ناراض ہندوستان کا اگر ترجمہ چھپے تو اس کو ضرور بھیجئے۔ ادارہ ہندوستان ٹائمز نے انگریزی میں چھپوایا ہے اس کا ترجمہ جلد شائع ہونا چاہیئے۔ اعلیٰ حضرت خلد اللہ علوہٗ۔ مولانا فخرالحسن صاحب، قاری محمود صاحب۔ مولانا کفیل صاحب۔ مولانا رفیع صاحب بھولو۔ مولانا محمد شفیع صاحب۔ مولانا کلو صاحب۔ مولانا پیارے صاحب اور دیگر واقفین نیز حکیم محمد اسمٰعیل صاحب۔ حکیم محمد جلیل صاحب۔ شیخ سراج الدین صاحب سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب کی خدمت اقدس میں بعد از سلام مسنون صدارت کی مبارکبادی اور مٹھائی کا مطالبہ عرض کر دیجئے۔ الحمد للہ مساعی اور جد وجہد کامیاب ہو گئی ؎

هنيئاً لارباب النعيم نعيمهم — وللعاجز المسكين ما يتجرع

مولانا کے صاحبزادے اور دیگر متعلقین کہاں ہیں۔ جناب حاجی محمد اسمٰعیل صاحب جیون بخش زید مجدہم کی خدمت میں بعد سلام مسنون عریضہ ہٰذا پیش کر دیجئے۔ بحمد اللہ خیر وعافیت اور اطمینان و آرام و راحت سے ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳ محرم الحرام ۱۳۶۳ھ۔

مکتوب ۲۰

قاری صاحب کے خط سے معلوم ہوا کہ انھوں نے سعید سلمہٗ اور اس کی والدہ اور دوسرے بھائیوں اور بہنوں کو دیوبند بلایا ہے غالباً اب وہ پہونچ گئے ہوں گے۔ اور

حاشیہ مکتوب ۲۰:۔ مولانا احمد سعید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو جن لوگوں نے دیکھا ہے اور قریب سے مولانا کو سمجھا ہے اس والا نامہ کے ظرافت آمیز فقروں میں وہ ساری داستان سامنے آگئی ہے جو مولانا احمد سعید مرحوم کی مرنجان مرنج زندگی میں پائی جاتی تھی۔ کس طرح مولانا کو ابھارا ہے حضرت شیخ رحمہ اللہ نے۔

سعید سلمہ' دہلی حاضر بھی ہو گیا ہو گا، ڈاکٹروں کا معائنہ بھی ہو گیا نتیجہ کا منتظر ہوں۔ حاجی محمد نانا صاحب کی امداد و اعانت کا حال معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ان کو اور دیگر معاونین کو جزاء خیر عطا فرمائے آمین۔ ان کے چچازاد بھائی سلیمان نانا صاحب کی شفاء کے لئے دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے شفاء کلی عطاء فرمائے، آمین ان کو بعد سلام مسنون کے لکھ دیجئے کہ یا سلام کا ختم سوا لاکھ مرتبہ کراویں امید ہے کہ اسکی برکت سے کامیابی ہو جائے گی۔

بنگال کو وفد کی روانگی اور اس کی عملی کیفیت اور تقسیم اجمل میں مختصراً آگئی تھی، اور دوسرے اخباروں میں نہیں آئی مولانا صادق کا ارادہ مبارک ہے۔ ضرور وہاں کارروائی ہونی چاہیئے اور اعلیٰ حضرت کو ضرور آمادہ کرنا چاہیئے کہ جہاں تک ممکن ہو شرکت کریں اور وہاں کی فضا کو درست فرمائیں کسی قسم کے تکاسل کو جائز نہ رکھیں انکی خدمت میں سلام مسنون کے بعد یہ پیغام پہونچادیں۔ اعلیٰ حضرت زید مجدہم کا ضعف وہاں کی بھنی ہوئی مچھلیاں کھاکر بہت جلد ضائع ہو جائے گا۔ اس بات کا خیال اعلیٰ حضرت کو مانع نہ ہونا چاہیئے کہ جب تک میرے لئے سونے کی کرسی نہ بنائی جائے میں نہیں جاؤں گا اور نہ صدارت کروں گا۔ کیونکہ میرے رقیب کے لئے چاندی کی کرسی تھی یا پچاس اونٹوں گھوڑوں سے اس کی گاڑی کھینچوائی گئی تھی۔ میں سو اونٹوں کی گاڑی چاہتا ہوں اعلیٰ حضرت کا پوزیشن اس سے اونچا ہے۔

جمعیۃ صوبہ دہلی کے انتخاب وغیرہ کی کارروائی اخباروں سے معلوم ہوئی اللہ تعالیٰ ان حضرات کو عمل اور جدوجہد کی اپنی مرضیات کے موافق توفیق عطا فرمائے آمین۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ' ۲۹؍ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۲۱

اس عریضہ کے پہونچنے کے وقت غالباً آپ عقد مسعود کی گھما گھمی سے فارغ ہو چکے ہوں گے اللہ تعالیٰ طرفین کے لئے مبارک اور موجب سعادت دارین فرمائے آمین۔ سعید سلمہ کے معاملہ میں جناب مفتی صاحب اور ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب اور دوسرے حضرات کی جو رائے ہو اس پر عمل درآمد کیا جائے۔۔۔۔ حاجی محمد اسمٰعیل صاحب کی امداد معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی اللہ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

تہجد کے پڑھنے میں میرا نام دعا کرتے وقت لیا کیجئے اپنے ساتھ یعنی اے پروردگار مجھ کو اور فلاں شخص کو اپنی معرفت اور رضوان کامل سے ان بزرگوں کے طفیل سے مشرف فرما۔ خلفاء اربعہ اور صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم کے اسامی کا زیادہ کرنا مناسب اور بہتر ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

حاشیہ مکتوب ۲۱: ۔ آہ آج شجرہ میں ہمارے لئے یہی اسم گرامی "شیخ حسین احمد اسیر مالٹا کے واسطے" کے اضافہ نے بڑی ڈھارس بندھا دی ہے۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ بقول سعدیؒ۔

شنیدم کہ در روز امید و بیم، بداں را بہ نیکاں بہ بخشد کریم

لفظ گھما گھمی کی بلاغت خاص طور پر لائق توجہ ہے۔ کیا ہی حسین طبیعت پائی تھی۔

حضرت کے برادر زادہ مولانا وحید احمد مدنی مرحوم کے صاحبزادہ سعید سلمہ کے دونوں پاؤں پیدائشی اس طرح ٹیڑھے تھے کہ جوتے نہیں پہن سکتے تھے۔ چونکہ عمر کم تھی اس لئے ڈاکٹروں کی رائے ہوئی کہ ابھی ان کی اصلاح ہو سکتی ہے چنانچہ پہلے سعید سلمہ کے پاؤں کا معائنہ جناب ڈاکٹر شوکت اللہ صاحب انصاری نے فرمایا اور ان کے مشورہ کے بعد اس کو جناب حارث صاحب (بمبئی) کی مدد سے بمبئی کے ہسپتال میں داخل کیا گیا اور خدا کے فضل و کرم سے سعید سلمہ کے دونوں پاؤں اس قابل ہو گئے کہ وہ جوتہ پہننے لگے۔ محترم حاجی محمد اسمٰعیل صاحبؒ جیون بخش جاپان والوں نے بھی اس سلسلہ میں کافی توجہ اور مدد فرمائی تھی۔ یہ دہلی کے ایک صاحب خیر بزرگ تھے۔ نہایت نیک نفس، دریا دل۔ اوراد و وظائف کے پابند۔ ان کے پوتے شیخ محمد ہارون صاحب اور شیخ محمد سلیمان صاحب (حویلی حسام الدین حیدر، بلی ماران دہلی) ان کے جانشین ہیں۔ کلکتہ کے مشہور سوداگر، اور شیخ نصیر الدین صاحب (حاجی بی نیر وز) اور خان بہادر شیخ محمد جان اسی گھرانے سے تعلق رکھتے ہیں۔

مکتوب ۲۲

مولانا خادم حسین صاحب ان دنوں تعطیل کی بنا پر دولت خانہ اور دوسرے مقامات کا دورہ فرمارہے ہیں دہلی بھی ان کے پروگرام میں ہے۔ غالباً ۲۷ ر یا ۲۸ ر کو آپ سے ملاقات بھی ہوئی ہوگی وہ والانامہ ان کے دولت خانہ پر ہوگا۔ ۳ ر رجب کو میں نے ایک عریضہ بھیجا ہے جس کا اصلی سبب اعلیٰ حضرت کی ان بیش بہا جد وجہد کا شکریہ ہے جو کہ انہوں نے دہلی اور مرادآباد میں اس ضعف و نقاہت کی حالت میں انجام دی ہیں۔ مولانا عبدالحق صاحب نے ان کی مساعی جلیلہ کی بہت زیادہ تعریف کی ہے۔ افسوس کہ آپ کے دفتر اور اعلیٰ ذمہ داروں نے ان دونوں جگہوں میں بھی کوئی نمایاں خدمت انجام نہیں دیں فالی اللہ المشتکیٰ۔

حارث صاحب کی بے بہا توجہات کا شکریہ میری طرف سے بہت زیادہ پہونچا دیں محمد منشی صاحب سے بعد از سلام مسنون عرض کر دیں کہ جب انشاء اللہ قریبی زمانہ میں دہلی پہونچنا ہوگا اس وقت دفتر میں ملیں۔ محترم المقام جناب حافظ محمد یوسف صاحب خزرجی، انصاری دامت برکاتہم کی روز افزوں صحت معلوم کر کے بہت زیادہ خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو ہم نیاز مندوں کے سروں پر تادیر قائم رکھے اور صحت کاملہ عطا فرمائے۔ ہم ناکارے کسی خدمت کے لائق نہیں ہیں بجز دعا اور کیا کر سکتے ہیں۔

حاشیہ مکتوب ۲۲: - خادم حسین سے مراد مولانا ابوالحسن حیدری صاحب ہیں۔ شعر کا ترجمہ ہو گیا ہے۔ محمد منشی صاحب حضرت کے ایک فدائی تھے اور حضرت سے بیعت ہونے کے لئے اشارہ ان کو خواب میں ملا تھا۔ ملاقات یا واقفیت قطعاً نہ تھی، خواب دیکھ کر معلوم کرتے کرتے وحید قاسمی کے پاس پہونچے۔ وحید قاسمی نے ان کا خواب لکھ کر حضرت کی خدمت میں بھیج دیا تھا۔ جیل سے اس وقت حضرت نے یہ جواب ان کو مرحمت فرمایا تھا۔ محترم حافظ محمد یوسف صاحب انصاری گنگوہی ممبر شوریٰ دارالعلوم مراد ہیں۔

لاخیل عندک تہدیہا ولا مال فلیسعد النطق ان لم یسعد الحال

میں چاہتا ہوں کہ عزیزانم اسعد اور فریدہ کی جلد شادیاں ہو جائیں، تاریخ قاری حبیب صاحب مقرر فرمائیں گے۔ اور نہایت سادگی سے اس کو انجام دینا ضروری سمجھتا ہوں، اگر مجکو مجبوریاں نہ پیش آجاتیں تو اب تک میں کر چکا ہوتا۔ حارث صاحب کو بھی عریضہ لکھتا ہوں آپ ان کو روانہ کر دیں۔ بالا بالا بھیجنا غیر مناسب خیال کرتا ہوں والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۷ رجب ۱۳۶۳ھ۔

مکتوب ۲۳

مولانا حفظ الرحمن صاحب کی رہائی اور پھر دہلی میں آپ کے دفتر میں ٹی پارٹی اور پھر ورکنگ کمیٹی کا اجلاس وغیرہ انصاری اخبار دہلی سے معلوم کر کے بہت خوشی ہوئی۔ مولانا سے بہت بہت سلام کہدیں اور عرض کر دیں کہ مہربانی فرماکر ذرا توجہ سے کام لیں اور

حاشیہ مکتوب ۲۳: ۔ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن ایم۔ پی و ناظم اعلیٰ جمعیۃ علما ہند دارالعلوم دیوبند کے فاضل اور سیوہارہ ضلع بجنور کے مشہور خانوادہ کے چشم و چراغ ہیں اور بہت ہی بڑے مصنف اور خطیب خوش بیان ہیں۔ روشن خیال علما میں ان کی نظیر مشکل سے ملیگی۔ واقعہ یہ ہے کہ مولانا کی شخصیت ایک عہد آفریں قسم کی شخصیت ہے۔ ایسے شجاع اور بہادر کہ رجعت پسند عناصر ان کے نام سے لرزجاتے ہیں۔ کیونکہ مولانا کی زندگی ایک کھلی کتاب ہے اور مولانا سچے ہیں ۱۹۴۷ء کے المیہ میں دہلی کے اندر موصوف نے جو کچھ کیا شاید کسی اور نے نہیں کیا۔ اگر ۴۷ء کے بعد قومی زندگی کی کوئی کتاب لکھی جائے گی اس میں مجاہد ملت کی نمایاں جگہ ہوگی۔ یہ حاشیہ ہم مولانا احمد سعید رحمۃ اللہ علیہ کے انتقال کے بعد لکھ رہے ہیں اب مولانا حفظ الرحمن ہی کی ذات ایسی رہ گئی ہے جو گذشتہ مرکزی شخصیتوں کی طرح ایک ہمہ گیر شخصیت کی مالک ہے۔ جس میں مسلمانوں کے عصری تقاضوں کو پورا کرنے کی صلاحیت بدرجہ اتم موجود ہے اس وجہ سے اور بھی کہ آپنے مسلمانوں کی نصف صدی کی جدوجہد آزادی کو دیکھا اور شیخ الہندؒ اور شیخ الاسلام کے طریق کار کو اپنایا۔ اخلاص و دیانت کے ساتھ قوم وملت کی خدمت کی۔ متع اللہ المسلمین بطول بقائہ۔ مولانا آزاد مرحوم آپ کی صلاحیت وخدمات کے قائل تھے یہ حاشیہ لکھنے کے وقت حضرت مولانا احمد سعید صاحب کو رحمۃ اللہ علیہ لکھا جارہا تھا اور مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب کو متع اللہ المسلمین بطول بقائہ لکھا گیا تھا۔ مگر آہ ۔ !!! اس وقت وہم وگمان

(باقی صـ۹۸ پر)

اس جمود کو جو کہ ورکروں اور اراکین پر چھایا ہوا ہے دُور فرمائیں۔ اگر کسی منصب کے تغیر تبدل وغیرہ کی ضرورت محسوس ہو یا کسی کی تعین و تقرر کی ضرورت ہو تو اس میں کوئی انتظار اور تاخیر کو روا نہ رکھیں موجودہ حضرات ہی کے پاس طاقت ہر قسم کی ہے تیقظ اور بیداری سے کام لیجئے۔ حضرت ناظم صاحب سے بھی سلام مسنون کے بعد عرض کر دیجئے کہ سُستی اور کسالت کو دور کریں اور مخلصانہ جدوجہد سے کام لیں...... دعوات صالحہ سے دُور افتادوں کو فراموش نہ فرمائیں۔ دفتر اقبال اکیڈیمی ظفر منزل تاج پورہ لاہور میں کتاب ہمارے ہندوستانی مسلمانوں کا ترجمہ شائع ہوا ہے اس کا ایک نسخہ اور احوال سلطان ٹیپو کا ایک نسخہ بھیج دیجئے۔ مصارف کو قاری صاحب کے پاس لکھوا کر منگا لیجئے۔ مولانا خادم حسین صاحب کے پاس جمالستان میں بھیج دیں، حضرت مفتی صاحب اور اعلیٰ حضرت اور دوسرے اکابر و احباب پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ شعبان ۱۳۶۳ھ۔

بقیہ صفحہ ۹۷۔ میں بھی نہ تھی یہ بات کہ حضرت مجاہد ملت کو بھی بہت جلد رحمۃ اللہ علیہ لکھنا ہوگا۔ اب جبکہ یہ سلسلہ مکاتیب کتابت و طباعت کے مرحلہ میں داخل ہو رہا ہے تو اب حضرت مجاہد ملت بھی ہم سے جدا ہو گئے ہیں اور اب وہ بھی نہ رہے۔ رحمہم اللہ رحمۃ واسعۃ۔ ؎

کمر باندھے ہوئے چلنے کو یاں سب یار بیٹھے ہیں
بہت آگے گئے باقی جو ہیں تیار بیٹھے ہیں،

اس والانامہ کے حاشیہ میں ٹیپو سلطان شہیدؒ پر ہم کچھ تھوڑی سی روشنی اس وجہ سے ڈالنا چاہتے ہیں کہ جنگ آزادیٔ ہند کی ابتدا جس شیر بیشۂ حریت نے کی تھی ملک کی آزادی کے بعد اس کی اُمید نہ تھی کہ ان عہد آفریں شخصیتوں کو بالکل نظر انداز کر دیا جائے گا۔ مانا کہ ملک کی تقسیم جن جذبات کے تحت عمل میں آئی اس کا ردعمل رجعت پسندانہ عناصر کی پیداوار ہے، مگر پھر بھی حکومت کے صاف دماغ اور بے لوث خدام کا فرض تھا اور ہے کہ وہ اس تنگ نظری کو ختم کریں اور طاقت و آئین سے ختم کریں اور شہداء ملک و ملت کو بھرپور خراج تحسین پیش کرتے رہیں۔ کیونکہ ملک و قوم کی فلاح اسی میں ہے۔ ورنہ جس طرح انگریزی راج کے قیام کے بہت سے اسبابوں میں سے سب سے بڑا سبب ہندوستانیوں کا خود، آپس میں نفاق اور نت نئی سازشوں کا شکار ہونا تھا ہمارا یہ ملک بھی خرابی سے ہرگز نہیں بچ سکتا۔ تاریخ شاہد ہے کہ ہندوستان میں دو سلطنتیں تھیں

(باقی صفحہ ۹۹ پر)

جو کامیابی سے انگریزوں کا مقابلہ کرسکتی تھیں، ایک میسور کی سلطنت خداداد اور دوسری مرہٹی سلطنت انگریزوں نے دونوں کو سازشوں سے ختم کر دیا۔ نواب حیدر علیؒ سلطنت مغلیہ کے آخری گورنر تھے۔ جس کے بعد ہی آپ نے اپنی علیحدہ سلطنت قائم کی جو تاریخ میں سلطنت خداداد کے نام سے مشہور ہے۔ نواب حیدر علی کا کاشانۂ اقبال اس دُرِ مقصود سے خالی تھا جس کو دنیا میں اولاد اور بیٹے سے یاد کیا جاتا ہے۔ حضرت ٹیپو مستان ولیؒ کے توسل سے دعا مانگی گئی خدا نے ۲۰ ذی الحجہ ۱۱۶۳ھ مطابق ۱۷۵۲ء شنبہ کو ٹیپو کی پیدائش ہوئی۔ ابوالفتح ٹیپو سلطان مستان ٹیپو کے نام پر نام رکھا گیا۔ یہ نامور اور مشہور شہید تاریخ ہند میں آزادیٔ ہند کا ہیرو قرار پایا۔ حتیٰ کہ مورخین فرنگ کو اعتراف ہے کہ ہندوستان میں حیدر علی اور ٹیپو سلطان سے بڑھ کر انہیں کوئی حریف نہیں ملا۔ ٹیپو کا نصب العین یہ تھا: "ہندوستان ہندوستانیوں کا ہے"۔

ٹیپوؒ کی عمر جب پانچ برس کی ہوگئی تو مکتب میں بٹھائے گئے، عربی، فارسی، فرنچ اور انگلش کی تعلیم اچھے طریقہ پر ہوئی۔ فنون سپہ گری کے لئے مشہور اہل فن کا تقرر عمل میں آیا چنانچہ ۱۵۔۲۰ سال کی عمر میں کمال پیدا کر لیا۔ ۱۱۸۵ھ میں جب کہ سلطان کی عمر ۲۳ سال کی تھی پہلا مقابلہ انگریزوں سے ہوا اور مدراس کے انگریز سپہ سالار نے من مانی شرط پر صلح کر لی۔ اور پھر اسی سنہ میں امام صاحب بخشی نائطہ کی لڑکی سے اور دوسری شادی لالہ میاں شہید کی لڑکی سے ہوئی۔ نواب حیدر علی کے انتقال کے بعد فوراً ہی ۱۱۹۶ھ مطابق ۱۷۸۲ء بروز یکشنبہ تاج شاہی سلطان کے سر پر رکھا گیا ۱۱۹۷ھ میں ٹیپو نے حیدر نگر کو فتح کر کے انگریزوں کو پسپا کر دیا۔

انگریز اور فرانسیسی یہ دونوں قومیں کس غرض سے ہندوستان میں آئیں اور کس طرح انگریز فرانسیسیوں کو شکست دیکر رفتہ رفتہ ملکی معاملات میں دخل دیتے ہوئے بنگالہ، اودھ وغیرہ پر قابض ہو گئے اگر میر قاسم و جعفر کا وجود بنگال میں نہ ہوتا تو شاید انگریزوں کے قدم کبھی بطور حکمراں ہندوستان میں نہ جمتے۔ بلکہ یہاں تک کہا جا سکتا ہے کہ یہ دراصل میر ہی تھے جنھوں نے ہندوستان کو غلامی کا طوق پہنایا۔ اگر تاریخ ہند کو بغور دیکھا جائے تو شمالی ہند میں میر جعفر و میر قاسم، حیدر آباد میں میر عالم اور میسور میں میر صادق اور میر غلام علی لنگڑا ایک ہی وقت میں تھے جنہوں نے ہندوستان کی آبرو کو برباد کر کے رکھدیا۔ سلطان ٹیپو نے اپنے انھیں غداروں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ اس غداری کا نتیجہ تمہیں اس وقت معلوم ہوگا جب تمہاری اولاد اس ملک میں محتاج و ذلیل ہو کر ایک ایک دانہ، چاول کو ترسے گی، واقعات سے پوری پوری تصدیق ہو کر رہی۔ تمام غداران ٹیپو اور غداران ہندوستان انہیں تاریخوں اور دنوں میں جن میں سلطان کی شہادت ہوئی بری موت مارے گئے۔

۱۲۱۳ھ ذیقعدہ مطابق ۴ مئی ۱۷۹۹ء میں تسخیر سرنگا پٹم کے سلسلہ میں سلطان کی شہادت کا واقعہ پیش آیا۔ جب سلطان ہر چہار طرف سے گھر گیا اور غداران ملک و ملت اپنی سازشوں میں کامیاب

مکتوب ۲۴

جواب لکھنے کو تھا کہ ۶ ر رمضان المبارک بروز شنبہ کو تقریبًا ۳ بجے دن کو حکم پہونچا کہ تجھکو بلا شرط رہا کر دیا گیا اور ابھی روانگی ہے۔ چنانچہ منتشر اسباب کو جلد جلد اکٹھا کیا گیا اور تمام کارروائیاں انجام دیکر تقریبًا ۶ بجے شام کو نینی جیل سے باہر آنا ہوا۔ یہ جگہ شہر سے تقریبًا ۶ میل دور ہے۔ سواری کا انتظام کرنا پڑا جس کی وجہ سے کافی دیر ہوگئی۔ بعد از مغرب آدھ گھنٹہ گذر جانے پر روانگی ہوئی۔ مولانا خادم حسین صاحب موجود نہ تھے۔ ان کے صاحبزادے تانگہ لے کر پہونچے اور تقریبًا ساڑھے نو بجے یا دس بجے ہم ان کے مستقر پر پہونچ گئے اسی وقت شب میں تار سے متعدد مقامات پر اطلاع دیدی چنانچہ دہلی میں بھی

حاشیہ مکتوب ۲۴۔ مکتوب ۱۳ تک جیل سے لکھے ہوئے خطوط ہیں اور مکتوب ۲۴ اس سلسلہ کا یہ آخری خط ہے۔ اس کے آگے خطوط متفرق اوقات کے ہیں۔ ان میں بعض اہم معاملات کی طرف اشارے بھی ہیں اسلئے شامل کئے جا رہے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۹۹۔ ہوگئے تو اسی حالت میں ایک افسر راجہ جان نامی نے مشورہ دیا کہ آپ اپنے کو انگریزوں کے حوالہ کر دیجئے۔ سلطان نے تیور بدل کر غصہ سے جواب دیا۔ "گیدڑ کی صد سالہ زندگی سے شیر کی ایک دن کی زندگی بہتر ہے" خوب بات ہے رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

پچاس سال کے قریب عمر پاکر جام شہادت نوش فرمایا۔ بَلْ اَحْیَاءٌ عِنْدَ رَبِّھِمْ یُرْزَقُوْنَ کی بشارت سے سرفراز ہوکر سلطان کی روح آج یہ پیغام دے رہی ہے۔ ؎

در جہاں نتواں اگر مردانہ زیست ہمچو مرداں جاں سپردن زندگی است

ٹیپو سلطان کو باپ کے پہلو میں میسور کے اندر دفن کیا گیا۔ ع "ٹیپو بوجہ دین محمد شہید شد" سے تاریخ شہادت نکلتی ہے۔ جنرل ہارس جب لاش پر آیا تو فرط خوشی سے پکار اٹھا "آج ہندوستان ہمارا ہے" مگر ان سفید فام بھیڑیوں کو کیا معلوم تھا کہ اسی ہندوستان نے ۱۹۴۷ء میں ٹیپو شہید کے سچے جانشینوں (جن میں حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ کا نام نامی اعلاء کلمۃ الحق اور انگریز دشمنی میں سب سے پیش پیش ہے) ٹیپو کی زبان سے یہ کہلا دیا کہ پھر "آج ہندوستان ہمارا ہے" اور "درمیان کارزار کفر و دیں ؛ ترکشِ ما را خدنگ آخریں"

رحمۃ اللہ علیہم وعلی اتباعہم الی یوم الدین۔

ناظم اعلیٰ صاحب اور حاجی صاحب کو اطلاع دیدی۔ مولانا کے انتظار اور بعض احباب کے ملاقات وغیرہ کی غرض سے اتوار کو ٹھہرنا پڑا، آج بروز دوشنبہ ۷ بجے کی گاڑی سے روانہ ہوکر جونپور اتروں گا کیونکہ شیخ صاحب جونپوری بہت بیمار ہیں۔ وہاں چند گھنٹہ ٹھہر کر دہرہ اکسپرس سے ٹانڈہ جاؤں گا پھر وہاں سے دو ایک دن بعد لکھنؤ، مراد آباد ہوتا ہوا تقریباً ۱۴۔۱۵ ر رمضان المبارک کو یا اس سے پہلے دیوبند پہونچوں گا۔ وہ والانامہ جسمیں مولانا سلطان الحق صاحب کے والانامہ کو ذکر فرما رہے ہیں مجھ کو نہیں ملا اور یہی وجہ ہے کہ مولانا موصوف کو میں جواب نہیں لکھ سکا۔ ناظم اعلیٰ صاحب کی مستقلاً موجودگی دھلی مبارک اور موجب اطمینان ہے۔ آپ نے بوقت فراغت کتب ہائے مطلوبہ نہیں بھیجیں اب کیا امید کی جاسکتی ہے۔ رانی کھیت والا مضمون دیکھا یہ ان کا بیان قابلِ وثوق ہے۔ ان کی خصوصی ترکیب ہوگی۔ قاضی سجاد صاحب کے والد ماجد مرحوم کی وفات پر ان کو صبر واستقلال کی تاکید میری طرف سے عرض کر دیجئے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کی مغفرت فرمائے۔ اور پس ماندگان کو مرضیات خداوندی پر عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا کرے۔ آمین۔ قاضی صاحب موصوف پر منجملہ اور مٹھائیوں کے یہ ایک مستقل مٹھائی واجب ہوگئی ہے۔ جب تک والد صاحب مرحوم کا سایۂ رحمانی ظل گستر تھا مولانا سجاد صاحب کا جائداد میں نہ کچھ حصہ تھا اور نہ استقلال بالتصرف کا حق رکھتے تھے اب ان کو سالہا سال کے بعد یہ مرتبت نصیب ہوئی ہے اس لئے جملہ احباب کو ان سے مطالبہ شیرینی کا پورا حق ہے جن میں سے میں بھی ہوں۔ جناب قاری صاحب کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ان کو صحت اور قوت عطا فرمائے تاکہ بوقت حاضری میں ان کو صحیح اور توانا پاؤں۔ مولانا عبدالحلیم صاحب، مولانا حفظ الرحمٰن صاحب، اعلیٰ حضرت جناب مفتی صاحب اور جملہ واقفین پرسانِ حال بالخصوص مولانا کفیل صاحب کو سلام مسنون عرض کر دیں۔ نیز اہلیہ محترمہ اور ان کے والدین سے

سلام مسنون کہدیں۔ عریضہ لکھنے کے بعد کتابوں کا پیکٹ جس میں اصح السیر اور اور سلطنت خداداد تھے مل گیا، اطمینان رکھیں، حیدری صاحب سلام مسنون فرماتے ہیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ر رمضان المبارک ۱۳۶۳ھ جمالستان الہ آباد

مکتوب ۲۵

مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی بڑی صاحبزادی کے واقعہ سے افسوس ہوا بہرحال صاحبزادی کی سلامتی سے خوشی ہوئی۔ مولانا صاحب کی پریشانی موجب پریشانی ہے اللہ تعالیٰ ان کو آپ کو دیگر احباب کو پریشانیوں سے محفوظ رکھے آمین۔ ملک میں جو ہنگامہ پیدا کیا گیا ہے اس کے نتیجہ میں خدا جانے کیا کیا خمیازہ اٹھانا پڑے۔ اللہ تعالیٰ شرور عواقب سے محفوظ رکھے۔ آمین۔

ہمارے سفر میں آتے وقت رسل و رسائل کے انقطاع کی وجہ سے بحمد اللہ کوئی خصوصی تکلیف نہیں ہوئی۔ ہم یکم رمضان المبارک کو ۲ بجے کلکتہ پہونچ گئے تھے۔ مولوی راشد صاحب چونکہ اسی روز صبح پہونچ چکے تھے ان کی اطلاعات کی بنا پر سیٹیں ریزرو ہو چکی تھیں اس لئے ۲ ر رمضان کی صبح کو روانہ ہو کر ۳ کی صبح کو ۸ بجے سلہٹ پہونچنا ہو گیا۔ اب واپسی پر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل و کرم فرمائے۔ آمین۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۱ ر رمضان المبارک ۱۳۶۵ھ۔

حاشیہ مکتوب ۲۵

ملک میں ہنگامہ سے مراد وہ ہنگامہ ہے جو فرقہ وارانہ فسادات کی شکل میں بنگال و بہار، یوپی وغیرہ میں عام طور پر اس وقت رونما ہوا تھا۔

مکتوب ۲۶

عزیزہ حسانہ کے متعلق آپ کے اور عزیزم نصیر احمد سلمہٗ کی زبانی اور تحریر سے بہت سکون اور اطمینان حاصل ہوا۔ آپ کی اور دیگر حضرات کی جد و جہد اس بارہ میں بہت زیادہ قابل شکر و ستائش ہیں میں تہ دل سے بہت شکریہ ادا کرتے ہوئے دعا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ آپ جملہ حضرات کو جزاء خیر عطا فرمائے اور ہمیشہ بامراد اور سرخ رو رکھے آمین۔

اس بارہ میں چند امور ذیل میں آپ سے بلا تکلف و پس و پیش صفائی کا خواستگار ہوں۔

(۱) جو بھی مصارف ہوں خواہ معالجہ کے متعلق ہوں یا خورد و نوش یا قیام یا دیگر مصارف نقل و حرکت کے متعلق ان سے اطلاع دی جائے۔

(۲) مستحکم اور قابل اطمینان معالجہ کی کوشش کی جائے مصارف کا لحاظ نہ کیا جائے۔

(۳) جلد قابلِ اطمینان معالجہ حاصل کر کے عزیزہ حسانہ کو دیوبند واپس کر دیا

حاشیہ مکتوب ۲۶:- عزیزہ حسانہ مرحومہ حضرت کی بہت ہی ہونہار اور ہوشیار بچی تھی اس کے رخسار پر از قسم داد ایک پھنسی ہو گئی تھی جس کا علاج دیوبند میں نہ ہو سکا اور اس کو علاج کے لئے مولوی نصیر احمد صاحب اور حضرت کی خادمہ خاص (حجن بی) کے ہمراہ دہلی بھیجا گیا۔ تقریباً چار سال کی عمر ہو گی۔ علاج کے سلسلہ میں وہ مولانا وحید الدین قاسمی صاحب کے گھر مقیم رہی، حضرت کو مولانا وحید قاسمی صاحب اور دہلی میں مقیم دوسرے خدام پر اسقدر اطمینان و بھروسہ تھا کہ انھوں نے خود دہلی تشریف لانے کی ضرورت محسوس نہیں فرمائی۔ حالانکہ حضرت کو توجہ بھی دلائی گئی جیسا کہ مکتوب سے ظاہر ہے۔ بہرحال عزیزہ حسانہ صحتیاب ہو کر دہلی سے دیوبند بخیر و عافیت واپس چلی گئی۔ مگر مشیت ایزدی کہ وہ چند ماہ بخیریت رہ کر بیمار ہوئی، اور واصل بحق ہو گئی۔ اس مکتوب میں قارئین کرام معاملات کی صفائی کے بارہ میں خصوصی توجہ فرمائیں۔ ایک طرف اس قدر اطمینان کہ دہلی تشریف لانے کی ضرورت بھی محسوس نہیں فرماتے دوسری طرف اس قدر تاکید کہ پائی پائی کا حساب کیا جائے ساتھ ہی اہلیہ مولانا وحید قاسمی صاحب کا شکریہ اور دوسرے خدام کی تعریف و ستائش یہ حضرت ہی کا وصفِ خصوصی تھا۔

جائے اس کی ماں زیادہ پریشان اس کی دوری سے ہوتی ہے۔

(۴) عزیزم نصیر احمد کو تاکید کر دی جائے کہ روزانہ مفصل احوال سے اطلاع دیئے جایا کریں، مجھ کو آپ حضرات کی حُسن توجہات پر اس قدر اطمینان ہے کہ اپنا حاضر ہونا ضروری نہیں سمجھتا کہ میں خود حاضر ہوں۔ حاجی صاحب کو تاکید کر دیں کہ ایک درجن تکیوں کا جلد انتظام کر دیں، تکیوں میں روئی بھروا دیں۔ آپ کی اہلیہ محترمہ نے جس قدر عالی حوصلگی اور مہمانداری کا منظر پیش کیا ہے اس کا شکریہ ادا کرنے سے قاصر ہوں ان سے بہت بہت سلام عرض کر دیں۔ حامل عریضہ ہذا عبد القادر صاحب کو مولوی سجاد صاحب سے ملا دیجئے اور اگر کلمیابی تک ان کو ٹھہرنے کی ضرورت ہو تو دفتر میں جگہ دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۸ھ۔

مکتوب ۲۷

بُشریٰ فقد انجز الاقبال ما وعدا　　وکوکب المجد فی افق العلیٰ صعدا

مولوی مسعود کی آمد سے بہت خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ صاحبِ اقبال، طویل العمر، مرضی السیرہ والسریرہ، متقی صاحبِ علم وعمل بنائے آمین۔

میری اور والدہ حسانہ کی طرف سے بچّہ کے والدین کی خدمت میں مبارک بادی غایت اخلاص سے پیش ہے۔ بچّہ کے نام کے متعلق مندرجہ ذیل اسامی درج ہیں۔ سدید الدین، حمید الدین، رضی الدین، خالد، زبیر، طلحہ، اسامہ۔ ان میں جو پسند ہو رکھ لیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۴ ررمضان المبارک ۱۳۶۸ھ

حضرت مجاہد ملت کے مشورہ سے خالد وحید نام رکھا گیا۔

مکتوب ۲۸

آپ حضرات کے احسانات جلیلہ کا شکریہ کس زبان اور دل سے ادا کروں۔ جزا کم اللہ احسن الجزاء فی الدارین، آمین۔

شکر نعمتہائے تو چندانکہ نعمت ہائے تو۔ دوا استعمال کی جارہی ہے، بخار ۱۰۵ ڈگری تک پہونچ گیا تھا۔ استعمال کے بعد کمی ہوتی گئی آج صبح کو ۹۹،۸ تھا مگر زیادتی کمی ہوتی رہتی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم اور آپ حضرات کی دعاؤں سے جلد شفا عطا فرمائے۔ ۲۰ ستمبر سے بخار شروع ہوا ہے اور آج ۱۴ اکتوبر ہے درمیان میں کوئی ایسا وقت نہیں آیا کہ کبھی بالکل زائل ہو گیا ہو۔ انار شیریں اگر بڑے ہوں تو ایک درجن اور اگر چھوٹے ہوں تو دو درجن اور "مسمی" ایک درجن کسی آنے والے کے ہاتھ جلد بھیج دیجئے۔ مولانا الحکیم عبد الجلیل صاحب نگینوی اور ان کے بھائی صاحب کی خدمت میں سلام پہونچا دیجئے۔ قیمت نہ لے کر آئندہ طلب کرنے کی جرأت انہوں نے سلب کر لی اسی طرح آپ چاہتے ہیں۔ فروٹ کے لئے مبلغ دس۱۰ روپے مولانا محمد میاں صاحب کو دیدئے گئے ہیں۔ جو احسانات آپ حضرات نے اب تک کئے ہیں وہی بہت زیادہ ہیں آئندہ بوجھ زیادہ کرنے کا خیال نہ آنا چاہیئے۔ اور نہ دوسروں پر بار ڈالنا چاہیئے۔ جن صاحب نے یہ پچاس عنایت فرمائے ہیں اور دوسرے مصارف میں حصہ لے رہے ہیں کم از کم ان کا نام تو بتا ہی دیجئے تاکہ شکر گذاری سے تو محرومیت نہ رہے۔ میری آمدنی تو اتنی زیادہ ہے کہ ہمعصروں میں سے کسی کی بھی نہیں۔ پھر مجکو کس طرح درست ہے کہ احباب کے کندھوں پر بوجھ بنوں۔ ۔ ۔ ۔ آسام کے متعلق جسکی تاریخیں ۲۲-۲۳ محرم انہوں نے خود مقرر فرمائی ہیں کیا ارادہ ہے۔ جھنجھانہ والی مغویہ نہایت پریشانی میں ہے جلد از جلد اسکی خبر گیری ہونی چاہیئے زیادہ سے زیادہ اسکی خلاصی کی فکر کرائیے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۰ ذی الحجہ ۱۳۶۸ھ

مکتوب ۲۹

مبلغ تیس۳۰ روپے ارسال خدمت ہیں جو کہ بقیہ مصارف ہے۔ دوا کی قیمت حکیم عبدالجلیل صاحب کی خدمت میں پیش کردی گئی۔ آسام کے خط اور تار سے معلوم ہوا کہ انہوں نے ۲۰، ۲۱، دسمبر تاریخیں اجلاس کی مقرر کی ہیں۔ کلکتہ سے ہوائی جہاز سلچر ضلع کچھار آسام کو جو کریم گنج سے تقریباً ۳۰۔ ۳۵ میل ہے اور وہی ہوائی اڈہ سرباولی آسام کا ہے ہفتہ میں صرف تین دن جاتا ہے۔ دوشنبہ، چہارشنبہ، جمعہ۔ دوشنبہ ۱۹ دسمبر کو پڑتا ہے اس لئے یکشنبہ ۱۸ دسمبر کو کلکتہ پہونچ جانا ضروری ہے۔ ناظم اعلیٰ صاحب سے بعد سلام مسنون عرض کردیجئے کہ ان تاریخوں کا خیال رکھیں۔ ۱۸ دسمبر کو خواہ ہوائی جہاز سے یا ریل سے وہاں پہونچ جائیں میں بھی کوشش کروں گا۔ ناگ پور کی تاریخیں ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷ نومبر ہیں۔ مجکو ۲۳ نومبر کو پورہ معروف ضلع اعظم گڈھ میں موجود ہونا ہے بہت عرصہ سے وعدہ ہے میں وہاں سے فارغ ہو کر انشاء اللہ ۲۵۔ یا ۲۶ کو پہونچنے کی کوشش کروں گا۔ سنا گیا ہے کہ ناگ پور میں خود حکومت جلسہ جمعیۃ نہ ہونے کی کوشش کر رہی ہے۔ اور لیگیوں نے بھی سر اٹھا رکھا ہے۔ بریلوی حضرات بہت سر اٹھائے ہوئے ہیں اور عوام کو اس جلسہ کے خلاف بھڑکا رہے ہیں اس لئے تحقیقات کی ضرورت ہے۔ اگر جلسہ کا التوا ہو یا مقام کی تبدیلی ہو تو مطلع فرمائیں۔ موزہ بالکل صحیح اترا، میں نے آج سے استعمال شروع کر دیا مگر افسوس یہ ہے کہ آپ نے عبدالکریم صاحب کو اُجرت نہیں دی اور اسی طرح رومال کی رنگوائی کی بھی اجرت نہیں دی اور گھڑی کی بھی یہی حالت ہوئی یہ معاملہ بالکل خلاف قانون ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۵ محرم ۱۳۶۹ھ

مکتوب نمبر ۳۱

عزیزم خالد وحید کے مسوڑوں پر روزانہ ۲-۳ مرتبہ شہد مل دیا کریں تو انشاء اللہ دانت جلد اور بآسانی ظاہر ہو جائیں گے اس کی والدہ سے بعد از سلام مسنون یہ عرض کر دیں ...... یہ منسلک خط پنتھر ڈاکخانہ مبارکپور ضلع فیض آباد سے آیا ہوا ہے اس کو مولانا محمد میاں صاحب ناظم ادنیٰ کے پاس پیش کر دیجئے۔ جو نصاب ناظم ادنیٰ صاحب نے تجویز فرمایا ہے وہ وہاں مع رسائل ایک ایک نسخہ بھجوا دیجئے۔ اس میں وہ کتابیں بھی ہوں۔ جو کہ ناگری میں ابتدائی درجات کے لئے لکھی گئی ہیں جو مصارف ہوں اس سے مطلع فرمائیں۔ جناب ناظم صاحب زید مجدہم کی خدمت میں بعد از سلام مسنون عرض کر دیجئے کہ افسوس ہے کہ اس قدر اہم مسئلہ میں آپ نے غفلت سے کام لیا میں نے اس وقت آپ کو توجہ دلائی تھی جب کہ مناسب کمیونک حکومت کی طرف سے نکل سکتا تھا اور جس کے متعلق گذشتہ سال میں آپ نے فرمایا تھا کہ مولانا نے ایسا ہی فرمایا ہے

حاشیہ مکتوب نمبر ۳۱ - حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی دیوبند کے اس خانوادۂ سادات عظام کے گل سرسبد ہیں جن کے اکابر کا نام اسلامی خدمات کی فہرست میں رکھا جائے گا اور مولانا کی متحرک اور فعال زندگی ان ارباب عزیمت میں شمار ہو گی جنھوں نے ہندوستان کی سیاست اور جنگِ آزادی کی مدوجزر کو نہ صرف دیکھا بلکہ دار و رسن کو چیلنج کیا مولانا بہت بڑے مصنّف اور وسیع النظر عالم اور درسیات کے فاضل اور حضرت علاّمہ انور شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ میں کامیاب مدرس ہیں۔ موصوف کی یہ کرامت ہے کہ علمی اور غیر علمی چیزوں کو اتنی تیزی سے لکھتے چلے جاتے ہیں گویا پہلے سے سوچی ہوئی تھیں۔ شیخ الاسلام قدس سرہ کے محبوب مرید اور مدنی برادری میں اپنے شیخ کے بہت ہی رازدار اور معتمد علیہ تھے موصوف کو حضرت مدنی کے خدام سے بڑی ہی محبّت اور بعض خدام سے والہانہ مودت ہے۔ مکتوبات شیخ الاسلام کی تکمیل میں مولانا کو بہت ہی دخل رہا ہے چنانچہ حیات شیخ الاسلام ہی ناچیز کے لئے اس خدمت جلیلہ کا پتھر ثابت ہوئی۔ مولانا کو میں نے بغور دیکھا ہے اور سمجھا ہے۔ ایسے بے لوث اور مخلص بزرگ بہت ہی کم دیکھنے میں آئے جن کو دیکھ کر حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کی یاد تازہ ہو جائے بہت سی باتیں حضرت شیخ کی

(باقی صفحہ ۱۰۸ پر)

مگر اس سال باوجود یاددہانی بالکل بھول گئے۔ دیگر اسفار میں چلے گئے۔ پنڈت جی سے تذکرہ کیا تو اس کو نامکمل چھوڑا، حکام کی ذہنیت آپ دیکھ رہے ہیں۔ مراد آباد اور بہرائچ کے خطوط اگر آپ کے پاس نہ پہونچتے تو آپ کو اطلاع بھی نہ ہوتی۔ خدا جانے اور اضلاع میں کیا ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم رکھے خطرات بہت زیادہ ہیں اگر غور فرمائیں تو ظاہر ہوگا کہ ان اسفار سے اس کو انجام دینا نہایت مقدم تھا۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند، ۷ رذی الحجہ ۱۳۶۹ھ

بقیہ حاشیہ مکتوب ۳۰، از ص۱۰۷، مولانا کی ذات کے اندر ہیں۔ خشیت الٰہی اور سیر چشمی مولانا کا مدنی حصہ ہے۔ آپ کے خطوط ہر چہار جلدوں میں پھیلے ہوئے ہیں جن سے اندازہ ہوتا ہے کہ حضرت شیخ رح سے بلاواسطہ کسب فیض اور تحصیل نسبت صوفیہ کے ساتھ اپنے شیخ سے عرفان کی وہ لازوال دولت ومعرفت حاصل کی ہے جو مدتوں پاپڑ بیلنے کے بعد بھی بہتوں کو حاصل نہیں ہوئی۔ آپ کی ذات اس دور آخر میں جب کہ جمعیۃ علماء ہند کے درخشاں ستارے ایک ایک کرکے ٹوٹ چکے ہیں ایک منارہ کا حکم رکھتی ہے۔ اللہ تعالیٰ تادیر باقی وقائم رکھے آمین۔

شاید بہتوں کو معلوم نہ ہو کہ مولانا موصوف آج تاریخ آزادی ہند کے سب سے بڑے محقق اور مستند مورخ ہیں، آپ کی تصنیفات اور آپ کی سیاسی تقریریں اور سیاسی خطبات اور بعض نام نہاد اسلامی جماعتوں کے طفلانہ اعتراضات کے جوابات ایک درخشاں ثبوت ہیں اور بظاہر سیاسی خطبات ہیں لیکن اس کے اندر بھی تعلق مع اللہ کا امتزاج سونے پر سہاگہ کا حکم رکھتا ہے سچ فرمایا ہے۔

در کفِ جامِ شریعت در کفِ سندانِ عشق — ہر ہوسناکے نداند جام وسنداں باختن

۵ ناظم "ادنی" جمعیۃ علماء کا کوئی عہدہ نہیں ہے۔ محض بزرگانہ شفقتوں کی ایجاد ہے۔ حضرت نے اپنے احباب اور خدام کے کچھ خطابات معین فرما رکھے تھے۔ حضرت مجاہد ملت رحمۃ اللہ علیہ کو ناظم اعلیٰ، حضرت مولانا عبدالحلیم صاحب صدیقی کو ناظم مطلق اور مولانا محمد میاں صاحب کو ناظم ادنیٰ فرمایا کرتے تھے۔ اور جب کوئی شخص "ادنیٰ" کے لفظ پر چونکتا تو حضرت فوراً یہ تشریح فرما دیتے کہ یہ دنارت سے ماخوذ نہیں ہے بلکہ اس کا ماخذ "دنو" ہے یعنی ہمارے یہاں جس معنی پر "ادنیٰ" استعمال ہوتا ہے وہ دنارت سے ماخوذ ہے جس کے معنی ہیں حقارت، کمینہ پن۔ اس ماخذ کے لحاظ سے "ادنی" کے معنی ہوتے ہیں زیادہ، دنی۔ زیادہ حقیر۔ یا زیادہ کمینہ۔ لیکن عربی میں "ادنی" کے دوسرے معنی بھی ہیں یعنی زیادہ قریب، کما قال اللہ فی سورۃ والنجم، فکان قاب قوسین او ادنی۔ یعنی ایک کمان کی مسافت پر تھا یا اس سے بھی قریب تر۔ یہ ادنی "دنوٌ" سے ماخوذ ہے جس کے معنی قرب اور نزدیکی ہوتے ہیں۔ حضرت مجاہد ملت رح کے بعد اب آپ ہی جمعیۃ علماء ہند کے ناظم اعلیٰ بنائے گئے ہیں۔

مکتوب ۱۳۱

جناب مولانا مظہر حسین صاحب چکوال ضلع جہلم پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

آپ کا والا نامہ مورخہ ۱۲ر شعبان موصول ہوا تھا حضرت شیخ الادب صاحب کے ذریعہ سے جواب بھیج دیا تھا۔

ذکر لسانی ہمیشہ اپنی کثرت اور مداومت سے، ذکر قلبی جس کا مرکز زیرِ پستانِ چپ چار انگل ہے اور ذکر روحی کی طرف جس کا مرکز زیرِ پستانِ راست ہے منجر ہوتا ہے مگر ہم کو لطائف کے جاری کرنے کی ضرورت نہیں ہے اس میں مسافت طویل ہے بہرحال ۲۵ ہزار ذکر لسانی پر مداومت فرمایئے اور جس قدر اس میں زیادتی ممکن ہو عمل میں لاتے ہوئے قلبی ذکر کی طرف بھی توجہ فرمایئے یعنی قلب جو کہ بائیں پستان سے چار انگل نیچے ہے تصور کیجئے کہ اس سے لفظ اللہ برابر نکلتا ہے۔ ذات مقدسہ چونکہ محبوب قلب ہے اور حسبِ قاعدہ من احب شیئاً اکثر ذکرہ قلب بے چینی کے ساتھ محبوب حقیقی کو یاد کر رہا ہے۔ اس میں ذکر لسانی کو کوئی دخل نہ دیجئے فقط دھیان اور تصور ہوگا اور خیال ہی خیال میں ذکر کرتے ہوئے کم از کم دو ہزار روزانہ خواہ ایک ہی مجلس میں یا متعدد مجالس میں اس کو پورا کیجئے جو حرکت سینہ میں محسوس ہوتی ہے سلطان الاذکار کا مقدمہ ہے، اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے۔ اور ماسوی اللہ سے کلی انقطاع نصیب ہو آمین۔

حصولِ زیارت مقدسہ مبارک ہو آنکھ بند ہونا غالباً اشارہ اس طرف ہو کہ ذکر میں انہماک کیجئے اور اغیار سے انقطاع کیا کیجئے۔

مستری سردار محمد صاحب سے بھی سلام مسنون کہدیں میں ان کو غائبانہ بعیت کئے لیتا ہوں ان کو اتباعِ شریعت کی تاکید اور تسبیحات ستہ کی تعلیم کر دیجئے......

اس زمانہ کے قطب الارشاد اور مجدد کو میں نہیں جانتا، مجھ جیسا ناکارہ اور نالائق کس طرح جان سکتا ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ سلہٹ ۸ رمضان المبارک ۱۳۶۴ھ۔

مکتوب [۳۲]

محترم المقام زید مجدکم....... جس دھن میں آپ لگے ہوئے ہیں بہت مبارک دھن ہے تمام جیل کی تکالیف پہ پانی پھیر دینے والی ہے، اللّٰھم زد فزد۔ ؎

کفر کافر را و دیں دیندار را ذرۂ دردت دل عطار را

یہ دھن اگر برسوں میں بھی حاصل ہو جائے بسا غنیمت ہے۔ ذکر و شغل میں جو حصہ بھی عمر عزیز کا صرف ہو جائے وہ ہی زندگی ہے۔

؎ ہر نفس بہرت مسیحائیست چست گر نداری پاس او از جہل تست
ایں چنیں انفاسِ خوش ضائع مکن، غفلت اندر شہر جاں شائع مکن،

حضرات چشتیہ قدس اللہ اسرارہم تمام لطائف کو قلب ہی میں مندمج ملنتے ہیں، اور اسی طرف توجہ کرنے سے تمام لطائف کو طے کرتے ہیں۔

میرے محترم یہ سب لطائف وسائل اور ذرائع ہیں انوار وغیرہ بھی مقاصد اصلیہ نہیں ہیں۔ وصل اور فراق بھی مقصد اصلی نہیں ہے۔ ؎

وصال و قرب چہ خواہی رضاء دوست طلب کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے

صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم جن کے درجہ پہ کوئی ولی نہیں پہونچ سکتا ان کی شان میں فرمایا جاتا ہے "یبتغون فضلاً من اللہ ورضوانا"۔ معیت اور دوام حضور بڑی چیزیں اور انعام عظیم ہیں مگر مقصود اصلی رضاء خداوندی ہے اگر شہنشاہ کی دربارداری اور حاضرباشی حاصل ہو جائے اور معاذاللہ رضاء شاہی نصیب نہ ہو تو خسارہ ابدی ہے اور اگر رضاء شہنشاہی

حاصل ہو تو دوری مسافت اور غیر حاضری دربار کوئی چیز نہیں بسا اوقات مجرمین بھی دربار میں حاضر ہوتے ہیں مگر ان کی یہ حاضری خوش نصیبی نہیں سمجھی جاتی ۔ طلب رضاء خداوندی اور اس کا حصول سلوک ثانی ہے جس سے مراتب اولیاء اللہ کی عظمت حسب مراتب ہوتی ہے اس کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھیں ۔ انوار، کیفیات، مکاشفات، الہامات وغیرہ کیلئے فرماتے ہیں "تلک خیالات تربی بھا اطفال الطریقۃ" یہ وسائل ہیں مقاصد نہیں ۔ کسی سے بھی دل نہ لگائیے اور کسی مقام پر قرار نہ پکڑیئے بلکہ ہمیشہ آگے بڑھتے رہیئے ۔ قبض و بسط لوازمات بشری ہیں ۔ بسط میں شکر گذاری ضروری ہے "لئن شکرتم لازیدنکم" اور قبض میں استغفار کی کثرت اور عدم مایوسی لازم ہے حضور دائم بلا کیف وکم کی جدوجہد کرتے ہوئے رضاء و خوشنودی کے خواہاں رہیں ۔ جس کے لئے اتباع سنن سید المرسلین علیہ السلام ازبس ضروری اور لازم ہے "قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ" اسی سے محبوب خداوندی بنتا ہے ...... ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم ۔

خوابہائے مختلف اور کیفیات متنوعہ مبارک اور امید افزا ہیں شکر کیجئے اور ذات منزہ عن جمیع الحوادث والنقائص متصفۃ بجمیع صفات الکمال الذی لیس کمثلہ شئی کا دھیان دائم ہونے کے لئے کوشاں رہیئے ۔ انوار اور ذوات الانوار غیر ہیں ان سے دل نہ لگائیے ۔ والذین ھم علیٰ صلاتھم دائمون ۔ کی نعمت حاصل کیجئے ۔ ؎

ہر آنکہ غافل از وے یک زمان است | ہماں دم کافر است اما نہان است
مبادا غائبی پیوستہ باشد | در اسلام بروے لبستہ باشد

اس راہ میں غفلت بھی گناہ ہے اس سے بار بار توبہ اور استغفار ہونی چاہیئے ہدانا اللہ وایاکم، آمین ۔

پڑھانے میں [illegible] جہ الی الغیر ہوتی ہے مگر اس سے نسبتہ میں قوت ہوتی ہے ۔ اور نشر و اشاعت دین اور وظیفہ نبویہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) کی جو کہ تبلیغ و ہدایت ہے

ادائگی ہوتی ہے اس لئے اس کے ادا کرنے میں حسب استطاعت کوشش کیجئے۔ وضو جب ٹوٹ جائے اور وضو کرنے میں دقت ہو تو ان اشیاء کی ادائیگی کے لئے جن میں وضو لازم نہیں ہے تیمم کر لیا کیجئے اگرچہ پانی موجود ہو جیسا کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب سلام کے لئے تیمم فرمایا تھا۔ توجہ الی اللہ میں استغراق ضروری نہیں ہے، لا تدرکہ الابصار وھو یدرک الابصار بے کیف اور بے کم کی طرف قلبی توجہ ہونی چاہیئے۔ ؎

ہست رب الناس را با جان ناس اتصالے بے تکیف بے قیاس

حجابات اور انوار اور کیفیات اور لطائف کے متعلق مندرجہ بالا مضمون میں جواب آ گیا۔ حضرت سید آدم نبوری رحمۃ اللہ علیہ خلیفہ خاص حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ نے ان تفصیلات کو جن کو مجدد رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں ترک کر دیا تھا۔ آپ توجہ الی الذات بلا کیف ہی کو مدار سلوک قرار دیتے ہیں۔

جیل سے رہائی کے لئے ظاہری کوشش میں کوئی حرج نہیں۔ توکل اور اعتماد اللہ ہی پر رہنا چاہیئے کامیابی ہو تو فبہا ورنہ کبیدہ خاطر نہ ہونا چاہیئے۔ رضاء دوست جس میں ہو وہی عبد کا مقصد ہے اسی میں خوش رہنا چاہیئے، میں بھی دعا کرتا ہوں۔ اپنے رفقاء کو جو بھی لائق ہوں مزید ذکر تعلیم دیتے رہیئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ربیع الثانی ۱۳۶۸ھ۔

مکتوب ۳۳

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ اس کریم کارساز بندہ نواز نے آپ کو قرب و حضور اور معیت کی نعمت وجدانی طور پر عنایت فرمائی اور نسبت میں قوت اور ترقی عطا فرمائی۔ فللہ الحمد والمنۃ اللھم زد فزد۔

محترما! توجہ الی الذات المقدسۃ المنزھۃ عن سایر سمات النقص والزوال وعن المادۃ

و المثال المتصفہ بالکمال و الجلال، کو جس قدر ممکن ہو بڑھایئے اور حضور دائم پیدا کیجئے۔

لطائف مدرکہ کا ترقی پذیر ہونا نعمت عظیمہ ہے اللہ تعالیٰ اور زیادہ فرمائے۔

ذات مقدسہ بے مثل اور بے مثال ہے۔ اسی طرف دھیان متوجہ رہنا چاہیئے۔ ؎

اے برتر از قیاس و گمان و خیال و وہم | و از ہرچہ گفتہ اند و شنیدیم و خواندہ ایم

لیس کمثلہ شیئ، اس کی شان ہے، لم یکن لہ کفوا احد، اس کی آن ہے وہی مقصود

انفس و جان ہے اس سے غافل ایک دم نہ ہونا چاہیئے۔ ؎

یک لمحہ را غافل تو از اں ماہ نہ باشی | شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی،

ذٰلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء واللہ ذو الفضل العظیم۔

اس توجہ دائمی کے ساتھ مرضیات حق کو ہمیشہ تلاش کرنا اور اس میں منہمک رہنا اعلیٰ ترین مقصد انسانی ہے جس کے لئے درحقیقت جناب سید الانام علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اکمل التحیۃ والسلام کے سنن و آداب کی زیادہ سے زیادہ پیروی کرنا اشد ضروری ہے ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضا دوست طلب | کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے؛

قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی، الآیۃ۔ ارشاد گرامی ہے۔ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا مطمح نظر یہی تھا۔ یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا۔ اس کی دلیل ہے۔ اسی کی جد و جہد میں ہمیشہ لگے رہیئے یہی دھن ہماری دن و رات رہنی چاہیئے۔

میں دعا کرتا ہوں میرے پاس آنا اور رہنا کوئی ضروری نہیں ہے میں اسلافِ کرام کا بدنام کرنے والا اور نفس اور خواہشات کا بندہ ہوں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے تو نجات کی امید کر سکتا ہوں "عدل کرے تو لٹیاں فضل کرے تو چھٹیاں" بزرگانِ پنجاب کا صحیح مقالہ ہے۔ ؎

سودہ گشت از سجدۂ راہِ بتاں پیشانیم؛ | چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم؛

لوگوں کی تبلیغ اور نصائح بالآیات القرآنیہ اور بالاحادیث النبویۃ علیٰ صاحبہا

الف الف سلام وتحیۃ میں مشغول رہنا بہت بڑی کامیابی ہے ..... مگر اس راہ میں مشکلات اور تکالیف کا پیش آنا ناگزیر ہے۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو جب کہ یہ حوادث پیش آتے رہے تو ہم کو اور آپ کو کب اس سے چھٹکارا ہو سکتا ہے۔ صبر جمیل پر سہارا کرنا اور الطاف ربانیہ کا امیدوار رہنا از بس ضروری ہے۔ جب کہ فرعون جیسے مدعی الوہیت کے سامنے "قولا لہ قولاً لیناً" اور بدبختان عرب کے مقابل ادع الی سبیل ربك بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ کا ارشاد ہے تو ہم ناکاروں کو ابنار زماں کے مقابل بدرجہ اتم اس پہ چلنا ضروری ہوگا۔ غمگین اور مایوس نہ ہوجئے۔

ع سرزنش ہا گر کند خار مغیلاں غم مخور۔

اخلاص اور سچی ہمدردی کو ہاتھ سے جانے نہ دیجئے۔ مجادلات اور فضول بکواس سے حتی الوسع اجتناب فرمایئے۔ اس زمانہ میں مناظرہ حقیقی نہیں ہوتا۔ نفس پرستی اور خودنمائی مقصود ہوتی ہے۔ کہہ دیجئے کہ ہم نے حق بات ظاہر کردی، ہمارا فریضہ صرف تبلیغ اور واضح کردینا ہے ماننا نہ ماننا تمہارا کام ہے۔ ہاں اگر سخت ضرورت پیش آجائے تو اوّلاً اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کیجئے اور اس سے استمداد باطنی کرنے کے بعد میدان مناظرہ میں قدم رکھئے اور اس کی بے نیازی سے مطمئن نہ ہوجئے۔ ولو شاء ربك مافعلوہ فذرھم وما یفترون کو کبھی ذہن سے نہ نکالئے۔ ھدایت اور اضلال دونوں اس کے اختیار میں ہیں۔ یضل من یشاء ویھدی من یشاء وقال سبحانہ وتعالیٰ ولو اننا نزلنا الیھم الملائکۃ وکلمھم الموتی وحشرنا علیھم کل شیٔ قبلا ماکانوا لیومنوا الا ان یشاء اللہ ولکن اکثرھم یجھلون۔ اس لئے تنگ دل نہ ہوجئے یہ اس کی شئون ہیں "اقام العباد فیما اراد" اس لئے ہر ایک کو ہم میں سے ہمیشہ اس سے ڈرتے رہنا اور اسی کی استمداد اور ھدایت چاہنا از بس ضروری ہے۔ "وکذلك زینّا لکل امۃ عملھم" اس کی شانِ بے نیازی ہے۔ "افامنوا مکر اللہ فلا یامن مکر اللہ الا القوم الخاسرون!

آپ کو جو تعلیم دی جا چکی ہے یہ آخری سب طرق کی تعلیم ہے اس پر کاربند رہیئے۔ اور اسی میں ترقی اور مداومت جاری رکھئے، استقامت اور کوشش سے آپ بڑے سے بڑے مقامات پر پہونچ سکتے ہیں۔ الاستقامۃ فوق الکرامۃ۔ اتباع سنّت...... سینہ کا انہماک اور توجہ الی الذات المقدسۃ تمام ترقیات کی مفتاح ہیں اسی میں لگے رہئے۔ بزرگان دین مولانا محمد حسن صاحب امرتسری یا مولانا خیر محمد صاحب یا مولانا عبدالمالک صاحب وغیرہ حضرات سے آداب اور احترامات کے ساتھ ملئے کسی کی بے ادبی غیبت یا حضور میں عمل میں نہ لائیے اور نہ کسی کو حقارت سے دیکھئے یہ حضرات اور دیگر بزرگان تو بڑے ہیں ہی کسی عامی مسلمان کو بھی حقارت سے نہ دیکھئے۔ اگر کوئی عمل اس کا غلط ہو اس پر گرفت کیجئے مگر اس کی حقارت قلب میں ہرگز نہ لائیے۔ صراط مستقیم اور امداد السلوک کو زیر مطالعہ رکھئے، مولانا خورشید احمد صاحب ساکن قصبہ عبدالحکیم ضلع ملتان بھی مجاز ہیں اگر ممکن ہو تو ان سے ملاقات جاری رکھئے۔ لوگوں کو ارشاد و ہدایت کرتے رہیئے جو بھی آپ سے طالب رہنمائی ہو، انشاء اللہ اس کو نفع پہونچے گا۔ سردار محمد صاحب میاں خان صاحب اور ماسٹر عبدالمجید صاحب کی حسب استعداد و ترقی تعلیمات جاری رکھئے۔ میاں فیروز الدین صاحب کو آپ خود بیعت کر کے تلقینات جاری رکھئے۔ تسبیحات ستہ وظیفہ ہیں۔ ذکر مقدم از وظائف ہے۔ ذکر اسم ذات پاس انفاس وغیرہ حسب فرصت و ترقی تعلیم کرتے رہیں...... جو شخص بھی بیعت کا خواہشمند ہو اس کو رد نہ کریں۔ حضرت گنگوہی قدس سرہٗ العزیز کے مکتوبات میرے پاس بالکل نہیں ہیں پہلی جنگ عمومی میں میں مالٹا میں قید ہو گیا ترکی حکومت نے جملہ قلمی کاغذات ضائع کر دیئے۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲ ر ذلیقعدہ ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۳۴

ہر دو ہمشیروں سے بعد از سلام مسنون کہہ دیجئے کہ میں نے ان کو بیعت کر لیا ان کو تسبیحات ستہ صبح و شام بتا دیجئے اور اتباعِ شریعت کی تاکید کر دیجئے۔ عورتوں کی طبیعت ضعیف ہوتی ہے ذکر کی زیادتی سے اور امور خانہ داری سے بسا اوقات عاجز ہو جاتی ہیں اس لئے ان کی تعلیم میں اسم ذات کے ذکر لسانی پر اکتفا کیجئے۔ گیارہ ہزار جو آپ نے بتا رکھا ہے مناسب ہے۔

بڑی ہمشیرہ صاحبہ کو بھی حسب حکم بیعت کر لیا۔ ان کو پاس انفاس کی مداومت کی تاکید کر دیں اور ذکر قلبی میں بھی اَللّٰہ ھُوْ روزانہ دو ہزار مرتبہ کا تصور باندھیں۔

قریب کے قصبہ میں مدرسہ قائم کرنا مناسب ہے بشرطیکہ اس کی طرف توجہ تام کی جائے، آپ اور آپ کے احباب مشورہ اور استخارہ کر کے انجام دیں۔ حضرت مولانا حسین علی صاحب مرحوم کے متوسلین میں تشدد بہت زیادہ ہے جو کہ غلط درجہ تک پہونچ جاتا ہے۔ یسروا ولا تعسروا و بشروا ولا تنفروا و تطاوعا ولا تختلفا اور الدین یسر، احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ البیضاء الحدیث کے خلاف ہے۔ حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے مکتوب انوار القلوب کے بالکل مخالف ہے اگرچہ بریلویوں کے غلو کا جواب اسی طرح ہوتا ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲ ذی الحجہ ۱۳۷۰ھ۔

مکتوب ۳۵

نظر بندی کا علم فقط اس خط سے ہوا۔ اگرچہ عرصہ دراز سے کوئی والا نامہ نہیں آیا تھا مگر یہ خیال نہ تھا۔ حق تعالیٰ آپ حضرات کے اس دینی جہاد کو قبول فرمائے اور باعث کفارہ

سیئات اور ترقی درجات کرے آمین۔

محترما! اس دورِ فتن میں دین کو پکڑنا قبض علی الجمر کا مرادف ہے سوچ سمجھکر کام کرنا چاہیئے۔ اگر تعلیمات دینیہ کا مشغلہ ہو تو زیادہ مفید اور ضروری معلوم ہوتا ہے ورنہ تبلیغی جماعت کا پروگرام انسب ہے کم از کم سلفِ صالح کے قدم بقدم تو رہنا نصیب رہتا ہے۔ جو جماعتیں نئی نئی زرق برق پوشاک میں نمودار ہو رہی ہیں ان کی چمک دمک میں محو ہو جانا انتہائی خطرناک ہے۔ مودودیوں کی گمراہی سے آپ غالباً بالکل ناواقف ہیں آپ فرماتے ہیں "جماعت اسلامی کے معاملہ میں بندہ اکثر متردد رہتا ہے۔ کیا اس جماعت کی مخالفت کرنا ضروری ہے۔ یا نظام اسلامی کے پیش نظر ان سے اتفاق کیا جائے۔ یا توقف وسکوت بہتر ہے" آپ اس قدر غافل کیوں ہیں ان کی کتابوں کو تنقیدی اور گہری نظر سے دیکھیئے۔ وہ تو چودہ سو برس والے طریقہ اسلامیہ کے علاوہ ایک نیا اسلام بنا رہے ہیں، جس میں ہر پروفیسر، ہر گریجویٹ، ہر عربی زبان سے شُدبُد رکھنے والا مجتہد مطلق ہے۔ یہی نہیں کہ اس کو اجتہاد کرنا جائز ہے بلکہ اس پر اجتہاد کرنا اس قدر ضروری اور لازم ہے جیساکہ سانس کے لئے ہوا اور پیاس کے لئے پانی ضروری ہے۔ اس اسلام میں بڑے سے بڑے صحابی پر بھی اعتماد کلی نہیں ہے اگرچہ وہ خلیفہ اول ہی کیوں نہ ہو عام صحابہ تو کسی شمار و قطار میں نہیں ہیں اور جب کہ صحابہ اور ارباب قرن اول اس حال میں ہوئے تو تابعین اور بعد والے کس درجہ میں مانے جاسکتے ہیں یعنی امام ابوحنیفہ، امام شافعی، امام مالک وغیرہ رحمہم اللہ تعالیٰ اور دوسرے ائمہ حدیث یا ائمہ فقہ یا ائمہ جرح وتعدیل کیا درجہ رکھ سکتے ہیں۔ اہل سنت والجماعت کا متفقہ اصول تمام صحابہ کی عدالت کا جو کہ دلالت قطعیہ سے ماخوذ ہے بالکل ان کے نزدیک واہی اور لچر ہے۔ کوئی ہستی صحابہ، تابعین، تبع تابعین وغیرہم میں سے قابل تقلید مطلق نہیں ہے اور نہ کوئی ان میں سے معیار حق ہے۔ بلکہ ہر ایک انسانی کمزوریوں سے بالفعل متصف ہے۔ ان کا بنیادی عقیدہ دستور جماعت

اسلامی دفعہ ۶ میں حسب ذیل ہے۔

"رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے۔ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو، ہر ایک کو خدا کے بنائے ہوئے اس معیار کامل پر جانچے اور پرکھے اور جو اس معیار کے لحاظ سے جس درجہ میں ہے اس کو اسی درجہ میں رکھے"۔

اب آپ اس عقیدہ اور اس دفعہ پر غور فرمائیے کہ اس کا نتیجہ کیا نکلتا ہے اور کسقدر الحاد اور بے دینی اس کی تہ میں رکھی گئی ہے اور تمام سلف صالح کی کسقدر بے اعتباری، درایتاً اور روایتاً شریعتاً اور طریقتاً اس میں کوٹ کر بھری گئی ہے اور اس سے کتنے زہریلے جراثیم دین میں پیدا کئے گئے ہیں۔ کیا آپ کتاب اور سنت کو اس عقیدہ کے بعد ثابت کر سکتے ہیں اور کسی زندیق و ملحد پر اتمام حجت کا راستہ کھول سکتے ہیں جبکہ ہر دو طریقہ روایت، درایت کا مدار صحابہ کرام ہی پر ہے اور وہ معیار اور مدارِ حق نہ رہے اور نہ تنقید سے ہی بالاتر رہے اور نہ ان کی ذہنی غلامی جائز رہی۔ ظاہر ہے کہ تنقید کسی برائی ہی کی وجہ سے ہوتی ہے تو جب ان میں خرابیاں اور برائیاں موجود ہیں تو ان کی روایت کا کیا اعتبار ہے اور اسی طرح ان کی درایت کا کیا اعتبار ہوگا اور علیٰ ہذا القیاس ان کے طریقہ پر چلنا یعنی ذہنی غلامی بھی اگر صحیح نہیں ہے تو خیر القرون ہونا اور "کنتم خیر امۃ اخرجت للناس" اور "امۃ وسطا" وغیرہ آیات کو کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہے۔ تمام وہ احادیث صحیحہ جو کہ گوناگوں فضائل صحابہ سے بھری ہوئی ہیں سب بیکار ہو جاتی ہیں کیونکہ سلب کلی کا مصداق بجز اس کے نہیں ہو سکتا۔

افسوس صد افسوس کہ بہت سے علماء اور فارغین دار العلوم بھی مودودی صاحب کی تلبیسات کے شکار ہو رہے ہیں، آپ بھی اس جماعت کی تنظیم اور ڈسپلن کی تعریف کرتے ہوئے اس میں شرکت کی خواہش کر رہے ہیں یا تردد میں ہیں۔ جس طرح چکڑالوی، قادیانی، مشرقی نے نیا دین اور نیا اسلام بنایا ہے اسی طرح مودودی صاحب نے نیا اسلام

بنایا ہے، سابقین مجددین کی تجدیدات کو لات مار کر اپنی تجدیدات کو سب سے بالاتر فرماتے ہیں اور تمام اہل سنت والجماعت کے متفقہ اصول کو ٹھوکر مارتے ہیں۔ تمام علماء اور اہل طریقت حتی کہ حضرت مجدد سرہندی اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور اکابر علم و طریقت میں کیڑے نکال کر سب کی انتہائی تذلیل و توہین کرتے اور سب سے نفرت دلاتے ہیں۔ بہرحال سوچئے اور سمجھئے اور اسلاف کرام کے طریقہ پہ چلئے۔ واللہ معکم اینما کنتم۔

مولانا عبداللہ صاحب درخواستی سے میں واقف نہیں اور نہ ان کے اصول سے واقف ہوں اس لئے کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا۔ اگر ان کے اصول و اعمال اسلاف اہل سنت والجماعت کے مطابق ہوں تو ان کا ساتھ دیجئے۔ آپ مودودیوں کی تنظیم اور جدوجہد کو سراہتے ہیں۔ محترما! قادیانیوں اور عیسائیوں کی تنظیم و جدوجہد اس سے بدرجہا بالاتر ہے پھر کیا حکم دیں گے؟۔

جو رشتہ دار ادھیڑ عمر والی بیعت ہونا چاہتی ہیں ان کو آپ خود کیوں نہیں بیعت کر لیتے۔ آپ نیابتاً میری طرف سے ان کو بیعت کرلیں اور امور بیعت پہ عہد لیکر تسبیحات ستہ تلقین فرماویں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۳ شوال ۱۳۷۳ھ۔

مکتوب ۳۶

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ......

مودودیوں سے جو حضرات وہاں پر ہیں ناواقف ہیں ان کی کتابیں دیکھتے نہیں یا اگر

حاشیہ مکتوب ۳۶:۔ جماعت اسلامی مسلمانوں کے لئے ایک طاغوتی کیڑا ہے جس کے جراثیم برابر پھیلتے رہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ پر اپنی ہزاروں رحمت کا نزول فرمائے کہ آپ نے اس جماعت کی لغزشوں اور اہل سنت والجماعت کے خلاف عقائد کی ترویج و اشاعت پر روک ٹوک (باقی صفحہ ۱۲۰ پر)

دیکھتے بھی ہیں تو تنقیدی نظر اور غور سے نہیں دیکھتے جو نوٹ میں نے دستورِ اسلامی کا آپ کو لکھا تھا کہ صد۵ ۶ عقیدہ رسالت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں "رسولِ خدا کے سوا کسی انسان کو معیارِ حق نہ بنائے، کسی کو تنقید سے بالاتر نہ سمجھے، کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا نہ ہو۔ الخ اس پر غور فرمائیے، کیا یہ انبیاء سابقین علیہم السلام جن پر ایمان لانا اور ان کی رسالت میں تفریق نہ کرنا ضروری ہے اس کا انکار نہیں ہے؟ اور کیا یہیں سے ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی عدالت کا انکار نہیں ہوتا جن کی تعدیل اور مقبولیت میں آیات قطعیہ وارد ہیں کیا یہ عقیدہ اسلام کو باقی رکھنے والا ہے۔ کیا اس میں وہ لاتعداد روایتیں ذخیرۂ احادیث کی جو کہ انفرادی طور پر صحاح میں مع صحابہ

بقیہ صد۱۱۹

فرمائی جس سے بیشمار بندگان خدا محفوظ رہ گئے۔ اس گروہ کے اندر نہ تو کوئی ثقہ عالم اور نہ معمر بزرگ ہے اور نہ بڑے لوگوں یعنی ہندوستان و پاکستان کے مستند علماء و فضلاء اس کی دینی حیثیت و ثقاہت کے قائل ہیں بلکہ اس کا سارا کارنامہ قدیم گمراہ جماعتوں کی طرح پروپیگنڈہ اور تنقید نارو اہے اور کتابوں اور رسائل کی فروخت ذریعہ ترویج و اشاعت ہے۔ چند نوخیزوں کی ٹولی ہے اس کا کام یہ ہے کہ جہاں سے اور جس عالم دین کی طرف سے ان پر کوئی زد پڑتی ہے وہ فوراً اس کی پگڑی اچھالنے اور اس کی تحریروں سے عبارت نکال کر غلط مفہوم کے ساتھ تشہیر شروع کر دیتے ہیں چنانچہ ایسا ہی نقش حیات وغیرہ کتابوں کی عبارتوں پر اعتراض کا حال ہے جس کو شیخ الاسلام نے ظاہر فرما دیا ہے۔ جس جماعت کا بنیادی اصول انبیاء اور صحابہ پر لب کشائی ہو اس کا خدا حافظ ہے۔ یہ جماعت سلف کی اُن جماعتوں کے مشابہ ہے جن کو خوارج اور معتزلہ وغیرہ سے یاد کیا جاتا ہے ہندوستان و پاکستان وغیرہ میں روافض اور اہلِ تشیع حضرات کو اس سے بڑا فائدہ پہونچا۔

حضرت حاجی امداد اللہ رحمہ اللہ جن کی فارسی عبارتوں کو شیخ الاسلام قدس سرہٗ نے درج فرمایا ہے اس کا ترجمہ جلد دوم مکتوب ۵۲ و ۵۳ میں گذر چکا ہے۔ ہاں صراط مستقیم صد۱۰۸ کا خلاصہ مفہوم یہ ہے کہ التفات دائمی کی حقیقت یہ ہے کہ ہر وقت ذات باری کا تصور قائم رہے اور کوئی چیز اس میں مانع نہ ہو۔ جس طرح کہ کسی شخص کے دل کے اندر جب کسی کام کا پورا پورا خیال قائم ہو جاتا ہے وہ حوائج ضروریہ وغیرہ کے اوقات میں بھی اسی طرف متوجہ رہتا ہے پس ذات واجب الوجود کی طرف التفات کلی وانہماک دائمی رہنا ہی عین مقصود سالک ہونا چاہیئے اسی جانب حضرتؒ نے متوجہ فرمایا ہے۔ بقیہ خطوط جلد چہارم مولانا مظفر حسین صاحب ملاحظہ فرمایا جائے۔

اصلاحی

رضوان اللہ علیہم اجمعین کے لئے اور اجتماعی طور پر وارد ہیں ان سب کا انکار نہیں ہے اور کیا ایسے عقیدہ کے ہوتے ہوئے کوئی شخص فرقۂ ناجیہ اہلِ سنّت میں شمار کیا جا سکتا ہے؟ اور کیا اس قاعدہ اور دستور کے تسلیم کرنے کے بعد احادیث اور قرآن قابلِ اعتماد ہو سکتے ہیں۔ مدار دین کے نقل کا صحابہ کرام ہیں۔ جب وہ انفراداً اور اجتماعاً معیار حق نہیں، نہ تنقید سے بالاتر ہیں تو ان پر کیسے اعتماد کیا جا سکتا ہے اور ان کی مرویات کا کوئی اعتبار کیا جا سکتا ہے اس پر تو روافض کا کہنا کہ انھوں نے قرآن میں تحریف کی اس میں سے دس پارے نکال دئے گئے وغیرہ وغیرہ سب قابلِ قبول ہو سکے گا۔ کیا اس میں تقلید صحابہ وتابعین کرام اور ائمہ کا انکار نہیں غور فرمائیے۔ یہ جماعت اسلام کو برباد کرنے اور اس کے اصول وفروع کو جڑ سے اکھاڑ دینے کے لئے نیا مذہب بنا رہی ہے اور ہمارے ہی نادان اور بھولے بھالے علماء اور عوام اس کی رو میں بہتے جا رہے ہیں۔ فالی اللہ المشتکی۔

جو عبارت کہ جناب نے نقشِ حیات جلد اوّل ص۳۲۵ کی نقل فرما کر قابلِ اعتراض قرار دی ہے وہ عبارت میری نہیں۔ تاریخ روہیلکھنڈ معروف بحیات حافظ رحمت خاں کے مصنف کی ہے جو کہ نقشِ حیات میں ص۳۲۴ سے شروع ہو کر ص۳۲۷ کی دوسری سطر تک چلی جاتی ہے۔ اگر یہ مورد اعتراض ہے تو اعتراض تاریخ مصنف مذکور پر ہو سکتا ہے۔ اور حقیقت یہ ہے کہ مورخ مذکور حکم شرعی بیان نہیں کر رہا ہے بلکہ بادشاہ روہیل کھنڈ کے کارنامہ کو دکھلا رہا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ حافظ رحمت خاں صاحب مرحوم کی حکومت اس کو اپنا فریضہ نہیں سمجھتی تھی اور نہ اس پر عامل تھی۔ اب یہ بات دوسری ہے کہ حکومت مذکور اس میں حق پر تھی یا غلط کار تھی۔ مورخ تو اس کے کارنامے دکھلا رہا ہے ممکن ہے کہ حکومت مذکور کا یہ عمل شرعاً صحیح ہو کہ وہ اس زمانہ کی حالت اس کی مقتضی ہو اور ممکن ہے کہ پالیسی بنظر شارع میں غلط ہو۔ بہرحال یہ تاریخی واقعہ ہے اس کو حکم شرعی کہا نہیں جا سکتا

علی ہٰذا القیاس حضرت سید احمد شہیدؒ اور حضرت شاہ اسمٰعیل شہیدؒ کے متعلق جو شبہ ہے وہ بھی بے موقع ہے یہ دونوں حضرات مرحومین احکام الٰہیہ سے بہ نسبت ہمارے بہت زیادہ واقف تھے اور وہ اپنے ماحول سے بھی بہ نسبت ہمارے زیادہ واقف تھے۔ اگر انہوں نے گوالیار کے راجہ اور وزیر کو لکھا ہے تو مقتضائے وقت اور ماحول کی بنا پر لکھا ہے۔ آپ خود فرماتے ہیں کہ اھون البلیتین بعض اوقات میں مختار ہو سکتا ہے۔ ممکن ہے اس وقت کا یہ مقتضی ہو۔ ہم کو حسن ظن کا حکم دیا گیا ہے حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی تحریک میں راجہ مہندر پرتاپ کو حکومت موقتہ کا پریسیڈنٹ تسلیم کرنا حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ اور حکم سے نہیں ہوا وہ تو اس وقت مالٹا میں اسیر تھے۔ ثانیاً ایسا کرنا بھی ماحول کی ہی بنا پر تھا جس کو یہ حضرات مشاہدہ کہہ رہے ہیں یہ پریسیڈنسی (صدارت) ہمیشگی کی نہ تھی بلکہ حکومت موقتہ (عارضی حکومت) کی تھی۔ شہنشاہ عالمگیر مرحوم کے مقالہ کے متعلق بھی شبہہ بے موقع ہے اور وہ مقالہ ملازمتوں کے متعلق ہے حکومت کے متعلق نہیں ...... وہ پالیسی جو کہ کسی عہدہ کے اہل تھے عالمگیر مرحوم نے اُن کی اس عہدہ کی قابلیت کی بنا پر ان کو مقرر کیا۔ اہلِ غرض نے اس پر اعتراض کیا اور شریعت کی آڑ لے کر اپنے آپ کو حق بجانب قرار دیا، یقیناً اس میں ان کا اعتراض غلط اور عالمگیر مرحوم کا جواب صواب ہے۔ ملازمتوں کے متعلق حکومت اگر قابلیت کا لحاظ نہ کرے گی اور ماہر فن کو مقرر نہ کرے گی تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عبد اللہ بن اریقط دئلی کو رہبر طریق مدینہ منورہ بنایا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ہجرت سے چند مہینہ پہلے سے اس کو مقرر کیا تھا اور سخت خطرہ کے وقت میں اس پر اعتماد کیا تھا۔ کیا کنواں کھودنے، پاخانہ پیشاب صاف کرنے، مسجد بنانے، تعمیر کرنے، سڑک صاف کرنے وغیرہ میں مذہب کو دخل دیا جانا ضروری ہے؟ عالمگیر مرحوم کے جواب پر غور فرمائیے، ہاں اگر مسلمان قابل ہو اس کو ترجیح

دی جانی چاہیے اور جب کہ آپ اہل ذمہ کے متعلق فرماتے ہیں کہ "دماءہم کدمائنا واموالہم کاموالنا" پھر اس مساوات کے بعد آپ خدماتی عہدوں میں بھی ان کو جگہ نہ دیں گے تو کس طرح حکومت چلا سکیں گے اور چیزوں کے متعلق بھی اپنے شبہات لکھدیں مجکو فرصت نہیں ہے اگر ہوسکا تو لکھدوں گا ورنہ خفامت ہونا۔

پھر جناب شاہ صاحب کو آپ لوگوں نے غلطی میں مبتلا کر دیا ہے وہ بیچارے مجکو کیا جانیں میں خود سخت نالایق اور ناکارہ ہوں ان کو آپ وہاں کسی بزرگ سے مرید کرادیجیے یا خود مرید کر لیجئے میں تو خود نااہل و ناکارہ ہوں۔

ذکر کے متعلق جو کچھ تحریر کیا ہے بہتر اور امید افزا ہے، ہمیشہ ذات حق سبحانہ وتعالیٰ کی طرف متوجہ رہنا چاہیئے جو کہ بے چون و بے چگون تمام کمالات سے موصوف اور تمام نقائص سے پاک اور منزہ ہے۔ یہ ملکہ راسخہ جاننہ فعلیت بصورت "وھم علیٰ صلواتھم دائمون" قائم ہوجائے صراط مستقیم میں ہے "وحقیقتش التفات دائمی است بسوئے ذات بیچون و بے چگون درہمہ اوقات در نشست و برخاست و عروض مکاسب و مصائب و اوقات خوردن و آشامیدن بحیثیتکہ، ہیچ امر مانع التفات نہ گردد بمشابہ آنکہ ہرگاہ محبت چیزے یا اہتمام کارے در دل نشسے کہ راسخ گردد پس دریں اشتغال بحوائج ضروریہ اعمال معاشیہ دلش کماینبغی بسوئے ہماں امر متوجہ می ماند چنانچہ برہر صاحب وجدان پوشیدہ نیست" صراط مستقیم ص۱۰۸) اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے جب کہ ملکہ حاصل ہوگیا ہے تو اس کو فعلیت کا درجہ دیجئے اور دوام حضور کی کوشش کیجئے، اگر کوئی طالب راہ حق آئے اس کو اسلاف کا راستہ بتایئے۔ اگر آپ اپنے آپ کو اس کے لائق نہیں سمجھتے مگر جس پروردگار نے اس کو بھیجا ہے وہ اس کا کفیل اور مربی ہے حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں "دریں راہ جز دردنایافت وحسرت حرماں، ہیچ نمی سراید چہ نایافت صورت نیستی داردو آنچہ یافت دارد صورت ہستی دارد

وہستی بلا، سالک است و نیستی موجب ثمرات بے غایات پس بریں درد نایافت ماند تا زید و بکار خود باید بود کار خلق حسب اجازت مشائخ باید کرد ما و شما وسیلہ بیش نیستیم مالک خود کار ممالیک خود می کند وسائط را بہانہ نہادہ در روپوشی فیضان خود کردہ و اللہ معنا و معکم (مکتوب پنجم ص۲۱۷)

دوسری جگہ فرماتے ہیں۔

اگرچہ ایں روسیاہ گمراہ ہم سزاوار ایں امر عظیم نیست مگر امتثال امر بزرگاں نمودہ بیعت بتہ تمامی کند لہذا آں برگزیدہ کونین را نیز لطور یکہ ایں مدبر را از بزرگان خود اجازت دادہ می آید مناسب کہ ہر کدام کس طالب کہ رجوع نماید اخذ بیعت نمودہ تعلیم نام خدا نمایند ہرگز انکار نہ کنند ہدایت کنندہ ہادئ مطلق است آن را کہ خواہد فرستاد ہدایت ہم خواہد کرد۔ ص۲۱۳۔

مدرسہ کا چکوال میں ہونا زیادہ مفید معلوم ہوتا ہے۔ استخارہ مسنونہ سات مرتبہ کیجئے اگر جواب میں کوئی ہدایت ہو فبہا ورنہ رجحان قلبی پر عمل کیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۵ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ دیوبند۔

مکتوب ۳۷

ایک اللہ کے بندے کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپ کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا تھا مگر عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب نہ دے سکا۔ آپ کا خواب محتاجِ تعبیر نہیں ہے۔ آپ کے دیرینہ تعلقات اور سیاسی تعلقات کے استحسان پر روشنی ڈال

حاشیہ مکتوب ۳۷:۔ اس والا نامہ میں سائل نے اپنا نام ظاہر نہیں کیا ہے اور یہی ان کی خواہش ہے۔ ہم نے بھی ظاہر کرنے کی زحمت اپنے ذمہ نہیں لی البتہ یہ واضح کر دینا بہت ضروری ہے کہ یہ مکتوب عالی ملک کی

(باقی ص۱۲۵ پر)

رہے ہیں۔ جو امور آپ سوال فرما رہے ہیں ان کے متعلق اختصاراً عرض ہے۔ بالفعل کانگریس قوت حاکمہ نہیں ہے حکومت انگریزی ہی ہے۔ قوانین و احکام وہی ہیں تعزیرات ہند اور جملہ قوانین میں تبدیلی نہیں ہوئی۔ جس طرح پہلے انگریزوں کے ماتحت حکمرانی کرتے تھے اسی طرح یہ وزراء بھی ہیں۔ فرق اتنا ہے کہ ان کا تعین قوم نے کیا ہے۔ مگر تقرر انگریز ہی کرتا ہے۔ پروگرام عملی بھی انگریز ہی کرتا ہے بعض جزئیات جو ان کو

بقیہ صفحہ ۱۲۵: تقسیم سے بہت پہلے کا ہے۔ چونکہ یہ والانامہ نہایت ہی اہم ہے اور حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے دینی تاثرات کا شاہکار ہے اور اُن علماء سوء اور سیاسیات سے نابلد لوگوں کے لئے جن کا مبلغ علم اور مطمح نظر محض پبلک کے جذبات سے کھیلنا اور اللہ و رسول کو درمیان میں لاکر تقویٰ اور زہد کے بھاری بھرکم الفاظ سے مرعوب کر کے ان کی غلط نمایندگی میں اپنی امارت اور لیڈری کو چمکانا ہے اس لئے ہم کسی قدر علماء حق کے نقطۂ نظر کی طرف صحیح اشارات کرنے پر مجبور ہوئے۔ اگرچہ اہل فہم و دیانت کے لئے خود یہ والانامہ کافی ہے اور اپنی شرح و تفصیل کا محتاج نہیں تاہم بعض اہم امور اس وجہ سے محتاج تشریح ہیں کہ اصل سوال موجود نہیں ہے کہ اس کی روشنی میں جواب کو بآسانی سمجھا جا سکے۔ اس مکتوب میں اصطلاح فقہ ”اھون البلیتین“ جن کو حضرت مدنیؒ نے بہت سے مواقع پر استعمال فرمائی اور اس سے کام لیا ہے اس کو واضح کر دینے پر سارے خطوط اور حضرتؒ کے خیالات اور عقاید سیاسی کا صحیح علم ہو جانا موقوف ہے۔ سو جاننا چاہیئے کہ جن کی نظر اصول فقہ کی امہات کتب اور کتاب و سنت کے منطوق پر ہے وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ جب انسان دو آزمائشوں میں گھر جائے اور چار و ناچار ان دونوں آزمائشوں میں سے گزرنا ہو تو ان میں سے اَھْوَنْ کو اختیار کرے کیونکہ سب سے کم درجہ کی آزمائش میں پڑنا اس بلیہ سے بچنا ہے جو اس سے خراب اور بدتر ہے اور یہ قاعدہ فطری ہے کہ جب کوئی انسان دو مصیبتوں میں گرفتار ہو جاتا ہے تو وہ لامحالہ ان دو میں سے جو کم درجہ کا ہو اسی کو اختیار کر لیتا ہے چنانچہ فقہاء امصار کا یہی حکم ہے اور اسی پر فتویٰ مالکیہ اور شوافع کا بھی ہے۔ ابوبکر بن العربی مالکی فرماتے ہیں والضابط لهذه الاحکام انه اذا وجد ميتة ولحم خنزير قدم الميتة لانها تحل حية والخنزير لا يحل والتحريم المخفف اولى ان ۔۔۔ من التحريم المثقل كما لو اكره ان يطاء اخته او اجنبية وطئ الاجنبية لانها تحل له بحال۔ الخ۔ (احکام القرآن) مفہوم یہ ہے کہ مضطر کے لئے جو یہ احکام بیان کئے گئے ہیں اس کے لئے ضابطہ اور قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ بسبیل تمثیل جب کسی مضطر و مجبور انسان کے سامنے مُردار اور سُور کا گوشت ہو تو مردار ہی کو ترجیح دے گا کیونکہ یہ مردار کسی وقت تو حلال اور کھانے کے قابل ہوتا ہے بخلاف خنزیر کے کہ یہ تو کسی وقت اور کسی صورت سے بھی حلال نہیں ہوتا تو میتۃ کی حرمت بہ نسبت

(باقی صفحہ ۱۲۶ پر)

دئے گئے ہیں وہ بھی انگریز ہی کی منظوری سے جاری ہوتے ہیں۔ ہاں اس جماعت میں چونکہ قومیت اور قوم کی نمایندگی ہے اس لئے یہ جزئیات قانونیہ بنانے میں ملک اور قوم کے منافع کا حتی الوسع خیال رکھتے ہیں اور اسی طرح اجراء احکام میں۔ پہلے لوگ اس پر قادر نہ تھے۔ بہرحال کانگریس مستقل طریقہ پر قوت حاکمہ بھی ہو جائیگی تو یقیناً غیر اسلامی حکومت ہی ہوگی جس طرح انگریزی حکومت تھی، فرق فقط لحاظ منافع ملک وقوم کا ہوگا۔ اور اہون البلیتین کی بنا پر ہمارے فرائض ہوں گے۔

بسلسلۂ گذشتہ، خنزیر کے ہلکی ہے تو اس مخفف اور ہلکی حرام کو مجبوری کے وقت مقدم کیا جائے گا۔ کیونکہ قاعدہ کے مطابق تحریم مخفف کا ارتکاب بہتر ہے اس سے کہ تحریم مثقل کا ارتکاب کیا جائے مثلاً اگر کسی کو اس پر مجبور کیا جائے کہ وہ اپنی بہن اور اجنبی عورت ان دونوں میں سے نہ کہ تعین سے کسی سے منہ کالا کرے تو اجنبیہ ہی کی عصمت دری اہون ہوگی کیونکہ اجنبیہ کسی وقت تو حلال ہوتی ہے بخلاف ہمشیرہ کے کہ وہ بھائی کے لئے کسی وقت بھی حلال نہیں ہوئی تو اجنبیہ کی تحریم بہ نسبت ہمشیرہ ہلکی ہے۔ الخ۔

اسی کے ساتھ ہاتھ لگے امام عزالدین بن عبدالسلام شافعیؒ کی تصریحات بھی ملاحظہ فرمائی جائیں جن کا خلاصہ مفہوم ہم درج کر رہے ہیں۔ اصل کے لئے قواعد کبری ملاحظہ کی جائے۔ ارشاد ہوتا ہے۔ (جس وقت کہ ولایت عامہ میں مثلاً کسی ملک کی حکومت میں اور ولایت خاصہ میں مثلاً کسی یتیم بچہ یا بچوں کی سرپرستی میں عدالت مشکل ہو جائے اس طرح کہ کوئی عادل منصف مزاج اہل نہ ملے تو یہ منصب ہم اس شخص کو دیں گے جو سب سے کم فاسق ہو اور اس کی کئی مثالیں ہیں ان میں ایک مثال یہ ہے کہ جب حکام اور امراء میں عادل کا ملنا دشوار ہو جائے تو حتی الامکان کم از کم فاسق کو اس ولایت کے لئے کامیاب کیا جائے گا، مثلاً جب کم فاسق مصالح عامہ کے دسویں حصہ میں کوتاہی کرتا ہے اور زیادہ فاسق اس کے پانچویں حصہ میں کوتاہی کرتا ہے تو جو پانچویں حصہ میں کوتاہی کرتا ہے یا اس سے زیادہ میں اس کو حاکم یا سرپرست بنانا جائز نہیں۔ اور جو ۱/۱۰ میں کوتاہی کرتا ہے اس کو حاکم یا سرپرست بنانا جائز ہے۔ اس کو ہم نے صرف اس لئے جائز کیا ہے کہ ۱/۱۰ کے ضائع کرنے سے ۹/۱۰ کی حفاظت یتیموں کے لئے ولایت خاصہ میں اور اہل اسلام کے لئے ولایت عامہ میں زیادہ بہتر اور مفید ہے۔ اس سے کہ سب کے سب مصالح ضائع ہوں اور یہ صورت ۱/۵ مصالح کے ضائع کرنے سے بھی بہت بہتر ہے تو یہ عمل اس قانون کے تحت آئے گا کہ کم درجہ کے فساد کو اختیار کر کے بدترین فساد کو

تخفیف لگان اور دیگر حقوق کاشتکاری وغیرہ مسائل پیچیدہ مسائل ہیں۔ جن میں اولین مسئلہ یہ ہے کہ یہ آراضی ملک زمینداراں ہیں یا کہ اس کو وصول لگان کے لئے ٹھیکہ پر ملی ہوئی ہیں جیسے کہ ریاستوں میں جاری ہیں۔ یہی طریقہ سلطنت مغلیہ کا تھا۔ بعض ذمہ دار

بسلسلۂ گذشتہ:۔ دفع کیا جائے۔

دوسری جگہ ارشاد فرماتے ہیں "جب فسق کے اعتبار سے حکام کے درجات مختلف ہوں تو ہم سب سے کم درجہ کے فاسق کو آگے بڑھائیں گے۔ مثلاً ان میں کسی کا فسق تو بے وجہ لوگوں کا قتل کرنا ہے اور کسی کا فسق عصمت دری ہے اور کسی کا فسق لوگوں کے مال و دولت دبانے کی سعی ہے تو ہم اس تیسرے کو یعنی مال دبانے والے کو آگے بڑھائیں گے تو اگر اس کو کامیاب بنانا مشکل ہو جائے تو پھر جو عصمت دری کی خبیث عادت میں مبتلا ہے اس کو بمقابلہ قاتل کامیاب بنائیں گے۔"

کوئی کم علم اور بدفہم اگر یہ اعتراض کرے کہ بدمعاش اور بد طینت کو حاکم بنانا یا ممبر بنانا کسی طرح صحیح نہیں تو وہ نابلد اور سخت قسم کا ان پڑھ ہے اس لئے کہ ان تینوں صورتوں سے کسی کو حکومت میں آنا ضرور ہے اور اس کے دفع کی کوئی صورت ہی نہیں اور ہر ایک مفسد و فاسق ہے تو اب ہم جو ان میں کم درجہ کا فاسق ہے اس کو اس لئے کامیاب بنائیں گے تاکہ ان میں بدترین فاسق سے مخلوق خدا کو نجات مل جائے۔ خلاصہ یہ کہ اھون البلیتین، کا اختیار کرنا یا بالفاظ دیگر اخف مفسدتین کو اختیار کرنا تاکہ اشد مفسدتین دفع ہو جو علماء سلف کی تحقیق اور ان کا حکم ہے ایک فطری قاعدہ ہے اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے کانگریس کو کامیاب بنایا اگر اس سے علیحدہ رہتے تب بھی حکومت بنتی مگر وہ کانگریس سے بدترین ہوتی۔ آج بھی یہی حکم جمعیۃ علماء ہند کو دینا چاہیئے۔ جماعت اسلامی المعروف بہ مودودی جماعت نے ہندوستان میں مسلمانوں کو انتخاب سے علیحدہ رکھنے کی ایک استفتاء مرتب کیا اور تلبیس سے کام لے کر معصومانہ انداز میں خالص اسلامی ٹائیٹل کے تحت جن سنگھ کو تقویت دی، کیونکہ ہندو مہا سبھا اور جماعت اسلامی ایک ہے۔ وطن دوستی اور سیکولرزم کی تردید کی اور ستم ظریفی یہ کہ دینی آستانوں کے مسند نشینوں کو ان سر فروش بندگان خدا کی جرأتیں دیکھ کر شرم تو کیا آتی آج وہ اسٹے اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ اس ایک آوازِ حق و صداقت کو بھی بند کر دیں جو ہندوستان میں حق کے لئے بلند ہو رہی ہے۔ کیونکہ جمعیۃ علماء کے وجود سے مودودیت پر کاری ضرب لگ رہی ہے اور مذہبی ساکھ جو برائے نام تھی اب وہ بھی ختم ہو رہی ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا یہ والا نامہ آپ کے تدبر اور تفقہ فی الدین کے ساتھ ملکی حکومت کے استحسان پر زبردست سیاسی انتباہ ہے۔ دار الاسلام وغیرہ فقہی مسائل پر دوسری جلد میں بحث گذر چکی ہے۔ اصلاحی۔

انگریز بھی اسی کے قائل ہیں۔

اور اگر بالفرض زمیندارہ کا قبضہ مالکانہ ہے تو کیا حکومت کو غبن فاحش اور ضرورت عامہ کے وقت میں مملوکہ اجناس کا بھاؤ وغیرہ مقرر کرنے اور تجارت پیشہ حضرات کو مجبور کرنے کا اختیار شرع نے نہیں دیا ہے۔ کرار، آراضی اور مکانات وغیرہ میں بھی اسی قسم کے نصوص کتب فقہ میں آپ پائیں گے کیا عام طور پر زمیندار اس مقدار لگان سے جو درج کاغذات پٹواری ہے دوگنا چوگنا بلکہ دس گنا وصول نہیں کرتے ہیں حالانکہ وہ مقدار بھی متجاوز عن الحدود ہے۔ غبن فاحش کی تعریف پر غور کیجئے، ہٰذا چونکہ یہ حکومت بھی مثل سابق حکومت غیر مسلمہ ہے اس لئے اس کے احکام بھی مثل سابق ہوں گے۔ البتہ اہون البلیتین ضرور ہیں۔ اشتراکیت کے خلاف پر خود کانگریس زور دے رہی ہے اور اب تک اس کی تجاویز وغیرہ بالکل مخالف ہیں اور اسکی جدوجہد اس کے برخلاف جاری ہے۔ اکثریت کی حکومت میونسپل بورڈ، ٹاؤن ایریا، نیوٹی فائڈ ایریا، ڈسٹرکٹ بورڈ، کونسلوں اور لیجسلیٹو وغیرہ میں عرصہ دراز سے جاری ہیں، اسی طرح یہ بھی ہو گی۔

جب کہ یہ حکومت ہمارے اختیار سے نہیں ہے۔ ملک دارالاسلام نہیں ہے تو یہ سوالات بے موقع ہیں۔ ہمارا شریک ہونا اضطراری ہے اختیاری نہیں ہے۔ انگریزی حکومت "اضر الاشیاء للملک والاسلام" ہوئی اور ہے اس لئے اس کا زایل کرنا اشد ضروری ہے اور اھون البلیتین کا اختیار کرنا واجب ہے، ہماری استطاعت اگر اسلامی حکومت کو قایم کرنے کی ہوتی تو ہم اسی کی کوشش کرتے۔ ہمارے دماغ اس سے خالی نہیں ہیں۔ درجہ بدرجہ چلنا ضروریات عقلیہ شرعیہ میں سے ہے۔ "مالا یدرک کلہ لا یترک کلہ"۔ اکثریت کی حکومت مسلمانوں کے لئے یقیناً انگریزی حکومت سے بدرجہا بہتر ہے اور ہو گی۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰؍ ذیقعدہ ۱۳۵۶ھ - ۲۳؍ جنوری ۱۹۳۸ء

مکتوب ۳۸

جناب مولانا غلام رسول صاحب پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف

والانامہ مورخہ ۱۶؍۳؍۷۲ء باعث سرفرازی ہوا بیماری بفضلہ تعالیٰ کمی پر ہے مگر بالکل صحت نہیں ہوئی کچھ تھوڑا اثر روز ہو جاتا ہے مگر بہ نسبت سابق بہت کم ہے۔ علاج یونانی ہو رہا ہے دوا اور پرہیز برابر جاری ہے۔ احباب اور اکابر کی دعوات صالحہ سے بہت بڑی امید کامیابی ہے آپ کا پہلا سوال حسب ذیل ہے۔

(۱) الٰہی بحرمت یا بحق فلاں وبحرمۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عدم جواز میں مودودی نے لا حق للمخلوق علی الخالق، بحوالہ ہدایہ دلیل پیش کی ہے کیا ٹھیک ہے یا ان کا اجتہاد ہے ہدایہ بحمد اللہ سبقاً سبقاً چاروں جلدیں پڑھا محشی بحاشی لکھنؤ موجود ہے۔ الخ

محترما! مودودی صاحب کا یہ فتویٰ صاحب ہدایہ کے قول سے نہایت تعجب خیز ہے وہ تو ہدایہ، شرح وقایہ اور دیگر کتب فقہ حنفیہ کی سخت تذلیل اور توہین جگہ جگہ کرتے ہیں اور تقلید جامد، تقلید کورانہ وغیرہ کو انتہائی غلط طریقہ تبلاتے ہیں، اب اس سلسلہ میں صاحب ہدایہ کی تقلید فرماتے ہوئے ایسا فتویٰ کیوں دیتے ہیں۔ خصوصاً جب کہ صاحب ہدایہ کا یہ ارشاد کسی آیت یا حدیث یا اثر سے ثابت نہیں کیا گیا ہے۔ صاحب ہدایہ کی عبارت حسب ذیل ہے۔

ویکرہ ان یقول الرجل فی دعائہ بحق فلاں او بحق انبیائک لانہ لا حق للمخلوق علی الخالق۔ الخ (فتح القدیر جلد ۸ ص۳۲۲ کتاب الکراہۃ)

حاشیہ مکتوب ۳۸ :۔ شیخی ومقتدائی حضرت مدنی مدظلہ العالی۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ اب کی دفعہ چند امور مسئولہ مرسل خدمت ہیں۔ غرض محض رضائے اللہ اپنی تمیز ظاہر وباطنی اصلاح نفس ہے۔ (۱) توحید نمبر خاص فاران کراچی الماہر القادری نظر سے گذرا بہت کچھ اپنے نجدگوں کے خلاف

صاحب ہدایہ عدم جواز کا حکم نہیں دیتے مگر مودودی صاحب عدم جواز کا حکم دیتے ہیں۔ صاحب ہدایہ کراہت کا حکم دیتے ہیں پھر کوئی تصریح کراہت تحریمی یا تنزیہی کی نہیں فرماتے۔ دلیل میں ایسی چیز ذکر فرماتے ہیں جو بظاہر صحیح حدیث کے معارض ہے۔ صحیح بخاری و مسلم اور دیگر کتب احادیث میں حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے۔ قال کنت ردف النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حمار لیس بینی وبینہ الا موخرۃ الرحل فقال یا معاذ ھل تدری ما حق اللہ علی عبادہ وما حق العباد علی اللہ قلت اللہ ورسولہ اعلم قال فان حق اللہ علی العباد ان یعبدوہ ولا یشرکوا بہ شیئاً وحق العباد علی اللہ ان لا یعذب من لا یشرک بہ شیئاً قلت یا رسول اللہ افلا ابشر بہ الناس قال لا تبشرھم فیتکلوا (متفق علیہ) امام بخاری نے اپنی کتاب جامع صحیح میں پانچ جگہ اس کو ذکر کیا ہے کہ وہ شرک سے بچنے والوں کو کسی قسم کا عذاب نہ دے گا۔ اس حدیث میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندوں کا حق اللہ تعالیٰ پر ذکر فرماتے ہیں اور مودودی صاحب بندوں کے حق کا انکار فرماتے ہیں اور کہتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۱۲۹ - ۱۱ ایک بات دریافت طلب ہے الٰہی بحرمت یا بحق فلاں و بحرمۃ النبی صلعم کے عدم جواز میں مودودی نے لاحق للمخلوق علی الخالق۔ بحوالہ ہدایہ دلیل پیش کی ہے کیا ٹھیک ہے یا ان کا اجتہاد ہے۔ اپنا تاثر تو یہ ہے الٰہی بحق آنکہ شہ رشید احمد ش نام کے بعد حسین احمد ش وغیرہ پڑھ لیتا ہوں۔

(۲) قریب حضرت قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہٗ چکوال ہیں جن پر آپ کا رنگ مجھے نظر آتا ہے حضرت والا موصوف کو اگر ارقام فرمائیں تو امید قوی ہے کہ نظر شفقت فرمائیں گے۔

(۳) جواب حضرت کے دست مبارک کا ہو جائے تو نورٌ علیٰ نور۔

(۴) چار ستمبر سنہ رواں کو ہدیہ قرآن شریف مترجم حضرت شیخ الہند جناب مشہود اقبال صاحب کو بھیجا گیا۔ حضرت توجہ فرمائیں کہ یہ نسخہ موصول ہو جائے۔

والسلام دور افتادہ غلام عفی عنہ متعلم ۱۶ ۳/۷/۷ھ۔

اس والا نامہ میں الٰہی بحرمت فلاں یا بحرمۃ النبی صلعم کے جواز پر حضرت شیخ الاسلام

کہ کسی مخلوق کا خالق پر کوئی حق نہیں ہے اور اسی کو صاحب ہدایہ سے نقل کر کے فتویٰ دیتے ہیں کہ دعار میں بحق فلاں یا بحرمۃ النبی صلعم کہنا جائز نہیں ہے۔ حدیث صحیح کے خلاف یہ فتویٰ کس طرح قابلِ اعتبار ہو سکتا ہے۔ خصوصًا مودودی صاحب کو یہ فتویٰ دینا کس طرح شایاں ہے جب کہ وہ سوائے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی انسان کو معیار حق قرار نہیں دیتے اور نہ کسی کو تنقید سے بالاتر سمجھتے ہیں اور نہ کسی کی ذہنی غلامی میں مبتلا ہونا جائز رکھتے ہیں۔ (دستور جماعت اسلامی صفحہ ۵) انہوں نے تو اپنے دستور کی اس دفعہ سے تمام انبیار و مرسلین اور تمام صحابہ اور حواریین اور تمام ائمہ و مجتہدین اور تمام اولیار اللہ اور علمار سلف و خلف کو علاوہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معیاریتِ حق اور تنقید سے بالائیت اور ان کی ذہنی متبوعیت سے نکال دیا ہے تو اب بے چارے صاحب ہدایہ رحمہ اللہ کس شمار و قطار میں رہ جاتے ہیں۔ فیاللعجب۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۳۰۔ قدس سرہٗ العزیز نے جو فاضلانہ کلام فرمایا ہے اور لفظ حق کے استعمالات کا مورد و محل جس دقت نظری سے متعین فرما دیا ہے حق یہ ہے کہ ان حضرات کے علم و فہم کے آگے عہد حاضر کے امیر کی علمی بے بسی دیکھنے کے قابل ہے یہ اناڑی لوگ اس بندر کے مشابہ ہیں جس کو کہیں سے ہلدی کا ایک ٹکڑا مل گیا اور جھٹ اس نے پنساری کی دکان کا اعلان کر دیا۔ اتنے سے علم اور اتنی سی فہم سے بھلا صحیح اقامت دین کیسے ہو سکتی ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ اس طرح کہنا کہ اے اللہ فلاں بزرگ کے وسیلہ سے یا بحق فلاں بزرگ میری فلاں حاجت کو پوری فرما دے سلف اور خلف میں سے بعض کا اختلاف ہے اور اکثر اس کے جواز کے قائل ہیں۔ مکتوب عالی میں ۲ دو روایتیں درج ہو چکی ہیں۔ پہلے ان کا ترجمہ اور اس کے بعد بعض روایات کو اضافہ کر کے علمار سنت کے ارشادات پر ہم اس بحث کو ختم کریں گے۔

حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں آنحضرت صلعم کے پیچھے حمار پر سوار تھا۔ میرے اور آپ صلعم کے درمیان زین کی پچھلی لکڑی تھی۔ آپ صلعم نے فرمایا کہ اے معاذ تم کو معلوم ہے کہ حق اللہ کا اپنے بندوں پر کیا ہے اور کیا ہے حق بندوں کا اوپر اللہ تعالیٰ کے معاذ رضی اللہ عنہ نے

فرمایا کہ اللہ اور اس کا رسول زیادہ جانتا ہے، آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ بیشک اللہ کا حق بندوں پر یہ ہے کہ اس کو پوجیں اور اس کا کسی کو شریک نہ کریں اور حق بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ ہے کہ جس نے اس کا کسی کو شریک نہیں بنایا اس کو عذاب نہ دے۔ حضرت معاذؓ نے فرمایا کہ کیا میں اس کی خوش خبری لوگوں کو نہ پہونچادوں آپ نے فرمایا نہ خوشخبری پہونچا ورنہ وہ اسی پر بھروسہ کرلیں گے۔ (بخاری و مسلم)

دوسری روایت کا پورا ترجمہ یہ ہے۔ حضرت ابوسعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلعم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص اپنے گھر سے باہر نماز کے لئے نہ نکلا مگر یہ کہتا ہوا کہ اے اللہ میں اُن سوال کرنے والوں کے حق کے بدلے جو تجھ پر ہے اور میں اس نماز کی طرف جانے کے حق کے بدلے تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ بیشک میں برائی چاہنے اور نافرمانی کرنے اور دکھانے سنانے کے واسطے باہر نہیں ہوا ہوں بلکہ تیری خوشنودی چاہ کر اور تیرے عذاب سے ڈر کر تجھ سے سوال کرتا ہوں۔ کہ تو مجھے دوزخ کی آگ سے نجات دیدے اور ہمارے کُل گناہوں کو بخش دے حق یہ ہے کہ تیرے سوا کوئی ہماری گناہوں کا بخشنے والا نہیں ہے۔ تو اس کی دعاء قبول ہوگی اور وہ بخشا جائے گا۔

تیسری روایت حضرت عمرؓ سے یہ ہے کہ حضرت صلعم نے فرمایا کہ جب لغزش ہوگئی حضرت آدم علیہ السلام سے تو انہوں نے فرمایا اے ہمارے پالنے والے میں تجھ سے محمد صلعم کے وسیلہ سے چاہتا اور سوال کرتا ہوں کہ مجکو بخش دے الخ۔ حاکم محدث نے اس حدیث کو صحیح الاسناد کہا ہے اور دلائل النبوۃ میں امام بیہقیؒ اور طبرانی محدثؒ نے اس کو اپنی کتاب میں ذکر کیا ہے۔

چوتھی روایت جس کو صاحب حصن حصین نے جامع ترمذی سنن نسائی ابن ماجہ اور حاکم سے نقل کیا ہے یہ ہے اے اللہ میں بے شک تجھ سے سوال کرتا ہوں اور تیرے نبی محمد صلعم کے وسیلہ سے جو نبی رحمت ہیں تیری طرف متوجہ ہوتا ہوں اے محمد صلعم میں آپؐ کے واسطہ سے اپنی اس حاجت کے پوری ہونے کے لئے اپنے پالنے والے خدا کی طرف متوجہ ہوتا ہوں تاکہ وہ میری حاجت پوری کردے اے اللہ آپؐ کی شفاعت ہمارے حق میں قبول فرما۔ یہ حدیث حضرت ضریر کی حدیث کہلاتی ہے جو نابینا صحابی تھے اور بروایت حاکم آپ کی دعاء سے آپ کی بینائی واپس ہوئی تھی۔

پانچویں روایت جس کو صاحب قوت القلوب اور ملا علی قاری نے اپنی کتابوں میں نقل فرمایا ہے کہ حضرت محمد صلعم نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو یہ دعاء تعلیم فرمائی کہ اس طرح کہو اے ہمارے اللہ میں تجھ سے طلب کرتا ہوں حضرت محمد صلعم کے طفیل حضرت ابراہیمؑ کے طفیل حضرت عیسیٰؑ کے طفیل سے اور توریت و انجیل و زبور اور قرآن مجید کے طفیل اور ہر اس وحی کے بدلے جس کو تو نے کسی نبی پر بھیجی ہے اور ہر حاجت کے وسیلہ سے جس کو تو نے پوری کی اور ہر سائل کے وسیلہ سے

جس کو تو نے عطا فرمایا ہے۔

چھٹی روایت جس کو مسلم نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت اسماء بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ وہ یعنی اسماءؓ ایک جُبّہ سبز منقش کسروانیہ جس کے دامن و گریبان و آستین میں ریشمی سنجاف لگے تھے نکال کر میرے پاس لائیں اور کہا یہ حضرت رسول خدا صلعم کا جُبّہ ہے جو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے پاس ان کے وفات کے زمانہ تک تھا جب وفات کیا تو میں نے اس کو اپنے قبضہ میں کر لیا حضرت صلعم اس کو پہنا کرتے تھے میں اس کو دھو کر بیماروں کو پلاتی ہوں اور اللہ سے اس جبّہ کی برکت اور توسل سے شفا چاہتی ہوں۔

ساتویں روایت علامہ ابن عبدالبر محدث نے استیعاب میں ذکر کیا ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی والدہ حضرت فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے انتقال فرمایا تو حضرت صلعم نے ان کو اپنا کرتا پہنا دیا اور ان کی قبر میں ساتھ لیٹ گئے۔ صحابہ نے کہا کہ میں نے آپ کو کسی کے ساتھ اس طرح کرتے نہیں دیکھا جیسا کہ آپ نے ان کے ساتھ کیا۔ آپؐ نے فرمایا کہ ابوطالب کے بعد میرے ساتھ نیکی کرنیوالا ان سے بڑھ کر کوئی نہ تھا میں نے اپنا کرتہ اس لئے ان کو پہنا دیا تاکہ اس کی برکت سے جنت کے کپڑے پہنائے جائیں اور ان کی قبر میں اس لئے ساتھ لیٹ گیا تاکہ فشار قبر اُن پر آسان ہو جائے۔

آٹھویں روایت جس کو اصابہ میں شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ نے ذکر فرمایا ہے کہ حضرت ثابت بنانیؓ نے فرمایا کہ مجھ سے حضرت انس بن مالکؓ نے فرمایا کہ حضرت رسول خدا صلعم کے متبرک اور محترم بالوں سے یہ ایک متبرک .... بال ہمارے پاس ہے جب میں مر جاؤں تو اس کو ہماری زبان کے نیچے رکھ دینا ثابتؓ نے ان کو ان کی زبان کے نیچے رکھدیا پس موئے مبارک کے ساتھ حضرت انسؓ دفن کر دیئے گئے۔

نویں روایت محدث عبدالبرؒ نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے متعلق یہ ذکر فرمائی ہے کہ جب امیر معاویہؓ کو بیماری کی حالت میں موت کے قریب افاقہ ہوا تو آپ نے اپنے بیٹے سے فرمایا کہ میرے پاس آنحضرت صلعم کے موئے مبارک، ناخن مبارک کے تراشے اور آپ کا لباس جو آپ نے مجھکو پہنایا تھا ہے آج ہی کے دن کے لئے رکھ چھوڑا تھا جب میں مر جاؤں تو تم اس کرتہ کو کفن کے نیچے ہمارے جسم سے ملا کر پہنا دینا موئے مبارک وغیرہ کو منہ اور آنکھوں اور سجدہ کی جگہ پر رکھدینا۔ مرنے کے بعد مجھے نفع دینے والی اگر کوئی چیز ہے تو یہی ہے۔ الخ۔

دسویں روایت صحیح بخاری کی یہ ہے کہ حضرت بریدہ اسلمیؓ نے اپنی وفات سے پہلے وصیت کی تھی کہ وفات کے بعد ان کی قبر میں خرما کی دو شاخیں رکھدی جائیں۔

مذکورہ بالا احادیث و آثار صحابہ کو پیش نظر رکھ کر فقہاء امصار نے جو استنباط فرمایا ہے اور فقہ کی کتابوں میں جن کی تصریحات موجود ہیں اس سے یہ بات روز روشن کی طرح ثابت ہو رہی ہے کہ وسیلہ کا معنی و مفہوم از روئے قرآن و حدیث و لغت عرب یہ ہے کہ جب بولتے ہیں توسلت الی فلان بکذا تو اس کے معنی نزدیکی ڈھونڈھنے کے ہوتے ہیں۔ پس وسیلہ ڈھونڈھنے کا حکم قرآن حکیم سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی نزدیکی اس کی بندگی اور بھلے اعمال کے ذریعہ حاصل ہوتی ہے۔ اس کے حصول کے ۲ دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اپنے تمام اعمال میں خلوص پیدا کرے اور اس کی بندگی صرف اسکی رضا کے تابع ہو کر رہ جائے اسی کو علماء سنت قرب نوافل سے تعبیر فرماتے ہیں۔ دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے بہترین اعمال کو ذریعۂ مغفرت وحل مشکلات اور اپنی ضروریات اور حاجات کے پورا ہونے کا وسیلہ بنائے جیساکہ حدیث غار جو بخاری کے اندر ہے اس سے ثابت ہوتا ہے۔ امام تقی الدین سبکیؒ اپنی کتاب شفاء السقام وغیرہ میں حدیث ۳ جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے انبیاء علیہم السلام کی ذات سے وسیلہ پکڑنے میں علامہ ابن تیمیہؒ کے سوا کسی کا اختلاف سلف و خلف سے نہ ہونے پر اتفاق نقل کرتے ہیں جس کی تائید مزید متعدد روایات سے بھی ہوتی ہے اور بغیر کسی جرح و تنقید کے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہونچ جاتی ہے کہ بحق فلاں نبی یا بطفیل فلاں نبی یا بوسیلۂ فلاں نبی دعا کرنا قطعاً جائز اسلم اور احوط طریقہ ہے اور یہی مفاد ہے ان تمام فقہی عبارتوں کا جن کو شیخ الاسلام مولانا مدنیؒ نے نقل فرمایا ہے۔ اسی طرح نصوص بالا سے یہ بھی ثابت ہے کہ اگر کسی مردہ نے اپنی زندگی میں زندہ سے ثواب پہونچانے کی وصیت کی یا نہ کی ہو اگر کوئی زندہ مردہ سے عذاب اٹھنے یا کم ہونے کے لئے صالحین کی ذات یا ان کے آثار اور ملبوسات وغیرہ سے اللہ تعالیٰ کی جناب میں وسیلہ پکڑے اور طفیل بنائے تو یہ بھی جائز ہے۔ کیونکہ بزرگوں کی ذات کا اثر ان کے ملبوسات میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ سے ثابت ہے سورۂ یوسف میں اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰى وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ... اور آیت فَلَمَّآ اَنْ جَآءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰهُ عَلٰى وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا۔ نص قطعی ہے۔ اور حدیث مسلم سے جبہ کسروانیہ وغیرہم آثار کی دلالت سے ظاہر ہے کہ ملبوسات صلحاء توسل اور برکت کا ذریعہ ہوتے ہیں۔ یہ ہمارا فیصلہ اور فتویٰ نہیں ہے بلکہ سنن و آثار نبوی کے حقیقت شناس شراح حدیث کا بے لاگ فیصلہ ہے۔ شیخ الاسلام حافظ ابن حجرؒ لمبی بحث کے بعد فرماتے ہیں وھو اصل فی التبرک بآثار الصالحین (فتح الباری) یہ حدیث

حقیقت حال یہ ہے کہ لفظ حق متعدد معنوں میں آتا ہے۔ (۱) واجب عقلی جس کا ثبوت اور لزوم دلائل عقلیہ قطعیہ سے ہوتا ہو اور اس کا خلاف مستحیل اور ممنوع عقلی ہو۔ (۲) واجب شرعی جس کا ثبوت اور لزوم نص شرعی اور وعدہ خداوندی کی بناء پر

آثار صالحین سے برکت حاصل کرنے کے لئے سند ہے۔ علامہ عینی کا بھی یہی حکم ہے۔ ھو اصل فی التبرک بآثار الصالحین (جلد چہارم) شیخ نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں ففیہ التبرک بآثار الصالحین ولباسہم۔ یعنی آثار صالحین اور ان کے لباس سے برکت ڈھونڈھنے کی سند اس حدیث کے اندر موجود ہے۔ صاحب تیسیر القاری شیخ الاسلام اور علامہ زرقانی بھی اسی کے قائل ہیں۔ حتی کہ نواب صدیق حسن خاں مرحوم مغفور تک شرح بلوغ المرام میں رقمطراز ہیں۔ درین جا دلیل است برجواز استشفاء بملبوسات بزرگاں وبودن آں بابرکت بسبب مماسات بدن ایشاں اھ۔ اصل یہ ہے کہ جماعت اسلامی آثار صحابہ اور احادیث کے ردو قبول میں حد درجہ بے باک ہے اور تنقید ناروا اس کا مذہب بن چکا ہے۔ بڑھا کم اور مطالعہ غیر تحقیقی ہے اس لئے اکثر مسائل دینی وفقہی میں نادانستہ ٹھوکریں کھاتی اور حق کے ظاہر کر دینے پر اپنی رائے سے تائب ہونے اور رجوع کرنے میں شرم محسوس کرتی ہے جو سب سے بڑا فتنہ ہے۔ اللہ ہم کو اور سب کو اپنی مرضیات پر چلنے اور حق ظاہر ہونے پر اپنی رائے سے رجوع کی توفیق بخشے آمین۔

شجرہ کے ثبوت پر جلد اول میں کچھ لکھا جا چکا ہے وہ بھی دیکھ لیا جائے یہاں پر بھی کچھ اشارہ کر دیا جاتا ہے۔ پیرانِ طریقت کے اسماء گرامی کا شجرہ دینے سے اگلے شیوخ کی اہم اور بڑی غرض یہ ہوتی تھی کہ کلمۂ توحید اور دیگر اسماء الٰہی سے تلقین پانے کی سند متصل رسول اللہ صلعم سے لے کر اپنی ذات تک اسی سند کے ذریعہ سے میں نے تلقین پائی ہے جس طرح علماء حدیث کا سلسلہ اساتذہ کے واسطہ سے آنحضرت صلعم تک پہونچتا ہے اسی کو شجرہ کہا جاتا ہے۔ اب تو حضرت مولانا مدنی قدس سرہ کے واسطہ سے دعاء مانگنا اور دعا کرنا ہی حاصل زندگی رہ گیا ہے۔ بار بار دل سے یہی نکل رہا ہے۔ ع کہ جیسے تم گئے ہو دل کی ویرانی نہیں جاتی" رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ۔ یہ کوئی نئی چیز نہیں ہے بلکہ ثبوت یہ ہے۔ قد صح عن الربیع بن سلیمان ان الامام الشافعی رضی اللہ عنہ کان یتبرک بغسالۃ ثوب الامام احمد رضی اللہ عنہ کما ذکرہ صاحب الطبقات الکبریٰ۔ اصلاحی

ہوا ہو اگرچہ عقلاً اس کا وجود ضروری نہ ہو۔ (۳) مستحق و ثابت یعنی وہ چیز جو کہ وجود اور ثبوت رکھتی ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔ (۴) جدیر اور لائق یعنی وہ چیز جس کا موجود ہونا بہتر اور اعلیٰ ہو اگرچہ ضروری نہ ہو۔ (۵) مشابہہ بالواجب یعنی وہ چیز جو کہ ضروری چیز کے مماثل اور مشابہہ ہے اگرچہ واقع میں لازم اور ضروری نہیں ہے جیسے زیدٌ اسدٌ۔ (۶) موجود صوری یعنی مشاکلۃً اور صورۃً عبارت میں جو کسی چیز کو دوسرے کے برابر قرار دی گئی ہو جیسے جزاء سیئة سیئة مثلہا، اگرچہ وہ حقیقت میں موجود نہ ہو۔ (۷) احترام اور بڑائی یعنی وہ چیز جو کہ مرتبہ اور شرف رکھنے والی ہو اور قبولیت سے نوازی گئی ہو۔ (۸) منہم بالشان یعنی وہ چیز جس کو نہایت اہم اور قابل اعتناء کوئی قرار دے اگرچہ واقع میں وہ لازم نہیں ہے جیسے حدیث شریف میں حق علی کل مسلم ان یغتسل فی کل سبعة ایام"

الغرض استعمال عربی اور لغت عرب میں لفظ حق ان متعدد معانی وغیرہ میں مستعمل ہوتا ہے جیسا کہ شراح حدیث عینی، قاری، عسقلانی وغیرہ اور قاموس، لسان العرب مجمع البحار وغیرہ علماء لغت ذکر فرماتے ہیں۔ مگر سب سے پہلے معنی میں سلف میں اختلاف واقع ہوا ہے۔ معتزلہ چونکہ عدل اور اصلح کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب قرار دیتے ہیں۔ اس لئے غفران اہل توحید اللہ تعالیٰ پر عقلاً واجب کہتے ہیں اور یہ حق بندوں کا اس پر لازم باللزوم العقلی قرار دیتے ہیں اور اہل سنّت والجماعت کسی فعل کو اللہ تعالیٰ پر عقلاً اور ذاتاً واجب نہیں کہتے اس لئے یہ دعاء کرنا اللہم انی اسئلك بحق فلاں یابحق الانبیاءؑ والمرسلین اہل اعتزال کے عقائد کے موافق ہوگا۔ اہل سنت والجماعت کے خلاف ہوگا۔ قرون تابعین اور تبع تابعین میں معتزلہ کا بہت زور و شور تھا اس لئے فقہاء کرام نے سداً للذریعة منع فرمایا تھا اب جب کہ وہ اور ان کے عقاید معدوم ہو گئے تو اسکا اشتباہ بھی معدوم ہو گیا تو اس لفظ کے استعمال میں پہلے معنی کے ارادہ کرنے کا احتمال ہی نہیں رہا بلکہ دوسرے معانی ہی لئے جاتے ہیں اس لئے اس میں کوئی حرج نہ ہوگا۔

شرح نقایہ جلد ثانی کتاب الکراہۃ میں فرماتے ہیں صلے ۳۳ "وقیل ویحرم ان یقول فی دعائہ بحق فلان نبیاً کان او ولیاً او بحق البیت او المشعر الحرام" لانہ لاحق للخلق علی اللہ لکن قد یقال لا حق لھم وجوباً من اصلہ ولکن اللہ سبحانہ جعل لھم حقاً فضلاً او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال اللہ سبحانہ (وابتغوا الیہ الوسیلۃ) وقد عد من آداب الدعاء التوسل بالانبیاء والاولیاء علی ما فی الحصن الحصین وجاء فی روایۃ اللھم انی اسئلک بحق السائلین علیک وبحق ..... الیک فانی لم اخرج اشرا ولا بطرا - الحدیث (۲) رد المحتار حاشیہ در المختار للعلامۃ ابن عابدین الشامی رحمہ اللہ میں ہے (قولہ وکرہ قولہ بحق اسئلک الخ) ھذا لم یخالف منہ ابو یوسف بخلاف مسئلۃ المتن السابقۃ کما افادہ الاتقانی وفی التاتارخانیہ وجاء فی الآثار ما دل علی الجواز (قولہ لانہ لاحق للخلق علی الخالق) قد یقال انہ لاحق لھم وجوباً علی اللہ تعالیٰ لکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ جعل لھم حقاً فی فضلہ او یراد بالحق الحرمۃ والعظمۃ فیکون من باب الوسیلۃ وقد قال وابتغوا الیہ الوسیلۃ الخ ..... وقال السبکی یحسن التوسل بالنبی صلعم الی ربہ ولم ینکرہ احد من السلف ولا الخلف الا ابن تیمیۃؒ فابتدع مالم یقل عالم قبلہ اھ (رد المحتار جلد ۵ صلے ۲۸)

خلاصہ یہ ہے کہ دعاء میں بحق فلاں یا بحرمۃ فلاں کہنا نہ صرف جائز ہے بلکہ وارد اور مستحسن ہے۔ مودودی صاحب منع کرتے ہیں غلطی پر ہیں اور ہدایہ کی عبارت سے ان کا استدلال صحیح نہیں ہے۔ ہدایہ میں حق بمعنی واجب العقلی کو منع کیا گیا ہے اور اہل سنت جب دعاء میں یہ کلمہ کہتے ہیں تو واجب عقلی مراد نہیں بلکہ ایسے معانی لیتے ہیں جن سے توسل سمجھا جاتا ہو جو کہ ارجی للاجابۃ ہے واللہ اعلم۔

(۱) آپ کا شجرہ پڑھتے ہوئے حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے نام کے بعد حسین احمد کہنا غلط ہے۔ شجرہ میں تو ان بزرگانِ دین کے وسیلہ سے اپنے اور

حسین احمد کے لئے دعاء مانگی گئی ہے پھر یہ دعاء پڑھنا کس طرح درست ہوگا۔

(۲) مولوی مظہر حسین کو خط منسلک ہے۔

(۳) حسب ارشاد جواب خود لکھ رہا ہوں۔

(۴) میں مشہود اقبال صاحب سے واقف نہیں اور نہ اُن کا پتہ معلوم ہے اس لئے قرآن شریف کے ہدیہ کے متعلق امتثال حکم نہیں کر سکتا۔ جہاں تک ممکن ہو شریعت حقہ اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا اتباع کیجئے اور ذکر خداوندی میں زیادہ سے زیادہ انہماک رکھئے۔ عمر عزیز کو غفلت میں ضائع نہ کیجئے۔ عمر عزیز کا ہر لمحہ نہایت بیش قیمت جوہر ہے آج ہم اس کی قیمت سے واقف نہیں ہیں۔ مرنے کے بعد روز محشر میں واقف ہوں گے مگر اس وقت افسوس کے سوا کچھ نہ ہو سکے گا۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ

مکتوب ۳۹

جناب مولانا خدا بخش صاحب ملتان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

جواب۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "افضل الجہاد کلمۃ عدل عند سلطان جائر" (ترمذی) یعنی ظالم بادشاہ کے سامنے انصاف کی بات کہنا سب سے بڑا جہاد ہے۔ اور آزادئ وطن کی جد و جہد ہر مسلمان پر فرض ہے۔ آزادئ وطن ہی آزادئ ملت کا ذریعہ ہے اور آزادئ وطن کے بعد ہی اسلامی احکام نافذ کئے جا سکتے ہیں مغلوب و مقہور

حاشیہ مکتوب ۳۹:۔ موجودہ تحریک آزادی کے متعلق جمعیۃ العلماء کا کیا فیصلہ ہے مفصل بآیات قرآنیہ و احادیث نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ تحریر فرما کر مشکور فرمائیں۔

(خدا بخش ملتان)

رہ کر غلامانہ زندگی پر قناعت کرنا اسلامی نقطۂ نظر سے قطعاً حرام ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ "من مات ولم یغز ولم یحدث به نفسه مات علی شعبة من النفاق" (مسلم) یعنی جس شخص نے زندگی بھر جہاد نہ کیا اور نہ جہاد کا جذبہ اس کے دل میں پیدا ہوا اور اسی حالت میں مرگیا وہ ایک قسم کے نفاق کی حالت میں مرا۔ اور اسلام اس لئے ہے کہ بلند و بالا ہو کر رہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "الاسلام یعلو ولا یعلی" یعنی اسلام بلند رہتا ہے پست نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے "ولا تھنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون" یعنی خوف مت کرو اور غمگین مت ہو تم ہی سب سے بلند ہو اگر تم مومن ہو۔ قرآن کہتا ہے مسلمان اس لئے ہے کہ اپنی خدمات اور قربانیوں سے تمام انسانوں کو فائدہ بخشے اور عدل و انصاف کے قوانین نافذ کرے فسق و فجور ظلم و تعدی کی جڑیں اوکھاڑے چنانچہ ارشاد ربانی ہے "کنتم خیر امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر" تم سب سے بہتر جماعت ہو تم انسانوں کے نفع کے لئے پیدا کئے گئے ہو اچھی باتوں کا حکم کرتے ہو اور بری باتوں سے روکتے ہو اور خدا پر یقین و ایمان رکھتے ہو۔ نیز خدائے تعالیٰ کا ارشاد ہے "ان اللہ یامر بالعدل والاحسان وایتاء ذی القربی وینھی عن الفحشاء والمنکر" اللہ تعالیٰ عدل اور احسان کا حکم کرتا ہے اور رشتہ داروں کی امداد کا حکم کرتا ہے اور فحش اور بری باتوں سے منع کرتا ہے اور چونکہ برطانوی شاہنشاہیت غاصبانہ اور ظالمانہ طور پر عرصہ سے ہندوستان پر اپنا فولادی پنجہ گاڑے ہوئے ہے۔ بلاتفریق ہندو اور مسلمان تمام ہندوستانیوں کے ذرائع معاش اپنے قبضہ میں کر کے ان کو بھوک اور افلاس کی آخری حد تک پہونچا دیا ہے۔ خدا کی پناہ حد ہوگئی۔ ہندوستان جیسے زرخیز ملک میں غلہ پر بھی لائسنس ہے اور روٹی کا ملنا دشوار ہے۔ نیز ہندوستانی کو نہتا کر کے اس کو بے بس کر دیا ہے۔ ہندوستانیوں کے علوم و فنون ختم کر کے اپنی زبان اور ملحدانہ خیالات کے اسکول رائج کئے۔ نتیجہ یہ کہ ہندوستانیوں

کو اپنے مذہب سے بیزار کر کے تمام مذاہب کو فنا کے قریب پہونچا دیا ہے اور پھر بھی تعلیم یافتہ کو زندگی گذارنی دشوار ہے۔ بلا تفریق مذہب ہر ہندوستانی کو اس کے مقابلے میں گورے چمڑے والے برٹشیوں کو بلند و برتر مانا جاتا ہے۔ ان کی تنخواہیں اور بھتے دو چند اور سہ چند و دیگر ذرائع آمدنی ان کے لئے وسیع۔ اور لطف یہ ہے کہ ہندوستانیوں کے روپیہ سے یہ سب کچھ کیا جاتا ہے۔ کالے ہندوستانیوں کے پیٹ کا ٹکڑا اکٹھا کر ان کے بچوں کو مرض اور جہالت میں مبتلا کر کے اپنی ناپاک سے ناپاک خواہشات پوری کی جا رہی ہیں۔ ہندوستانیوں کی نہ عزت محفوظ نہ آبرو نہ دولت نہ ان کی جان کی قیمت ہے نہ ان کی وفاداری کی قدر ہے یہ کتوں سے بھی زیادہ ذلیل سمجھے جاتے ہیں۔ پھر شاہنشاہیت کی انتہی ظالمانہ اور وحشیانہ اغراض کو محفوظ رکھنے کے لئے برطانیہ تین سال سے دوسری حکومتوں سے برسر پیکار ہے اور ان کو انکی مرضی کے خلاف طرح طرح سے مجبور کر کے وحشیانہ جنگ میں شرکت کے لئے مجبور کیا جا رہا ہے۔ مثلاً ہندوستان کا کروروں من غلہ جو ہندوستانیوں کو کم از کم دو سال افراط کے ساتھ کافی ہو سکتا ہے غیر معلوم مقدار میں باہر بھیج دیا گیا۔ چند سرمایہ داروں کے سوا ایک ایک ہندوستانی قحط اور فاقہ میں مبتلا ہے اور پیٹ کے دوزخ کو بھرنے کے لئے جنگ کے کاروبار میں شرکت پر مجبور ہے اور ان انسانیت سوز وحشیانہ سفاکانہ حرکتوں سے بے قرار ہو کر اگر کوئی ہندوستانی سچی آواز بلند کرتا ہے تو گولی، پھانسی یا قید و بند کے ذریعہ سے اس کو دبا دیا جاتا ہے وہ بڑے بڑے مہاتما اور لیڈر جن کی ہندوستانی یہاں تک عزت کرتے ہیں کہ امیر الہند، شیخ الاسلام اور مہاتما جی کہلاتے ہیں اُن کو نہایت مغرورانہ، ظالمانہ اور متکبرانہ طور پر جیل میں ٹھونس دیا گیا ہے اور اس طرح ہندوستانی کی بے عزتی اور ذلت پر مہر لگا دی گئی ہے۔ ہندوستان کے علاوہ افغانستان، ایران، عراق، مصر، فلسطین، حجاز، وغیرہ اسلامی ممالک بھی انہیں مصیبتوں کا شکار بنے ہوئے ہیں اور افسوس کہ ان تمام ممالک کی

مصیبت ضرور ہندوستان کی غلامی کے سبب سے ہے۔ لہٰذا ہر مسلمان کا مذہبی اور دینی فرض ہے کہ اس ظالمانہ شاہنشاہیت کے بارگراں کو جلد از جلد ہندوستان سے ہٹا کر عدل و انصاف کی حکومت قائم کرے۔ اگر اس جدوجہد میں اس کی جان بھی کام آجائے تو سراسر سعادت اور نص حدیث کے بموجب شہادت ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے "من قتل دون مالہ فھو شھید ومن قتل دون دمہ فھو شھید ومن قتل دون دینہ فھو شھید ومن قتل دون اھلہ فھو شھید" او کما قال (ترمذی) یعنی جو اپنے مال کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے، جو اپنے خون کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے اور جو اپنے دین کی حفاظت میں مارا جائے تو وہ شہید، جو اپنے گھر والوں کی حفاظت میں مارا جائے وہ شہید ہے۔ (ترمذی)

ہندوستان کی ایسی زبوں حالی تباہی اور بربادی اور برطانوی چیرہ دستیوں سے تنگ آکر ہندوستان کی سب سے بڑی مشترک سیاسی جماعت انڈین نیشنل کانگریس نے ہندوستانیوں کے تمام مذاہب اور ہر ایک مذہب کے کلچر معاشرت، زبان رسم الخط کی آزادی تسلیم کرتے ہوئے برطانوی شاہنشاہیت کو ہندوستان سے نکال دینے کی جدوجہد شروع کر دی۔ ۶ تا ۸ اگست ۱۹۴۲ء کے بمبئی کے اجلاس میں کانگریس نے یہ اصول بھی تسلیم کر لیا ہے کہ جملہ صوبہ جات آزاد ہوں گے اور مرکز کو صرف وہی اختیارات دئے جائیں گے جو صوبہ جات طے کر دیں۔ باقی تمام مصرحہ وغیر مصرحہ اختیارات صوبہ جات کو ہوں گے۔ نیز یہ کہ اگر کسی صوبہ کی اکثریت اپنے مرکز سے علیحدہ ہونا چاہے تو اس کو یہ حق حاصل ہے اور یہ علیحدہ ہونے والے صوبہ جات اپنا علیحدہ مرکز بھی بنا سکتے ہیں۔ طرح طرح کے بہانوں سے مسلمانوں کو بزدل بنا کر جدوجہد آزادی سے علیحدہ رکھنے کی کوشش عرصہ سے کی جا رہی ہے لیکن حالات مذکورہ بالا کے پیش نظر مسلمانوں کو بھی گنجائش نہیں رہی کہ وہ جدوجہد آزادی میں دوسری قوموں کے دوش بدوش رہ کر قربانیاں

پیش کرنے سے تامل کرے بلکہ اس کا فرض ہوتا ہے کہ برطانوی شاہنشاہیت کے نظام کو بیکار کرنے میں پوری کوشش کرے۔ یعنی عدم تشدد کے اختیار کردہ اصول کی پابندی کرتے ہوئے ایسی رکاوٹیں پیدا کرے کہ موجودہ حکومت کا کوئی کام نہ چل سکے۔ مثلاً اسکول کالج، سرکاری دفاتر، کارخانے، فیکٹریاں، کچہریاں بند کردی جائیں۔ اور ملازمین ہڑتال کردیں، ایسا نہ کریں تو پُرامن پکٹنگ کی جائے اور جو ملازمین آڑے آئیں ان کا بائیکاٹ کردیا جائے، کارخانوں میں کام کرنے والے کام بند کردیں اور کوئی سرکاری آرڈر نہ پورا کیا جائے۔ لگان اور ہر ایک ٹیکس بند کیا جائے حکومت کا کوئی مطالبہ پورا نہ کیا جائے۔ نوٹ ہرگز نہ لئے جائیں جو لئے جائیں وہ واپس کرکے روپیہ فراہم کیا جائے بینکوں سے رُوپیہ واپس لیا جائے اپنی مکمل آزادی کا اعلان کرتے ہوئے گاؤں گاؤں اور محلہ محلہ میں پنچائتیں بنائی جائیں۔ نوجوانوں کی حفاظتی جماعتیں تیار کی جائیں، پنچائتیں تمام جھگڑوں کا فیصلہ کریں یعنی جماعت حفاظت جملہ ضروریات کی ذمہ دار ہوں مسلمان کسی بہتر شخص کو اپنے سے امیر بنالیں چونکہ بدامنی کا دور بظاہر طویل عرصہ تک چلے گا لہٰذا یہ پنچائتیں نوٹ کے بجائے روپیہ سونا چاندی جمع کرلیں اور بالخصوص مسلمانوں کے لئے امارت شرعیہ کا نظام نہایت ضروری ہے۔ حضرت جل مجدہ کا ارشاد ہے۔ "و تعاونوا علی البر والتقویٰ ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان" یعنی نیکی اور پرہیزگاری میں ایک دوسرے کی مدد کرو گناہ اور ظلم میں دوسروں کی امداد مت کرو مگر اس تمام تحریک میں قرآن پاک کے اصول "وجادلھم بالتی ھی احسن" کی سختی سے پابندی کی جائے جس کی طرف قرآن پاک کی یہ آیت اشارہ کررہی ہے "کُفُّوا ایدیکم واقیموا الصلوٰۃ" یعنی اپنے ہاتھوں کو روکو اور نماز قائم کرو یعنی کسی کا مال نہ چھینا جائے لوٹ مار چوری ڈاکہ مار دھاڑ ظلم وستم، عصمت دری ہرگز ہرگز نہ ہو اس جدوجہد کے ساتھ مذہبی عبادات اور مذہبی احکام کی پابندی کرو۔ سنا گیا ہے کہ جن مواضعات میں فوج معین کردی گئی ہے

وہاں سپاہیوں نے ہماری ماؤں، بہنوں کے ساتھ انسانیت سوز حرکتیں کیں اور انکو بے آبرو کیا، لوٹا کھسوٹا یہ افواہ اگر غلط بھی ہو تب بھی فوج اور پولیس سے ایسی حرکتیں بعید نہیں، جرمنی اور جاپانی بھی وحشت میں کسی سے کم نہیں لہذا ان کو سمجھا دیا جائے کہ ایسے خطرات کے موقعہ پر سب ہندو ہوں یا مسلمان، امیر ہوں یا غریب ایک جگہ اکٹھا ہو جائیں اور کم از کم چاقو، یا درانتی یا گنڈاسا جیسی کوئی چیز اپنے پاس رکھیں۔ اپنی حفاظت خود کریں اپنی جان سے زیادہ عصمت و آبرو کی حفاظت کریں اس حفاظت میں اگر مسلمان عورتوں کی جان بھی جاتی رہے تو یقیناً شہید ہوں گی۔

ضروری گذارش } جمعیۃ العلماء کا یہ پروگرام خود پڑھئے اور دوسروں کو سنائیے اور اس کی اشاعت میں پوری کوشش فرما کر اپنا فرض ادا کیجئے۔

اگر آپ اپنے طور پر یا مقامی کانگریس کے ذریعہ سے کسی قسم کی پریس میں کسی صورت سے بھی اس کو طبع نہ کرا سکیں تو کم از کم ایک نقل اپنے پاس رکھ کر یہ کاپی دوسروں کو دی جائے۔

کانگریس اور جمعیۃ العلماء کا متفقہ مشورہ

کاغذ دے کر ہندوستان کا بے شمار سونا گیا ہے اور امریکہ کے پاس گروی رکھ دیا گیا ہے یہ سلسلہ برابر جاری ہے۔ کانگریس کے حامی ہو یا مخالف بہرحال تمہیں اپنی پونجی کی فکر کرنی ضروری ہے تم اگر تحریک کے مخالف ہو تم سے کسی قربانی کے لئے یا موافقت کے لئے نہیں کہا جا رہا ہے بلکہ تمہیں سمجھایا جا رہا ہے کہ دھوکے سے بچو، بے قیمت کاغذ لے کر اپنی دولت برباد مت کرو نہ انگریزی حکومت کا کچھ اعتبار ہے نہ اس کے بینکوں کا، نہ نوٹوں کا، لہذا اگر تم اپنی پونجی محفوظ کرنا چاہتے ہو تو،

(الف) کوئی نوٹ بالخصوص ایک روپیہ والا یا پانچ روپیہ والا نوٹ مت لو۔

(ب) جس قدر نوٹ آپ کے پاس ہوں ان کے بدلہ میں روپیہ یا سونا یا چاندی فراہم

کر لو۔

(ج) تمہاری جس قدر رقوم بینکوں میں ہیں ان کو واپس لے لو۔

(د) نوٹوں کے بدلہ میں کوئی چیز مت فروخت کرو۔ گاؤں کے کاشتکار غلّہ اسوقت فروخت کریں جب ان کو یقین ہو جائے کہ بدلہ میں نوٹ نہیں دیئے جائیں گے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ مراد آباد جیل۔

مکتوب ۴۸

جناب مولانا حکیم امیر علی صاحب ملتان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔

والا نامہ باعثِ سرفرازی ہوا۔ یاد آوری کا شکر گذار ہوں۔ حوالات مذکور کی تلاش میں دیر لگی، میرے پاس افادات اشرفیہ نہیں تھی اور نہ اس سے پہلے دیکھا تھا۔

عالیجاہا! ان تمام سوالات کے جوابات دیئے جا چکے ہیں اور اخباروں میں شائع بھی ہو چکے ہیں۔ منسلکہ اوراق ملاحظہ فرمائیے۔ آپ کی تحریر سے سخت تحیر ہوا۔ اگر منسلکہ جوابات کافی ہوں تو فبہا ورنہ بوقت حاضری مزید عرض ومعروض کی نوبت آئیگی، مولانا خدا بخش صاحب اور دوسرے معزز بزرگوں کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں، افسوس ہے کہ اہل خانقاہ تھانہ بھون اور خود مولوی تسیفیع صاحب نہایت زیادہ تلبیس سے کام لیتے ہیں یا کج فہمی اور کج رائی کے شکار ہیں اللہ تعالیٰ ہدایت فرمائے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۲ ذیقعدہ ۱۳۶۵ھ۔

حاشیہ مکتوب ۴۸:۔ **افادات اشرفیہ کا ایک معمّہ اور جمعیۃ علماء ہند کے متعلق غلط الزام کی تردید:۔**

یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ مولانا اشرف علی صاحب تھانوی رحمۃ اللہ علیہ تحریک خلافت

میں شریک نہیں ہوئے تھے۔ کانگریس اور جمعیۃ علماء ہند کے وہ باضابطہ ممبر نہیں رہے اور یہ بھی واقعہ ہے کہ تحریکات کے موقعوں پر واقعات کو توڑ موڑ کر پیش کیا جاتا تھا اور ان کے بموجب حضرت موصوف سے جوابات حاصل کر کے زیادہ سے زیادہ اس کی اشاعت کی کوشش کی جاتی تھی، بہرحال اس حقیقت کا نہ کسی کو انکار ہے نہ انکار کی ضرورت، اسی سلسلہ کے مضامین کا ایک مجموعہ مولانا محمد شفیع صاحب دیوبندی نے افادات اشرفیہ کے عنوان سے شایع فرمایا ہے۔

چونکہ حضرت تھانوی قدس اللہ سرہ العزیز کے خیالات کا ہمیں پہلے سے علم تھا اس لئے اس رسالہ کے حاصل کرنے اور مطالعہ کرنے کی ضرورت بھی محسوس نہیں ہوئی۔ مگر ہم تشکر گذار ہیں جناب مولانا عبدالرحیم صاحب راندیری مدظلہٗ و عزیز محترم مولوی سید عبدالحق صاحب کے کہ ان حضرات نے اس غلط الزام کی طرف توجہ دلائی جو اس رسالہ میں جمعیۃ علماء ہند پر لگایا گیا ہے اور اس کے ساتھ اخبار نقیب کے فائل سے نقل کر کے وہ جوابات بھی بھیج دیئے جس سے اس بہتان کی تردید ہو جاتی ہے۔

افادات اشرفیہ کے مقدمہ میں ص۳ پر درج ہے کہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل حاضرہ کی مکمل تحقیق کے لئے چند سوالات جمعیۃ علماء اور مسلم لیگ کے پاس بھیجے لیگ کی طرف سے جوابات آئے مگر جمعیۃ علماء کی طرف سے باوجود چند مرتبہ یاد دہانی کے کوئی جواب نہیں آیا۔ پھر ص۵۳ کے حاشیہ پر اسی الزام کو دہرایا گیا ہے۔ اس الزام کی تردید کے لئے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم حضرت علامہ مفتی کفایت اللہ صاحب کے (جو اس زمانہ میں کل ہند جمعیۃ علماء کے صدر تھے) جوابات پیش کریں۔ جو اخبار نقیب مورخہ ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ و ۹ جولائی ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکے ہیں ان سوالات کے جوابات زیادہ مفصل بھی ہو سکتے تھے مگر بظاہر مفاہمت کی اہمیت اور خواہش حضرت مفتی صاحب کے پیش نظر ہے اس لئے جوابات میں اجمال اور بہت زیادہ نرمی سے کام لیا گیا۔ ذیل میں اخبار نقیب کا مضمون بجنسہ اور بلفظہ نقل کیا جاتا ہے۔ (محمد میاں عفی عنہ ناظم جمعیۃ علماء ہند دہلی)

حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب کا خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون کے سوالوں کا جواب

س ۱: جمعیۃ علماء کے نزدیک مذہبی حیثیت سے کانگریس میں مسلمانوں کی شرکت کیوں ضروری ہے، اور کانگریس سے علیحدگی میں کیا ضرر ہے؟

ج ۱۔ نہ صرف جمعیۃ علماء ہند ...... بلکہ ہندوستان کی تمام معتد بہ جماعتوں کا نصب العین یہ ہے کہ انگریزی حکومت سے ہندوستان کو آزاد اور خود مختار بنایا جائے اور اس کے لئے یہ مسئلہ بھی متفق علیہ ہے کہ جب تک ہندوستان کی تمام قومیں متحد ہو کر انگریزی حکومت سے آزادی کا مطالبہ نہ کریں گی، بظاہر اسباب آزادی حاصل نہ ہو گی۔ اس لئے جمعیۃ علماء آزادی کی خاطر کانگریس کی شرکت کو ضروری سمجھتی ہے اور چونکہ انگریزی حکومت سے مسلمانوں کی مذہبی مرکزیت اور اسلامی قوت کو سخت ضرر پہونچ رہا ہے اور پہونچنے کا اندیشہ ہے اس لئے مسلمانوں کا فریضہ ہے کہ انگریزی اقتدار کو جہاں تک ہو سکے کمزور کرنے کی سعی کریں۔

س ۲۔ کانگریس میں مسلمانوں کا داخلہ جس صورت سے انفرادی اور غیر منظم اور غیر مشروط طریقہ پر اس وقت ہو رہا ہے اور مسلم نشستوں کے لئے کانگریس براہ راست امیدوار کھڑے کرتی ہے اس سے اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ ہے یا نہیں اگر ہے تو اس سے بچنے کی کیا صورت ہے؟

ج ۲۔ کانگریس ایک مشترکہ جماعت ہے مسلمان اپنے مذہب پر پختہ رہتے ہوئے بھی کانگریس میں شریک ہو سکتے ہیں اسلام سے بے تعلقی غیر کانگریسی مسلمانوں میں جو مغربی تعلیم اور یوروپین تہذیب کے دلدادہ ہیں بہت زیادہ ہے۔ کانگریسی مسلمان کانگریسی ہونے کی جہت سے اس قدر اسلام سے بے تعلق نہیں جس قدر یوروپین تہذیب کے دلدادہ غیر کانگریسی مسلمان ہیں۔

س ۳۔ مسلم لیگ سے جمعیۃ علماء کو کیوں اختلاف ہے جب کہ وہ مسلمانوں کو منظم کر رہی ہے۔ اور اس کا مقصد بھی آزادی کامل کی تحصیل ہے جیسا کہ اس سال لکھنؤ میں اس نے اعلان کیا۔

ج ۳۔ اس لئے کہ مسلم لیگ کی اکثریت انگریزی حکومت کو خدا کی رحمت کا سایہ سمجھتی ہے اور انگریزوں کے دامن میں پناہ لینا چاہتی ہے اور انگریزی شہنشاہیت کی حمایت کرتی ہے اور انگریزی اقتدار کی بنیاد مضبوط کرتی ہے اور سرمایہ داروں کی نہ صرف حامی ہے بلکہ سرمایہ دارانہ نظام کو مستحکم رکھنا چاہتی ہے، قوم کے لئے کوئی ٹھوس کام نہیں کرتی بلکہ مسلم لیگ کی رکنیت اور عہدہ داری کو حصول مناصب جلیلہ کا ذریعہ سمجھتی ہے اور اس راستہ سے بڑے بڑے عہدے حاصل کرتی ہے۔ لکھنؤ میں آزادی کامل کا تو اعلان کر دیا اور یہ بھی اقرار ہے کہ تنہا مسلمان آزادی کامل حاصل نہیں کر سکتے۔ اس کے باوجود آزادی کامل حاصل کرنے کے طریقہ (ہندو مسلم) اتحاد کو اختیار نہیں کرتی۔ ایسی صورت میں ہم آزادی کامل کے محض زبانی اعلان کو ابلہ فریبی

نہ سمجھیں تو کیا سمجھیں ؟

س ۴ اگر مسلم لیگ میں کچھ مفاسد اور منکرات شرعیہ موجود ہیں تو کیا یہ صورت ممکن نہیں کہ جمعیتہ علماء مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو مخلص اور فعّال لوگوں سے بھر دے اور مسلمانوں کی تنظیم کو مکمل اور مفاسد و منکرات سے پاک کر دے ؟

ج ۴ مسلم لیگ میں شریک ہو کر اس کو منکرات سے خالی کر دینا تجربہ سے ناممکن ثابت ہوا ہے اگر ہو سکتا ہے تو بقول مسلم لیگ ۹۰ فی صدی مسلمان مسلم لیگ میں شریک ہیں لیکن کیا وہ مسلم لیگ سے کسی ایک منکر کو بھی آج تک ہٹا سکے۔ کہا جاتا ہے کہ علماء بھی فی صدی ۸۰ مسلم لیگ میں شریک ہیں لیکن کیا ان ۸۰ فی صدی علماء کا مسلم لیگ پر کچھ اثر ہے اگر ہے تو یہ لیگ کے پلیٹ فارم سے علماء کو برباد کرنے اور اُن کو خوار کرنے کی پرزور تلقین کیوں ہو رہی ہے ؟ اور حاملین افرنجیت کی خالص تقلید اور اتباع اور پیروی کرنے کا کیوں حکم دیا جاتا ہے۔

س ۵ کیا مسلم لیگ اور جمعیتہ علماء کے تصادم سے تشتّت اور افتراق پیدا نہیں ہوتا ہے۔ اور کیا تشتّت مضر نہیں ہے اور اگر ہے تو جمعیتہ علماء نے اس ضرر کے انسداد کے لئے کوئی صورت اختیار کی ہے ؟

ج ۵ ہوتا ہے اور ضرور ہوتا ہے مگر اس کی ذمہ داری کس پر ہے۔ لیگ پر اور صرف لیگ پر کہ وہ علماء کے خلاف عموماً اور کانگریسی مسلمانوں کے خلاف خصوصاً عوام کو بھڑکاتی ہے اور طرح طرح کے فسادات اٹھاتی ہے اور آپس میں لڑاتی ہے ابھی حال میں جمعیتہ علماء کے جلسہ میں شرکت سے مسلم لیگیوں کو منع کرنے کے لئے مسٹر جناح کا بیان اخبارات میں شائع ہو چکا ہے اس سے آپ لیگ کے قائدِ اعظم کی ذہنیت کا اندازہ کر سکتے ہیں کہ وہ اتفاق اور اتحاد بین المسلمین کی آڑ میں کس قدر تفریق و تشتّت پیدا کر رہے ہیں۔

س ۶ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی حاصل ہو گی اس کا انجام حکومت مشترکہ ہے جس میں عنصر کفر غالب اور عنصر اسلام مغلوب ہو گا۔ ایسی حکومت یقیناً اسلامی نہ ہو گی تو اس کے لئے جدوجہد کرنا مسلمانوں کے ذمہ کس دلیل سے واجب ہے۔ نیز اس کی ضمانت کیا ہے کہ ہندو انگریزوں کو ہندوستان سے بے دخل کرنا چاہتے ہیں۔ کانگریس کے اقتدار سے اس وقت ہندوؤں کے حوصلے جس قدر بڑھنے لگے ہیں اور مسلمانوں پر بازاروں میں دیہاتوں میں اور سرکاری محکموں میں جو مظالم وہ برپا کرنے لگے ہیں جمعیتہ علماء نے اس کے انسداد کی کیا تدبیر سوچی ہے اور اس کے لئے جمعیتہ علماء نے کوئی قدم اٹھایا

ہے یا نہیں ؟

ج ۶۔ لیکن کیا مسلم لیگ خالص اسلامی حکومت قائم کرنے کی سعی کر رہی ہے، وہ بھی تو اس مشترکہ حکومت کے اصول کو گورنمنٹ آف انڈیا ایکٹ گول میز کانفرنس میں تسلیم کر چکی ہے۔ اگر ہندو انگریز کو نکالنا نہیں چاہتے ہیں تو پھر جمعیۃ علماء ان کے ساتھ اشتراک عمل نہیں کرے گی۔ یہ اشتراک تو صرف انگریزوں کی قوت کمزور کرنے اور ہندوستان کے آزاد کرنے کے مقصد کے لئے ہے۔

س ۷۔ کانگریس وزارتوں نے زمینداروں کی اراضی کو کاشتکاروں کی مملوک بنا دینے کی تجویز سوچی ہے جو یقیناً ظلم ہے اور جو لوگ کانگریس میں شریک ہیں وہ سب کے سب اس ظلم میں شریک ہیں پھر اس سے بچنے کی کیا جمعیۃ علماء نے کچھ تدبیر کی اور کونسا عملی قدم اٹھایا؟

ج ۷۔ جو قوانین شریعت کے خلاف وضع کئے جائیں ان کی پوزیشن انگریزی موجودہ قوانین جیسی ہے حکومت کے موجودہ قوانین میں کس قدر قوانین شریعت کے خلاف ہیں اور آئے دن لیجسلیٹو اسمبلی میں قوانین غیر مشروعہ مسلم لیگ کی تائید و حمایت سے شائع ہو رہے ہیں۔ ابھی آرمی بل کا معاملہ سامنے ہے۔ جمعیۃ علماء تو ہر خلاف شرع قانون کے خلاف انتہائی جدوجہد کرے گی اور کر چکی ہے اور کر رہی ہے اس کی ابھی حال کے جلسہ کی تجاویز پڑھئے اور دیکھئے کہ اس نے کانگریسی حکومت سے کس قدر احتساب کیا ہے اور جمعیۃ کے محترم ارکان کا مدح صحابہ کے قضیہ میں طرز عمل سامنے رکھئے تو آپ کو جمعیۃ علماء کا مطمح نظر صاف معلوم ہو جائے گا اور پھر لیگ کے طرز عمل سے آپ اس کو جانچ سکیں گے۔

س ۸۔ کانگریس میں بندے ماترم کا گیت گایا جاتا ہے جو مضامین شرکیہ پر مشتمل ہے اور قومی جھنڈے کو سلامی دیتے ہیں۔ کیا ان افعال میں شرکت کرنا گناہ نہیں ہے۔ اگر ہے تو جمعیۃ علماء نے مسلمانوں کو کیا ہدایت کی اور اس پر اور اس قسم کے دیگر مسئلوں پر صدائے احتجاج بلند کی تھی؟

ج ۸۔ بیشک بندے ماترم کا گیت قابل اعتراض تھا مگر کانگریس نے اس کے قابل اعتراض بند اس میں سے علیحدہ کر دینے کا فیصلہ کر دیا ہے، جھنڈے کی سلامی مسلم لیگ بھی کرتی ہے اور

اسلامی حکومتوں میں بھی ہوتی ہے وہ ایک فوجی عمل ہے اس میں اصلاح ہو سکتی ہے مگر مطلقاً اس کو مشرکانہ عمل قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

س ۹۷ - صدر کانگریس اور ان کے ہم خیال اشتراکیت کے حامی اور مذہب و خدا کے دشمن ہیں ان کی تقریریں خدا اور مذہب کے خلاف شائع ہوتی رہتی ہیں جمعیۃ علماء نے ان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی یا نہیں اور مسلمانوں کو ایسے کافروں کی تعظیم سے روکا ہے یا نہیں؟

ج ۹۷ صدر کانگریس کی شخصی رائے سے کانگریس کو الزام دینا معقول بات نہیں ہے۔

س ۱۰۰ کانگریس کے ساتھ مل کر جو آزادی حاصل ہوگی اس کی کیا ضمانت ہے کہ اس میں مسلمانوں کے مذہبی و سیاسی حقوق کی پوری حفاظت ہوگی۔ جب کہ کانگریس اور اس کے ذمہ دار ارکان مذہب اور حقوق کا نام لینا جرم سمجھتے ہیں اور اس کو فرقہ پرستی قرار دیتے ہیں۔ نیز جمعیۃ علماء نے کانگریس کے ساتھ تعاون کر کے مسلمانوں کے مذہب اور سیاست کے تحفظ میں اس وقت تک کون سا کام کیا ہے؟

ج ۱۰۰ مسلمان اپنے مذہبی اور سیاسی حقوق کی حفاظت اپنی قوت اور قربانی سے کر سکتے ہیں نہ کہ کانگریس کے وعدوں سے اور نہ انگریز کے وعدوں سے۔

س ۱۰۱ جمعیۃ علماء نے اچھوت اقوام میں تبلیغ اسلام کے لئے کوئی عملی قدم اٹھایا ہے یا نہیں جس کی مذہبًا و سیاستًہ سخت ضرورت ہے اور ان کے اسلام میں داخل ہونے کی بھی قوی امید ہے؟

ج ۱۰۱ یہ سوال زیادہ تر اس جماعت سے کیا جانا چاہیئے جو ۹۰ فی صدی مسلمانوں کی نمائندہ ہے اور اسی جماعت کے علماء سے۔

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہٗ دہلی)

(مہر دار الافتاء امینیہ دہلی)

عصر جدید۔ مدینہ بجنور ۱۴ فروری ۱۹۴۶ء ۱۲ جلد ۳۵

مکتوب (۱۴۱)

حکیم محمد اسحاق صاحب کٹھوری کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مزاج مبارک۔ یہ بات معلوم کر کے تعجب ہوا کہ حضرت مولانا محمد الیاس صاحب کی تبلیغی جماعتیں شہر میرٹھ اور اس کے گرد ونواح میں تبلیغی سرگرمیوں کے لئے آتی ہیں مگر آپ حضرات اور آپ کے احباب واعزہ ان کی ہمدردی، رہنمائی، ہمت افزائی میں کوئی حصہ نہیں لیتے۔ برخلاف اس کے وہ اشخاص جن کو اپنے بزرگوں سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ان کو قومی اور وطنی تحریکات سے کوئی دلچسپی ہے وہ ان جماعتوں سے ہمدردی کرتے ہیں۔ میں نہیں سمجھ سکا کہ اس کا راز کیا ہے؟

میرے محترم بزرگ! یہ جماعات تبلیغیہ صرف ایک ضروری اور اہم فریضہ کی حسب استطاعت انجام دہی کرتی ہیں بلکہ اس کی بھی سخت محتاج ہیں کہ ان کی ہمت افزائی کی جائے اور ان کو خود بھی مسلمانوں سے رابطہ قوی پیدا ہو اور مسلمانوں میں اتحاد و یگانگت کا قوی جذبہ پیدا ہو اور ان کو مذہبی احساسات کی سرگرمی کی طرف چلایا جائے جس سے مستقبل میں نہایت اعلیٰ درجہ کے نتائج اور ثمرات کی قوی امیدیں ہوتی ہیں۔ بنابریں میں امیدوار ہوں کہ آئندہ اس میں پوری جدوجہد کو کام میں لایا جائے اور ان کی ہمت افزائی کی صورتیں عمل میں لائی جائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف

حسین احمد غفرلہٗ

۱۶ صفر ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۴۲

جناب مولانا عبدالستار صاحب بنگال کے نام ـــــ

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ مورخہ ۱۷ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ موصول ہوا، عدیم الفرصتی کی وجہ سے جواب میں تاخیر ہوئی۔ حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ کے اسلام لانے کی روایتوں میں اختلاف فقط آپ کو نہیں بلکہ متقدمین کو بھی پریشان کر چکا ہے۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ اصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۷ میں فرماتے ہیں۔

وقصۃ اسلامہ فی الصحیحین علی صفتین بینہما اختلاف ظاہر فعند البخاری من طریق ابی حمزۃ عن ابن عباس قال لما بلغ اباذر الخ ص۱۳۱ جلد ۷ وعند مسلم من عبداللہ بن الصامت عن ابی ذر فی قصۃ اسلامہ وفی اولہ صلیت قبل ان یبعث النبی صلی اللہ علیہ وسلم الخ ص۱۴۱ جلد سات۔ وروینا فی قصۃ اسلامہ خبرا ثالثا تقدمت الاشارۃ الیہ فی ترجمۃ اخیہ انیس الخ ص۱۱۵۔

خلاصہ یہ ہے کہ اس واقعہ میں حضرت ابن عباس اور عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہم کی روایات طویلہ میں بظاہر بہت اختلاف معلوم ہوتا ہے جس کی وجہ سے اکابر کو پریشانی ہوئی مگر امام عینی شرح صحیح بخاری جلد ۷، ص۵۰۰ میں فرماتے ہیں۔

وروی عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ اسلام ابی ذر عن نفس ابی ذر رض۔ اخرجہ المسلم مطولا جدا وفیہ مغایرۃ کثیرۃ لسیاق ابن عباس ولکن الجمع بینہما ممکن باعتبار ان ابن عباس اقتصر فی حکایتہ من ذلک واللہ اعلم۔ اور حافظ ابن حجرؒ شرح

حاشیہ مکتوب ۴۲:۔ بگرامی خدمت جناب سیدی وسندی شیخ الاسلام مدظلہ العالی۔ پس از تحیۃ مسنونہ عرصہ ہوا اپنی نالائقی کی وجہ سے عرض حالت خویش خدمت عالیہ میں نہ کر سکا۔ گذشتہ ایک سال سے فیض صحبت سے محروم ہے۔ دیوبند رہتے وقت کسی اشکال وغیرہ کی وجہ سے اپنے اساتذہ سے

بخاری جلد سات ص۱۳۲ میں فرماتے ہیں۔

قلت وھذا الفصل فی الظاھر متغایر لقولہ فی حدیث الباب بان اباذر قال لاخیہ ما شفیتنی ویمکن الجمع بانہ کان ارادمنہ ان یاتیہ بتفاصیل من کلامہ ومن اخبارہ فلم یاتیہ الا مجمل اھ اور ص۱۳۳ جلد ۷ فتح الباری میں حضرت عبداللہ بن الصامت رضی اللہ عنہ کی حدیث ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۱۵۱۔ مراجعت کرنے کا موقع ملتا مگر اب اس سے محروم ہوں۔ سردست مسلم شریف کے اندر جلد ثانی ص۲۹۵ کے اندر حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق ایک طویل روایت ہے اور پھر اسی جلد میں ص۲۹۷ میں حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کے اسلام کے متعلق دوسری روایت ہے۔ بظاہر دونوں روایتیں متعارض ہیں اور تطبیق کی کچھ صورت سمجھ میں نہیں آئی لہذا عرض خدمت کرتا ہوں۔

پہلی روایت کے اندر ہے حضرت انیس رضؓ آکر کے حضرت ابوذر کو حضور کے متعلق خبر دیا کہ مکہ میں ایک شخص نے تمہارے دین کو اختیار کیا ہے اور تفصیل سے بیان فرمایا، لیکن دوسری روایت میں ہے جس کے ناقل ابن عباسؓ ہیں فرماتے ہیں کہ جب حضرت ابوذر کو مبعث نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خبر پہونچی تو اپنے بھائی کو کہا کہ ارکب الی ھذا الوادی اھ۔

حاصل یہ ہوا کہ پہلی روایت میں ہے کہ بھائی کے خبر دینے پر خود مکہ تشریف لائے اور دوسری میں ہے کہ خود نہیں آیا بھائی کو بھیجا اور پہلی روایت سے یہ بھی معلوم ہوا کہ ان کے بھائی ہی نے مبعث کے متعلق خبر پہونچائی اور دوسری میں ہے کہ ان کو مبعث کے متعلق خبر پہونچنے کے بعد انہوں نے بھائی کو بھیجا۔ اور پہلی روایت میں ہے کہ حضرت ابوذر نے مکہ معظمہ تشریف لانے کے بعد مسجد میں حضور صلعم کے متعلق پوچھا تھا کہ "این ھذا الذی تدعونہ الصابی ثم قال فمال علیہ اھل الوادی بکل مدرۃ عظیم" اور دوسری روایت میں ہے کہ حضرت علی نے ان کو خود بخود مسافر کو تاڑ لینے کے بعد دو تین دن بعد حضور اکرم صلعم کی خدمت بابرکت میں پہونچایا۔ حالانکہ پہلی روایت میں ہے کہ تضعفت اور دوسری روایت میں ہے کہ "کرہ ان یسأل عنہ" اور پہلی روایت میں ہے کہ پٹ جانے کے بعد حضرت ابوذر آب زمزم نوش فرماتا، اسی طرح بہت دن گذر گئے اور ایک رات کا واقعہ ذکر فرمایا کہ دو عورت طواف کرنے کو آئیں اور حضرت ابوذر کی گفتگو

اور پھر حضور صلعم اور حضرت ابو بکرؓ سے ملاقات ہوگئی۔ بخلاف دوسری روایت کے کہ حضرت علی رضؓ نے ملاقات کروادی اور پہلی میں ہے کہ پھر میں انہیں کے پاس آیا اور انھوں نے اسلام قبول فرمایا اور پھر بعد کو ان کی والدہ محترمہ نے بھی اسلام قبول فرمایا اور دوسری روایت میں اسلام لانے کے بعد انھوں نے فرمایا کہ لاصرخن بھا بین ظہرانیہم اور پھر مسجد کو تشریف لائے اور اسی کلمہ کے کہنے پر لوگوں نے ان کو خوب مارا اور حضرت عباس تشریف لائے اور چھوڑ دالیا۔ غیر اسی طریقہ پر دونوں روایتوں میں تعارض معلوم ہوتا ہے اس کو براہ مہربانی حل فرمادیں۔

دیگر یہ کہ بندہ فی الحال فرید پور میں دیوبند کے طور پر ایک مدرسہ ہے وہاں ہے جو مولانا شمس الحق صاحب کی سرپرستی میں ہے ان سے بسا اوقات نا اتفاقی ہو جاتی ہے مثلاً وہ قرأۃ خلف الامام کے قائل اور جو قرأت خلف الامام نہیں کرتے ہیں ان کے متعلق کچھ اچھا خیال نہیں فرماتے۔ نیز وہ اجرۃ علی قرأۃ القران کی لڑکوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ تم قرآن شریف پڑھ کر پیسے لیا کرو اور ہم لوگ اس کو منع کرتے ہیں۔ ایک لڑکا ایک دن اس کے دلائل پر مشتمل ایک کتاب ان کے پاس لے گیا انھوں نے کہا کہ یا میری بات کو مانو یا ان کی مانو۔ اس طریقہ پر بہت سے مسائل میں بھی اختلاف اور عام لوگوں کو یہی کہتے ہیں اور کچھ دلائل سے بحث نہیں کرتے ہیں حتیٰ کہ ان کی کتابوں کے اندر یہی غلط مسائل لکھ دیئے ہیں۔ حنفیت کے مدعی بھی ہیں نیز مودودیت کے طرف دار ہیں۔ اور ان کے ساتھ اور مدرسین کے ساتھ بھی ان باتوں کی وجہ سے اختلاف ہے بہرحال یہاں ایسی صورتیں ہیں ہم کو کیا کرنا چاہیئے مگر یہاں سے اگر جائیں تو اس اطراف میں اس قسم کا ادارہ اور دوسرا نہیں تو خدمت اسلام سے محروم رہنا پڑیگا۔ اتنی کشیدگی کے باوجود ہم نے ان کو اب تک کچھ نہیں کہا۔ ایسے وقت میں ہم کو کیا کرنا چاہیئے وغیرہ۔ عبدالستار

یہ والانامہ علمی نقطۂ نظر سے بہت ہی اہم ہے اور عجیب بات یہ ہے کہ اتنے اہم اور تاریخی اختلافات کو جس آسانی اور خوبی سے فقیہ العصر حضرت مولانا مدنی قدس سرہ العزیز نے دور فرما کر قصّہ کو مربوط اور ہر کڑی کو ایک دوسرے سے جوڑ دیا ہے یہ ایسے ہی اہل نظر کا کام ہے جس نے سلف سے پورا پورا فائدہ اٹھایا ہو اور اس کی نظر وسیع اور تفقہ فی الدین سے وافر حصّہ پایا ہو۔ مشہور فقرہ ہے "لکل فن رجال" اہل علم بغور اس والانامہ کو پڑھیں اور حضرت ابوذر صحابی رسول اللہ صلعم کے اسلام کے بارے میں جو فنی مشکلات شارحین حدیث کو ہیں اس کو انھیں کی تحقیقات میں سمجھیں

واکثرہ مغایر لمافی حدیث ابن عباس ھذا من ابی ذر ویمکن التوفیق بینہما بانہ لقیہ مع علی ثم لقیہ فی الطواف او بالعکس وحفظ کل منہما مالم یحفظ الاخر کمافی روایۃ عبداللہ بن الصامت من الزیادۃ ماذکرنا فغی روایۃ ابن عباس ایضًا من الزیادۃ قصتہ مع علی وقصتہ مع العباس وغیر ذلک وقال القرطبی فی التوفیق بین الروایتین تکلّف شدید لاسیما فی حدیث عبداللہ بن الصامت ان اباذر اقام ثلاثین یومًا لازاد لہ وفی حدیث ابن عباس انہ کان معہ زاد ومعہ قربۃ ماء الی غیر ذلک قلت ویحتمل الجمع بان المراد بالزاد فی حدیث ابن عباس ما تزودہ لماخرج من قومہ ففرغ لما اقام بمکۃ والقربۃ اللتی کانت معہ فیہا الماء حال السفر فلما اقام بمکۃ لم یحتج الی مائھا، ولم یطرحہا ویؤیدہ انہ وقع فی روایۃ ابی قتیبۃ المذکورۃ فجعلت لا اعرفہ واکرہ ان اسال عنہ واشرب من ماء زمزم واکون فی المسجد الحدیث ۔

غرضیکہ ہردو حضرات امام عینی اور امام عسقلانی اور قرطبی رحمہم اللہ تعالیٰ ان روایات مختلفہ میں توفیق دیتے ہوئے فرماتے ہیں روایتوں میں اختلاف قصداً یا بلاقصد واقع ہوا ہے جس کی وجہ سے شدید اختلاف معلوم ہوتا ہے حقیقت میں ایسا نہیں ہے، بلکہ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۵۳ ۔ سارا تعارض ختم ہوجائے گا۔ سوال میں جو عربی عبارتیں یا احادیث آگئی ہیں انکا ترجمہ ہم نے اس لئے نہیں کیا کہ حضرت مدنی قدس سرہ العزیز نے ان سب کو اپنی تحقیقات کے سلسلہ میں جواب کے اندر صاف فرمادیا ہے ذرا تامل سے سمجھ میں آجاتی ہیں ۔

سوال میں "اُجرۃ علی قرأۃ القرآن" کا مسئلہ خود اسی جلد کے اندر مفصل جناب مولوی رفیق احمد صاحب قریشی کے خطوط کے تحت موجود ہے وہاں ملاحظہ فرمالیا جائے۔ رہ گیا قراۃ خلف الامام سو یہ مسئلہ حد درجہ فرسودہ ہوچکا ہے اور امام اعظم رضی اللہ عنہ کا مسلک مدلل طور پر کتب فن میں موجود اور معلوم ہے حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے جو ارشاد فرمادیا ہے وہ کافی سے زیادہ ہے۔

اصلاحی

واقعہ یہ ہے کہ حضرت ابوذر رضؓ کو اپنی قوم میں یہ اطلاع عام پہونچی کہ مکہ معظمہ میں ایک شخص ظاہر ہوا ہے جو کہ مدعی نبوت ہے۔ حضرت ابوذرؓ پہلے سے عرب کے دین سے بیزار تھے اور تین برس پہلے سے نماز پڑھا کرتے تھے اور رات بھر اتنی عبادت کیا کرتے تھے کہ اخیر شب میں تھک کر چادر کی طرح گر پڑتے تھے اور آفتاب کے بلند ہونے تک پڑے رہتے تھے اس کے بعد مع اپنی والدہ اور بھائی انیس کے اپنے وطن سے نکلے اور راستے میں اپنے ماموں کے یہاں مقیم ہوئے ماموں نے بہت اکرام کیا چونکہ ان کے بھائی انیس بہت بڑے شاعر تھے ان کے ماموں کی قوم کو ان سے حسد ہوا اور حسب عادت شعراء ہر ایک اپنی اپنی برتری کا مدعی ہوا یہاں تک کہ نوبت وہاں اور شرط کی پہونچی ایک جماعت یا بکریوں کی ہار جیت میں شرط ہوئی اور فیصلہ کے لئے وہاں کا کاہن مقرر ہوا انیس نے اس کاہن کی زوردار مدح کی۔ کاہن خوش ہوا اور انیس رضؓ کو جیتا دیا حضرت انیس کے پاس دوگنے اونٹ ہو گئے۔

ماموں کی قوم کے حاسد لوگوں نے ماموں سے کہا کہ جب تم گھر میں نہیں ہوتے ہو تو انیس تمہاری بیوی کے پاس جاتا ہے اور خلوت کرتا ہے۔ ماموں نے اس تہمت کو ذکر کیا تو انیس اور ان کے بھائی اور ماں سب سخت ناراض ہو گئے اور کہنے لگے تم نے ہمارے ساتھ جو جو احسانات کئے تھے سب کو خاک میں ملا دیا اب ہم تمہارے یہاں نہیں ٹھہریں گے۔ ماموں اس پر نادم ہوا اور رونے لگا۔ یہ وہاں سے روانہ ہو گئے۔ انیس نے ابوذر رضی اللہ عنہما سے کہا کہ میں کسی ضرورت سے مکہ معظمہ جا رہا ہوں تم بال بچوں کی خبر گیری رکھنا۔ حضرت ابوذر نے کہا کہ ہم نے سُنا ہے کہ مکہ معظمہ میں کوئی شخص نبوت کا مدعی ہے تم اس سے ملنا اور اس کی تعلیم اور حقیقت کو پوری طرح معلوم کر کے آنا۔ انیس گئے اور وہاں پر دیر لگائی جب آئے تو حضرت ابوذر نے پوچھا کہ تم نے مکہ میں کیا کیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میں نے ایک شخص سے جو کہ تمہارے دین پر ہے ملاقات کی،

وہ دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو بھیجا ہے - ابوذر فرماتے ہیں کہ میں نے پوچھا کہ لوگ اس کو کیا کہتے ہیں کہا کہ لوگ اس کو شاعر، کاہن، ساحر کہتے ہیں اور چونکہ انیس خود شاعر تھے تو فرمانے لگے کہ میں نے کاہنوں سے اقوال سنے ہیں اس کا قول کاہنوں جیسا نہیں ہے اور میں نے اس کا قول شاعروں کے تمام اقسام پر پیش کیا تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ شعر ہے۔ خدا کی قسم وہ سچا ہے اور اس کے مخالف جھوٹے ہیں اور میں نے دیکھا کہ وہ لوگوں کو اچھے اچھے اخلاق کا حکم کرتا ہے - ابوذر فرماتے ہیں میں نے کہا کہ تو نے میری حاجت پوری نہیں کی تو اہل وعیال کی خبرگیری کرتا کہ میں خود جاؤں اور حقیقت کو دیکھوں تو میں نے زادراہ لیا اور مشکیزہ اٹھایا جس میں پانی تھا اور مکہ میں آیا اور ایک کمزور (عامی) آدمی سے پوچھا کہ وہ شخص جس کو تم لوگ صابی کہتے ہو کہاں ہے؟ اس نے شور مچایا اور میری طرف اشارہ کر کے کہنے لگا۔ یہ صابی[ل] ہے۔ یہ صابی ہے تو تمام اہل مکہ مجھ پر مٹی، ڈھیلے، ہڈی لے کر پل پڑے اور اس قدر مارا کہ میں لہولہان اور بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ پھر جب میں اٹھا تو ایسا تھا جیسا کہ خون سے رنگا ہوا پتھر اور بت ہوتا ہے۔ میں زمزم کے پاس گیا اور خون کو دھویا اور پانی زمزم کا پیا۔ تیس[۳۰] دن رات میرے لئے سوائے زمزم کے کوئی کھانا نہ تھا میں اسی پر کفایت کرتا رہا تو مجھ میں اس قدر موٹاپا آیا کہ میرے پیٹ کے شکن ٹوٹ گئے اور مجکو بھوک کی تکلیف بالکل نہیں ہوئی - اسی زمانہ میں مجکو ایک روز حضرت علی نے دیکھا اور پہچانا کہ پردیسی ہے تو کہا کہ تو پردیسی معلوم ہوتا ہے میں نے کہا ہاں تو کہا مکان پر چل، تو میں ان کے ساتھ ہو لیا، نہ انھوں نے مجھ سے کچھ پوچھا نہ میں نے ان سے کچھ کہا۔ جب صبح ہوئی تو پھر میں مسجد میں چلا آیا تاکہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق دریافت کروں مگر کوئی خبر دینے والا نہ ملا۔ پھر حضرت علی ملے اور فرمایا کہ کیا تم نے مکان پہچانا نہیں میں نے کہا نہیں تو کہا کہ میرے ساتھ چلو تو میں ساتھ ہو لیا۔

[ل] صابی - ایک دین سے دوسرے دین کی طرف پھر نے والے اور جانے والے کو کہتے ہیں۔ اصلوحی۔

ہم میں سے کوئی دوسرے سے بات نہیں کرتا تھا۔ جب تین دن اس طرح گذر گئے تو حضرت علیؓ نے فرمایا کہ بتاؤ تم کیوں یہاں آئے ہو تمہارا واقعہ کیا ہے اور کس چیز نے تم کو یہاں پہونچایا ہے میں نے کہا کہ اگر چھپانے کا وعدہ کرو تو میں بتاؤں تو حضرت علیؓ نے ...... کہا کہ میں چھپاؤں گا تو میں نے کہا کہ ہم کو خبر ملی تھی کہ یہاں ایک آدمی نکلا ہے جو کہتا ہے کہ میں نبی ہوں تو میں نے اپنے بھائی کو بھیجا کہ وہ جا کر اس مدعی نبوت سے گفتگو کرے، وہ لوٹ کر کے آیا مگر ایسی خبر نہیں لایا جس سے اطمینان اور تشفی ہوتی تو میں خود آیا ہوں کہ اس سے ملاقات کروں۔ حضرت علی نے کہا کہ وہ حق پر ہیں اور وہ اللہ کے رسول ہیں صبح کو میرے پیچھے پیچھے چلنا میں اگر کوئی چیز دیکھوں گا جس میں تمہارے لئے خطرہ ہو تو پیشاب کرنے بیٹھ جاؤں گا پھر جب چل پڑوں گا تو پیچھے پیچھے چلنا اور مکان میں داخل ہو جانا تو میں ساتھ ساتھ چل کر اس مکان میں داخل ہو گیا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور آپ کی باتیں سنیں اور اسی جگہ مسلمان ہو گیا۔

ایک مرتبہ چاندنی رات میں اس قدر سناٹا بیت اللہ میں تھا کہ کوئی طواف کرنیوالا نہیں تھا۔ اس وقت دو عورتیں آئیں جو کہ اساف و نائلہ کو پکارتی تھیں جب وہ میرے پاس سے گذریں تو میں نے کہا کہ ان دونوں میں سے ایک کا دوسرے سے نکاح کر دو مگر وہ اپنے قول اور طریقے سے باز نہ آئیں تو پھر جب میرے پاس سے گذریں تو میں نے کھلی ہوئی اور فحش گالی (اساف و نائلہ کو) دی تو وہ یا ویل یا ویل چلاتی ہوئی نکلیں اور کہنے لگیں کاش ہمارے مددگار لوگ یہاں ہوتے تو ان کے سامنے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابو بکرؓ آ گئے اور فرمانے لگے کہ تم کو کیا ہوا تو انھوں نے کہا کہ کعبہ کے پردوں کے پاس ایک صابی ہے تو آپ نے پوچھا کہ اس نے تم دونوں سے کیا بات کی انھوں نے کہا کہ ایسی گالی دی ہے جس سے منہ بھر جاتا ہے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے اور حجر اسود کو بوسہ دیا اور انھوں نے مع اپنے ساتھی ابو بکر کے

طواف کیا اور نماز پڑھی جب نماز سے فارغ ہوئے تو میں نے آپ کو سب سے پہلے اسلامی تحیۃ پیش کیا اور یہ کہا کہ السلام علیک یارسول اللہ تو آپ نے فرمایا کہ وعلیک رحمۃ اللہ پھر آپ نے پوچھا کہ تم کون ہو میں نے کہا کہ غفار میں سے ہوں تو آپ نے اپنے جبہہ (پیشانی پر) انگلیاں رکھیں تو میں نے اپنے دل میں کہا کہ آپ نے میرے غفار کی طرف منسوب ہونے کو ناپسند فرمایا تو میں نے آپ کے دست مبارک کو پکڑنا چاہا تو آپ کے ساتھی نے مجکو روکا۔ وہ آپ کے مزاج داں مجھ سے زیادہ تھے۔ پھر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا کہ تم یہاں کب سے؟ میں نے کہا کہ تیس دن سے فرمایا کہ تم کو کون کھلاتا تھا میں نے کہا کہ میرے پاس سوائے زمزم کے کوئی کھانا نہ تھا اسی کو پیتا تھا اور اسی سے میں اتنا موٹا ہو گیا کہ میرے پیٹ کے شکن ٹوٹ گئے اور میں اپنے جگر میں بھوک کی کوئی تکلیف نہیں پاتا ہوں آپ نے فرمایا کہ آب زمزم بڑے برکت کی چیز ہے اور وہ کھانا ہے۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ مجکو ان کی میزبانی کی اجازت دیجے پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوبکر روانہ ہو گئے اور میں بھی دونوں کے ساتھ روانہ ہوا پھر ابوبکر نے طائف کی کشمش میٹھی بھر مجکو دی تو یہ پہلا کھانا تھا جو میں نے وہاں کھایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اپنی قوم میں جاؤ اور ان کو خبر دو اور مسلمان کرو اور وہاں اس وقت تک رہو جب تک کہ میرے کامیاب ہونے کی خبر نہ آئے تو میں نے کہا کہ اس خدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ میں میری جان ہے میں کلمۂ اسلام (شہادتین) سے چلاؤں گا ان کے مجمع میں۔ پھر ابوذر نکلے اور مسجد حرام میں آئے اور بلند آواز سے بولے اشھد ان لا الہ الا اللہ وان محمداً رسول اللہ۔ تو مکہ والے دوڑ پڑے اور مارتے مارتے ان کو زمین پر گرا دیا۔ حضرت عباس رضی اللہ عنہ نے آکر اپنے گھیرے میں لے لیا اور فرمانے لگے کہ کیا تم کو معلوم نہیں ہے کہ یہ شخص قبیلہ غفار میں سے ہے اور تمہارا راستہ شام کی تجارت کا انہیں میں سے گذرتا ہے تو ان کو اہل مکہ سے چھڑا دیا۔ پھر اگلے دن ابوذر نے ویسا ہی کیا تو اہل مکہ ان پر

دوڑ پڑے۔ پھر حضرت عباس رضؓ نے ان کو چھڑایا۔ پھر میں ایک زمانہ وہاں رہا پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا تو فرمایا مجکو کھجور والی زمین جانے کا حکم ہوا ہے۔ تو تم میری طرف سے اپنی قوم کو تبلیغ کرو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو تمہارے ذریعہ سے نفع پہونچائے اور تم کو اجر و ثواب دے۔ تو میں انیس کے پاس واپس آیا اس نے پوچھا کہ تم نے کیا کیا میں نے کہا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو اس نے بھی کہا میں مسلمان ہوتا ہوں، اور تصدیق کرتا ہوں اس کے بعد سوار ہو کر ہم قوم غفار میں پہونچے اسی دن قبیلہ کے نصف آدمی مسلمان ہو گئے اور ان کے امام اور سردار ایما دین رحضتہ الغفاری بنائے گئے۔ اور آدھے لوگوں نے کہا کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ میں آئیں گے تب مسلمان ہوں گے پھر آنحضرت صلعم مدینہ تشریف لائے باقی لوگ بھی غفار کے مسلمان ہو گئے۔

مولوی شمس الحق صاحب کی جو حالت آپ ذکر کرتے ہیں اس سے تعجب ہوا۔ انھوں نے دورۂ حدیث وغیرہ یہاں دیوبند میں پڑھا ہے اور حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت ہیں ان کی خدمت میں ایک مدّت رہے ہیں۔ پہلے تو اس خیال کے نہ تھے جو کہ آپ لکھ رہے ہیں۔ ان کی ایسی باتیں جو کہ خلاف مذہب اور خلاف اہل سنت و الجماعت سنیں تو اولاً تحقیق کیجئے اگر معلوم ہو کہ واقع میں وہ باتیں صحیح ہیں تو تنہائی میں ان سے ملئے اور سمجھائیے کہ وہ اسلاف کرام کے طریقہ سے جدا نہ ہوں اگر وہ نہ مانیں تو علانیہ ان کا مقابلہ کیجئے اور ان کی غلطیوں کو سب پر ظاہر کر کے مسلمانوں کو گمراہی سے بچائیے یہ ہی طریقہ سب کو کرنا چاہیئے۔

ان کا کہنا کہ قرأۃ خلف الامام کو منع کرنا امام ابو حنیفہ کا قول نہیں ہے بالکل غلط ہے۔ تمام فقہ کی کتابیں ہیں جن میں امام ابو حنیفہ کا قول لکھتے ہیں شاگرد خاص امام محمد موطا میں صفحہ ۹۶ پر لکھتے ہیں یہ قال محمد لا قرأۃ خلف الامام فیما جہر فیہ ولا فیما لم یجہر بذلک

جاءت عامۃ الآثار وھو قول ابی حنیفۃ رحمہ اللہ الخ۔ اور ایسا ہی انہوں نے کتاب الآثار اور کتاب الحج میں لکھا حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے اقوال کو ان سے زیادہ کون جان سکتا ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دارالعلوم دیوبند ۱۲ ذی الحجہ ۱۳۷۶ھ

مکتوب ۱۴۳

جناب مولانا رحمت اللہ صاحب جالندھری مقیم بھاولپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

تلاشی کا واقعہ صرف ایک اشتہار قربانی کے متعلق ہوا تھا جس کو چھپانا مقصود نہیں تھا اس کو حکام نے قابلِ اعتراض سمجھا اور اہل دارالعلوم اس کو قابلِ اعتراض نہیں سمجھتے تھے بہرحال تقدیرات الٰہیہ میں جو کچھ تھا وہ پیش آیا، فالی اللہ المشتکی۔

میرے محترم! مقصود اصلی سلوک سے (ان تعبد اللہ کانک تراہ الحدیث) ہے یعنی سالک میں یہ ملکہ راسخہ پیدا ہو جائے یہ مبداء ہے اور باعتبار نہایت کے رضاء عز اسمہٗ کا حصول ہے۔ ؎

فراق و وصل چہ خواہی رضار دوست طلب کہ حیف باشد از و غیر ازیں تمنائے۔

یہ کوشش کرنا کہ اللہ تعالیٰ سے محبت صادقہ پیدا ہو جائے اور وہ بڑھتے بڑھتے اتنی ہو جائے کہ ماسوا کا تعلق قلبی منقطع ہو جائے۔ یہ اور اس کے مویدات وذرائع سب کے سب وسائل ہیں۔ ریاضات اور اصلاح اخلاق بھی اسی قسم سے ہیں۔ متقدمین صوفیہ اصلاح اخلاق کو مقدم سمجھتے ہیں اور بسا اوقات اس میں سالہا سال خرچ کر دیتے ہیں جس کے نتیجہ میں بسا اوقات وصول الی اللہ سے پہلے ہی موت آجاتی ہے اور انسان کو محرومی کی حالت میں دنیا سے سفر کرنا پڑتا ہے متاخرین نے اس میں تدبر سے کام لیا وہ

وصول الی اللہ اور توجہ الی الذات المقدسۃ کو مقدم فرماتے ہیں اور اس رابطہ میں انہماک کرا کر حضوری دائمی کو پیدا کراتے ہیں اور اسی ملکہ کو رسوخ اور قوت دیتے ہیں جس کی وجہ سے اخلاق ذمیمہ اور رذائل ایک ایک کر کے زائل ہو جاتے ہیں اور وصول الی اللہ ہاتھ سے نہیں جاتا۔ بہر حال آپ توجہ الی الذات المقدسہ میں ہمیشہ کوشاں رہیں خواہ الی الذات المحضہ کی طرف یا باعتبار صفۃ من صفاتہا الکاملۃ اور الذین ہم علی صلوتہم دائمون کا حال قایم کریں۔ انسان کے اعمال میں نقائص کا ہونا فطری امر ہے مگر انسان کا فریضہ ہے کہ نقصانات کے ازالہ میں کوشاں رہے اور ایاک نستعین اخلاص سے کہتا رہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں (دعا میں) ما عرفناک حق معرفتک وماعبدناک حق عبادتک (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) غرضیکہ اپنی طرف سے جدوجہد اعمال کی تتمیم اور اخلاص کی تکمیل میں ہمیشہ جاری رہنی چاہیئے۔ اور بارگاہ خداوندی میں اقرار بالتقصیر کے ساتھ جو کہ واقعی ہے معافی کی درخواست ہمیشہ جاری رہنی چاہیئے اور قبولیت کی امید رکھتے ہوئے ہر وقت خائف من غضبہ تعالی بھی رہنا ضروری ہے۔ الایمان بین الخوف والرجاء۔ میں پہلے ہی غالباً آپ کو لکھ چکا ہوں کہ آپ کو اجازت ہے جو بھی آپ سے بیعت ہونے کی درخواست کرے اسے بیعت کر لیا کرو اور اشغال سلوک تلقین فرما دیا کرو اللہ تعالی فضل فرمائے گا۔ اتباع سنت کا ہمیشہ اور ہر امر میں خیال رکھیں علاوہ مراقبہ معلوم کے دوسرے اذکار کی ضرورت اگرچہ اب نہیں ہے مگر تائید اور تقویت کے لئے جونسا ذکر مناسب سمجھیں کرتے رہا کریں۔ صراط مستقیم اور امداد السلوک کو زیر مطالعہ رکھیں، انسانوں بالخصوص مسلمانوں کی اصلاح

حاشیہ مکتوب ۴۳ :۔ حدیث ماعبدناک حق عبادتک الخ مجکو نہ تو صحاح میں ملی اور نہ دوسری کتابوں میں نظر پڑی کاش حضرت رحہ نے کتاب کا ذکر فرما دیا ہوتا ... اصلاحی

اور رہ ہدایت میں بلا طمع کوشاں رہیں .... والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۷ ربیع الاول ۱۳۷ھ

مکتوب - محترما! عربی کا مقولہ ہے "خیر الخط ما قرئ" بحمد اللہ آپ کا خط پڑھا جاتا ہے آپ اس کا فکر نہ فرمائیں۔

آپ کا لفافہ ارسال کرنے میں کوئی بے ادبی نہیں ہے مجکو دار العلوم سے تقریباً پانچسو ماہوار تنخواہ ملتی ہے پھر ۲ آنہ پیسے لفافہ پر خرچ کر دینا کونسی دشوار بات ہے اس کا کبھی خیال نہ فرمائیں ..... ابراہیم کو جب کہ آپ نے داخل سلسلہ کر لیا ہے تو وہ کافی ہے مجھ سے غائبانہ بیعت کرنے کا حکم بے موقع اس کو محنت کرنے کو کہئے انشاء اللہ نفع ہوگا۔ جو خواب آپ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں تڑپنے کا دیکھا ہے مبارک ہے۔ عبد الکریم صاحب بیعت ہونے والے شخص کا آپ کے متعلق کہنا کہ تم نے ذکر اذکار میں ان کی مدد کی بہترین کامیابی ہے آپ کو خبر نہوئی اس کے منافی نہیں۔ اللہ اپنے فضل و کرم سے اپنے مقرب بندوں کو واسطہ بنا کر فیض پہونچاتا ہے۔ اور ان کی صورت روحانی کو ظاہر کرتا ہے اشخاص کو خبر بھی نہیں ہوتی یہ قدرت کے کارخانے ہیں تعجب کی بات نہیں اس پر شکر کیجئے۔ اگر والد صاحب پر حج فرض ہو چکا ہو تو بہتر ہے کہ ان کو فریضۂ حج کرا دیجئے اور اگر ان پر فرض نہ ہوا ہو (یعنی کوئی زمانہ ایسا نہ آیا ہو کہ وہ ایام حج میں اتنے مال کے مالک ہوئے جس سے اس وقت فرض حج ادا کر سکتے یا انھوں نے فریضۂ حج ادا کر لیا ہے) تو آپ خود جائیں اگر بیوی اپنے شوہر کے یہاں باوجود طلب شوہر نہ آئے تو اس کا نفقہ شوہر پر واجب نہیں ہے آپ اس کے خرچ کا انتظام کئے بغیر جا سکتے ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۷ھ

مکتوب ۱۴۴

قطب عالم حضرت حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کو تحریر فرماتے ہیں۔

البتہ بندہ عاجز را نسبت خود ہمیں فہمیدن باید کہ آں مقبول الٰہی تقلم آوردہ اند وفی الواقع دین و ایمان و اعتقاد و اعمال مایندگاں اگرچہ باعتقاد و فہم خود خوب میدانیم و شایستہ می انگاریم لیکن ہرگز نعوذ باللہ منہا لائق وسزاوار دربار عالی وقار حضرت کردگار نیست مگر چہ کردہ آید کہ بندہ گندہ را بجز بندگی شائستہ ناشائستہ چارہ نیست بہر صورت بحالی خستہ و شکستہ و قصور خود معترف گشتہ بہ پروردگار کریم کارساز پیوستہ افتادہ ماند و نہ فہمد کہ لائق دربارہ سبحانہ نیستم۔ ؎

تو مگو مارا بداں شہ بار نیست | باکریماں کارہا دشوار نیست

بلکہ بدست ہمت دامن رحمت گرفتہ نگذارد و امیدوار ماند اگر ایں چنیں کند امید قوی است کہ ارحم الراحمین بندہ شکستہ خود را نخواہد گذاشت زیرا کہ او تعالیٰ از عبد خود بجز شکستگی و خستگی نمی خواہد۔ ؎

من نہ گردم پاک از تسبیح شاں | پاک ہم ایشاں شوند و درفشاں
چند ازیں الفاظ اضمار و مجاز | سوز خواہم سوز باآں سوز ساز

حاشیہ مکتوب ۱۴۴ اس مکتوب گرامی میں مرقومات امدادیہ کی فارسی عبارت کا ترجمہ دوسری جلدوں میں ہو چکا ہے وہاں ملاحظہ فرمایا جائے۔ حدیث شریف کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ کے بہت سے بندے ایسے ہیں جو نہ اپنے کو دغواتے اور نہ منتر پڑھواتے اور نہ علاج کرواتے ہیں بلکہ وہ صرف اللہ تعالیٰ پر بھروسہ اور توکل رکھتے ہیں۔ باقی اگر کوئی یہ سمجھتا ہو کہ ان چیزوں میں خود کوئی ذاتی طور پر اثر نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے اثر ہوتا ہے تو یہ توکل کے منافی نہیں ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اس مسئلہ کو بھی صاف فرما دیا ہے اور آپ کا طریقہ خود ہمارے لئے ایک بڑی سند ہے۔

غرضکہ درگاہ بے نیاز جز تضرع راہ نیست زیادہ ازیں تکلف نمود است کہ بفضلہ آں عزیزہ عالم و عاقل اند الخ (مرقومات امدادیہ صـ۲۰۹)

اہل اللہ کی مختلف شئوون ہیں قسم ثالث جو سوال نہیں کرتے اور خود کو اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں وہ مصداق اسی حدیث کے ہیں جو کہ بغیر حساب جنت میں داخل ہوں گے جن کی شان میں فرمان ہے ھم الذین لایکتوون ولا یسترقون ولا یتداوُون و علی ربھم یتوکلون۔ الحدیث یہ حضرات نہایت قوی یقین اور ایمان والے ہیں۔ ضعفاً کیلئے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا طرز عمل مشعل راہ ہے آپ نے مداواۃ و معالجہ بھی کیا ہے اور استرقاء بالقرآن بھی کیا ہے دعاء اور تعویذوں سے خلق اللہ کو فائدہ پہونچانا مبارک ہے خلق کو فائدہ پہونچانا عبادت ہے حصن حصین کی اجازت دیتا ہوں مجکو اس کے پڑھنے کا کوئی خاص طریقہ معلوم نہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۵ ربیع الاول ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۴۵

جناب مولانا عبدالجبار صاحب ہنسور فیض آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ...... قرآن مجید بڑی برکت والی کتاب ہے مگر اوراد اور وظائف مقدم ہیں ان کے چھوڑنے کی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ آپ تھوڑا سا وقت نکال کر تلاوت کر لیا کریں۔ پاس انفاس میں اتنی کوشش کریں کہ بے اختیار جاری ہو جائے اور ناغہ نہ ہوا کرے میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ذکر نفسی میں برکت عطا فرمائے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۸ جمادی الاول ۱۳۶۹ھ دیوبند۔

مکتوب ۴۶

الحمد للہ آپ کے احوال بہت اچھے ہیں محنت سے ذکر قلب انجام دیتے رہیں گھبرانے اور مایوس ہونے کی ضرورت نہیں۔ "ان اللہ لا یضیع عمل عامل منکم"۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بایزیدؒ و جنیدؒ بنادینا کچھ مشکل نہیں، جو کچھ آپ کو بتادیا گیا ہے وہی دستور العمل ہے اسی پر قناعت کریں۔ تصور شیخ قبائح سے خالی نہیں اس لئے اسکی اجازت نہیں دی جاسکتی۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو ثابت قدم رکھے، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۱/۶۹

مکتوب ۴۷

چونکہ دنیا دار الاسباب ہے اگر معاش کی تنگی سے فکر معاش ہو تو اس کو دنیا کی محبت نہیں کہا جاسکتا۔ دنیا خدا سے غفلت کا نام ہے اور بحمد اللہ آپ کا دامن اس سے پاک ہے۔ میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات کا حل فرمادیں۔ آمین۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند۔ ۲۱/۱/۷ھ

مکتوب ۴۸

امور مسئولہ عنہا کا مختصر جواب لکھ دیا گیا مگر ان امور کے دریافت کرنے کا سبب کیا ہوا مفصلاً لکھئے تو انشاء اللہ تفصیلی جواب لکھا جائے گا۔

حاشیہ مکتوب ۴۶۔ تصور شیخ پر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک نہایت بلند پایہ تحقیق اسی جلد میں موجود ہے پڑھ لی جائے۔

حاشیہ مکتوب ۴۸ :۔ (۱) سیدی حالت یہ ہے کہ تسبیح لے کر وظیفہ پڑھ رہا ہوں ابھی چند دانے پڑھے تھے کہ دفعۃً مراقبہ کی طرف منتقل ہو گیا اور پھر بالکل کھو گیا۔ کسی کے آجانے پر چونک پڑا

(۱) یہ قبض کی حالت ہے استغفار کی کثرت کرنا چاہیئے اور طبیعت پر زور ڈال کر ذکر اور مراقبہ کو جاری کرنا چاہیئے۔

(۲) بہت بہتر ہے ذکر اور مراقبہ میں دوام حاصل کرنا کافی ہے۔

(۳) یہ بھی خوش نصیبی ہے دوام حضور پر کوشاں رہیئے۔

(۴) مجذوب سے ارشاد و تسلیک نہیں ہوتی البتہ جب وہ ہوش و حواس میں ہو تو رہنمائی کر سکتا ہے۔

(۵) کرا سکتا ہے۔

مکتوب ۴۹

آپ بلا وجہ ان اوہام میں مبتلا ہیں۔ آپ کو توجہ الی اللہ اور اتباع شریعت اور سنّت کی پیروی میں لگے رہنا چاہیئے۔ اپنے آپ کو سب سے کمتر جاننا چاہیئے اور اللہ کے فضل و کرم کا ہر وقت خواستگار اور اس کی ناراضی سے ہمیشہ خائف رہنا چاہیئے اس کو ہمیشہ دیکھنے والا جاننے والا مشاہدہ کرتے ہوئے اس کے سامنے تضرع اور زاری

بقیہ حاشیہ مکتوب ۴۸: پھر تھوڑی دیر کے بعد وہی کیفیت غرض تسبیحات اور اسم ذات منہ سے نکلنا ہی نہیں چاہتے۔

(۲) ایک جاہل محض کہ ایک حرف سے بھی آشنا نہیں مگر باطنی اشغال میں منتہی ہے۔

(۳) ایک اردو خواں مگر عقائد درست ہیں اور باطنی اشغال میں منتہی ہے۔

(۴) ایک مجذوب جو محض کچھ اردو فارسی جانتا ہے مگر جذبی کیفیت سے سب بھول گیا اگرچہ باطنی علوم میں انتہا تک رسائی ہو چکی ہو یا منتہی ہوئے مجذوب ہو گیا۔ مشائخ کرام کا کیا معمول ہے کیا ان کو اجازت بیعت و ارشاد دیتے ہیں اور خود حضور والا کا معمول کیا ہے۔

(۵) ایک بیمار جو حضور والا سے بیعت ہے بوقت موت کوئی دوسرا توبہ کرا سکتا ہے۔

محتاج دعا، عبدالجبار ۶ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ

کرتے رہنا چاہیئے۔ اجازت کے لئے الہام اور کشف ضروری نہیں ہے۔ ممکن ہے بڑوں میں یہ پایا گیا ہو مگر ہم جیسے ناکارے اور نالائق ایسی قابلیت کہاں رکھتے ہیں۔ اجازت استعداد اور قابلیت پر ہوتی ہے۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کے یہاں معیار قابلیتِ اجازت مندرجہ ذیل امور تھے مرقومات امدادیہ صـ۳۰۹ کے حاشیہ پر فرماتے ہیں۔ "وہ امور بناء خلافت یہ ہیں۔ (۱) صلاحیت ظاہرہ قدر معتدبہ (۲) مناسبت طریق علماً و عملاً۔ (۳) توقع اتمام صلاحیت و رسوخ حال" مگر حضرت گنگوہی قدس اللہ سرہ العزیز فقط امور مذکورہ بالا پر اکتفا نہیں فرماتے تھے جب تک ملکۂ یادداشت پیدا ہو کر قایم نہ ہو جائے جب تک اجازت نہیں دیتے تھے۔ ملکۂ یادداشت کی تعریف صراط مستقیم میں حسب ذیل الفاظ میں کی گئی ہے۔

"وحقیقتش التفات دائمی است بسوئے ذات بے چون و بے چگوں در ہمہ اوقات در نشست و برخاست و عروض مکاسب و مصائب و اوقات خوردن و آشامیدن بحیثیکہ، ہیچ امر مانع التفات نہ گردد بمثابہ آنکہ ہرگاہ محبت چیزے یا اہتمام کارے در دل شخصے کہ راسخ میگردد پس در عین اشتغال بحوائج ضروریہ و اعمال معاشیہ کماینبغی بسوئے ہماں امر متوجہ می ماند" صـ۱۰۸۔

حاشیہ مکتوب ۴۹ :۔ اس والا نامہ میں ذکر "مجذوب" آگیا ہے اور عام طور پر یہ لفظ اپنے لغوی مفہوم میں ایسے شخص پر بولا جاتا ہے جو خدا کی محبت میں آپے سے گذرا ہوا مغلوب الحال اور قیود شرعیہ سے آزاد ہو یعنی دائرۂ تکلف سے خارج اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو اول فول بکتا ہو۔ ظاہر ہے کہ ایسے شخص کو نہ تربیت کی جاسکتی ہے اور نہ اجازت تربیت دی جاسکتی ہے۔ اللہ ہی بہتر جانے کہ وہ کیسے اور کیا ہیں ہم کو ان سے سروکار کی ضرورت نہیں یہ حضرات از قبیل متشابہات ہیں۔ ہاں "سالک مجذوب" کا ایک مقام ہے جو کسی قدر تفصیل کا محتاج ہے۔

جن لوگوں کی نظر کتاب و سنت اور آثار صحابہ پر گہرائی کے ساتھ ہے اور ملکۂ یادداشت ہو چکا ہے وہ اچھی طرح واقف ہیں کہ علت اور سبب قرب خداوندی کا "جذاب" یعنی

خدا کا اپنے بندے کو اپنی جانب کھینچنا ہے۔ یہ جذب کبھی بلا واسطہ کے ہوتا ہے اس کو "اجتبا" سے تعبیر کیا جاتا ہے وَاللّٰہُ یَجْتَبِیْ اِلَیْہِ مَنْ یَّشَاءُ نص صریح ہے اور اکثر بواسطہ ہوتا ہے جس کی دو قسمیں ہیں ایک یا تو عبادت صحیحہ سے ہو یا صحبت انسان کامل مکمل کے جذب و کشش سے حاصل ہو، پس جو جذب عبادت کے ذریعہ سے ہو اس کو برکات عبادت کہتے ہیں اور جو جذب کہ صحبت سے حاصل ہو اس کو "تاثیر شیخ" کہا جاتا ہے۔ یہ گفتگو بنا بر علت فاعلی ہے باقی رہ گئی علت قابلی سو وہ ایسی استعداد کا نام ہے جس کو خدا نے انسان کے اندر ودیعت کر رکھا ہے "فطرۃ اللّٰہ التی فطر الناس علیہا" وغیرہ نصوص شاہد عدل ہیں۔ پس جس طرح عبادت اور صحبت مرشد کامل سبب ہے حصول قرب الٰہی کا اسی طرح یہ دونوں چیزیں علت ہیں دفع موانع قرب الٰہی کے اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ ناقصوں کے لئے کمال کا حصول ضروری اور ناگزیر ہے۔ یعنی کسب و ریاضت اور عبادت موافق تجویز شیخ کامل کے کرنا تاکہ رفع موانع کرے، اور تزکیۂ نفس اور تصفیۂ باطن اس کے ذریعہ ہو سکے دوسری چیز "جذب شیخ کامل" جو اپنی نسبت کے زور سے قرب الٰہی دکھلائے اور پستی سے نکال کر بلندی پر پہونچائے۔ بزرگوں کا یہ طریقہ رہا ہے کہ اکثر طریق سلوک کو جذب پر مقدم اس وجہ سے کرتے رہے ہیں کہ مقاصد کی تحصیل پر رفع موانع مقدم ہے تاکہ سالک قرب الٰہی کے لئے پورے طور پر مستعد ہو جائے اس وقت شیخ کامل اس کو خدا کی طرف کھینچ کر قرب الٰہی عطا فرماتا ہے اصطلاح سلوک میں ایسے شخص کو "مجذوب" سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس سیر کو سیر آفاقی کہا جاتا ہے بعض حضرات اس کو سالک مجذوب اور اندراج النہایہ فی البدایہ سے یاد کرتے ہیں۔ یہ ارشاد و تربیت کے اہل ہیں۔ تنبیہ :۔ تنہا ریاضت و مجاہدہ بغیر تاثیر صحبت کے ازالۂ رذایل نفس اور حصول ولایت کے لئے کافی نہیں ہیں البتہ تنہا تاثیر صحبت انبیاء علیہم السلام بشرط ایمان کافی ہوتی ہے اور نفس کے رذایل بھی اس سے دور ہو جاتے ہیں جو کمالات نبوت اور کمالات ولایت کے حصول کا سبب ہوتے ہیں مگر ایک دو صحبت اس سے مراد نہیں بلکہ ایک مدت ضروری ہے۔ یہ اور بات ہے کہ بدون ریاضت و مجاہدہ اگر کسی ولی کو بطریق جذب مقام ولایت نصیب ہو جائے تو محال نہیں البتہ سنت اللّٰہ اور ارسال رُسل کے منافی ہے۔ شیخ تاج الدین رحمۃ اللّٰہ علیہ کا مقولہ ہے کہ کبھی ایسا بھی ہو جایا کرتا ہے کہ اللّٰہ تعالیٰ اَن پڑھ کو بلا کسی استاد کے اپنی طرف کھینچ کر قرب الٰہی سے نواز دیا کرتا ہے ایسے حضرات ہوش و حواس میں ہوتے ہیں یہ بھی تسلیک اور تربیت کر سکتے ہیں۔ اس تفصیل سے مجاذیب کی نوعیت و حیثیت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے۔ واللّٰہ اعلم۔

الغرض ہر وقت ذات مقدسہ جناب باری عز وجل کی طرف متوجہ رہے اور اس کو بلا رنگ و روپ تمام کمالات سے متصف اور تمام نقائص سے منزہ دھیان میں رکھے کہ وہ ہر چیز کا دیکھنے والا اور جاننے والا سب سے زیادہ قریب اور ہر وقت میں ساتھ ہے۔ اپنی توجہ اور دھیان میں ہمشگی پیدا کرنی چاہیئے اسی کو ملکۂ یادداشت کہتے ہیں۔ اپنے تمام کاروبار دینی اور دنیوی انجام دیتے ہوئے بھی اس التفات اور دھیان کو قایم رکھنا چاہیئے۔

جن حضرات نے اُمّی کو اجازت سے منع کیا ہے اس سے وہ جاہل مراد ہے جو کہ فرائض نماز و روزہ وغیرہ عبادات کو نہیں جانتا اور قرآن کو مقدار ضرورت نہیں پڑھ سکتا ہے۔ اور اگر کوئی مسائل ضروریہ اور عقائد اہل سنت والجماعت کو اردو یا فارسی یا عربی یا ترکی وغیرہ زبانوں میں جانتا ہے اور قرآن شریف بمقدار ضرورت یاد کئے ہوئے ہے تو وہ اُمّی نہیں ہے اگرچہ عربی کا فاضل نہ ہو۔ رسالہ دار العلوم میں کیا لکھا گیا مجھے معلوم نہیں۔ اور کتابوں میں کیا لکھا گیا مجکو معلوم نہیں میں بدنصیب تو مثل دیگر کمالات روحانیہ باطنیہ، کشف و کرامات سے بالکل خالی ہوں میں تو ہرگز ہرگز اس قابل نہیں ہوں کہ میں کسی کو مرید کروں اور کوئی میرے پاس اس کی خواہش لے کر آئے مجکو کیوں حضرت قدس سرہٗ العزیز نے اجازت عطا فرمائی وہ خود جانتے ہوں گے۔ مگر میں تو ہر طرح گناہوں اور تقصیرات میں ملوث ہوں سخت ناکارہ و نالائق ہوں لوگ مجھ سے حُسن ظن رکھکر میرے پاس آتے ہیں میرے عیوب بدکاریوں سے ناواقف ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اپنے فضل محض سے میری مغفرت نہ فرمائے تو میرا کوئی ٹھکانہ نہیں انتہائی اور سخت عذاب کا مستحق ہوں خداوند کریم کی پردہ پوشی کام کر رہی ہے آپ بھائیوں کی دعاء خیر کا سخت محتاج ہوں۔ اگر لوگوں کو میری خباثتیں اور نجاستیں معلوم ہو جائیں تو مجھ سے اتنی نفرت کرنے لگیں جتنی کہ سور اور کتے سے نہیں کرتے۔

مذکورہ بالا عبارت ۱ و ۲ کا جواب معلوم ہو گیا ۳ کا جواب یہ ہے کہ مجذوب جبکہ اپنی خبر بھی نہیں رکھتا اس سے تسلیک اور تربیت کیسے ہو سکتی ہے اس لئے اس کو اجازت نہیں دی جائے گی۔ دعا کرتا ہوں اور آپ سب حضرات سے دعوات صالحہ کا متمنی ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔ ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۷۲ھ۔

مکتوب ۵۰

جناب محمد اقبال صاحب اوکاڑہ ضلع منٹگمری کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ باعث سرفرازی ہوا جناب کو مودودی صاحب کی تحریریں دیکھکر اسقدر متاثر ہونا کہ اسلام سے بدظن ہو جائیں تعجب خیز ہے۔

(اولاً) علامہ مودودی خود اقرار کرتے ہیں کہ میں عالم نہیں ہوں۔ وہ ترجمان ۳۲۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ میں تحریر فرماتے ہیں۔

"مجھے گروہ علماء میں شامل ہونے کا شرف حاصل نہیں ہے۔ میں ایک بیچ کی راس کا آدمی ہوں جس نے جدید و قدیم دونوں طریقہائے تعلیم سے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اور دونوں کوچوں کو چل پھر کر دیکھا ہے۔ اپنی بصیرت کی بنا پر نہ تو میں قدیم گروہ کو سراپا خیر سمجھتا ہوں اور نہ جدید گروہ کو"

حاشیہ مکتوب ۵۰:۔ شیخ الاسلام نوراللہ مرقدہ کے تبحر علمی کا یہ ایک ادنیٰ کرشمہ ہے کتاب و سنت اور صحابہ کی زندگی پر عبور و اطلاع کے بغیر مدعی امامت و امارت ہونا دین اور شریعت کی توہین کے مرادف ہے بھلا اس مبلغ علم اور سطحی معلومات کے ساتھ مسلمانوں کی قیادت کا نتیجہ سوائے گمراہی پھیلنے اور پھیلانے کے اور دوسرا کیا ہوگا۔ یہ لیڈر کی قسم کے مولوی دنیا اور دین

تعلیم میں ان کا صاف اقرار ہے کہ میں نے کچھ کچھ حصہ پایا ہے اس کے بعد ان کا کوئی حکم شرعی امور کے متعلق آیا قابل وثوق و اعتماد قرار دیا جا سکتا ہے۔

نیم طبیب خطرۂ جان و نیم ملا خلل ایمان مشہور مقولہ ہے۔

(ثانیاً) علاوہ ازیں داڑھی کے مسئلہ میں ان کی کیا کسی دوسرے کی رائے میں کتنا ہی بڑا اختلاف کیوں نہ ہو اس کی وجہ سے اصول مذہب اسلام اور اسکے عقاید اور فرائض اعمال پر کیا اثر پڑ سکتا ہے جس کی بنا پر آپ اسلام سے بدظن ہونے پر آمادہ ہو گئے ہیں۔

علامہ مودودی صاحب کا یہ قول "میرے نزدیک داڑھی کا بڑا اور چھوٹا ہونا

بقیہ حاشیہ مکتوب نمبر ۵۰:- کے لئے سب سے بڑی مصیبت ہیں جس کی بہنات پاکستان کے نبوت خیز علاقوں میں بہت ہے اللہ تعالیٰ مسلمانوں پر رحم فرمائے۔ "اعفاء اللحیۃ" کے نام سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا رسالہ شایع ہو چکا ہے، مکتبہ دینیہ دیوبند سے ملتا ہے ضرور ملاحظہ فرمایا جائے بہت ہی پُر از معلومات رسالہ ہے۔

مجتہدین ائمہ اربعہ کے اقوال کا خلاصہ ان کی کتابوں سے ہم درج کر کے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں کہ سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کا فتویٰ شریعت کے معاملہ میں ایک اناڑی کا فتویٰ ہے اور ان کے حواریین و مویدین ان سے کہیں زیادہ ناواقف ہیں اور کم علم ہیں۔ جملہ مسائل حلت و حرمت، جواز و عدم جواز پر شریعت کا کوئی حکم ائمہ اربعہ کی تصریحات سے خالی نہیں۔ حنفیہ کا مذہب داڑھی کے بارے میں یہ ہے کہ اس کا کاٹنا حرام ہے (ملاحظہ ہو درمختار) نہایہ میں قبضہ سے زاید کو کاٹنے کا جواز ہے۔ مالکیہ کا مذہب یہ ہے کہ داڑھی کا منڈانا اور کترانا اگر مُثلہ کی صورت اختیار کر لے حرام ہے۔ ہاں اگر زیادہ بڑھ جائے اور کترنے سے مُثلہ کی صورت نہ پیدا ہو تو خلاف اولیٰ ہے (ملاحظہ ہو شرح الرسالہ لابی الحسن و حاشیۃ للعدوی) شوافع کا مذہب (جیسا کہ اذرعیؒ نے کتاب الام کے حوالہ سے لکھا ہے) حرمت کا ہے (ملاحظہ ہو ابداع مطبوعہ مصر) حنابلہ کا یہ مذہب ہے کہ داڑھی منڈانا حرام ہے (ملاحظہ ہو شرح المنتہی و شرح منظومۃ الآداب) ان تصریحات کے خلاف جو بکتا ہے وہ بقول صاحب الابداع سفہ و ضلالۃ او فسق و جہالۃ اور غفلۃ عن ہدی سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ (ا صدیقی)

یکساں ہے صحابہ میں صرف دو ایک آدمی ایسے ملتے ہیں جن کی داڑھی مشت برابر ہے" یہ صرف ان کی رائے ہے کہ دونوں یکساں ہیں یہ رائے ایک ناقص العلم یا ناقص العقل کی رائے ہے جس کے مقابل تمام فقہاء اسلام کی تصریحیں موجود ہیں کہ داڑھی کی مقدار کم از کم ایک مشت ہونی چاہیئے تو آیا مودودی صاحب کی رائے قابل اعتبار ہوگی یا تیرہ سو برس کے مستند علماء اور فقہاء مذاہب کی؟

(ثالثاً) اگر آپ نے یہی اصول رکھا کہ ہزار بارہ سو برس کے بعد آنے والے ایک نیم تعلیم یافتہ کی جو کچھ رائے ہو وہ پرانے کامل التعلیم اور معتبر علماء کی رائے اور روایات سے اونچی شمار کی جائے تو پھر تمام دین ہی کو سلام کرنا پڑے گا۔ اس دور فتن وغلبۂ ہوا وہوس وعجب وتکبر خود پسندی وخود رائی میں نہ صرف ادھورے علم والے بلکہ بڑی بڑی سندوں والے بھی ایسے ملیں گے کہ اپنی خواہشات نفسانی کے لئے تمام متقدمین کے دفتروں کو اساطیر الاولین اور بکواس کہہ کر ٹھکرا دیں گے اور اپنے غلط سے غلط افکار کو سب سے اونچا بتلا کر لوگوں کو اس طرف بلائیں گے۔ گذشتہ معتمدین اہل تقویٰ اور اہل علم کی تحمیق اور تجہیل کریں گے اور اپنے آپ کو سب سے زیادہ مفکر سب سے زیادہ محقق بتائیں گے۔

داڑھی کے متعلق مندرجہ ذیل امور پر غور فرمائیں۔

(۱) قرآن مجید میں مذکور ہے کہ حضرت ہارون علیہ السلام نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا کہ "میری اماں کے بیٹے میری داڑھی اور میرا سر مت پکڑ" لَا تَأْخُذْ بِلِحْيَتِي وَلَا بِرَأْسِي۔ اگر حضرت ہارون علیہ السلام کی داڑھی قبضہ (مشت) سے چھوٹی ہوتی تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کس طرح پکڑ سکتے تھے؟ (سورہ طٰہٰ)

(۲) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی داڑھی کا خلال وضو کے وقت میں کیا کرتے تھے یعنی داڑھی کے بالوں میں جڑوں کے نیچے سے انگلیاں ڈال کر پانی

پہونچایا کرتے تھے۔ ترمذی جلد اول ص۶ میں ہے۔

عن حسان بن بلال قال رأیت عمار بن یاسر توضاء فخلل لحیتہ فقیل لہ او قال فقلت لہ اتخلل لحیتک قال وما یمنعنی ولقد رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یخلل لحیتہ۔ عن عثمان رضی اللہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یخلل لحیتہ۔ قال ابو عیسٰی ھٰذا حدیث حسن صحیح۔

ابن ماجہ ص۲۵ میں ہے۔ عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا توضاء عارک عارضیہ بعض العرک ثم شبک لحیتہ باصابعہ من تحتہا (صححہ ابن السکن)

یہ روایتیں متعدد صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ابوداؤد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی، دارقطنی وغیرہ محدثین نے ذکر فرمائی ہیں ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان صحابہ کرام کی داڑھیاں نہ خسخسی تھیں نہ چھوٹی تھیں بلکہ اتنے بڑے بڑے بال تھے کہ ان میں نیچے سے انگلیاں ڈال کر پانی پہونچایا جاتا تھا۔ جڑ کے نیچے انگلیاں ڈال کر پانی پہونچانا ایک مشت یا اس سے زائد ہی میں ہوگا۔

ابوداؤد میں ہے یعنی اخذ کفا من ماء فادخلہ تحت حنکہ فخلل بہ لحیتہ" کیا چھوٹی داڑھی یا خسخسی میں یہ ہو سکتا ہے یا اسکی ضرورت پڑ سکتی ہے؟

(۳) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یکثر دھن رأسہ وتسریح لحیتہ۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سر میں تیل کی مالش اور کنگھی سے داڑھی کے بالوں کا سنوارنا بکثرت کرتے تھے کھلی ہوئی بات ہے کہ خسخسی داڑھی میں نہ کنگھی ہوتی ہے نہ اس کی ضرورت پڑتی ہے کہ اس کو سنورا جائے اور یہی حال چھوٹی داڑھی کا ہے۔

(۴) کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی المسجد فدخل رجل ثائر الراس

واللحیۃ فاشار الیہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیدہ ان اخرج کانہ یعنی اصلاح شعر راسہ ولحیتہ ففعل الرجل ثم رجع فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الیس ھذا خیرا من ان یاتی احدکم ثائرالراس کانہ شیطان۔ موطا امام مالک ص۳۷۶ مشکوٰۃ ص۳۲۸۔ ترجمہ:- جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تھے پس ایک شخص پراگندہ سر اور داڑھی داخل ہوا تو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نکل جانے کا حکم دیا۔ آپ کا مقصد یہ تھا کہ اپنے سر اور داڑھی کے بالوں کو سنوارے تو اس نے ویسا ہی کیا۔ پھر لوٹ کر آیا تو آپ نے فرمایا کہ کیا یہ اس سے بہتر نہیں ہے کہ تم میں سے کوئی پراگندہ بال اس طرح آئے کہ گویا کہ وہ شیطان ہے۔

ظاہر ہے کہ داڑھی اور سر کے بالوں میں پراگندگی جب ہی ہو سکتی ہے جب کہ وہ دراز ہوں خشخشے یا چھوٹے بالوں میں نہ پراگندگی ہوتی ہے نہ ان کے سنوارنے کی ضرورت محسوس ہوتی ہے اور نہ وہ سنور سکتے ہیں۔

(۵) عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عشر من الفطرۃ قص الشارب واعفاء اللحیۃ والسواک والاستنشاق بالماء وقص الاظفار وغسل البراجم ونتف الابط وحلق العانۃ وانتقاص الماء یعنی الاستنجاء الحدیث۔ یعنی دس۱۰ چیزیں فطرت میں سے ہیں مونچھوں کا کترنا اور داڑھی کا بڑھانا اور مسواک کرنا الخ ابن ماجہ ص۲۵ مسلم ص۱۲۹ ابوداؤد ص۸

اس حدیث میں جو کہ نہایت قوی روایت ہے دس۱۰ چیزوں کو جن میں سے داڑھی کا بڑھانا اور مونچھوں کا کترانا بھی ہے فطرت بتلایا ہے اور فطرت عرف شرع میں ان امور کو کہا جاتا ہے جو کہ تمام انبیاء اور رسولوں کی معمول بہ اور متفق علیہ ہیں اور ہم کو ان پر عمل کرنے کا حکم ہے۔ صاحب مجمع البحار ص۸۵ اس حدیث کی شرح میں فرماتے ہیں۔ عشرۃ من الفطرۃ ای من السنۃ ای سنن الانبیاء علیہم السلام التی امرنا

بالاقتداء بھم فیھا رک) ای من السنۃ القدیمۃ التی اختارھا الانبیاء علیھم السلام واتفقت علیھا الشرائع فکانھا امر جبلی فطروا علیہ الخ۔

امام نووی رحمۃ اللہ علیہ شرح مسلم صـ۱۲۸ میں فرماتے ہیں۔ قالوا ومعناہ انھا من سنن الانبیاء صلوات اللہ وسلامہ علیھم۔ اس حدیث سے صاف ظاہر ہو گیا کہ داڑھی بڑھانے کا تمام شریعتوں میں حکم تھا اور یہی سنّت تمام انبیاء علیہم السّلام کی رہی ہے اور چونکہ حضرت ہارون علیہ السّلام کی داڑھی کم از کم ایک قبضہ تھی جیسا کہ ہم عـ۱ میں کہہ آئے ہیں تو یقیناً تمام انبیاء علیہم السّلام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی بھی کم از کم ایک مُشت ضرور تھی اور چونکہ ہم کو ان انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی اقتداء کرنے کا حکم کیا گیا ہے "اولٰئک الذین ھدی اللہ فبھداھم اقتدہ" اس لئے ہم کو بھی اس امرِ یک مُشت میں ان کا اقتدا کرنا ہوگا۔

(۶) عن ابن عمر رضی اللہ عنھما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال خالفوا المشرکین وفروا اللحی واحفوا الشوارب وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض لحیتہ لما فضل اخذہ" (باب اعفاء اللحی عفوا کثروا وکثرت اموالھم) وبسندہ عن ابن عمر رضی اللہ عنھما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انھکوا الشوارب واعفوا اللحی" صحیح بخاری صـ۸۷۵ نسائی صـ۷ مسلم صـ۱۲۹ ابوداؤد صـ۲۳۱۔

اس حدیث صحیح میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے داڑھی کے مطلقاً بڑھانے کا حکم کیا ہے جس میں کوئی حد مقرر نہیں فرمائی گئی جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ داڑھی کو بڑھاتے ہی رہنا چاہیئے اگرچہ وہ بڑھ کر پاؤں ..... زمین تک بھی پہنچ جائے چنانچہ امام نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ والمختار ترکھا علی حالھا وان لا یتعرض لھا بتقصیر ولا غیرہ۔ امام طبرانی فرماتے ہیں۔ ذھب قوم الی ظاھر الحدیث فکرھوا تناول شیء من اللحیۃ من طولھا وعن عرضھا۔ فتح الباری جلد ۱۰ صـ۲۹۶

مگر چونکہ اس طرح کا عمل بدنمائی پیدا کرتا ہے اور لمبا اوقات صورت بگڑ جاتی ہے اور لوگوں کو استہزاء اور تذلیل کا موقع ملتا ہے اور یہ چیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ناپسند تھی نیز آپ اپنی داڑھی کے طول وعرض سے کترا کرتے تھے اس لئے اس کی حد معلوم کرنی ضروری سمجھی گئی چونکہ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے افعال واقوال کے مشاہدہ کرنے والے ہیں اس لئے ان کے عمل کو اس بارہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے ترازو بنایا ہے اور حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما جو کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے فدائی ہیں اور آپ کی سنّتوں کی پیروی میں نہایت زیادہ پیش پیش رہنے والے ہیں ان کے عمل کو بطور معیار پیش کیا ہے "وکان ابن عمر اذا حج او اعتمر قبض علی لحیتہ فما فضل اخذہ" ترجمہ۔ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج یا عمرے سے فارغ ہوتے تھے تو اپنی داڑھی کو مٹھی سے پکڑ لیتے تھے جو حصّہ زائد ہوتا تھا اس کو کتر دیتے تھے۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عرض اور طول میں داڑھی کا کترنا اسی مقدار اور کیفیت سے ہوتا تھا علاوہ ازیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی ایسا ہی کرتے تھے۔

حافظ ابن حجر فتح الباری میں طبری سے نقل کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ وقال قوم اذا زاد علی القبضۃ یوخذ الزاید ثم ساق بسندہ الی ابن عمر انہ فعل ذلک برجل ومن طریق ابی ھریرۃ انہ فعلہ۔ فتح الباری جلد ۱۰ ص ۲۹۶۔ یعنی ایک جماعت کہتی ہے کہ داڑھی جب ایک مشت سے زاید ہو جائے تو اس زاید کو کتر دیا جائے پھر طبری نے اپنی سند سے ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے کہ انھوں نے ایسا ہی کیا۔ اسی عمل اور طریقہ کو فقہاء حنفیہ اور شافعیہ وغیرہ نے کتب فقہ وغیرہ میں ذکر فرمایا ہے۔

(۷) عن جابر رضی اللہ عنہ قال کنا نعفی السبال الا فی حج او عمرۃ۔ (ابوداؤد ص۲۲۳ ج ۲) یعنی ہم لوگ داڑھی کے اگلے اور نکلنے والے حصہ کو بڑھا ہوا رکھتے تھے مگر حج اور عمرہ میں یعنی حج اور عمرہ سے فارغ ہو کر کتر دیا کرتے تھے جسکی تفصیل حضرت ابن عمر کے عمل سے ہوگئی ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حافظ ابن حجر شرح بخاری ص۲۹۹ جلد نمبر ۱۰ میں فرماتے ہیں، واخرج ابوداؤد من حدیث جابر بسند حسن قال کنا نعفی السبال الا فی حج او عمرۃ وقولہ نُعفی بالضم اولہ و تشدید الفاء ای نترکہ وافراً وھذا یؤید ما نقل عن ابن عمر فان السبال بکسر المہملہ وتخفیف الموحدہ جمع سَبَلۃ بفتحتین وھی ما طال من شعر اللحیۃ فاشار جابر الی انھم یقصرون منھا فی النسک" یہ حدیث صاف طور سے تبلارہی ہے کہ عام صحابہ کرام تمام سال میں داڑھی کا اگلا اور لانبا حصہ کترواتے نہیں تھے، ہاں جب حج یا عمرہ کرتے تھے تو ایک مُشت سے زائد حصہ کو کتروا دیتے تھے۔

(۸) عن یزید الفارسی وکان یکتب المصاحف قال رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی المنام زمن ابن عباس فقلت لابن عباس انی رأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی النوم فقال ابن عباس ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان یقول ان الشیطان لا یستطیع ان یتشبہ بی فمن رآنی فی النوم رآنی ھل تستطیع ان تنعت ھذا الرجل الذی رأیتہ فی النوم قال نعم انعت لک رجلا بین الرجلین جسمہ ولحمہ اسمر الی البیاض اکحل العینین حسن الضحک جمیل دوائر الوجہ قد ملأت لحیتہ ما بین ھذہ الی ھذہ قد ملأت نحرہ قال عوف ولا ادری وکان مع ھذا النعت فقال ابن عباس لو رأیتہ فی الیقظۃ ما استطعت ان تنعتہ فوق ھذا۔ (ترمذی فی الشمائل ص۳۰) یعنی یزید فارسی جو کہ مصاحف کو لکھا کرتے تھے انھوں نے کہا کہ میں نے حضرت ابن عباس کے زمانہ میں جناب رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا تو میں نے ابن عباس سے ذکر کیا کہ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے تو ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا کرتے تھے کہ شیطان میری صورت نہیں بنا سکتا اس لئے جس شخص نے بھی مجھکو خواب میں دیکھا ہے اس نے مجھ ہی کو دیکھا ہے۔ کیا تم اس شخص کا جس کو خواب میں دیکھا ہے حلیہ بیان کر سکتے ہو میں نے کہا ہاں۔ وہ متوسط بدن اور قامت کا تھا۔ گندم گوں، سفیدی مائل، سرگیں آنکھوں والا، اچھا ہنسنے والا، چہرہ کے خوبصورت دائروں والا، اس کی داڑھی نے یہاں سے یہاں تک (دائیں سے بائیں تک) کے حصہ کو بھر دیا ہے اور سینہ کو بھر دیا ہوا ہے۔ (پہلے کلام میں داڑھی کی چوڑائی اور دوسرے میں لمبائی بتلائی)

(راوی عوف نے کہا کہ اس کے علاوہ جو چیزیں حلیہ کی ذکر کی تھیں ان کو میں اِس وقت نہیں جانتا یعنی بھول گیا) تو حضرت ابن عباسؓ نے فرمایا کہ اگر تم جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جاگتے ہوئے دیکھتے تو اس سے زیادہ بیان نہ کر سکتے۔

یہ روایت صاف طور پر بتلا رہی ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی لانبی اور چوڑی اتنی تھی کہ سینۂ مبارک کی لمبائی اور چوڑائی کو اس نے ڈھانک رکھا تھا۔

(الف) ان روایات معتبرہ پر غور فرمائیے آیا ان سے وہ بات ظاہر ہوتی ہے جس کو آپ نے ترجمان سے نقل فرمایا یا اس کے برعکس؟ سابقین انبیاء علیہم السلام سبھوں کا عمل کم از کم ایک مُشت بلکہ اس سے زائد داڑھی رکھنے کا ظاہر ہوتا ہے۔

(ب) نیز جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی داڑھی مبارک کم از کم ایک مشت بلکہ اس سے زائد اتنی ثابت ہوتی ہے جس میں تخلیل فرماتے تھے کنگھی سے درست فرمایا کرتے

تھے وہ اتنی بڑی اور گنجان تھی کہ اس نے سینۂ مبارک کے اوپر کے حصہ کے طول و عرض کو بھر لیا تھا۔

(ج) حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبد اللہ بن عمر، حضرت ابوہریرہ، حضرت جابر رضی اللہ عنہم سے صراحۃً یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایک مشت یا اس سے زائد داڑھی رکھتے اور رکھواتے تھے۔

(د) تمام دوسرے صحابہ کا یہی عمل ہونا التزاماً ثابت ہوتا ہے کیونکہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم لوگ داڑھی لمبی رکھتے تھے بجز حج اور عمرہ کے کترواتے نہیں تھے۔

(ہ) جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام صحابہ کرام اور امت کو داڑھی بڑھانے کا بلا تحدید و تقیید ارشاد اور حکم فرمایا ہے۔

(و) اس عمل کو بلا تحدید مسلمانوں کے لئے ما بہ الامتیاز قرار دیا ہے جو کہ ان کا مخصوص شعار اور یونیفارم ہوگا نہ منڈانا جائز ہوگا نہ خشخشی رکھنا نہ چھوٹی رکھنا۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مودودی صاحب کا یہ فرمانا (جو آپ ذکر فرماتے ہیں) بالکل غلط ہے۔ ناواقفیت کی وجہ سے یا نفسانی خواہشات سے ایسا واقع ہوا ہے فقہاء حنفیہ، شافعیہ وغیرہ کی تصریحات پر آپ کو عمل کرنا چاہیئے مودودی صاحب کی تصانیف اس قسم کی غلطیوں سے بھری ہوئی ہیں ان کے مطالعہ سے بچنا چاہیئے۔

مودودی صاحب علوم دینیہ کے فاضل نہیں ہیں آپ کا یہ فرمانا "جب مولانا مودودی جیسے فاضل نے یہ کہا کہ چھوٹا اور بڑا ہونا برابر ہے تو منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ علماء کا اپنی طرف سے اضافہ ہے ملک کے رواج کے مطابق رکھ بھی سکتا ہے اور منڈوا بھی سکتا ہے" خود ان کی تصریح کے خلاف ہے وہ کسی مشہور درسگاہ کے سند یافتہ نہیں ہیں۔ نہ کسی ایسی درسگاہ میں انہوں نے پڑھا ہے نہ کسی مشہور دینی فاضل کے یہاں علوم دینیہ کی تحصیل کی ہے ان امور کا خود ان کو اور ان کے متبعین کو اقرار ہے۔ ان کا مبلغ علم صرف

مطالعہ ہے اس پر آپ کا ارشاد کہ "منڈوانا بھی کوئی حرج نہیں رکھتا علماء نے اپنی طرف سے اضافہ کر دیا ہے" انتہائی ظلم اور علماء سے بہت شنیع بد ظنی ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "خالفوا المشرکین قصوا الشوارب ووفروا اللحی" سے صریح بغاوت ہے اللہ تعالیٰ آپ کو اور ہم کو اور تمام مسلمانوں کو ہدایت عطا فرمائے آمین۔

مودودیوں کا اتباع کتاب وسنّت کا ڈھول پیٹنا اور اس طرح سنّت رسول اللہ علیہ السلام اور عمل صحابہ کی مخالفت کرنا انتہائی تعجب خیز ہے۔ والی اللہ المشتکیٰ، والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ محرم ۱۳۷۱ھ۔

مکتوب ۵۱

جناب مولانا عبد الباطن صاحب مُلّا ٹولہ جونپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

عنایات ربانیہ نے آپ کے جد امجد حضرت مولانا کرامت علی صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے سر پر صوبۂ بنگال و آسام میں احیاء شریعت مصطفویہ کا تاج رکھا اور ان کی مخلصانہ اور سرفروشانہ مساعئ جمیلہ سے وہ اعلیٰ درجہ کی کامیابی ہوئی کہ جو امت مرحومہ میں خاص خاص افراد اکابر میں نظر آتی ہے فشکر اللہ مسعاہ ورضی عنہ وارضاہ، آمین۔

حاشیہ مکتوب ۵۱ و ۵۲ حضرت مولانا کرامت علی صاحب جونپوری رحمۃ اللہ علیہ المتوفی ۱۲۹۰ھ اکابر علماء احناف اور فقہ حنفی کے ماہرین میں سے تھے بنگال میں آپ سے بڑی ہدایت اور اسلام کی اشاعت ہوئی تصنیفات میں مفتاح الجنۃ، زینت المصلی، زینۃ القاری، زاد التقویٰ، الکوکب الدری، الدعوات المسنونہ، شرح الجزری، نور الہدیٰ، رفیق السالکین، (باقی ص ۱۸۲ پر)

آپ حضرات کا فریضہ ہے کہ نعم الخلف بن کر اسی فریضہ کو باحسن الوجوہ و علی اکملہا انجام دیں۔ اس زمانہ کفر و الحاد میں جب کہ چاروں طرف سے ظلمات دہریت و زندقہ امنڈتی ہوئی طوفان کی طرح سنت اور دیانت کی روشنی کو فنا کر دینے والی سعی کر رہی ہیں یہ فریضہ آپ حضرات پر کئی گنا زیادہ ہو جاتا ہے اس بنا پر ضروری اور اشد ضروری سمجھتا ہوں کہ آنجناب جمعیتہ العلماء صوبہ بنگال کی صدارت فرمائیں اور علماء صوبہ کی رہنمائی کو مردانہ وار انتہائی اخلاص وللّٰہیت سے بلا مخافۃ لومۃ لائم انجام دیں تاکہ گلشن احمدی (علیہ الصلوٰۃ والسلام) بادصرصر حوادث سے محفوظ ہو کر جلد از جلد پھلے پھولے، میں امیدوار ہوں کہ اگر آپ سے باقاعدہ اس کی استدعاء کی جائے تو اس کو طلاقت وجہ کے ساتھ قبول فرمائیں گے اور خدمات واجبہ اور فرائض لازمہ کی انجام دہی میں پوری جد و جہد کام میں لائیں گے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ وارد حال کلکتہ۔

مکتوب ۵۲

آپ نے جو اعذار ذکر فرمائے ہیں یقیناً قابلِ غور ہیں ان پر ضرور غور اور مشورہ کروں گا مگر جناب نے شاید تامل نہیں فرمایا میں نے عرض کیا تھا کہ اگر باقاعدہ

بقیہ حاشیہ ص۱۸۰، فیض عام، مکاشفات رحمت، قوت الایمان، نسیم الحرمین وغیرہ ہیں۔ حضرت سید احمد بریلوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کے عام اصحاب اور خلفاء سے آپ کا رنگ کچھ مختلف تھا، مولانا عبد الباطن صاحب آپ کے پوتے ہیں صورت و شکل سے پارسائی ٹپکتی ہے۔ عربی کے دونوں شعروں کا مطلب یہ ہے کہ میں نے لیگ اور اس کے کارکنوں کو کھا کر دیکھا ہے دوسروں نے صرف چکھا ہے میں نے ان کی دوستی میں فریب اور ان کے دین میں نفاق کے سوا کچھ نہیں دیکھا اس لئے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اس سے علیحدہ ہو گئے زمانہ شاہد ہے کہ ملک کی تقسیم نے نظام انسانی کو عرصہ تک کے لئے درہم برہم کر دیا ہے۔ نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن۔

آپ سے اس کی خواہش کی جائے تو انکار نہ فرمائیں باقاعدہ کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ علماء صوبہ بنگال کی اکثریت جس میں جملہ اضلاع کے علماء ہوں گے آپ سے اسکی خواہش کریں ایسی صورت میں کامیابی کا امکان بلکہ غلبہ ظن ہے اختلاف کا وجود تو ہر زمانہ اور ہر ملک میں ہمیشہ رہا کیا ہے اس سے بچنا ممکن نہیں۔ اگر اس کا خیال کیا جائے تو پھر کوئی کام نہیں ہو سکتا ہے نہ آپ کی تبلیغات ہی کار آمد ہو سکتی ہیں نہ دوسری سیاسی تحریکات کام آسکتی ہیں ہاں ثابت قدمی اور استقلال اور جملہ مصائب کے لئے مردانہ وار کام کرنا اشد ضروری ہے۔ جو حُسن ظن آپ نے لیگ کے متعلق قائم فرمایا ہے خدا کرے وہ واقعیت کا درجہ حاصل کرے، مگر میں قطعی طور پر مایوس ہوں میں اس میں داخل ہو کر سال بھر تک کام کر چکا ہوں ؎

اذا ما لیک جربها لبیب ‏ فانی قد اکلتهم وذاقا

فلم ار ودّهم الا خداعا ‏ ولم ار دینهم الا نفاقا

اپنی حرکات و سکنات میں احیاء سنن نبویہ (علی صاحبها الصلوٰۃ والتحیۃ) اور اطفاء ظُلمات بدعیہ کا زیادہ تر خیال رکھیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲ ربیع الثانی ۱۳۶۵ھ۔

مکتوب ۵۳

مولوی عبد الرحیم صاحب اوکاڑہ ضلع منٹگمری کے نام

محترم المقام زید مجدکم ‏ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ"۔ آپ کے محبّت بھرے الفاظ تو میرے لئے بہت ہی زیادہ باعث ہمت افزائی ہیں کاش اللہ تعالیٰ آپ کے حسن ظن کو جامۂ واقعیت پہنا دے، وما ذلک علی اللہ بعزیز۔

میرے محترم! آپ کے حُسن ظن نے میرے عیوب پر پردہ ڈال دیا ہے وہ

آپ کو نظر نہیں آتے، علام الغیوب خوب ہی جانتا ہے اگر اس نے اپنا فضل و کرم نہ فرمایا تو مجھکو نجات کی بھی صورت نظر نہیں آتی۔ وہ ہی کریم کارساز آپ کا اور ہمارا والی اور منعم ہے اور اسی کے رحم اور جود پر سہارا ہے۔ ہر دو جہاں میں اگر اس کی مہر اور عنایت ہے تو بیڑا پار ہے ورنہ ہلاکت میں کوئی شک نہیں۔ ؎

ٹک جہان کی اک مہر کی لاکھوں کریں سلام　　سیّاں انکھیاں پھیریاں بیری ملک جہان

میرے محترم! اسی کی رضاجوئی کی دھن لگائیے اور اسی کی جد و جہد کیجئے وہی دنیا اور آخرت میں کام آنے والا ہے اس کے سوا کوئی بھی قابل توقع اور امید نہیں ہے۔

؎ بابا رشتہ سب سے توڑ!　　بابا رشتہ حق سے جوڑ،

دل اندر جہاں آفریں بند و بس　　جہاں اے برادر نہ ماند بکس

اسی کا ذکر کیجئے۔ اسی سے لو لگائیے۔ اسی سے توقع رکھئے۔ وہی کام آنے والا ہے فنعم المولیٰ ونعم النصیر۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ذی الحجہ سنہ ۶۳ھ۔

مکتوب ۵۴

مولانا عبدالرحمٰن صاحب امام مسجد جہانگیری آسنسول کے نام،

محترم المقام زید مجدکم　　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آپکے سوالات کا جواب مختصراً اتنا عرض ہے کہ چاروں سلسلوں میں کوئی تضاد نہیں ہے بلکہ سب کا مقصد ایک ہی ہے اور چاروں میں بیعت کرنے کا مقصد یہی ہے کہ سب سے تعلق باقی رہے۔

حاشیہ مکتوب ۵۴:- یہ والا نامہ اور اس کا یہ فقرہ "قوالی وغیرہ طریقت کی چیزوں میں سے نہیں ہے" تھوڑی سی تشریح کا محتاج ہے۔ تصوف و سلوک جو کہ اتباع سنّت ہی کا دوسرا نام ہے بد قسمتی سے مسائل فقہ و کلام کی طرح اس کے اندر بھی بعض چیزیں ایسی داخل کر لی گئی ہیں جن کا ماخذ

(باقی صفحہ ۱۸۴ پر)

قوالی وغیرہ طریقت کی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ چاروں سلسلوں میں بیعت ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم بھی سب کی ہو تعلیم ایک ہی طریقے کی ہوگی اور ہمارے مشایخ قدس اللہ اسرارہم طریقہ چشتیہ میں تعلیم فرماتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ ص۱۸۳ :۔ کتاب وسنت کے بجائے محض مشائخ کرام کے مستحسنات اور ان کا توارث اور تعامل ہے۔ انھیں میں سے سماع اور قوالی وغیرہ بھی ہیں جن کو غلطی سے جان تصوف سمجھا جاتا ہے مگر ہے وہ بے جان چیز۔ اولاً اس لئے کہ مجلس سماع کے اندر رقص اور تواجد کی تاریخ بہت ہی قدیم ماخذ سے اصحاب سامری سے شروع ہوتی ہے کہ یہ لوگ گوسالہ پرستی میں اس کے ارد گرد ناچتے اور اچھلتے کودتے تھے اسی طرح طبل وغیرہ کی ایجاد زنادقہ کے زمانہ کی پیداوار ہے جیساکہ علامہ قرطبیؒ نے تصریح فرمائی ہے۔ رہ گئی یہ بات کہ حضرات صوفیہ میں سماع اور قوالی وغیرہ کی ابتدا کب ہوئی اور اشعار کے ذریعہ مجلس سماع میں گرماگرمی کی تاریخ کیا ہے؟ نشور المحاضرۃ کی شہادت سے جو چوتھی صدی کے وسط کی تصنیف ہے ثابت ہے کہ دیالمہ کے عہد میں صوفیانہ رباعیاں مجلس سماع کو گرم کرتی تھیں اور ایک دوسری شہادت سے ثابت ہوتا ہے کہ ۳۸۴ھ سے پہلے صوفیوں کی مجلس میں رباعیات سماع اور ترنم کے کام میں آتی تھیں رباعی کے جہاں اور بہت سے نام تھے ایک نام قول بھی تھا اور غالباً اسی سے مشتق ہو کر صوفیوں میں قوال کے معنے گویے کے ہو گئے جو کثرت استعمال سے ہر صوفیانہ مطرب کو قوال کہنے لگے یہ ہوا اس مسئلہ کا تاریخی پہلو۔ سلطان ابوسعید ابوالخیرؒ کو عمارہ کا کوئی شعر سنایا گیا تو وجد طاری ہو گیا اور اپنے مریدوں کے ساتھ وہ اس کی قبر پر تشریف لے گئے۔ اسی طرح شیخ ابوالحسن خرقانیؒ سے پہلے فارسی کا کوئی ترانہ خواں صوفی نظر نہیں آتا یہیں سے پھر یہ سلسلہ شروع ہو کر نت نئی صورتیں اختیار کرتا ہوا موجودہ زمانہ تک نوبت پہونچی جس کے بارے میں مشہور بزرگ حضرت شاہ عبدالحق محدث دہلوی جو سلسلۂ قادریہ میں اپنا بڑا ہی بلند مقام رکھتے اور علوم دینیہ میں امامت کے درجے پر فائز تھے شاہ صاحبؒ کو سماع اور قوالی وغیرہ پر ایک مستقل رسالہ لکھنا پڑا جو فارسی زبان میں چھپکر شائع ہوا ہے۔ اس موقع پر بہت اختصار سے شاہ صاحبؒ کی تحقیق پیش کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کیونکہ وہ صاحب البیت ادری بما فی البیت "

سماع :۔ باجہ اور راگ کا سننا وجد کرنا اور صوفیہ کی مجالس میں ساز اور بلا ساز کے

قوالوں کا مخصوص لحن کے ساتھ نعتیہ اور معرفت کے کلام کا گانا اور اس کو سننا اس میں مشایخ کرام کے اقوال اور افعال مختلف ہیں۔ ایک جماعت سرے سے سماع کی منکر ہے اور دوسری قائل اور تیسری توقف یعنی خاموشی اختیار کرتی ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ ابتدأ میں سماع سنتے تھے اور اہل سماع کے ساتھ بیٹھا کرتے تھے لیکن آخر میں ترک کر دیا، لوگوں نے وجہ پوچھی آپ نے فرمایا کس سے سنوں اور کس کے ساتھ سنوں آپ کا مقصد یہ تھا کہ جن کے ساتھ سنتے تھے اور بیٹھتے تھے اب وہ نہیں رہے کیونکہ وہ خود اہل تھے اور دوسرے بھی اہل تھے۔ چنانچہ مشایخ نے جب بھی اور جہاں بھی سماع میں شرکت کی آداب و شرایط کے ساتھ سنی تھی جیساکہ ان حضرات کی تصنیفات بھی اس پر شاہد ہیں اور یہ بھی بلا مزامیر کے اور کبھی کبھی نہ کہ ہمیشہ سنتے رہے ہوں اور عادت بنالی ہو پس جب کہ حضرت جنیدؒ نے آداب و شرائط کے نہ پائے جانے پر سماع ترک کر دیا تو دوسرے کی کیا مجال کہ زبان کھول سکے چند سطروں کے بعد حضرت محدث فرماتے ہیں یہ بھی صحیح روایت ہے کہ حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ جس مرید کو دیکھو کہ وہ سماع کی خواہش رکھتا ہے تو سمجھ لو اُس میں کچھ کھوٹ باقی رہ گیا ہے۔ حضرت محدث دھلوی۔ اپنے اس رسالہ میں پہلے یہ واضح کر دیتے ہیں کہ "شنیدن مزامیر باتفاق حرام است (مزامیر کا سننا بالاتفاق حرام ہے) اس کے بعد مسئلہ سماع میں مخالف اور موافق دلائل تفصیل کے ساتھ پیش کرتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں۔

تنبیہ :۔ یہ بات واضح ہو گئی کہ سماع کے بارے میں مشایخ طریقت کے افعال اور اقوال مختلف اور متعارض ہیں۔ اور اس میں بھی شک نہیں ہے کہ جہاں اقوال و افعال مختلف ہوں تو اس کا تقاضا یہ ہوتا ہے کہ خاموشی اختیار کی جائے اور دو ٹوک فیصلہ نہ کیا جائے۔

مگر یہاں یہ بات بھی سمجھ لینی چاہیئے کہ یہ خاموشی کس صورت میں بہتر ہوگی اور کونسی صورت ایسی ہے جس میں دو ٹوک فیصلہ نہیں کیا جا سکیگا۔ اس سلسلہ میں ایک بنیادی اور اصولی بات سمجھ لینی چاہیئے۔ اصولی بات یہ ہے کہ کسی ایک جانب دو ٹوک فیصلہ اس وقت کیا جاتا ہے جب اس کے دلائل اور وجوہات واضح ہوں اور اس کے اسباب نمایاں ہوں۔ اسباب اور وجوہات کے سلسلہ میں یہاں چند باتیں سامنے آتی ہیں۔ مثلاً تضیع اوقات۔ نفس کا غلبہ۔ خواہشات نفس کی فراوانی۔ احکام شریعت کی جانب سے بے توجہی اور لاپرواہی، اور فقدان نیت اور کسی قسم کے اچھے ارادہ کا نہ ہونا۔ نہ بہتر چیزوں کی پیروی۔ نہ اولیٰ اور ارجح کا اختیار۔

کرنا۔ گویا یہ سب بحث سے خارج ہے کہ شریعت کی منشاء معلوم کریں اور جو افضل و بہتر ہو اسپر عمل کریں کیونکہ جن کی یہ حالت ہو کہ وہ سماع و غنا سے خواہشات نفس پوری کریں اور احکام شریعت سے بے پرواہ ہو کر انہیں باتوں میں وقت ضائع کرتے رہیں ظاہر ہے وہ بہائم اور جانوروں کی شمار میں آتے ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ گم گشتہ راہ ہوتے ہیں۔

ایک اور جماعت ہے نفس پروروں کی۔ جن کو نہ طاعت و عبادت سے ذوق۔ نہ ذکر و تلاوت سے دلچسپی۔ نہ خلوت و مناجات میں لطف۔ ان سب سے محروم۔ اس بنا پر کہ فطرت ہی اُن کی ایسی تھی۔ یا اس بنا پر کہ تن آسان اور آرام طلب لوگوں کی صحبت نے ان کو ایسا کر دیا ہے۔ یہ لوگ جب نغمہ سنتے ہیں تو چونکہ نغمہ کی خاصیت یہ ہے کہ وہ باطن میں ہیجان پیدا کر دیتا ہے اور انسان کی توجہ کو متفرق باتوں اور طرح طرح کے خیالات سے ہٹا کر اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ ان کو ایک طرح کی لذت اور ایک قسم کا سرور وقتی طور پر حاصل ہوتا ہے اور اسی سے وارفتہ اور آپے سے باہر ہو جاتے ہیں اور ایک طرح کے فریب میں مبتلا ہو کر خود کو کامیاب اور اس حالت کو غنیمت سمجھتے ہیں اور اس کو احکام شریعت کی پابندی عبادت اور ریاضت پر ترجیح دینے لگتے ہیں نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ روز بروز دین و دیانت کے طریقے سے دور ہوتے جاتے ہیں نماز سے ان کو کچھ حاصل نہیں ہوتا اور یہ نماز نمائشی بھی کچھ عرصہ کے بعد چھوٹ جاتی ہے اور اگر کہیں اچھی آواز کے ساتھ اچھی صورت بھی مل گئی تو پھر کیا کہنا۔ (۳) ایک جماعت ہے جو تفریح اور قصہ کہانی کا ذوق رکھتی ہے اور وہ رموز اور اشارات و اسرار جس سے طائفہ وجودیہ اور باطنیہ متصف ہیں اپنے کو زمانے کا عارف اور کامل سمجھتے ہیں حالانکہ وہ بدمعاشوں کے غول کے سردار ہیں کاش ان میں یہ ذوق اور معرفت نہ ہوتا اور خشک نماز اور روزے کو بڑھیا کا ٹھیٹھ دین بنا لیا ہوتا تو اپنے ساتھ ایمان لے کر جاتے۔ (۴) جماعت یہ ہے جو احکام شریعت کو نہیں جانتی اور احادیث اور علماء حق کے اقوال کو نہیں سنا ہے یہ لوگ جاہل اور ناواقف ہیں ان کی تعلیم ہونی چاہیئے اور صحیح حکم سے باخبر کرنا چاہیئے۔ (۵) یہ جماعت کہتی ہے کہ ہم کو شریعت سے کوئی سروکار نہیں ہے ہم تو ان بزرگوں کے سلسلہ میں ہیں اور اپنے رشتہ کو ان لوگوں کے دامن سے باندھ لیا ہے اس سے زیادہ کی کیا ضرورت یہ لوگ کافر ہیں ان پر ارتداد کی سزا جاری کرنی چاہیئے اور تعزیر بھی۔ (۶) ایک جماعت کہتی ہے کہ ظاہری طور پر یہ طریقہ اور عمل خلاف سنت ضرور ہے مگر چونکہ بزرگوں نے

یہ عمل کیا ہے ان کا عمل بے سند نہ ہوگا ہم تقلیدی طور پر کرتے ہیں ان سے کہنا چاہیئے کہ بزرگوں نے جو کچھ کیا ہے وہ ایک مخصوص صورت کے ماتحت اور عالم مستی و بے خودی میں اور وہ بھی کبھی کبھی مصلحتاً وضرورتاً اور شرائط و آداب کے ساتھ نہ کہ اس کو عادت بنالیا ہو اور دوسروں کو کرنے کا حکم بھی نہیں دیا ہے تو وہ مصلحت وقت کی رعایت ذوق و کیفیت اور نیت اب کہاں ہے اگر آپ میں ہے اور یقینی طور پر آپ شرکت کرنے والوں میں مشاہدہ کرتے ہیں تو اللہ مبارک کرے...... ہم نے مانا کہ باجہ کے بغیر گانا مطلقاً حرام نہیں لیکن اب یہ خاص اجتماع ایک مخصوص کیفیت کے ساتھ کیا معنی رکھتا ہے؟ اور کیا بات ہے کہ پیروں کی پیروی میں صرف سماع کو چن لیا ہے اور باقی دینی باتوں کو نظر انداز کردیا ہے حاشا وکلا ان کو بزرگوں اور پیروں سے کوئی نسبت نہیں۔

حضرت محدث دہلوی فرماتے ہیں۔ بیشک ایک جماعت خواہ وہ کتنی ہی مختصر ہے ایسی بھی ہے جس نے صحیح جذبہ کے ساتھ راہ سلوک میں قدم رکھا ہے۔ ان کی تڑپ یہ ہے کہ وہ اکابر مشائخ اور بزرگان تصوف کی طرح کے کام کریں۔ انھوں نے جس نیت اور صحیح عقیدتمندی کے ساتھ لباس درویشی زیب تن کیا ہے ان کے دلوں میں درد ہے۔ اُن کا منشا اور نصب العین یہ ہے کہ مشائخ طریقت کے قدم بقدم چل کر وہ حالات اور وہ کیفیتیں حاصل کریں جو ان بزرگوں کو نصیب ہوئی تھیں۔ یہ لوگ ذکر، مراقبہ، ریاضت و مجاہدہ وغیرہ تمام باتوں میں اُن مشائخ کے طریقے اور ان کے راستے اختیار کرتے ہیں۔ وہ دنیا اور اہل دنیا سے الگ تھلگ ذاتی اغراض اور نفسانی خواہشات کو پس پشت ڈال کر انہیں مشاغل میں رات دن مصروف رہتے ہیں جو بزرگان طریقت نے تجویز فرمائے ہیں۔ یہ لوگ اگر مسئلہ سماع سے انکار اور سماع سے اجتناب کرتے ہیں تو ان کو خطرہ ہوتا ہے کہ جو کیفیت اور حالات اس راستہ سے ان بزرگوں کو میسر ہوئی تھیں شاید وہ ان سے محروم رہ جائے۔ یہ لوگ ان خصوصی کیفیات کے شوق میں سماع سنتے ہیں ان کے حالات ظاہر ہیں مذکورہ بالا لوگوں سے الگ ہیں ان کے لئے احکام بھی علیحدہ ہوں گے۔ مسئلہ سماع میں مختلف گروہوں کے مختلف حالات اور ان کے احکام بیان کرنے کے بعد حضرت محدث صاحب ایک ایسے گروہ کا تذکرۂ خیر فرماتے ہیں جو ان سب سے بلند ہے۔ حضرت محدث کے الفاظ بہت مختصر ہیں مگر آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

باز طائفہ اند کہ از شائبہ مزجہ نفس بلکہ تقلب قلب نیز بیرون آمدہ۔ و در صرف مقام صحو و

تمکین وتحقیق مقیم وستقیم شدہ ازہمہ بالاتر اند۔ اولئک علی ھدی من ربھم واولئک ھم المفلحون۔ (یعنی) ایک جماعت وہ ہے جو اپنے رنگ میں پختہ ہو چکی ہے۔ ان کے قلب کی کیفیت ایسی راسخ اور مضبوط ہوگئی ہے کہ کسی نفسانی خواہش کی آمیزش تو کبھی کیا ہوتی ان کی قلبی کیفیت میں کبھی تبدیلی بھی نہیں ہوئی۔ (مثلاً تواضع اور انکسار کی کیفیت ایسی پختہ ہو چکی ہے کہ اپنی بڑائی کا بھولے سے بھی تصور نہیں آتا) جذب اور سکر۔ وغیرہ سے ان کی شان بہت بلند ہے۔ یہ ہمیشہ باہوش خدا رسیدہ۔ دل بیار دوست بکار رہتے ہیں۔ بیشک یہ لوگ ہیں۔ قرآن شریف کی تصریح کے بموجب ہدایت یافتہ اور کامیاب رضی اللہ عنہم (ایسے حضرات کو سماع کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ کیونکہ جو حضرات سماع کے قائل ہیں وہ بھی علاج کے طور پر مثلاً غفلت یا انتشار کو دور کرنے اور جذبہ اور شوق پیدا کرنے کے لئے سماع کرتے ہیں۔ چونکہ ان بزرگوں کی قلبی کیفیت میں اس طرح کا انحطاط نہیں ہوتا اس لئے ان کو اس کی ضرورت بھی نہیں ہوتی، صحابہ کرام کی شان یہی تھی۔)

حضرت شیخ محدث رحمۃ اللہ علیہ نے تصویر کے ہر رُخ کو سامنے رکھ دیا ہے جس سے بآسانی یہ سمجھا جاسکتا ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو سماع رائج ہے قطعاً تمام صوفیاء قدیم اس کے مخالف اور منکر ہیں اور سماع مزامیر کے ساتھ تمام سلسلۂ طریقت میں ممنوع اور حرام ہے۔ تصوف اور سلوک سے اس کو دُور کا بھی واسطہ اور تعلق نہیں ہے۔ خلاصہ یہ نکلا کہ مغلوبین اہل سماع وغیرہ پر انکار اس واسطے نہیں کہ وہ تاویل سے یہ فعل کرتے ہیں تحلیل حرام صریحاً نہیں کرتے جس سے ان کا انکار واجب ہو اور پیروی ان کی اس وجہ سے نہ کرنی چاہئے کہ یہ امر مسنون نہیں۔ ادب یہی ہے کہ یہ کہا اور یہی کہا جائے بقول شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "نسبت صوفیہ غنیمت کبری است ورسوم ایشاں ہیچ نمی ارزد" سرکار دو عالم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد ہزاروں مسائل اختلافیہ کا حل ہے۔ الحلال بین والحرام بین وبینھما مشتبھات لا یعلمھن کثیر من الناس فمن اتقی الشبھات استبرأ لدینہ وعرضہ الخ نیز ارشاد ہے۔

دع ما یریبک الی ما لا یریبک الخ

قوالی وغیرہ طریقت کی چیزوں میں سے نہیں ہے۔ چاروں سلسلوں میں بیعت ہونے سے یہ ضروری نہیں ہے کہ تعلیم بھی سب کی ہو تعلیم ایک ہی طریقے کی ہو گی اور ہمارے مشائخ قدس اللہ اسرارہم طریقہ چشتیہ میں تعلیم فرماتے ہیں۔

اپنے اعمال پر مامون نہ ہو جانا اور اپنے نفس کے ساتھ بدگمانی رکھنا نہایت ضروری ہے۔ جب یہ حالت طاری ہو تو توبہ و استغفار میں مشغول ہونا چاہیئے اور جب فرحت و انبساط پیدا ہو تو اللہ تعالیٰ کا شکریہ ادا کرنا چاہیئے اور کسی حال میں اللہ تعالیٰ کی بے نیازی اور استغنا سے غافل نہ رہنا چاہیئے نہ اپنے اعمال پر بھروسہ کرنا چاہیئے بلکہ بھروسہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر ہونا چاہیئے اور اس کی رحمت سے کبھی مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ بتائے ہوئے وظیفہ پر پابندی کے ساتھ عمل کرتے رہیئے میں دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے آپ کو نوازے اور صراط مستقیم پر چلائے آمین۔ آپ بھی میرے لئے دعاء فرماتے رہیں۔ شجرہ کو ہر روز پڑھنا ضروری نہیں ہے کبھی کبھی پڑھ لینا اچھا ہے۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲۳ اپریل ۵۳ء

مکتوب ۵۵

جناب علیم اختر صاحب منیجر شمع نئی دہلی کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج مبارک۔

نکہت گل نے مشام کو معطر اور دل و دماغ کو مسرور کیا جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

حاشیہ مکتوب ۵۵: ـ یہ والانامہ حضرت مدنی قدس سرہٗ نے دوران علالت میں وصال سے چند ہی دن قبل جناب علیم اختر صاحب مظفر نگری کے مجموعہ کلام "نکہت گل" کے سلسلہ میں اپنے دست مبارک سے تحریر فرمایا۔۔۔ مجموعہ اس لائق ہے کہ ہر پڑھا لکھا اور اردو سے دلچسپی رکھنے والا ضرور اپنے پاس رکھے اور لطف اندوز ہو اور علیم صاحب کے ذوق کی داد دے۔

حسب ارشاد نشان زدہ اوراق پر خصوصی طور پر توجہ کی گئی۔ دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اپنی رضا اور خوشنودی اور قبولیت سے نوازے اور مزید توفیق عنایت فرمائے آمین۔

اس توجہ اور عنایت کا شکر گذار ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ صحت رو بہ ترقی ہے دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند۔ ۵ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۵۶

مولانا محمد داؤد علی صاحب نہٹور ضلع بجنور کے نام!

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

آپ کی تدریس و تبلیغ موجب صد شکر ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی جدوجہد سے باغہائے اسلامیہ کی سرسبزی و شادابی فرمائے آمین۔

جس قدر بھی ہو سکے اس راہ میں جدوجہد فرمائیں اور کسی قسم کی کسالت اور سستی کو راہ نہ دیں۔ نیز ذکر میں کبھی بھی ناغہ اور کسلمندی نہ کریں لوگوں سے اخلاق کے ساتھ ملیں اور وعظ و تقریر میں احادیث صحیحہ کو جس قدر بھی ممکن ہو ذکر فرمایا کریں مشکوٰۃ اس میں زیادہ مفید ہے۔ میں اے کلاس میں رکھا گیا ہوں ہر طرح سے خوش و خرم ہوں مرضیٔ مولیٰ از ہمہ اولیٰ۔ اس میں عند اللہ خیر ہوگی۔ مقدمہ چل رہا ہے ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں ۲۳ جولائی کو بحث اور ۲۵ کو فیصلہ کی تاریخ ہے استقامت کی دعاء فرماتے رہیں، والد صاحب کی خدمت میں کوتاہی نہ کریں اور اگر وہ اجازت دیں تو متعلقین کو اپنے پاس لیجائیں آپکو میرے متعلق کوئی فکر نہ ہونی چاہیئے، والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۷ رجب ۱۳۶۱ھ (نینی جیل الٰہ آباد)

مکتوب ۵۷

آپ کے ان واقعات پر جن کی بنا پر آپ سے قاضی صاحب اور بابا خضر صاحب کو رنجش ہو گئی (اگرچہ تفصیلاً معلوم نہیں ہوئے) افسوس ہوا۔ سب حضرات اپنے ہی ہیں بہر حال آپ کا استعفیٰ اور وہاں سے رام گاؤں آجانا انشاء اللہ اسی میں خیر ہو گی۔ یہاں پر آپ تبلیغی خدمات بھی مع تعلیمی خدمات کے انجام دے سکیں گے اور امید قوی ہے کہ کامیابی بہت ہو گی (انشاء اللہ) حاجات معاشیہ میں بھی یہاں آپ کو وسعت حاصل رہے گی ...... مسلمانوں کی دینی اور اخلاقی اصلاح میں نہایت خوش اخلاقی، شیریں زبانی اور عالی حوصلگی کا ثبوت پیش کیجئے، اور جس قدر جدوجہد اس میں ممکن ہو اس میں کوتاہی روا نہ رکھئے۔ لان یھدی اللہ بک رجلا خیر من ان تکون لک حمر النعم (او کما قال صلی اللہ علیہ وسلم) سورہ مزمل کا عمل دائمی طور پر جاری رکھئے اور ذکر کو مداومت کے ساتھ عمل میں لاتے رہئے اللہ آپ کی مدد فرمائے آمین۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ / شعبان ۶۳ھ

مکتوب ۵۸

آپ لوگوں کی نیک اور عظیم الشان سعی اور کوشش ہدایت خلق خدا سے بہت دل کو خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ مزید توفیق عطا فرمائے آمین۔ میرے محترم بھائیو! اس راہ میں مایوسی کو ہرگز ہرگز جگہ مت دیجئے نہ تکاسل اور کم ہمتی کو روا رکھئے اور

حاشیہ متن مکتوب ۵۷:۔ حدیث شریف کا ترجمہ یہ ہے کہ یہ بات کہ اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ کسی کو ہدایت بخش دے یہ بہتر ہے اس سے کہ آپ کو سرخ اونٹوں جیسی دولت ملے (سرخ اونٹ عرب میں بہت قیمتی دولت سمجھے جاتے تھے۔)

یقین جانئے کہ اس راہ میں آپ کا ہر قدم موجب اجر و ثواب ہے ...... اور سب سے زیادہ کامیابی بچوں کی تعلیم دینیات سے ہے اس لئے آپ کا خیال اجراء مکاتیب دینیہ بہت صحیح اور مفید ہے۔ ضرور کوشش کیجئے اس بنیاد کیلئے کسی کی حاضری ضروری نہیں ہے مسئلہ کو تعویق میں نہ ڈالنا چاہیئے میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ آپ اور برادرم جناب قادر بخش صاحب زید مجدہم کو اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے آمین۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۶؍ صفر ۶۴ھ۔

مکتوب ۵۹

محترما! یہ ابتلاءات ہیں صبر و شکر کی انتہائی ضرورت ہے تبلیغ اگرچہ ضروری اور مفید ہے مگر وہ فرض کفایہ ہے اور خدمت والدین فرض عین ہے، جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں ففیھما فجاھد الحدیث ان کے حکم کو مانئے اور ان کی خدمت کیجئے۔ نیز اہلیہ محترمہ کے حقوق ہیں "وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ" امامت و خطابت کی خدمات کو انجام دیتے ہوئے اگر کوئی صورت وہاں کی ہی ہو جائے تو بہتر ہے .... فارغ اوقات میں خدمات تبلیغیہ اپنے محل قیام یعنی قصبہ میں ہی انجام دیں۔ بے نمازیوں کو نماز کی ترغیب دیں۔ ان کو نماز اور جماعت کا پابند بنائیں نہ جاننے والوں کو نماز سکھائیں ؎

صبر کن حافظ بسختی روز و شب
عاقبت روزے بیابی کام را

ذکر میں کوتاہی نہ کریں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۳ ربیع الثانی ۶۴ھ۔

مکتوب ۶۰

جناب حکیم محمد احسن انصاری چٹیا گانگ مشرقی پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ' ۔مزاج مبارک۔

جناب کا والانامہ اور جناب حکیم عبدالحیٔ صاحب کے والانامہ سے احوال معلوم ہوتے رہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا ہے کہ وہ مقاصد دارین میں کامیاب فرمائے اور تمام مکروہات دارین سے محفوظ رکھے نیز امراض جسمانیہ وروحانیہ سے شفاء کلی عطا فرمائے آمین۔ ہم نالائقوں سے بجز دعا اور کیا ہو سکتا ہے۔

میرے محترم! دنیا میں تکالیف خواہ کسی قسم کی ہوں اہل ایمان کے لئے نعمتیں ہیں کفارۂ سیئات ہیں رفع درجات کے ذرائع ہیں، قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل (بخاری ص۸۴۳) وقال علیہ السلام مامن مصیبۃ تصیب المسلم الا کفر اللہ بھا عنہ حتیٰ الشوکۃ یشاکھا۔ (بخاری ص۸۴۳) وقال علیہ السلام مایصیب المسلم من نصب ولا وصب ولا ھم ولا حزن ولا اذیٰ ولا غم حتی الشوکۃ یشاکھا الا کفر اللہ بھا من خطایاہ۔ (بخاری ص۸۴۳)۔ وقال علیہ السلام من یرد اللہ بہ خیرا یصب منہ۔ (بخاری ص۸۴۳) ان صحیح اور نہایت قوی روایات کا مقتضی یہی ہے کہ مسلمان کو ان مصائب سے نہایت عظیم الشان فوائد حاصل ہوتے ہیں اور دار آخرت کے لئے بہت بیش بہا ذخیرہ حاصل ہوتا ہے اس لئے گھبرانا، مضطرب ہونا، شکوہ شکایت کرنا، رنجیدہ رہنا نہ چاہیئے بلکہ صبر کرنا نہیں نہیں شکر کرنا اور خوش ہونا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ نے ہم پر یہ انعامات

حاشیہ مکتوب ۶۰:۔ اس والانامہ میں جو احادیث آگئی ہیں ان کا ترجمہ اس سے پہلے کی جلدوں میں گذر چکا ہے۔ صبر اور شکر کی تحقیق کے لئے جلد دوم مکتوب ۱۳۷ ملاحظہ فرمایا جائے۔

نازل فرماتے ہیں جو دنیا میں اپنے خاص خاص بندوں انبیاء اللہ اور اولیاء مقربین پرنازل فرماتا رہتا ہے۔

محترما: اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل مت ہوجیئے اور ہمیشہ شکر گذار رہیئے۔ دنیا میں ہم پاک وصاف ہوجائیں اور آخرت کی تکلیفات سے ہماری رستگاری ہوجائے تو انتہائی کامیابی ہے۔خوش وخرم رہتے ہوئے اور تکلیفات مادیہ دنیاویہ کو مردانہ وار سہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے شکر گذار اور ذاکر بنے رہیئے۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ ا۔ اپنے اعزہ اور اقارب کو بھی سمجھا دیجئے اور ان کو بھی صابر وشاکر خداپرست رہنے کی تاکید فرمایئے ...... والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ' دیوبند ۱۸ ار محرم ۱۳۵۷ھ

مکتوب ۱۶۱

والدہ نور احمد صاحب کیرانہ ضلع مظفر نگر کے نام

محترمہ من زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ آپ کا خط مجکو مل گیا تھا روپے بھی مل گئے تھے میں نے آپ کے فرمانے سے رکھ لئے تھے مجکو اللہ تعالیٰ بہت دیتا ہے مدرسہ سے میری تنخواہ پانچ سو روپیہ سے زاید ہے۔ آپ کا بال بچوں کا ساتھ ہے آمدنی کم ہے آپ کو اپنے گھر اور بال بچوں پر خرچ کرنا چاہیئے ابکی تو میں نے آپ کے رنج کے ڈر سے رکھ لیا مگر آئندہ کبھی ایسا نہ کرنا مجکو بڑی ضرورت آپ بہنوں کی دعا کی ہے اللہ تعالیٰ اپنے فضل وکرم آپ کی اور ہماری اور سب مسلمانوں کی دین اور دُنیا کی مُرادیں پوری کرے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے ہماری خطاؤں اور گناہوں کو معاف کر کے اپنی جنت میں جگہ دے آمین۔

آپ کو جو کچھ پوچھنا ہو آکرے خط میں لکھ دیا کیجئے دیوبند سفر کرنے میں بڑی تکلیف ہوتی ہے بال بچوں کو اور عورتوں کو آنا جانا مشکل ہوتا ہے شریعت کی پابندی اور وظیفہ کو پڑھنے کا خیال رکھئے اور میاں انوار سلمہ، کے ابا کی خدمت اور ان کی تابعداری آپ کے لئے دین و دنیا میں بہت زیادہ کار آمد اور ضروری ہے ان کو جہاں تک ہو سکے خوش رکھئے۔

تنخواہ کو حج کے لئے روکنا اور بال بچوں پر تنگی کرنا سمجھ میں نہیں آتا اور پھر اسی کی وجہ سے یہ مقدمہ بازی کی لعنت سر لینا کس قدر غلطی ہے۔ بہر حال میں دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرے اور تمام مرادیں پوری کرے اور ہر قسم کی برائیوں اور تکلیفوں سے بچائے آمین۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند۔

مکتوب ۶۲

بھائی صاحب کا مستعمل کرتہ بھی پہونچا تشخیص اور عمل کے بعد معلوم ہوا کہ اس پر جادو کیا گیا ہے اس لئے اس پر دو عمل کیجئے انشاء اللہ شفا ہو جائیگی۔

(۱) کھانے کے نمک کو پیس کر اس پر باوضو مندرجہ ذیل آیت ایک ہزار ایک مرتبہ پڑھ کر پھونکئے اور کھانے میں صرف یہی نمک ملا کر دیا کیجئے چالیس دن تک متواتر ایسا ہی کھانا کھلایا کریں جس میں یہی نمک ڈالا گیا ہو۔ اس کی صورت یہ ہوتی ہے کہ یا تو اس کا کھانا علیحدہ پکایا جائے اور اس میں یہ نمک ڈالا جایا کرے یا گھر میں جو سالن پکتا ہے اس میں ابتداء سے نمک نہ ڈالا جائے جب پک جائے تو مریض کے لئے کھانا علیحدہ نکال کر پڑھا ہوا نمک ملا دیویں اور گھر کے کھانے میں بے پڑھا ہوا نمک حسب عادت ڈالا جائے، آیت حسب ذیل ہے۔

وَإِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا فَادَّارَأْتُمْ فِيهَا وَاللَّهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنتُمْ تَكْتُمُونَ فَقُلْنَا اضْرِبُوهُ بِبَعْضِهَا كَذَٰلِكَ يُحْيِي اللَّهُ الْمَوْتَىٰ وَيُرِيكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ۔

(۲) جاری پانی (دریا یا نہر کا) یا سات کنوؤں کا پانی ایک گھڑا بھر کر اس پر باوضو مندرجہ ذیل آیات گیارہ مرتبہ اور سورۂ فلق اور سورۂ ناس گیارہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پھونکیں اور مریض کو اس پانی سے تین گھونٹ پلائیں اور باقی ماندہ پانی سے سر پہ پانی ڈال کر نہلائیں بلا ناغہ چالیس دن تک یہی عمل کریں آیات یہ ہیں۔ فَلَمَّا أَلْقَوْا قَالَ مُوسَىٰ مَا جِئْتُم بِهِ السِّحْرُ إِنَّ اللَّهَ سَيُبْطِلُهُ إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ وَيُحِقُّ اللَّهُ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ فَغُلِبُوا هُنَالِكَ وَانقَلَبُوا صَاغِرِينَ وَأُلْقِيَ السَّحَرَةُ سَاجِدِينَ قَالُوا آمَنَّا بِرَبِّ الْعَالَمِينَ رَبِّ مُوسَىٰ وَهَارُونَ إِنَّمَا صَنَعُوا كَيْدُ سَاحِرٍ وَلَا يُفْلِحُ السَّاحِرُ حَيْثُ أَتَىٰ - یہ عمل اتوار کے دن سے شروع کیا جائے جاڑے میں دوپہر کو نہلایا جائے۔

(۳) شہد بھی پہونچا مگر آپ نے اس کی قیمت بالکل نہیں لکھی یہ طریقہ غلط ہے ..... مہربانی فرماکر شہد کی قیمت اور اگر کوئی اور رقم مجھ پر آتی ہو اس سے اطلاع دیں۔ حساب کا صاف رہنا اور پیسہ پیسہ کا حساب لینا ازبس ضروری ہے۔ یہی محبت اور یگانگت ہے معاملات کو بالکل صاف رکھنا چاہیئے۔

میں نے مولانا احمد اللہ صاحب کو لکھا ہے کہ وہ مولوی مسیح الزماں صاحب اور شیخ عبدالمجید صاحب کو فیصلہ میں شریک کریں مگر مجھے خوف ہے کہ کہیں یہ امران کو ناگوار خاطر نہ ہو جائے بہر حال اگر فیصلہ آپس میں ہو جائے تو بہتر ہے اللہ سب کو صلح و آشتی کی توفیق عطا فرمائے آمین۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۶ جمادی الاول ۱۳۷۲ھ

مکتوب ۶۳

جناب مولانا مقصود علی خانصاحب سنبھلی کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ہمشیرہ محترمہ کی وفات کی خبر سے صدمہ ہوا، اللہ تعالیٰ مرحومہ کی مغفرت فرمائے یہ موت حسب ارشادات نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ شہادت کی موت ہے اور پھر رمضان شریف میں واقع ہوئی ہے اس لئے مغفرت اور رحمات غیر متناہیہ کی قوی اُمید ہے۔ مہربان من! موت تو سب کو آنی ہی ہے مگر موت اگر امید افزا واقع ہو تو خوشی کی بات ہے پریشان ہونا بے موقع ہے ہاں دنیاوی حیثیت سے بے شک باعث صدمہ وملال ہے کہ چھوٹے بچے چھوڑے ہیں اور خاندان کے لئے ایک شریف النفس سمجھدار انسان کا غائب ہونا موجب حزن وملال ہے مگر اگر ایسا نہ ہو تو وہ امتحان جس کے لئے ہم کو اس دار کدر والاحزان میں لایا گیا ہے اور پر زور الفاظ میں چیلنج دیا گیا ہے۔ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْأَمْوَالِ وَالْأَنفُسِ وَالثَّمَرَاتِ، الآیہ۔ اس کے حصول کی اور درجاتِ عالیہ میں پاس ہونے والوں کو (وَبَشِّرِ الصَّابِرِينَ الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ أُولَٰئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوَاتٌ مِّن رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ وَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُهْتَدُونَ۔) حاصل کرنے کی نوبت کس طرح آسکتی ہے بہر حال دل کو محبوب حقیقی سے لگائیے اور دنیا کی ہر نعمت کو عارضی سمجھتے ہوئے جو کہ واقع میں ہالک اور زایل ہی ہے (كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ) اطمینان حاصل کیجئے۔

جہاں اے برادر نہ ماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند وبس

بابارشتہ سب سے توڑ، بابارشتہ حق سے جوڑ

اللہ تعالیٰ پس ماندوں کو نعم الخلف عطا فرمائے اور ان کو صبر جمیل اور اجرِ جزیل سے نوازے آمین۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹ شوال ۱۳۵۹ھ

مکتوب ۶۴

وساوس اور خطرات کے علاج کے تین طریقے سہل بالفعل ہیں ایک یہ کہ کوشش برابر ذکر اور نماز میں جاری رہے کہ جب بھی کوئی خطرہ آئے تو فوراً اس کو دفع کیا جائے حدیثِ نفس پیدا ہو تو فوراً کاٹ دیا جائے آگے بڑھنے نہ دیا جائے اس سے شیطان اور خناس کا زور آہستہ آہستہ کم ہو جاتا ہے قرآن مجید میں ہے (اِنَّ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا اِذَا مَسَّھُمْ طَآئِفٌ مِّنَ الشَّیْطَانِ تَذَکَّرُوْا فَاِذَا ھُمْ مُّبْصِرُوْنَ) اس عمل کو برابر کرتے رہیں انشاء اللہ آہستہ آہستہ کمی ہوگی۔ دویم یہ کہ روزانہ ایک سو مرتبہ سورہ ناس باتصور معنی یعنی جی لگا کر کسی وقت میں پڑھ لیا کریں اگر ان دونوں پر عملدرآمد ہو تو فبہا۔ سویم مخصوص نماز کے ساتھ ہے اس کو صراط مستقیم میں ذکر کیا گیا ہے۔ ص۲۶ سطر گیارہ کو ملاحظہ فرمائیے یہ کتاب نہایت مفید اور عجیب کتاب ہے۔ آپ جو فرماتے ہیں کہ ذکر قلبی کے ساتھ ساتھ سانس سے بھی ذکر جاری ہو جاتا ہے تو اس کے متعلق میں ۲ دو مرتبہ آپ کو لکھ چکا ہوں ...... اثناء ذکر میں تھوڑی دیر کے بعد یہ کلمات جی لگا کر بطور دعا پڑھتے رہیں۔ اَللّٰھُمَّ اَنْتَ مَقْصُوْدِیْ تَرَکْتُ الدُّنْیَا وَمَا فِیْھَا جَمِیْعًا لِوَجْھِکَ فَامْنُنْ عَلَیَّ بِوَصْلِکَ التَّامِ وَرِضَاءِکَ الْکَامِلِ۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ شعبان ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۶۵

مولانا محمد اسمٰعیل صاحب خطیب و امام مسجد خواجگان پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم　　السلام علیکم و رحمۃ اللہ... قرآن شریف کا مشغلہ اور اس میں دل کا لگنا اور اس کے پڑھنے میں کیفیات عجیبہ اور سرور کا پیدا ہونا اور اس طرح لذت اور لطف کا ظہور کہ چھوڑنے کو جی نہ چاہے نہایت عظیم الشان نعمت ہے اللّٰھم زد فزد۔ اس پر جس قدر بھی شکر کیا جائے وہ کم ہے ھنیئاً لارباب النعیم نعیمھم۔

محترما! سلوک کے طریقوں میں یہ طریقہ نہایت قوی اور عمدہ ہے اگرچہ اس میں مدت زیادہ لگتی ہے مگر نہایت مامون اور محفوظ طریقہ ہے خطرات سے بالکل خالی ہے۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی طریقہ ہے مبارک ہو۔ ذکر کے طریقہ میں اگرچہ مدت کم لگتی ہے عشق کی سوزش اور محبت محبوب حقیقی کی آگ تیزی کے ساتھ منزل مقصود کی طرف جلد پہونچا دیتی ہے مگر اس میں خطرات اور مخاوف بہت ہیں بہرحال

حاشیہ مکتوب ۶۵ ۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ اور سلطان المشائخ حضرت مولانا مدنیؒ ان ہر دو بزرگوں و نیز دیگر قدماء صوفیاء کا اتفاق اس بات پر ہے کہ قرآن مجید سے جو سلوک پیدا ہوتا ہے وہ نہایت قوی اور پائدار ہوتا ہے جو دوسری صدی ہجری تک اسی طریقہ کا مرہون منت رہا بعد کو جب بدعات اور حُبِّ الدنیا کا غلبہ ہوا اور قلوب میں وہ پہلی سی صلاحیت باقی نہ رہی تو اطباء روحانیین نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق تدابیر سے کام لے کر ابتداءً ذکر و شغل کا سلسلہ جاری فرمایا اس میں بڑی کامیابی ہوئی یہ طریقہ عوام کے لئے تو کارآمد ہوا لیکن خواص کے لئے سلوک بالقرآن ہی میں سب کچھ حاصل ہوا۔ ہمارے حضرت مولانا مدنیؒ پر سلوک بالقرآن اور صحابۂ کرامؓ کی نسبت کا ایسا کھلا ہوا غلبہ تھا جو اس آخری چودھویں صدی میں ہی دیکھنے میں آیا۔ چنانچہ آپ کے کارناموں اور عام زندگی کے اندر دینی رنگ غالب تھا۔ خواجہ حکیم سنائیؒ نے خوب بات فرمائی ہے ارشاد ہوتا ہے۔

(باقی صفحہ ۲۰۰ پر)

اس طریق میں جس قدر جد وجہد ہو سکے عمل میں لاتے رہیئے ہاں اگر یہ تصور بندھ سکے کہ پروردگار عالم میری زبان سے پڑھ رہا ہے اور میرے نفس کو اور تمام اپنے بندوں کو شہنشاہی خطاب اپنی عظمت اور جلال کی شان اور رافت ورحمت کی صنعت سے کر رہا ہے تو بہت بہتر ہے۔ معانی کا دھیان رکھتے ہوئے عمل فرمائیں۔ انشاء اللہ بہتر نتائج پیدا ہوں گے۔ تعلیمات دینیہ سے بھی نسبت میں قوت پیدا ہوتی ہے اس میں

بقیہ صفحہ ۱۹۹ ؎ عروس حضرت قرآن نقاب آنگہ براندازد ؎ کہ دار الملک ایماں را مجرد بینی از غوغا ؛ لیکن جن حضرات کے سلوک وتصوف کا دار مدار محض ذکر وشغل اور معقولاتی طریق بحث ونظر ہی رہا ہو ان کے بارے میں بھی حکیم سنائی مرحوم نے فیصلہ سنا دیا ہے۔ ؎

عجب نہ بود گر از قرآن نصیبے ماست جز حرفے — کہ از خورشید جز گرمی نہ بیند چشم نابینا

باقی رہا اگر کوئی شخص صوم وصلوٰۃ وغیرہ کا پابند اور عقائد اہل سنت رکھتا ہو وہ اگر ذکر و اذکار کا پابند نہ ہو اور قرآن مجید کی تلاوت ہی کا خوگر ہو تو امید کی جا سکتی ہے کہ یہ تلاوت قرآن اُن ذکر و اذکار سے بدرجہا بہتر اور مثمر برکات ہوگی۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اور بھی والا ناموں سے اس پر روشنی پڑتی ہے۔

دعاء ختم قرآن کا ثبوت کسی حدیث کی کتاب سے ثابت نہیں ہے یعنی یہ دعاء جو کہ صدق اللہ العلی العظیم سے شروع ہو کر کثیراً کثیراً پر ختم ہوتی ہے البتہ حضرت ملا علی قاری نے شرح عین العلم میں بعد تلاوت قرآن مجید اس دعاء کو ذکر فرمایا ہے۔ اللّٰھم ارحمنی بالقرآن واجعلہ لی اماما ونورا وھدی ورحمۃ۔ اللّٰھم ذکرنی منہ مانسیت وعلمنی منہ ما جھلت وارزقنی تلاوتہ آناء اللیل والنھار واجعلہ حجۃ لی یا رب العالمین۔

نیز حضرت مولانا محمد یعقوب چرخی سے منقول ہے کہ صحابہ کرام بعد تلاوت قرآن مجید اس درود شریف پر مواظبت رکھتے تھے۔ اللّٰھم صل علی محمد وآلہ وصحبہ بعدد ما فی جمیع القرآن حرفاً حرفاً وبعدد کل حرف الفاً الفاً۔

تیسرے سوال کا جواب میری سمجھ میں اس وجہ سے نہیں آیا کہ اصل سوال جواب کے ساتھ نہیں بھیجا گیا۔

اصلاحی

بھی کوشش فرماتے رہیں اور مغتنم سمجھیں اللہ تعالیٰ اپنا فضل شامل حال فرمائے۔ آمین۔

اتباع سنت میں کوتاہی کو روا نہ رکھیں۔

(۱) دعاء ختم قرآن مذکور میری نظر سے کسی حدیث کی کتاب میں نہیں گذری اتنی فرصت نہیں ہے کہ کتابوں میں تلاش کروں۔

(۲) لفظ نُسیت یا نسیت کا حکم ایجابی نہیں ہے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے نسیت نسیان بصیغۂ مجرد و معروف کو بھی مختلف روایات سے ثابت کیا ہے۔

(۳) قوت حافظہ کے لئے سورۂ فاتحہ اکتالیس ۴۱ بار مع بسملہ روزانہ بعد عصر پڑھ کر سینہ پر دم کر لیا کریں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ

مکتوب ۶۶

حافظ سادات حسن صاحب دیوبندی مقیم مرادآباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ صوبے دار صاحب اور ان کے رفیق صاحب کے احوال پر اطلاع ہوئی .... والدہ صاحبہ دام مجدہا سے بعد از سلام مسنون عرض کر دیں کہ آپ کو اس دنیائے ذلیلہ میں بار بار رنج دینے والے اور دل کو توڑنے والے صدمات پیش آرہے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے

حاشیہ مکتوب ۶۶۔ یہ والا نامہ زمانہ اسارت میں نینی جیل سے تحریر فرمایا گیا ہے صوبیدار صاحب سے مراد حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ جو کہ اس زمانہ میں جمعیۃ علماء ہند صوبہ متحدہ کے ناظم تھے اور بریلی سنٹرل جیل میں مجاہد ملت مولانا حفظ الرحمن صاحب مدظلہ کے ہمراہ برطانیہ کے مہمان تھے۔ آپ کے والد صاحب کو مرض الوفات شروع ہو گیا تھا آپ نے پیرول کی درخواست دی تھی منظور نہیں ہوئی۔ والد صاحب رحلت فرما گئے۔ والدہ صاحبہ سے مراد مولانا محمد میاں صاحب موصوف کی والدہ ہیں۔

وعظ اور نصیحت کرنے والے یاد دلانے والے پیغام سمجھئے اور ذرا بھی دل میں تشویش اور قلق کو جگہ نہ دیجئے انسان اِن چیزوں سے دل لگا بیٹھتا ہے اور اصلی محبوب سے بے پرواہ اور غافل ہو جاتا ہے حالانکہ صرف وہی ذات پاک دل لگانے کے قابل ہے اور سب ہیچ ہیں قدرت ان کو بار بار جگاتی اور جھنجھوڑتی ہے کہ یہ چیزیں خواہ اپنے اعضاء ہوں یا اپنی اولاد یا رشتہ دار یا ماں باپ وغیرہ سب کے سب فانی اور جدا ہونے والے ہیں صرف ایک ذات رب الارباب کی باقی رہنے والی وفا کرنے والی حقیقی معنوں میں نفع دینے والی ہے اسی سے اور صرف اسی سے دل لگایئے۔ ؎

جو چمن سے گذرے تو اے صبا تو یہ کہنا بلبل زار سے

کہ خزاں کے دن بھی ہیں سامنے نہ لگانا دل کو بہار سے

اب آپ کی ضعیفی کی گھڑیاں یاد خداوند حقیقی اور صرف اسی کی یاد میں گذرنی چاہئیں جس قدر بھی ممکن ہو اللہ کا ذکر کیجئے اور جملہ افکار کو پیچھے ڈالئے آپکا ایک ناکارہ خادم میں بھی ہوں میرے لئے بھی اپنی اولاد کے ساتھ دعاؤں میں حصہ رکھئے۔

والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۰ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۶۷

جناب محمد موسیٰ صاحب موٹا براچھ ضلع سورت کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب کہ حکیموں کی بھی رائے ہے اور ضرورت بھی ہے تو نکاح کا جلد از جلد انتظام کرنا چاہیئے، اور مصارف میں جہاں تک ممکن ہو کمی کرنی چاہیئے رواج کے مطابق مصارف سے بچنا ضروری ہے۔ اس زمانہ میں فضول خرچی کو جاری رکھنا قومی زندگی اور دیانت

کے لئے از حد نقصان دہ ہے۔ اگر بغیر قرض کام نہ چل سکے تو سخت ضروری خرچ کی مقدار میں قرض لیجئے حسب احادیثِ صحیحہ اس کا تکفل باری تعالیٰ خود فرمائیگا۔ پاس انفاس اور ذکر سے ہرگز تغافل نہ کریں زیادہ سے زیادہ وقت ذکر میں خرچ کریں یہی کار آمد ہے اتباع شریعت میں کوتاہی روانہ رکھیں، سورۂ فاتحہ کے عمل کی اجازت دیتا ہوں ...... مذاق العارفین کا مطالعہ مناسب ہے مگر اتنا تشدد نفس پر نہ کیجئے کہ صحت پر اثر پڑے۔ ہمارے زمانہ کے اعضاء اور اغذیہ اُس تشدد کے متحمل نہیں جو اس زمانہ اور ان اقطار اور امزجہ کے مناسب تھے۔ اعتدال کو ملحوظ رکھئے .... والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۹ محرم ۱۳۷۳ھ دیوبند

مکتوب ۶۸

محترما! مایوس نہ ہونا چاہیئے اور مردانہ ہمت کے ساتھ یاد خداوندی میں انہماک کرنا چاہیئے، پاس انفاس میں کوشش جاری رکھئے اور غیر وقت معین میں بھی خواہ وضو ہو یا نہ ہو حتی کہ پیشاب پاخانہ کرتے ہوئے بھی اس کو کرتے رہنا چاہیئے

حاشیہ مکتوب ۶۷۔ یہ والانامہ جان ہے سارے تصوف و سلوک کے اذکار و اشغال پر عملدرآمد کرنیکا۔ چونکہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ فن کے مجتہد اور محقق ہیں اس لئے زمانہ حال اور زمانہ قدیم کے اعضاء اور غذاؤں وغیرہ کے فرق مراتب کو ملحوظ رکھکر اعتدال اختیار کرنیکا حکم صادر فرمایا ہے اور یہ وہی کر سکتا ہے جو کامل اور محقق ہونے کے ساتھ ساتھ مرید کی صلاحیت اور استعداد کو اپنی فراست اور حذاقت سے سمجھتا ہو اور حکمت ایمانی اور طب روحانی پر نہ صرف اس کی نظر ہو بلکہ اس سے بھرپور ہو۔

حاشیہ مکتوب ۶۸۔ اس والانامہ سے غائبانہ بیعت کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ تفصیل دوسری جگہ کر دی گئی ہے۔

اور اس کی اس قدر مشق کیجئے کہ بے اختیار اور بلا ارادہ ہونے لگے۔ خطرات اور وساوس کی وجہ سے ذکر ترک مت کیجئے آہستہ آہستہ اِن میں بھی کمی ہو جائے گی کتنے بھی وسوسے آئیں ذکر کرتے رہیں جس طرح سیلاب آتا ہے اور اس پر خس وخاشاک بہتے رہتے ہیں اسی طرح یہ وساوس اور خیالات ہیں ہرگز ہرگز ان سے متاثر ہو کر ہمت مت ہارئے علاوہ پاس انفاس اسمِ ذات (اللہ) زبان سے آہستہ آہستہ دن رات میں دس ہزار مرتبہ کر لیا کیجئے خواہ ایک مجلس میں ہو یا چند مجالس میں اس مقدار میں کمی نہ ہو ذکر اسم ذات کرتے ہوئے یہ خیال اور دھیان رکھئے کہ میرا محبوب صرف اللہ تعالیٰ ہے اس کی محبت کی وجہ سے زبان اسی کا نام لے رہی ہے اور میں اس کے سامنے ہوں وہ مجکو دیکھ رہا ہے۔ اَلَمْ یَعْلَمْ بِاَنَّ اللّٰہَ یَرٰی۔ (کیا انسان نہیں جانتا کہ اللہ تعالیٰ اس کو دیکھتا رہتا ہے) والدہ ماجدہ کو میں نے بیعت کر لیا ان کو اتباع شریعت کی تاکید اور تسبیحات ستہ کی تلقین کر دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۶۹

مولانا ظل الحق صاحب مرحوم عاصم گنجی آسام کے نام،

آپ کا لڑکا عبد الحق اگرچہ دورۂ حدیث اور تفسیر سے فارغ ہو گیا ہے مگر کچھ ضروری کتابیں باقی رہ گئی ہیں جن کو پڑھ لینا ان کی تکمیل علم کے لئے ضروری ہے اس بنا پر وہ آئندہ سال بھی دارالعلوم میں پڑھنا چاہتا ہے واقعی ان کا کہنا بالکل معقول ہے اس بنا پر میں آپ سے سفارش کرتا ہوں کہ جہاں آپ نے مدت تک انکے تعلیمی اخراجات برداشت کئے ہیں اور ایک سال بھی بخوشی ان کو اجازت دیدیں مولانا احمد علی صاحب کی زبانی معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ نے آپ کو کافی دولت

عطا کی ہے آپ پر اس کا شکریہ ادا کرنا ضروری ہے۔ آپ جیسے صاحب دولت کا لڑکا تعلیمی اخراجات صرف اس سال کے لئے برداشت کرنے سے ہمت ہار جاتے، بالکل خلافِ انصاف ہے خدا کی راہ میں خرچ کیجئے خدا آپ کو زیادہ دے گا۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ارشعبان ۱۳۷۴ھ۔

مکتوب ۷

جناب مولانا محمد ابوذر صاحب محلہ سلیم پور پٹنہ بہار کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ مورخہ ۲۹ محرم باعثِ سرفرازی ہوا یاد فرمائی کا شکرگذار ہوں، بحمد اللہ خیریت سے ہوں موسمی بخار (ملیریا) تھا بفضلہ تعالیٰ جاتا رہا۔ ضعف تو مقتضائے عمر ہے بحمد اللہ مشاغل یومیہ جاری ہیں اگر کوئی مانع نہ ہوا تو انشاء اللہ تعالیٰ ۲۳ اکتوبر کی صبح مونگیر جاتا ہوا دہلی ایکسپریس سے میں پٹنہ سے گذروں گا ممکن ہے کہ جناب کی زیارت ہو جائے اور مسئولہ عنہا کا جواب حسب ذیل ہے۔

(۱) اوراد و وظائف میں برکت صاحب مجاز کی اجازت سے ہوتی ہے اور بعض موثر وظائف میں تاثیر ہی موقوف اجازت پر ہے کیونکہ صاحب مجاز زکوٰۃ وغیرہ دئے ہوتا ہے جس طرح طب کی کتابیں دیکھکر مریض اپنا علاج نہیں کر سکتا اسی طرح ضیاء القلوب وغیرہ کتب سلوک سے تصوف کا سلوک غلط کاری ہے

حاشیہ مکتوب ۷۔ مطائی حضرت مرشدنا العلامہ! لازالت شموس فیضانہ بازغۃ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،۔ آپ کی علالت کی خبر ملی جس سے سخت تشویش ہوئی تھی لیکن الحمد للہ کہ پھر صحت کی خبر مل گئی اس علالت کے بعد آپ کے ضعف وغیرہ کی کیا حالت ہے اور اب درس وغیرہ اور مشاغل یومیہ تو غالباً جاری ہوں گے ؟ (باقی صفحہ ۲۰۶ پر)

ہاں وظائف عامہ جن سے مقصد صرف ثواب اخروی ہے تاثیر فی القلب والروح اور انقلاب اخلاق واحوال نہیں ہے اس میں بلا اجازت عملدر آمد کرنے میں حرج نہیں ہے اعمال سلوک کے لئے مرید ہونا کافی نہیں ہے بلکہ ہر عمل کے لئے شیخ کی خصوصی اجازت ضروری ہے (کہ سالک بے خبر نہ بود زراہ و رسم منزلہا)

کیا قرابادین وغیرہ کتب سے غیر طبیب استفادہ کر کے کامیاب ہو سکتا ہے۔

(۲) دلائل الخیرات اور بین الفرض وسنت الفجر سورہ فاتحہ کی آپ کو اجازت دیتا ہوں اگر کسی معذوری کی وجہ سے کبھی کبھی بعد الفرض سورۂ فاتحہ پڑھیں تو حرج نہیں۔

(۴) خواتین کو تسبیحات ستہ پڑھنے کی اجازت ہے اگرچہ وہ داخل سلسلہ نہیں ہیں۔

والسلام دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

ننگِ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ یکم صفر ۱۳۷۳ھ

(بقیہ صہ ۲۰۵) وظائف وغیرہ کے لئے صاحب مجاز سے اجازت حاصل کرنے کی کیا حیثیت ہے؟ کیوں اور کس لئے۔ اوراد و اعمال مندرجہ سلاسل طیبہ و ضیاء القلوب۔ کے لئے آپ کے مریدین کو بھی اجازت کی ضرورت ہے؟ یا بیعت ہی ان اوراد کی اجازت کو بھی مشتمل ہے؟

(۲) دلائل الخیرات اور سنت و فرض صبح کے درمیان سورۂ فاتحہ اکتالیس ۴۱ بار پڑھنے کی اجازت کا طالب ہوں۔ دلائل الخیرات پڑھنے کا کیا طریقہ ہے؟ سورہ فاتحہ کے اول و آخر درود بھی پڑھنا ہوگا اور کتنی بار۔ اگر کسی دن سنت و فرض کے درمیان موقعہ نہ ملے تو بعد فرض پڑھا جا سکتا ہے؟

(۳) ہمارے بھائی کی بعض خواتین جو آپ سے بیعت نہیں ہیں تسبیحات ستہ کی اجازت طلب کرتی ہیں التجا ہے کہ اپنی دعوات صالحہ سے ناکارہ کو محروم نہ فرمائیں گے۔ والسلام۔ خویدم مکرم محمد ابوذر الحبیبی ہندوستانی دواخانہ پٹنہ مارکیٹ ۲۲ - ۱۹ محرم ۱۳۷۳ھ :- جو خطوط حضرت رحمۃ اللہ کے دست مبارک کے نہیں ہیں وہ مکتوبات میں کہیں درج نہیں کئے گئے ہیں اس لئے جو خطوط روایت بالمعنی کے طور پر ہیں ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔ (اصلاحی)

مکتوب ۱۷۱

جناب مولانا عبدالرؤف صاحب کچھاری ضلع نوگاؤں کے نام

درگور برم از سر گیسوئے تو تارے تا سایہ کند بر سر من روز قیامت

آپ کا اذکار میں ناغہ کرنا غلط ہے اذکار کو جاری رکھئے۔ فرصت نہ ہو تو دوسرے وقت میں پورا کر لیا کیجئے۔ کتابوں کو مطالعہ کر کے ہمیشہ پڑھایا کیجئے اور طالب علموں کو سمجھانے میں کمی نہ کیا کیجئے۔ خواب بہت عمدہ ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے اس شعر سے جو کہ اوپر درج ہے خواب کی حقیقت معلوم ہو گی۔ اس سال بانس کنڈی کا جانا ابھی تک سمجھ میں نہیں آیا مولانا احمد علی صاحب کا خط آیا تھا...... ایک جگہ کسی جگہ جاتا ہوں تو لوگ ہمیشہ کے لئے تقاضہ کرنے لگتے ہیں۔ ٹانڈہ ہندوستان کے وسط میں ہے۔ سب جگہ کے لئے لوگوں کو آسانی سے آنا اور رہنا ممکن ہوتا ہے بہرحال ابھی تک رمضان میں رہنا سمجھ میں نہیں آیا آئندہ کیا رائے ہو گی واللہ اعلم۔

والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۵ صفر ۱۳۷۶ھ دیوبند

حاشیہ مکتوب ۱۷۱ ۔ صفِ اوّل کے علماء میں مولانا آزاد مرحوم اور مولانا مدنی قدس سرہ کا ذوقِ شعری مسلم رہا ہے۔ مکتوبات شیخ الاسلام کی ہر چہار جلدیں شاہد عدل ہیں۔ کوئی شعر کمتر درجہ کا ان بزرگوں کے یہاں پڑھنا اور لکھنا بد مذاقی تھی۔ مکتوبات کے سلسلہ میں کئی سو اشعار عربی و فارسی اور اردو کے نظر سے گذرے اور نہ جانے کتنے دوہے ہندی کے دیکھے گئے۔ مگر ہر ایک اپنی جگہ پر حد درجہ موزوں و برمحل اور موقع کے مناسب تھا۔ اس والا نامہ میں جو شعر پیشانی پر درج ہے اپنی معنویت کے اعتبار سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے جذبات اور تاثرات کا آئینہ دار ہے۔ بہت ہی خوب شعر ہے۔

اصلاحی

مکتوب ۷۲

جناب مولانا عبدالرزاق صاحب دربھنگہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔۔۔۔ مہاجن صاحب کا یہ معاملہ نہایت افسوس ناک ہے اگر انہوں نے جلد توبہ نہ کی تو اس کا خمیازہ انشاء اللہ جلد چکھیں گے۔

آپ نے جو صورت دعوی کے دفع ظلم اور جلب مصلحت کے لئے لکھی ہے۔ اس کے متعلق میں عبارت شامی کی پیش کرتا ہوں۔

الدر المختار جلد ۵ صـ ۳۰۳ الکذب مباح لاحیاء حقه ودفع الظلم عن نفسه والمراد التعریض لان عین الکذب حرام قال وهو الحق ۔ اھ ۔ شامی فی الحاشیة

حاشیہ مکتوب ۷۲ ۔ شامی اور دُر مختار کی مذکورہ بالا عبارتوں کا ترجمہ جلد سوم میں گذر چکا ہے ۔ مزید توضیح کے لئے ملل ونحل ابن حزم جلد پنجم کے صـ ۵ کی عبارت کا مفہوم درج کر دیا جاتا ہے تاکہ ابن حزم وغیرہ کے متبعین کو زیادہ غصہ نہ ہو ۔ فرماتے ہیں ہر جھوٹ گناہ نہیں ہے بلکہ اس میں سے وہ جھوٹ بھی ہے جو واجب ہوتا ہے اور انسان اس کے چھوڑ دینے سے گنہگار بن جاتا ہے اور آنحضرت صلعم سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا وہ جھوٹا نہیں جو لوگوں میں صلح مصالحت کرتا ہے جو خیر پھیلاتا ہے اس لئے اہل اسلام کا اس پر اتفاق ہے ۔ اھ ۔ امام عزالدین بن عبدالسلام رحمہ اللہ قواعد کبری میں لکھتے ہیں ۔ یعنی کذب معصیت ہے حرام ہے سوائے اس کذب کے کہ جس میں کسی خیر ومصلحت کا حاصل کرنا ہو اور کسی فساد ونقصان کی مدافعت ہو یہ کذب کبھی جائز ہوتا ہے اور کبھی واجب ۔

مثلاً کوئی بے گناہ انسان کسی ایسے ظالم سے جو اس بے گناہ انسان کے ہاتھ کاٹنے کا ارادہ کر چکا ہے کسی کے پاس آکر روپوش ہو جائے اور وہ ظالم اس شخص سے جس کے پاس یہ بیگناہ روپوش ہے دریافت کرنے لگے کہ فلاں شخص کہاں ہے اور وہ یہ کہہ دے کہ میں نے نہیں دیکھا تو یہ جھوٹ سچ سے بہتر ہے کیونکہ یہ جھوٹ بولنا واجب ہو گیا اس لئے کہ عضو کی حفاظت کے

(باقی صـ ۲۰۹ پر)

واعلم ان الکذب قد یباح وقد یجب والضابط فیہ کما فی تبیئن المحارم وغیرہ عن الاحیاء ان کل مقصود محمود یمکن التوصل الیہ بالصدق والکذب جمیعا فالکذب فیہ حرام وان امکن التوصل الیہ بالکذب وحدہ فمباح ان ابیح تحصیل ذلک المقصود وواجب ان وجب تحصیلہ کما لو رأی معصوما اختفی من ظالم یرید قتلہ او ایذاءہ فالکذب ھھنا واجب وکذا لو سألہ عن ودیعۃ یرید اخذھا یجب انکارھا فمہما کان لا یتم مقصود حرب او اصلاح ذات البین الخ ....

شامی کی اس مفصل عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تعریض بلکہ کذب صریح بھی خاص خاص صورتوں میں جائز ہے یہ عبارت بغور پڑھئے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ صورت مذکورہ میں دروغ گوئی کی اجازت ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

بقیہ حاشیہ صـ۲۰۸ـ مصالح زیادہ اہم ہیں بہ نسبت ایسے گناہ کے جس میں نہ نفع ہو نہ نقصان اور جس میں سراسر ضرر ہو جیسے صورت مذکورہ میں تو پھر معاملہ بالکل واضح ہے اور اس سے بہتر صورت یہ ہے کہ وہ ظالم اس کے قتل کے درپے ہو اور یہ بے گناہ مظلوم آکر اس کے پاس چھپ جائے اور ایسے ہی کوئی دوشیزہ یا مرد کسی بدکار سے جو بُری نیت سے اس کے درپے ہو بھاگ کر اس کے پاس چھُپ جائے تو یہاں بھی جھوٹ بولنا واجب ہو جاتا ہے اور اسی قبیل سے وہ شخص ہے جو شرک یا کسی نوع کفر پر مجبور کیا جاتا ہو۔ خلاصہ بحث یہ ہے کہ اس طرح کے مسائل کا حل بھی شریعت کے صحیح علم پر موقوف ہے بشرطیکہ اسلاف کی خدمات کا اعتراف اور احترام ہو۔ کتاب الاذکار نووی وغیرہ میں بھی ایسا ہی ہے۔

مکتوب ۱۳۷

مولوی محمد جلیل صاحب بیرواں چندن پور گورکھپور کے نام،

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ (۱) اپنے حق کے حصول کے لئے اگر بغیر جھوٹ بولنے کے کام نہ چل سکے تو یقیناً جائز ہے اسی طرح رشوت دینا بھی اس وقت جائز ہے جب کہ اپنا کوئی حق رشوت دینے کے بغیر حاصل نہ ہو سکتا ہو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس قسم کی تصریحات فرمائی ہیں اور فقہاء کرام بھی تصریح فرما رہے ہیں البتہ یہ دونوں چیزیں کسی دوسرے سے حق تلف کرنے کے لئے جائز نہیں ہیں اس لئے آپ کو تردد نہ کرنا چاہیئے۔

(۲) جیسے اصل اور جائز حقوق کے لئے مدعی کو بوقت ضرورت جھوٹ کا جواز ہے ایسے ہی شہود کے لئے بھی بقدر ضرورت جواز ہوگا۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

حاشیہ مکتوب ۱۳۷۔ یہ والانامہ بھی اسی طرح کا ہے اور نہایت صاف ہے۔ سمجھ کر پڑھنا چاہیئے اور جلد بازی سے بلا خاص ضرورت رشوت اور جھوٹ کا پرچار نہ کرنا چاہیئے۔ باقی متقی تو وہ ہے جو شُبہ سے بھی بچے۔ جو احکامات اوپر ذکر کئے گئے ہیں وہ اہل علم اور اسباب فہم جن کو دین کی معرفت کے ساتھ خوف وخشیت الٰہی بھی ہے ان کے کرنے کے ہیں عام آدمیوں کو اس کی اجازت دینا بڑے بھاری مفسدہ کو فروغ دینا ہے خوب سمجھ لیا جائے۔

مکتوب ۱۴۷

مولانا حکیم محمد یامین صاحب محلہ مفتی سہارنپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ مزاج شریف ...... مہربانی فرماکر مندرجہ ذیل پتہ پر مندرجہ پودے کمپنی باغ یا قربان خانصاحب کی نرسری سے حاصل فرماکر جلد ارسال فرمادیں مگر اس شرط پر کہ جملہ مصارف لینے ہوں گے۔ خس حنا یعنی لیڈی آف نائٹ، شب دلہن۔ دیسی چمپا۔ چینی چمپا۔ ھنی سکل۔ چیکو۔ لیچی قلمی۔
۴ عدد ۲ عدد ۲ عدد ۱ عدد ۱ عدد ۲ عدد۔

پتہ حسب ذیل ہے۔

(مولانا) حسین احمد (رحمۃ اللہ علیہ) ٹانڈہ آؤٹ ایجنسی۔ اسٹیشن اکبرپور ای۔ آئی آر۔ اگر ٹانڈہ کی بلٹی نہ کریں تو اکبرپور ہی کی بلٹی کرادیں۔ زمین میں دیمک زیادہ ہے اس کے ضرر سے پودوں کے تحفظ کا نسخہ وہاں کے ماہر باغبانوں سے دریافت فرمائیں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب سے سلام مسنون۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۲ رمضان ۶۷ھ ٹانڈہ فیض آباد

حاشیہ مکتوب ۱۴۷:۔ یہ والانامہ اور دوسرے والاناموں سے جو اسی جلد میں درج ہیں ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے حُسنِ ذوق اور لطافتِ طبع کا اندازہ ہوتا ہے اور جنھوں نے ٹانڈہ جاکر خانقاہ مدنی کے اندرونی اور بیرونی حصوں کو دیکھا ہے وہ حیرت زدہ ہوں گے کہ اتنا پاکیزہ اور حسین مذاق اور رنگ برنگی بوٹوں سے دلچسپی کیا محض تفریح، نشاط طبع، ازدیاد بصارت اور عطر بیزی ہی کے لئے تھا؟ نہیں بلکہ اس سے بڑھ کر ذکر اللہ اور "وان من شیٔ الا یسبح بحمدہ" کی احسانی کیفیت کا سراغ دینا تھا۔

مکتوب ۷۵

مولانا علیم اللہ صاحب نوری الحسینی کرنل گنج ضلع گونڈہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔　السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ذکر قلبی میں آپ نے لکھا ہے کہ طبیعت بہت گھبراتی ہے اور دنیا بھر کے فاسد خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ میرے محترم یہ جو طبیعت بشری ہے جو کام بھی..... ابتدا میں کیا جاتا ہے طبیعت اس سے گھبرایا کرتی ہے خصوصاً جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو اس میں طبیعت کا گھبرانا اور نفس پر بوجھ پڑنا ضروری ہوتا ہے مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے طبیعت پر زور ڈالئے اور دل لگا کر مداومت کیجئے۔ بچہ کو جب کہ مکتب میں داخل کیا جاتا ہے اور الف اور با پڑھایا جاتا ہے تو اس کی طبیعت اس سے کس قدر الجھتی ہے اور بچہ کس قدر گھبراتا ہے ہر ایک کو معلوم ہے مگر زور ڈالنے سے رفتہ رفتہ خوگر ہو جاتا ہے اسی کو سورۃ وَالنَّازِعَاتِ غَرْقًا میں ذکر کیا گیا ہے پہلا مرتبہ نازعات غرقًا کا ہے دوسرا مرتبہ ترقی کا وَالنَّاشِطَاتِ نَشْطًا۔ اس میں اس کو نشاط حاصل ہونے لگتا ہے۔ پھر اسی کام میں اس کو روانی حاصل ہو جاتی ہے جس کو تیسرا مرتبہ وَالسَّابِحَاتِ سَبْحًا سے ذکر کیا گیا ہے پھر وہ تیز رو ہو جاتا ہے اور دوڑ لگاتا ہوا دوسروں سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے یہ چوتھا مرتبہ ہے جس کو وَالسَّابِقَاتِ سَبْقًا میں ذکر کیا گیا ہے پھر وہ اس قدر مشّاق ہوتا ہے کہ دوسروں کی رہنمائی کرنے

حاشیہ مکتوب ۷۵ ۔ سورہ نازعات کی ابتدائی آیات کی جو تفسیر حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے سلف سے منقول نہیں ہے بلکہ صوفیاء کے ذوق پر عموم الفاظ کی وسعت کو مد نظر رکھتے ہوئے کر دی گئی ہی لوگو نکو چاہیئے تھا کہ اسطرح کے شکوک کو حضرتؒ سے صاف فرمالیا کرتے جسکا حد درجہ صدمہ ہے۔

لگتا ہے جو کہ پانچواں مرتبہ ہے جس کو فالمُدَبِّرَاتِ اَمرًا میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے کمالات انسانیہ میں خواہ دنیوی ہوں یا دینی یہ پانچوں مقامات پیش آتے ہیں بشرطیکہ آدمی جما رہے اور گھبرا کر چھوڑ نہ بیٹھے۔

میرے محترم آپ کو گھبرانا نہ چاہیئے اور طبیعت کے خلاف جہاد قائم رکھنا چاہیئے فاسد خیالات کو بقدر امکان دفع کرنا چاہیئے انشاء اللہ کمی ہو جائے گی میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے آمین۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۷ جمادی الاوّل ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۷۶

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ خیروعافیت معلوم کرکے خوشی ہوئی خصوصًا خدمات علمیہ دنیہ سے بہت زیادہ خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ کریم کارساز آپ کو اور ہم کو اور تمام امت محمدیہ کو اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم بقدم چلائے آمین۔

محترما! یہ دنیا چند روزہ ہے اس کے لمحات ضائع نہ فرمائے عمر عزیز کا ہر حصّہ گرانمایہ جوہر ہے اس کو غفلت اور کسلمندی میں ضائع کرنا انتہائی خسارہ ہے اس کو ذکر اور فکر اور ایسے علوم وفنون واعمال میں صرف کیجئے جو کہ بوقت نزع اور اس کے مابعد کام آئیں۔ آخرت کے لئے تیار رہیئے تاکہ کفِ افسوس نہ ملنا پڑے ؎

چراغِ صبح پیری میں وہ لیں حسرت کے خمیازے	جو کھوتے خواب غفلت میں شبِ قدرِ جوانی ہیں

حاشیہ مکتوب ۷۶۔ اس والانامہ میں سعدیؒ کے اشعار کو حذف کر دیا گیا ہے جو بار بار نقل ہو چکے ہیں۔ باقی والانامہ صاف ہے۔

یہ جوانی اور قوت کا زمانہ مردانہ وار کوششوں سے مزین کیجئے اور علم نافع وعمل صالح، اتباع سنّت سنیہ سے منور فرمائیے۔ طلبہ علوم دینیہ کے ساتھ شفقت کیجئے۔ کتابوں کو مطالعہ شروح وحواشی کے ساتھ پڑھائیے۔ لوگوں کے ساتھ خلط ملط بقدر ضرورت رکھئے اور بس۔ ع۔ از خلائق دور ہمچو غول باش۔ ذکر میں جس قدر ممکن ہو انہماک رکھئے، دعوات صالحہ سے ننگ اسلاف کو فراموش نہ فرمائیے۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۲۷ شوال ۱۳۷۱ھ دیوبند

مکتوب ۷۷

جناب مولانا احمد حسین صاحب لاہرپور سیتاپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والانامہ مع کٹنگ فوٹو پہونچا، یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ میں نے خود اپنے علم وارادہ سے کبھی فوٹو نہیں کھنچوایا۔ میری لاعلمی میں ایسا ہو جاتا ہے، نہ میں اس کو جائز سمجھتا ہوں۔ جو لوگ ایسا کرتے ہیں وہ خود اس کے ذمہ دار ہیں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۸ ربیع الاول ۱۳۷۲ھ

حاشیہ مکتوب ۷۷ مصوری، شاعری اور موسیقی یہ تینوں چیزیں فنون لطیفہ میں سے ہیں اول الذکر کو چھوڑ کر باقی دو کے متعلق مسلمانوں نے پورا تعاون کیا اور اس کی اصلاح فرمائی، البتہ مصوری یعنی تصویر کھینچنا، کھنچوانا، صورت اور مورت بنانا، فوٹو اور فوٹو گرافی کرنا، تصویر کی تجارت اور اس کا دیکھنا وغیرہ سب خلاف شریعت ہے۔ البتہ پاسپورٹ، سکہ والی تصویر اور چھوٹی بچیوں کی گڑیاں اور سرکٹی ہوئی ناقص تصویریں اس حکم سے مستثنیٰ ہیں۔ الضرورات تبیح المحظورات۔

آخر اسلام نے تصاویر کے بارے میں کیوں اس درجہ سختی برتی اس طرح کے دوسرے شبہات کا ازالہ مندرجہ ذیل امور کو پیش نظر رکھنے سے ہو سکتا ہے۔

شرک کی تولید زیادہ تر شخصیت پرستی اور غلط مذہبی عظمت یا مصالح شریعت کا کامل احاطہ نہ کرنے والی فہم نارسا کے اشارہ پر ہوتی رہی ہے۔

(۱) مسئلہ تصویر میں دو چیزیں ہیں ایک تشبہ دوسرے تشابہ جس کو مشابہت بھی کہہ سکتے ہیں۔ زیر بحث اور ممنوع صرف تشبہ ہے۔ جس کے معنی یہ ہیں کہ جان بوجھ کر اپنے اختیار سے کسی خاص شخص یا قوم کی وضع اور ہیئت بنانا اور اس سے مشابہت پیدا کرنا۔ کفار کے میلوں کی شرکت سے صحابہ کو منع کیا جاتا ہے اس لئے نہیں کہ افعال شرکیہ میں شریک ہونے کا خیال ہے بلکہ اسلئے کہ مسلمانوں کو غیر مذاہب کی ظاہری اور صوری مشابہت سے بھی پاک کر دیا جائے اور رسوم شرک کو بھی صفحۂ ہستی سے مٹا دیا جائے۔

(۲) تصویر شرک کے مبادی اور مقدمات میں سے ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ بت پرستی کی ابتدا تصویر سے ہوئی۔

(۳) تصویر کشی وغیرہ درحقیقت خداوند عالم کے اس امتیازی وصف میں دخل دینا اور در پردہ شرکت کا دعویٰ کرنا ہے جو اس کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

(۴) آلات اور ذرائع کی تخصیص ظاہر ہے کہ کسی کام میں مقصود نہیں ہوتی ہے احکام کا تعلق اصل مقصد سے ہوتا ہے۔ انہیں اصول کے تحت ذی روح اور غیر ذی روح کے اندر بداہتًا یہ فرق معلوم ہوتا ہے کہ ذی روح کا پیدا کرنا حقیقت کی طرح صورت میں بھی فقط خالق عالم کے ساتھ خاص ہے اور غیر ذی روح کا پیدا کرنا ظاہر اور صورت کے اعتبار سے خداوند عالم کے ساتھ مخصوص نہیں۔ (اگرچہ درحقیقت ہے)

یہیں سے فوٹو اور عکس کے فرق کو سمجھا جا سکتا ہے۔ وہ یہ کہ عکس کو جس وقت تک مسالہ لگا کر پائیدار نہ کر لیا جائے اس وقت تک وہ عکس ہے اور جب اس کو مسالہ کے ذریعہ پائدار اور قائم کر لیا وہی عکس عکس کی حدود سے نکل کر تصویر بن جاتا ہے۔ عکس جب تک عکس ہے شرعًا کوئی حرمت نہیں۔ وہی عکس جب اپنی حد سے نکل کر تصویر کی صورت اختیار کرے گا خواہ وہ مسالہ کے ذریعہ یا خطوط اور نقوش کے ذریعہ ہوں سب تصویر کے حکم میں ہوں گے۔ ہمکو چاہیئے کہ تصاویر کے پیچھے چھپے ہوئے محرکات اور انسانی خواہشات کا نفسیاتی تجزیہ کر کے موجودہ دور کے حسین ترین فتنہ سے خود بچیں اور دوسروں کو محفوظ رکھیں ملائکہ رحمت جو انسان کیلئے رحمت و برکت کا سبب بنتے ہیں اور حق تعالیٰ سے مغفرت کی دعا کرتے ہیں ان سے محروم نہ ہوں

(باقی صلا۲۲ پر)

مکتوب ۷۸

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔ مجکو عرصہ سے آپ کی ملاقات کا اور میاں صاحب کی ملاقات کا شوق ہے۔ اس لئے

حاشیہ مکتوب ۷۸:۔ اس والانامہ میں بظاہر کوئی خاص بات نہیں مگر ہے حضرت مدنیؒ کے اخلاق حمیدہ اور شیم جمیلہ کا گہرا اور پختہ ثبوت۔ واقعہ یہ ہے کہ جب میاں صاحب (حضرت مولانا سید شاہ قلندر رحمۃ اللہ علیہ) نے حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز کے خاندانی شجرہ کے بارے میں اپنی تحقیق سے بذریعہ مولانا احمد حسین صاحب لاہرپورا اطلاع دی تو حضرت مدنیؒ باوجود اسّی سالہ پیرانہ سالی کے ۶۰-۷ میل کا سفر چلنے پھرنے کی دشواریوں کے ہوتے ہوئے گوارا فرماکر شکریہ ادا کرنے لاہرپور تشریف لائے اور لطف یہ کہ آمد و رفت کا کرایہ بھی نہیں لیا اور یہ کہہ کر واپس فرمادیا کہ میں کسی کا مدعو نہیں ہوں۔ اس وسعت اخلاق پر شاہ صاحب مرحوم آب دیدہ ہو گئے۔ حضرت مدنیؒ کا یہ اصول اور اخلاق عام تھا۔ یہ انسانیت کا وہ بلند منار اور مقام صدیقیت کا وہ ذروۃ سنام ہے جو حضرت مدنی کو اپنے معاصرین میں سب سے ممتاز کرتا ہے اور آپ کی کتابِ زندگی کا ایسا کھلا ہوا صفحہ ہے جو مُدتوں اور صدیوں کے بعد ہی شاید دیکھنے میں آئے، بقول مولانا لاہرپوری ؎

زلیتن طفل صفت پاک ز آلائش دہر
رائے چوں پیر زدن کار جو برنا کردن

بقیہ حاشیہ ص ۲۱۵:۔ ہر طرح کی تصویروں کو دریا برد کر کے صادق مصدوق کے ارشاد اشد الناس عذابا یوم القیامۃ الذین یضاھون بخلق اللہ (بخاری) (سخت ترین عذاب قیامت کے دن ان لوگوں کو ہوگا جو خداوند عالم کے فعل خلق کی مشابہت کرنا چاہتے ہیں) کی وعید شدید سے مسلمانوں کو دور رکھیں حضور صلعم کا ارشاد ہے دع ما یریبک الی ما لا یریبک، الحدیث

انشاء اللہ ۹ر اکتوبر کو پہلی یا دوسری ٹرین سے لکھنؤ سے سیتاپور پہونچوں گا اور لاری سے لاہرپور حاضر ہوں گا۔ ایک روز قیام کر کے ۱۰ر کو شاہجہاں پور واپس ہو جاؤنگا۔ اگر خدانخواستہ کوئی عارض پیش آگیا تو بذریعہ تار اطلاع دوں گا۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۵ر اکتوبر ۱۹۵۶ء

مکتوب ۷۹

احتیاطاً پہلی مثل میں نماز ظہر ادا کرنا چاہیئے اور جو نمازیں دوسری مثل میں ادا ہوئی ہیں ان کے قضا کرنے کی ضرورت نہیں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

والسلام، ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۸ ج ۲ ھ

حاشیہ مکتوب ۷۹ ۔ سوال یہ تھا کہ جو نماز صاحبین رحمہم اللہ کے مفتی بہ مذہب کے خلاف دو مثل تک ظہر کی پڑھی جائے اس نماز کا اعادہ کرنا تو نہیں ہوگا۔؟ جواب سے ظاہر ہے۔

تحقیق حضرت مولانا عبدالحی رحمۃ اللہ علیہ کی بھی اس جگہ ہم پیش کر دیتے ہیں جس کو مرحوم نے نفع المفتی والسائل میں تحریر فرمایا ہے۔

وعندہ اذا صار ظل کل شئ مثلیہ خرج وقت الظہر ودخل وقت العصر وعندھما اذا صار ظل کل شئ مثلہ کذا فی جامع المضمرات وفی الحمادیۃ عن الظہریۃ والفتوی علی قولھما وعن التاسیس وعندنا کما قالا وعن الاسرار وقولھما مقتدی آہ۔ وفی الدر المختار وھو عنہ مثلہ وھو قولھما وقول زفر والائمۃ الثلاثۃ قال الامام الطحاوی وبہ ناخذ وفی غرر الاذکار وھو الماخوذ

امام صاحبؒ کے نزدیک جس وقت ہر شئ کا سایہ اس کے دو مثل ہو وقت ظہر کا نکل گیا اور عصر کا وقت داخل ہو گیا اور نزدیک صاحبینؒ کے جبکہ ہو سایہ ہر شئ کا اس کے مثل۔ اسی طرح ہے جامع المضمرات میں۔ اور فتاوی حمادیہ میں ظہریہ سے منقول ہے کہ فتوی صاحبینؒ کے قول پر ہے۔ اور منقول ہے تاسیس سے کہ ثابت ہے نزدیک ہمارے جیسا کہ کہا صاحبینؒ نے۔ اور منقول اسرار سے ہے کہ قول صاحبین کی اقتدا کی گئی ہے الخ اور در مختار میں ہے کہ روایت کی گئی ہے امام صاحبؒ سے

مکتوب ۸۰

والانامہ پہونچا احوال معلوم ہوئے۔ اس صورت میں پہلا نکاح کافی ہے تجدید نکاح کی ضرورت نہیں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔

به وفی البرهان وهو اظهر لبیان جبرئیل وهو نص فی الباب وفی الفیض وعلیه عمل الناس الیوم وبه یفتی آه وفی خزانة الروایات عن ملتقی البحار ان اباحنیفة قد رجع فی خروج وقت الظهر ودخول وقت العصر الی قولهما الخ قلت والواقف الماهر علی ادلة الفریقین یعلم قطعاً کون قولهما قویا وکون قوله ضعیفا فلا عبرة لفتوی من افتی به الخ۔

مثل قول صاحبین کی ایک مثل پر عصر ہونا اور وہ قول صاحبین و زفر اور ائمہ ثلاثہ یعنی تینوں اماموں کا ہے۔ کہا امام طحاوی نے اور ہم ایک مثل کو اختیار کرتے ہیں۔ اور غرر الاذکار میں ہے کہ ایک مثل کو اختیار کیا گیا ہے۔ اور برہان میں ہے کہ ایک مثل ظاہر تر ہے واسطے بیان جبرئیل کے اور وہ نص ہے وقت عصر میں۔ اور فیض میں ہے اسی پر عمل ہے۔ لوگوں کا اس زمانے میں اور اسی پر فتویٰ دیا جاتا ہے۔ الخ اور خزانۃ الروایات میں ملتقی البحار سے منقول ہے کہ بہ تحقیق امام ابو حنیفہؒ نے رجوع کیا ہے نکل جانے میں وقت ظہر کے اور داخل ہونے میں وقت عصر کے طرف قول امام ابو یوسف اور امام محمد کے۔ میں کہتا ہوں خبردار ماہر دلیلوں پر دونوں فریق کے جانتا ہے یقیناً ہونا قول صاحبینؒ کا قوی اور ہونا قول امام ابو حنیفہؒ کا ضعیف۔ پس نہیں اعتبار ہے فتویٰ کا اس شخص کے جس نے فتویٰ دیا ہے ساتھ قول امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے۔

حاشیہ مکتوب ۸۰۔ ایک پاسی مرد اور عورت مشرف باسلام ہوئے کیا ایسی صورت میں تجدید نکاح ضروری ہوگا؟ (احمد حسین)

مکتوب ۸۱

والدہ محمد امین مرحوم کا سال گذشتہ میں ٹھنڈی نیلگوں روشنی دیکھنی امید افزا چیز ہے۔ اس وقت فوراً وضو کر کے دعا اور نماز میں مشغول ہونا چاہیئے تھا بلکہ پہلے بلا وضو ہی دعا مانگنا چاہیئے تھا۔ پھر وضو کر کے نماز پڑھنا اور دعا میں جد وجہد کرنا چاہیئے تھا۔ روشنی کا صبح تک نہ دیکھنا ان کے اوپر اظہار میں کمی تھی نہ یہ کہ توجہ رحمات الٰہیہ کی کمی تھی۔ ان راتوں میں جس قدر بھی کوشش ذکر، فکر دعوات وصلوات کی ہوسکے کرنا ضروری ہے۔ یہ ناکارہ دعا کرتا ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۱۸ رمضان المبارک ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۸۲

اہلیہ محترمہ مولانا احمد حسین صاحب لاہرپور کے نام

مخدومہ ومحترمہ دام مجدہا۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والا نامہ پہونچا احوال

حاشیہ مکتوب ۸۱۔ اہلیہ محترمہ جناب مولانا احمد حسین صاحب لاہرپور نے رمضان میں دو سال یعنی ۶۸-۶۹ھ میں مسلسل نیلگوں روشنی دیکھی جس سے تمام در و دیوار منور ہوگئے۔ طاق وغیرہ پر رکھی ہوئی چیزیں صاف معلوم ہو رہی تھیں، اس وقت جو کیفیت تھی اس کا اظہار ناممکن سا ہے۔ محترمہ نے حضرت شیخ مدنی رح کے پاس لکھ کر تعبیر چاہی یہ والا نامہ شرف صدور ہوا۔

حاشیہ مکتوب ۸۲۔ مولانا احمد حسین صاحب کے لڑکے مولوی محمد امین مرحوم کا انتقال عنفوان شباب بین ۲۱ سال کی عمر میں ۳ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ہوا پورے خاندان میں صرف یہی ایک لڑکا تھا اس کی موت سے گویا پورے خاندان کا چراغ گل ہوگیا۔ حضرت مدنی رح کا تصرف باطنی تھا کہ محمد امین مرحوم نے تین ۳ بار اللہ اللہ کہا اور ہمیشہ کے لئے آنکھیں پھیر لیں۔ گھر میں کہرام مچ گیا

(باقی صفحہ ۲۲۳ پر)

مندرجہ معلوم ہوئے۔ آپ کو اس وقت بہت زیادہ میں نے سمجھایا تھا مگر آپ کے خط سے معلوم ہوا کہ آپ کی ابھی تک مرحوم کے غم و الم میں وہی کیفیت ہے۔ آپ کو چاہیئے کہ بقیہ عمر کا حصہ خدا کی یاد میں صرف فرمائیے۔ اس کی یاد اس کی محبت دین و دنیا دونوں جگہ سکون قلب کا باعث ہے۔ فانی سے اس قدر دل گیری کہ جس سے باقی سے غفلت ہونے لگے نقصان کا باعث ہے۔ مرضیٔ مولا از ہمہ اولیٰ کو پیش نظر رکھئے۔ مرحوم کی یاد صرف اتنی رکھئے کہ اس کے واسطے جہاں تک ہو سکے ایصال ثواب ہوتا رہے۔ ایصال ثواب ایسی چیز ہے کہ اس سے دونوں کو فائدہ ہے۔ غم و الم ایسی چیز ہے کہ اس سے دونوں کو کچھ فائدہ نہیں بلکہ اپنی زندگی اور صحت خراب ہوتی ہے میں امید کرتا ہوں کہ محترمہ آئندہ اس کا خیال رکھیں گی اور اپنا عزیز وقت خدا کی یاد میں صرف کریں گی میں دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کو اپنی مرضیات پر چلائے اور آپکو برداشت اور صبر کی طاقت عطا فرمائے آمین۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۷ صفر ۱۳۶۶ھ دیوبند

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۱۹۔ مگر والدین ایسے صابر و شاکر رہے کہ گویا کوئی حادثہ ہوا ہی نہیں اور والدہ محمد امین نے ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی کہ بار الہا یہ تیری امانت بیس سال سے میرے پاس رہی اگر اس میں میری طرف سے کوئی کوتاہی ہوئی ہو تو معاف فرما دیجیے اور قرآن مجید کی تلاوت میں مصروف ہوگئیں یہ ہے بزرگوں سے تعلق مع اللہ رکھنے کا ثمرہ اور ماضی کی صحیح یادگار اور مومن و مومنہ کا امتیازی وصف اور لائق تقلید کارنامہ۔ ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ نے محض خط ہی پر اکتفا نہیں فرمایا۔ بلکہ لاہور تشریف لا کر تقریباً پون گھنٹہ تقریر فرمائی اور صبر و شکر کی تلقین سے سب کو بہرہ مند فرمایا۔ اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ یہ واقعۂ ہائلہ ایسا سانحہ تھا کہ جس کے تصور اور مولانا احمد حسین کے تاثر سے راقم الحروف بھی بے اختیار رو پڑا۔ اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ وہ اس جانگداز اور روح فرسا حادثہ کے صلہ میں ہر ایک کو قیامت میں پھر اکٹھا فرما کر روح و ریحان و جنت نعیم اور اپنی بے پایاں نوازشات سے بھرپور حصہ عنایت فرمائیگا۔ وما ذلک علی اللہ بعزیز۔ اصلاحی۔

مکتوب ۸۳

جناب مولانا محمد شفیع صاحب اسلام آبادی ضلع چاٹگام کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔

الجواب:۔ تصور کسی صورت کو ذہن میں جمانے اور حاصل کرنے کو لغت میں کہتے ہیں خواہ وہ صورت جاندار کی ہو یا غیر جاندار کی خواہ معمولی شخص کی ہو یا غیر معمولی شخص کی۔ کسی بزرگ اور ولی کی ہو یا اپنے مرشد اور باپ ماں کی۔ خواہ اس صورت سے کسی کو نفع کی امید ہو یا نہ ہو۔ مگر عرف میں تصور شیخ کسی مقدس اور بزرگ کی صورت کو ذہن میں دھیان لانے اور جمانے کا نام ہے، بالخصوص اپنے مرشد کے شخص اور چہرے کو خیال میں جمانے اور حاصل کرنے کو تصورِ شیخ کہتے ہیں۔ ذہن میں اپنے مرشد کی تصویر اور تمثال کو جمانا اور حاصل کرنا بالاتفاق جائز ہے بلکہ مفید بھی ہے۔ صحابۂ کرام اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو پسند فرمایا ہے۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تمثال اور سراپا کو اپنے ماموں ہند بن ہالہ رضی اللہ عنہ سے بار بار پوچھ کرکے اپنے ذہن میں جمایا ہے اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابراہیمؑ، حضرت موسیٰ حضرت عیسیٰ وغیرہ علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شکل وصورت ولباس وغیرہ کو صحابۂ کرام کے سامنے ذکر فرمایا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان اکابر کی صورت اور شکل کو مخاطبین کے دماغ میں تمثل اور جگہ دینا مقصود ہے۔

حاشیہ مکتوب ۸۳۔ سوال دریافت طلب یہ ہے کہ ابھی ابھی ایک فتویٰ سامنے آیا جس میں یہ مسئلہ آتا ہے کہ تصورِ شیخ کو امر محدث اور شرک قرار دیا گیا ہے یہ کہاں تک صحیح ہے۔ تصور شیخ کے کیا معنی۔ اور کس کو شرک قرار دیا جارہا ہے اپنے شیخ کا تصور........ محمد شفیع اسلام آبادی۔

تصور شیخ صحابہ کرام میں

(۱) حدثنا سفیان ابن وکیع ثنا جمیع ابن عمیر ابن عبدالرحمن العجلی املاءً علینا من کتابہ قال اخبرنی رجل من بنی تمیم من ولد ابی ہالہ زوج خدیجۃ یکنی اباعبداللہ عن ابی لابی ہالہ عن الحسن بن علی قال سألت خالی ھند ابی ہالہ وکان وصافاً عن حلیۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وانا اشتھی ان یصف لی شیأً اتعلق بہ فقال الحدیث (شمائل ترمذی ص۲)

بقیہ ص۲۲۱: تصور شیخ پر حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کی مذکورہ بالا تحقیق نے مسئلہ کے مالہ وما علیہ کو اس درجہ واضح اور اقرب الی الحق کر دیا ہے کہ بے ساختہ یہ شعر زبان قلم پر آ ہی گیا۔

درکفِ جامِ شریعت درکفِ سندانِ عشق　　ہر ہوسناکے نہ داند جام وسنداں باختن

شریعت اور طریقت کے دونوں پہلوؤں کو برقرار رکھتے ہوئے جواز وعدم جواز کا حکم کس نقیبی نکتہ رسی سے دیا ہے کہ نصوص شرعیہ اور اقوال صوفیہ میں جو الجھن تھی وہ بھی دور ہو گئی اور اجازت وممانعت میں جو تعارض تھا وہ بھی جاتا رہا اور ساتھ ہی مفتیان کرام کو بھی تنبیہ فرمادی کہ بلا غور وفکر جھٹ سے فتویٰ صادر نہ فرمادیا کریں چونکہ تصور شیخ اور شغل برزخ ایک معرکۃ الآرا مسئلہ ہے جو خالص اہل علم اور خواص اس کے مخاطب ہیں اس لئے ذیل میں ہم بعض اور تحقیقات کا اضافہ کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔ معلوم ہو جائے کہ حضرت مدنی رح اپنی تحقیق میں قدمائے صوفیہ کے ہم مسلک ہیں اگرچہ زمانا آپ ان سے بہت ہی بعد کے ہیں اور اسی ضمن میں بعض اصطلاحات کو واضح کر دیا جارہا ہے جس پر مسئلہ کا سمجھنا موقوف ہے۔ صاحب فتوحات مکیہ برزخ کی تعریف میں لکھتے ہیں "اعلم ان البرزخ عبارۃ عن امرفاصل بین الامرین کالخط الفاصل بین الظل والشمس وکقولہ تعالیٰ فی اختلاط البحرین بینھما برزخ لایبغیان۔ ای لا یختلط احدھما مع الاٰخر بھذا الحاجز الذی فصل بینھما ولایدرکہ کما حس البصر ناذا ادرکہ فلیس برزخاً وانما ھو احد الامرین المتصلین فیفتقران الی برزخ ولما کان البرزخ بین معلوم ومجھول ومعدوم وموجود ومنفی ومثبت ومعقول وغیر معقول سمی برزخاً وھو الخیال"

جواہر السلوک میں ہے۔ السادس دوام ربط القلب بالشیخ بالاعتقاد والاستمداد علی وصف التسلیم والمحبۃ والتحکیم ویکون فی اعتقادہ ان ھذا المظھر ھو الذی عینہ الحق

سبحانہ لافاضۃ علی ولا یحصل لی الفیض الا بواسطتہ دون غیرہ ولو کان الدنیا مملوۃ من المشایخ ومتی ما یکون فی باطن المرید تطلع الی غیر شیخہ لم ینفتح باطنہ الی حضرۃ الوحدانیۃ فالانسان فی الجہات ولہ بدان وروح واللہ سبحانہ منزہ عن الجہات فحکمتہ اقتضت الاستفاضۃ من ہو فی الجہۃ عن الفیاض الحق الذی لیس فی الجہۃ ان عین للبدن الانسانی المرکب من الکثرات الکثیرۃ جہۃ واحدۃ یکون توجہ من تلک الجہۃ الواحدۃ الی الحضرۃ الواحدیۃ وہی الکعبۃ فی عالم الاجسام ولابد ان وعین للروح الانسانی الذی ہو مہبط انوار الصفات الالہیۃ جہۃ واحدۃ یکون من تلک الجہۃ توجہہ الیہ تعالی وتلک الجہۃ ہی روحانیۃ رسول اللہ صلعم فی عالم الارواح فکما لا یقبل الصلوۃ الا بالتوجہ الی الکعبۃ لا یحصل التوجہ الی اللہ تعالی الا باتباع رسولہ علیہ الصلوۃ والسلام والتسلیم لہ وربط القلب بنبوتہ وانہ ہو الواسطۃ بینہ وبین اللہ تعالی دون غیرہ من الانبیاء وانہم وان کانوا انبیاء اللہ تعالی کلہم علی الحق ولکن لا یحصل من اللہ تعالی فیض الا من ارتباط القلب بمحمد رسول اللہ صلعم فیتوجہ البدن الی الجہۃ الواحدۃ ویتوجہ الروح الی الجہۃ الواحدۃ حصل للانسان استعداد الاستقامۃ من الحضرۃ الوحدانیۃ ومن ہہنا یعرف ان المناسبۃ بین المفیض والمستفیض فیما یتعلق بالاستفاضۃ شرط ...... فالربط بالقلب مع الشیخ اصل کبیر فی الاستفاضۃ بل ہو اصل الاصول ولہذا بالغ المشایخ قدست اسرارہم فی رعایۃ ہذا الشرط حتی قال الشیخ نجم الدین الکبری قدس سرہ انہ الاستاذ بالنسبۃ الی الادوات فی صنعۃ المرأۃ فکما ان المطرقۃ والسندان والمنفخ والنفخ والنار وغیرہا من الآلات اذا اجتمعت ولا یکون ثم استاذ یصنع المرأۃ لا یتحقق وجود المرأۃ کذلک الشرائط السبعۃ الجنیدیۃ للخلوۃ ولا یتصفی بہا مرأۃ القلب بدون ربط القلب مع الشیخ وجربناہا فوجدناہا کما قال قدس سرہ الخ اما وقوف قلبی فمعناہ التوجہ الی القلب الذی ہو مودعٌ الی الجانب الایسر تحت الثدی الخ - مفہوم یہ ہے کہ توجہ دلی اس طرح پر ہو کہ اس سے پوری پوری واقفیت رہے اور اثناء ذکر میں قلب کو ذکر حق ہی میں منحصر کر دیا جائے کیونکہ ذکر سے مقصود غفلت کا دور ہو جانا ہے جو بدون

وقوف قلبی کے حاصل نہیں ہو سکتا اسی لئے رابطہ مرشد اور مراقبات لازم ہیں۔

اسی طرح لفظ تجلی اور تجلی ذاتی بھی اوپر آگیا ہے جس کے معنی روشن کرنا اور انوار غیب کا دل پر منکشف ہو جانا ہے تفصیل یہ ہے کہ عقل کے احوال میں ایک حال تجلی ہے جس کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) تجلی ذات جس کا نام مکاشفہ ہے۔ (۲) تجلی صفات ذات جو نور کا مقام ہے۔ (۳) تجلی حکم ذات اور وہ آخرت اور تمام اخروی چیزوں کا انکشاف ہے۔ مکاشفہ یعنی تجلی ذاتی میں انسان پر یقین کا اس قدر غلبہ ہو جاتا ہے کہ گویا وہ خدا کو دیکھتا ہے اور اس کے علاوہ ہر چیز کو بھول جاتا ہے جیسا کہ حدیث جبرئیل میں ہے اور اس کی نظیر صحابہ کرام کی ذات میں موجود تھی چنانچہ ایک بار حضرت عبد اللہ بن عمرؓ طواف کر رہے تھے اسی حالت میں کسی شخص نے آپ کو سلام کیا جس کا جواب آپ نے نہیں دیا اس نے آپ کے بعض رفقاء سے اس کی شکایت کی تو انہوں نے فرمایا کہ ہم اس جگہ خدا کا نظارہ کر رہے تھے۔ باقی کی وضاحت کے لئے حضرت شاہ ولی اللہؒ کی تصنیفات پڑھی جائیں۔

راقم الحروف نے حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کی تحریروں اور تعلیمات سے شغل برزخ اور تصور شیخ کو جو کچھ سمجھا ہے اس کا ثبوت مکتوب ۱۱۱ جلد اول اور مکتوب ۱۲۰ جلد اول اور مکتوب ۱۳۸ جلد چہارم کو ملاحظہ کر لینے کے بعد مندرجہ ذیل مفہوم سمجھ میں آتا ہے۔

(۱) احادیث و آثار جو مکتوب ۱۳۸ جلد ہذا میں ذکر ہو چکے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برزخ اور مثال کو اپنے ذہن میں محفوظ رکھنا مقصود ہے۔ ید "التعلق بہ" کا فقرہ بول رہا ہے کہ رسول اللہ صلعم کے سراپا جسمانی اعضاء اور رنگ و روپ کے دریافت کرنے کا یہی مطلب تھا۔ اسی طرح متعدد احادیث میں حضرات انبیاء علیہم السلام وغیرہم کے برزخ اور تمثال کو ذکر فرمانا اس کو محفوظ رکھنا قرار پایا جاتا ہے۔ اور حضرت ابن مسعودؓ سے یہ جو روایت ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں گویا رسول اللہ صلعم کو دیکھ رہا ہوں کہ ایک نبی کی انبیاء میں سے حکایت فرماتے تھے جن کو ان کی قوم نے مارا تھا الخ غائب کیطرف مثل حاضر کے نظر خیالی کرنا ان احادیث سے صراحۃً ثابت ہے۔

(۲) تصور شیخ کا مفہوم عام ہے رابطہ کے مفہوم سے کیونکہ رابطہ خاص ایک شغل کا نام ہے جس میں شیخ کی صورت ذہن میں حاضر کر کے نظر قلب سے اس کی طرف ٹکٹکی باندھ کر اور خیال کو سادھ کر دیکھا جاتا ہے "فیفرض کلہ حاضر ناظر لکن تصورہ ۲ فقط لا اعتقاداً فانہ شرک"۔

اس کی بعض خصوصیات پر بوجہ غلبۂ جہل اہل زمانہ کچھ مفاسد مرتب ہوتے ہیں اس لئے محققین اس کو بھی منع فرماتے ہیں کیونکہ اچھے خاصے پڑھے لکھے جب تمایز درجات بین الاشراک والتوحید نہ کرنے کی وجہ سے ممنوعات شرعیہ کے مرتکب ہو جاتے ہیں تو ناقص العقل والدین کو بدرجہ اولی یہ چیز مضر ہو گی چنانچہ حضرت مولانا اسمٰعیل شہیدؒ کی عبارت میں لفظ "ناقصاں" کا بھی یہی مطلب ہے باقی رہا یہ شبہ کہ یہ کیونکر جائز ہو سکتا ہے کہ ایک فعل عوام کے واسطے جائز نہ ہو اور خواص کے واسطے جائز ہو۔؟ جواب یہ ہے کہ یہ فرق جواز اور عدم جواز کا باعتبار لیاقت و قابلیت عامل کے ہے اور ایسا بہت ہوتا ہے چنانچہ علماء سنت و فقہاء امت نے تصریح فرما دی ہے کہ صوم یوم الشک، کا خواص کو جائز ہے۔ اور عوام کو نہیں جائز ہے بمعلوم ہوا کہ مراقبہ ربط القلب بالشیخ درمیان فیض پہونچانے والے اور طلب فیض کی کرنیوالے کیلئے ایک واسطہ ہے اور واسطہ غیر مقصود ہوا کرتا ہے صرف حصول مطلوب کی خاطر اس کی طرف توجہ کی جاتی ہے نہ یہ کہ مقصود بالذات تصور شیخ کا ہے۔ خاندان چشتیہ میں ربط مرشد بہت ضروری ہے جیسے کعبہ رابطہ ہے درمیان عابد اور معبود کے ایسے ہی مرشد رابطہ ہے درمیان ہادی اور ہدایت یا بندہ کے ہدایت اور فیضِ نعمت جس کو ملتی ہوتی ہے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے۔ اللہ نے استاد اور مرشد کو وسیلۂ علم اور نعمت بخشی و آلۂ ھدایت و رہنمائی بنایا ہے جو کچھ دینے کو ہوتا ہے مرشد کے ہاتھ سے دلواتا ہے پس آدمی کو چاہیئے کہ مرشد کو دستِ فیض خدا تصور کر کے باادب تمام روبرو بیٹھکر اخذ نعمت کرے اور اگر مرشد سے دور ہو تو اس کے چہرۂ مبارک کا تصور کرے انشاء اللہ تعالیٰ ضرور فیضیاب اور کامیاب ہوگا۔ مرشد کو وسیلۂ ہدایت اور آلۂ فیض الٰہی جاننا ہرگز خلافِ شریعت نہیں۔ ناچیز نے سید الطائفہ حضرت جنید بغدادیؒ اور حضرت شیخ نجم الدین کبریٰ جو علماء سلف میں ہر اعتبار سے اپنا بلند مقام رکھتے ہیں جن کے سلوک کے قائلین میں علامہ ابن تیمیہؒ جیسے متشددین اور منکرین شیخ اکبرؒ ہیں ان کی تصریحات اور تعلیمات اوپر ہم ذکر کر آئے ہیں ان سے جو بات نکلتی ہے وہ بھی تو یہی ہے کہ کعبۃ اللہ شریف کی طرف توجہ کے بغیر جس طرح نماز قبول نہیں ہوسکتی اسی طرح اللہ تعالیٰ کیطرف توجہ بدون اتباع نبوی صلعم غیر ممکن ہے اور محمد رسول اللہ صلعم کی نبوت کے ساتھ رابطہ واسطہ ہے رسول اللہ صلعم اور اللہ تعالیٰ کے درمیان ماسوا دوسرے حضرات انبیاء علیہم السلام کے اگرچہ سب حق پر ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ فیض پہونچے گا وہ محض محمد رسول اللہ صلعم سے ارتباط قلبی کی بناء پر ہوگا۔ ایک جانب سے روح اور روحانیت مفیض اور مستفیض میں واسطہ اور شرط

(۲) عن جابر بن عبد اللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال عرض علی الانبیاء فاذا موسیٰ علیہ السلام ضرب من الرجال کانہ من رجال شنوءۃ ورأیت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا عروۃ بن مسعود ورأیت ابراھیم علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا صاحبکم یعنی نفسہ الکریمۃ ورأیت جبرئیل علیہ السلام فاذا اقرب من رأیت بہ شبہا دحیۃ۔ (شمائل ترمذی ص۲)

(۳) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال رأیت لیلۃ اسری بی موسیٰ رجلا آدم طوالا جعدا کانہ من رجال شنوءۃ ورأیت عیسیٰ رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرۃ والبیاض سبط الرأس ورأیت مالکا خازن النار والدجال فی آیات اراھن اللہ ایاہ فلا تکن فی مریۃ من لقائہ۔ (خ باب ذکر الملائکۃ) (۴) عن سمرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتانی اللیلۃ آتیان فاتیا علی رجل طویل لا اکاد اری رأسہ طولا وانہ ابراھیم۔ (۵) عن ابن عباس رضی اللہ عنہما وذکروا الدجال بین عینیہ مکتوب کافر اوک ف ر قال لم اسمعہ ولکنہ قال اما ابراھیم فانظروا

استغاثہ کی صورت میں جلوہ افروز ہوں گی جس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ مرید کو جو کچھ حاصل ہوگا وہ اپنے شیخ ہی کی امداد اور روحانیت سے ہوگا اور یہ سلسلہ آنحضرت صلعم پر جاکر منتہی ہوگا الخ جس سے ثابت ہوا کہ ربط القلب مع الشیخ ایک بنیادی مسئلہ ہے فیض کے قبول کرنے کے لئے۔

(۳) تصور شیخ کوئی خاص شغل نہیں بلکہ اس کی وہی حقیقت ہے جو لغۃً مفہوم ہوتی ہے خطرات کے چلے جانے کے بعد اس کو بھی روک دیا جاتا ہے کیونکہ غیر مقصود کے ساتھ دلچسپی لینا مقصود کے لئے مضر ہے۔ چنانچہ محققین فرماتے ہیں کہ تصور شیخ بلا ذکر موصل الی المقصود نہیں ہے بڑے کام کی بات ہے۔ ناچیز کا عمل تصور شیخ پر ہے اور اپنے لئے اب یہی سرمایۂ سکون ہے۔ ؎

ہر چند پیر وخستہ وبس ناتواں شدم، ہر گہ نظر بروئے تو کردم جواں شدم

الی صاحبکم واما موسیٰ فجعد آدم علی جمل احمر مخطوم بخلبة کانی انظر الیہ انحدر فی الوادی اھ رباب نی اللہ واتخذ اللہ ابراھیم خلیلا)

(۶) عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیلۃ اسری بی لقیت موسی قال فنعتہ فاذا رجل حسبتہ قال مضطرب رجل الراس کانہ من رجال شنوءۃ قال ولقیت عیسیٰ فنعتہ النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال ربعۃ احمر کانما خرج من دیماس یعنی الحمام۔ (خ باب واذکر فی الکتاب مریم)۔

(۷) عن ابن عمر رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رایت عیسیٰ وموسیٰ وابراھیم فاما عیسی فاحمر جود عریض الصدر واما موسی فادم جسیم سبط کانہ من رجال الزط۔ (خ ایضاً)

(۸) قال عبد اللہ ذکر النبی صلی اللہ علیہ وسلم یوما بین ظھری الناس المسیح الدجال فقال ان اللہ لیس باعور الا ان المسیح الدجال اعور العین الیمنی کان عینیہ عنبۃ طافیۃ وارانی اللیلۃ عند الکعبۃ فی المنام فاذا رجل آدم کاحسن ما یری من آدم الرجال تضرب لمتہ بین منکبیہ رجل الشعر یقطر راسہ ماءً واضعا یدیہ علی منکبی رجلین وھو یطوف بالبیت فقلت من ھذا المسیح بن المریم۔ (الحدیث خ)

اس قسم کی روایتیں صحاح میں بکثرت ہیں جن سے نہ صرف تصور شیخ کی اباحت نکلتی ہے بلکہ اس میں بہتری اور اولویت بھی معلوم ہوتی ہے اور کسی نہ کسی قسم کے فیض اور نفع کا ترشح ہوتا ہے ورنہ شارع علیہ السلام کی طرف سے یہ معاملہ نہ کیا جاتا بلکہ ممانعت ظاہر ہوتی انہیں منافع کی وجہ سے زمانہ سابق میں اہل فراست اور مقدس حضرات نے تصور شیخ کو معمول بہ قرار دیا اور مقصد سمجھ کر اس سے عظیم الشان منافع کی اسکیم بنائی۔

حضرت قطب عالم مولانا الحاج امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز اپنے

خلیفۂ خاص حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی رحمۃ اللہ علیہما کو تحریر فرماتے ہیں
"و اگر فراغ باشد بعد نماز صبح و یا مغرب یا عشاء علیحدہ در حجرہ وغیرہ بہ نشینند و دل را از جمیع خیالات خالی کردہ متوجہ بایں جانب شوند و تصور کنند کہ گویا پیش شیخ خود نشستہ ام و فیضان الٰہی از سینہ او بسینۂ ام می آید بایں حیثیت اگر دل بچسپد ذوق و شوق دست دہد فبہا و الا ذکر نفی و اثبات بجہر متوسط مشغول باشند یک دو ساعت کم و زیادہ شغل دارند۔ مرقومات امدادیہ ص۲۵ و ص۲۵۱۔
نیز ایک دوسرے والا نامہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ کو لکھتے ہیں۔
و اگر بعد نماز صبح و یا مغرب فرصت باشد لمحہ دو لمحہ مراقب باشند و چناں خیال کنند کہ گویا پیش مرشد خود نشستہ ام و از قلب مرشد بہ قلب من چیزے می آید و انشاء اللہ تعالیٰ ایں جانب ہم خیال بآں طرف خواہد کرد اگر فضل الٰہی شامل حال است فائدہ خواہد شد خاطر جمع دارند۔ ص۲۵۵۔
حضرت شاہ ولی اللہ رح قول الجمیل ص۵۲ میں ارشاد فرماتے ہیں۔
قالوا والرکن الاعظم ربط القلب بالشیخ علی وصف المحبۃ والتعظیم وملاحظۃ صورتہ قلت ان للہ مظاھر کثیرۃ فما من عابد غیبیا کان او ذکیا الا وقد ظھر بحذائہ صار معبود الہ فی مرتبتہ ولھذا السر نزل الشرع باستقبال القبلۃ والاستواء علی العرش وقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا صلی احدکم فلا یبصق قبل وجھہ فان اللہ تعالیٰ بینہ وبین قبلتہ وسأل رسول اللہ جاریۃ سوداء من انا فاشارت باصبعھا تعنی اللہ ارسلک فقال ھی مومنۃ فلا علیک ان لا تتوجہ الا الی اللہ ولا تربط قلبک الا بہ ولو بالتوجہ الی العرش و تصور نور الذی وضعہ علیہ وھو ازھر اللون کمثل نور القمر او بالتوجہ الی القبلۃ

کما اشار الیه النبی صلی اللہ علیه وسلم فیکون کالمراقبة بھذا الحدیث۔ (ترجمہ)
مشائخ چشتیہ نے فرمایا ہے کہ رکن اعظم دل کا لگانا اور گانٹھنا ہے مرشد کے سامنے
محبت اور تعظیم کی صفت پر اور اس کی صورت کا ملاحظہ کرنا۔ میں کہتا ہوں حق
تعالیٰ کے مظاہر کثیر ہیں سو نہیں کوئی عابد غبی ہو یا ذکی مگر اس کے مقابل ظاہر ہو کر
اس کا معبود ہو گیا ہے بحسب مرتبہ اس کے اور اسی کے بھید کے سبب سے
رو بقبلہ ہونا اور استواء علی العرش کا شرع میں نازل ہوا ہے اور رسول صلی اللہ علیہ
وسلم نے فرمایا ہے کہ جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو اپنے منہ کے سامنے نہ تھوکے
اس واسطے کہ اللہ تعالیٰ ہے اس کے درمیان اور اس کے قبلہ کے درمیان میں
اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک کالی لونڈی سے پوچھا میں کون ہوں تو
اس نے اپنی انگلی سے اشارہ کیا مراد اس کی یہ ہے کہ خدا نے تجکو بھیجا ہے پس فرمایا
آپ نے کہ یہ ایماندار ہے تو اے سالک تجھپر کچھ مضائقہ نہیں ہے اس میں کہ تو متوجہ
نہ ہو مگر اللہ ہی کی طرف اور اپنا دل نہ لگائے مگر اسی سے اگرچہ ہو عرش کیطرف
متوجہ ہو کر اور اسی کے نور کا تصور کرکے جس کو حق تعالیٰ نے عرش پر رکھا ہے اور
وہ نہایت روشن رنگ ہے چاند کے رنگ کے مانند یا قبلہ کی طرف متوجہ ہو کر
چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی طرف اشارہ کیا ہے تو اس حدیث کا گویا مراقبہ
ہو گا واللہ اعلم مصنف نے حاشیہ پر فرمایا کہ حق تعالیٰ کی عالم مثال میں تجلی ہے۔ تو
ہر شخص اپنی استعداد کے موافق اس کو ادراک کرتا ہے۔ (قول الجمیل ص۵۶ و ۵۷)
مترجم کہتا ہے تجلی اور عالم مثال کی حقیقت کتب صوفیہ میں مفصل مذکور
ہے یہ رسالہ مختصر اس کی تفصیل کے لائق نہیں، حضرت مولانا نعیم اللہ صاحب
نقشبندی بہرائچی اپنی مشہور کتاب معمولات مظہریہ میں ارشاد فرماتے ہیں، اس
کتاب میں حضرت مرزا جان جاناں مظہر صاحب شہید نقشبندی دہلوی قدس سرہ

کے احوال اور تعلیمات مذکور ہیں۔ معمولات مظہریہ ص۵۷. (ذکر طریق کیفیت رابطہ)
حضرت محترمی مولانا عبدالرحمٰن جامی قدس اللہ سرہ العزیز در رسالہ سررشتہ دوست می فرمایند۔ سوم طریقہ ذکر رابطہ بہ پیرے کہ مقام مشاہدہ رسیدہ باشد وتجلیات ذاتیہ متحقق گشتہ دیدار وے بمقتضائے "وھم الذین اذا رأوا ذکر اللہ" فایدہ ذکر دہد وصحبت وے بموجب ھم جلساء اللہ نتیجہ صحبت مذکور دہد پس چوں دولت دیدار وصحبت چنیں عزیزے دست دہد واثر آنرا نجو مینماید چندانکہ تواند نگاہ دارد واگر دراں معنی فتوری واقع شود باز بصحبت وے مراجعت نماید تا برکت وے ایں معنی پر تواند ازو ہمچنیں مرۃ بعد اخری تا آں زماں کہ آں کیفیت ملکہ وے گردد واگر چنانچہ آں عزیز غائب باشد صورت وے در خیال گرفتہ بجمیع قوائے ظاہری وباطنی متوجہ قلب صنوبری گردد وہر خاطرے کہ در آید نفی کند تا کیفیت غیبت وبیخودی روئے نماید وتکرار ایں معاملہ ملکہ گردد ہیچ طریق ازیں اقرب نیست بسیار باشد کہ مرید را قابلیت آں باشد کہ پیر از روئے تصرف در اول صحبت ویرا بمرتبۂ مشاہدہ رساند چوں دریافت صحبت چنیں، عزیزے دریں روزگار اعز من الکبریت الاحمر است می باید کہ بیکے ازاں دو طریقہ کہ پیشتر مذکور شد یعنی طریق مراقبہ وطریق نفی اثبات اشتغال دارد واز بیان ایں طرق ثلاثہ معلوم شد کہ توجہ بقلب صنوبری کہ در عرف ایں طائفہ آنرا وقوف قلبی خوانند در جمیع اوقات ضروری است وحضرت خواجہ احرار قدس اللہ سرہٗ العزیز از لوازم می شمردہ اند اھ لیکن معمول خانقاہ شمسیہ چنیں بود کہ در صورت غیبت آں عزیز صورت مثالیہ اش را در محاذی خود تصور نمودہ منتظر آں کیفیت معہودہ کہ در حضور وی حاصل می باشد چوں آں کیفیت کہ در حضور وی است بعداو دست دہد خود را دراں بدوزد وہر گاہ دراں فترت واقع شود

ہمچناں بعمل آرد تاآں کیفیت ملکہ گردد و ملک او شود۔ واللہ اعلم۔ ص۵۷-۵۸

یہ طریقہ تصور شیخ اسلاف کرام سے جاری اور مثمر نتائج قویہ چلا آتا تھا مگر بعد کو لوگوں نے افراط اور غلو سے کام لیا اور ایسی ایسی چیزیں ملا نی اختیار کیں جو کہ ضرر دینے والی اور صراط مستقیم سے دور کرنے والی ہیں۔ چنانچہ حضرت قطب العالم مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی قدس سرہ العزیز فتاوی رشیدیہ میں مختلف مقامات پر تحریر فرماتے ہیں۔ فتاوی رشیدیہ جلد اول ص۲۔

سوال۔ تصور کرنا پیر کا یا استاد یا مرشد وغیرہ کا جائز ہے یا نہیں؟

جواب۔ کسی کا تصور کرنا بطور خیال کے کچھ حرج نہیں مگر رابطہ جو مشائخ میں مروج ہے کہ اس کو مشائخ نے کسی علاج کے واسطے تجویز کیا تھا اگر اسی حد پر ہے کہ جس حد پر بزرگوں نے تجویز کیا تھا تو چنداں دشوار نہیں گو ترک اس کا بھی اولی ہے کہ مختلف فیہ بین العلماء ہے اور ایسا ضروری بھی نہیں کہ بدون اس کے کام نہ چل سکے اور جو اس حد سے بڑھ جاوے ناجائز ہے۔

سوال ص۵۔ تصور شیخ جو صوفیہ چشت کا معمول ہے اور اقوال حضرت شاہ ولی اللہ صاحب اور مجدد صاحب رحمہما اللہ تعالی اس کے موید ہیں اور مولوی اسماعیل صاحب دہلوی اس کو حرام اور کفر وشرک بتاتے ہیں۔ آپ کے نزدیک نفس تصور شیخ جائز ہے یا حرام اور کفر وشرک ہے۔

جواب۔ نفس تصور جائز ہے اگر کوئی امر ممنوع اس کے ساتھ نہ ہو۔ جیسا تمام اشیاء کا آدمی خیال وتصور کرتا ہے مگر جیسا اس کے ساتھ تعظیم اس شکل کا کرنا اور متصرف باطن مرید میں جانتا مفہوم ہوا تو موجب شرک کا ہوگیا۔ لہذا قدماء اس کی تجویز کرتے تھے کہ اس میں خلط معصیت کا نہ تھا اور متاخرین نے اس کو حرام کہا تو یہ حکم کا اختلاف بسبب ... اختلاف اہل زمانہ کے ہوا ہے۔

سوال ص۸۸ - تصور کرنا اولیاء اللہ کا مراقبہ میں کیسا ہے اور یہ جاننا کہ جب ہم ان کا تصور باندھتے ہیں تو وہ ہمارے پاس موجود ہو جاتے ہیں اور ہم کو معلوم ہوتے ہیں ایسا اعتقاد کرنا کیسا ہے؟

جواب - ایسا تصور درست نہیں اس میں اندیشہ شرک کا ہے۔

سوال ص۱۲۵ - تصور شیخ و شغل برزخ جو برائے جمعیت خاطر دافع خطرات مشایخ زمانہ کرتے ہیں اور اس کو رکن طریقت و واجبات سے جانتے ہیں کہ بدون اس کے حصول فیوض و برکات محال ہیں لہذا ایسی صورت میں یہ شغل کرنا کیسا ہے اور قرون ثلاثہ مشہود لہا بالخیر میں کسی صحابی و تابعین و ائمہ دین رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہے یا نہیں کیونکہ جب ایسا ضروری ہوا تو صحابہ کس طرح اس فعل سے محروم رہے ہوں گے اور جو زمانہ خیر القرون میں اس کا وجود نہ تھا تو پھر کس طرح ایسا ضروری مذکور سوال ہو سکتا ہے گو عقیدہ شرک تک نہ پہونچا ہو؟

جواب - اس شغل میں متاخرین صوفیہ نے غلو کیا ہے اور شرک تک نوبت پہنچی لہذا متاخرین علماء نے اس کو منع فرمایا اور اب علماء متاخرین کے قول پر عمل چاہیئے۔ اس شغل کی کچھ ضرورت نہیں اور نہ صحابہ میں اس شغل کا کچھ اثر تھا ان فتاویٰ سے معلوم ہوتا ہے کہ نفس تصور شیخ میں شرعاً ممانعت نہیں ہے بلکہ جو چیزیں اس میں ناجائز داخل کی گئی ہیں وہ ممنوع ہیں انہیں کے اقتران کیوجہ سے اس میں قباحت آتی ہے لہذا مطلقاً تصور شیخ کو حرام یا شرک قرار دینا غلط فہمی اور غلط گوئی ہے۔

حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز فرماتے ہیں۔

مکتوبات ہفتم تصور شیخ فیوض قاسمیہ ص۳۱ - وقت یاد خداوند جل وعلیٰ اگر شیخ را رابطہ خود تصور کند چہ باک کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بس از لا الہ الا اللہ بہمیں جانب مشیر است وایں بداں ماند کہ کسی را باکسے کارے افتد کہ نظر عنایت

یاد داشتہ باشد و بار کار خود بر انداختہ پس چنانکہ مرد حاجت مند را بہ تقاضائے ضرورت وقت تدبیر و جانفشانی ہائے خود یاد محتاج الیہ ضروری است و بوجہ مداخلت آں ذکر نیاز باو لازم و توسل باو واجب ہمچناں طالبان خدا را یاد خداوند متعال ضروری است و نیاز بہ رہبران دین راہ لابدی و وقت عرض نیاز اقرار بعدم استحقاق و نفی لیاقت خود لازم۔ و بدیں وجہ توسل آں مقرباں واجب بالجملہ ایں چنیں تصور شعبہ از اعتقاد شفاعت است یا پرتو اعتقاد رسالت و ہمین است کہ ایں تصور را اکابر طریقت رابطہ و وسیلہ نام نہادہ اند آرے اگر تصور مستقل است و از مفہوم ربط و توسل عاری آں را مسقط اشارہ ماندہ التماثیل اللتی انتم لھا عاکفون۔ تصور باید فرمود گو فیما بین افراد ایں قسم تصور باعتبار اعتقاد استقلال فرق باشد بالجملہ بخیال۔ بمقتضائے باخدا ایش نتواں گفت و از یاد خدا دل محو یاد پیر باخبر نباشد شائبہ از تماثیل مشار الیہا دارد گو صاحب تصور پیر را حسب اعتقاد اسلام بندہ محتاج اعتقاد کردہ باشد چہ یاد اصلی از حقوق خداوندیست چنانچہ بر ماہران قرآن و حدیث مخفی نخواہد بود و چوں ذکر بیاد دیگراں داد ازیں وجہ دل خود را بیاد خداوندی پرداخت و باز ازیں کار خود را بنظر استحسان دید لاجرم رہ کساں رفت کہ ۔۔۔۔۔ خود را وقف کردہ اند و چوں ایں صورت تصور حاصل شیخ اول است آنانکہ علی الاطلاق منع کردہ اند باہمیں قسم را معمول بریافتند یا رخنہ بندی شریعت و طریقت مد نظر داشتند و ہر چہ کردند بجا کردند اما حقیقت حال این است کہ ایں پراگندہ حال بعرض رسانید واللہ اعلم۔ (فیوض قاسمیہ صنہ۳)

مرشدوں کی نسبت یہ خیال غلط ہے کہ وہ ہر دم ساتھ رہتے ہیں اور ہر دم آگاہ رہتے ہیں یہ خدا ہی کی شان ہے گہہ و بیگاہ بطور خرق بعض اکابر سے ایسے معاملات ظاہر ہوتے ہیں اس سے جاہلوں کو یہ دھوکا پڑا ہے۔ تصور میں صورت کا

خیال امر فضول ہے جیسے کسی کے تذکرہ کے وقت کسی کا خیال آتا ہے ایسا ہی تصور شیخ ہے مگر تصور کرو تو اپنے آپ کو اپنی جگہ اور شیخ کو اپنے وطن میں اور اس کے ساتھ یہ خیال رہے کہ اوپر سے کچھ فیض آتا ہے۔ (فیوض قاسمیہ ص۴۳ دربارہ تصور شیخ۔)

مذکورہ بالا تصریحات سے صراط مستقیم کی مندرجہ ذیل عبارت کی بھی حقیقت معلوم ہو جائے گی۔ صراط مستقیم ص۱۱۱۔

(فائدہ) از جملہ اشغال مبتدعہ شغل برزخ است کہ در متاخرایں اکثر طرق اشتہار یافتہ بلکہ کلام بعض اکابرہم بر ان مشتمل گردیدہ و تصویر شغل مذکور این است کہ برائے دفع خطرات وجمعیت ہمت صورت شیخ راکما ینبغی بہ تعین و تشخص در خیال خاطر میکنند و خود باادب و تعظیم تمام بہگی ہمت خود متوجہ بآں صورت می شوند کہ گویا باداب و تعظیم بسیار روبروی شیخ نشستہ اند و دل بالکل بآں سو متوجہ سازند و حال ایں شغل از احوال تصویر معلوم می تواں کرد چہ ساختن صورت گناہ کبیرہ عظیمہ است و نگاہ کردن دراں خصوصاً بہ تعظیم و توقیر البتہ حرام وقول حضرت ابراہیم علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کہ قوم خود را فرمودند ماھذہ التماثیل اللتی انتم لھا عاکفون۔ باطلاق خود دلالت دارد و بر آنکہ عکوف پیش تماثیل ممنوع است و معنی عکوف لزوم حضور است باایستادہ بتعظیم و ادب و محبت و شک نیست کہ ہر کہ باصورت ظاہری ایں عمل کند البتہ آثم و گنہ گار است و تفاوت در عمل آں آثم و گنہگار و شغل ایں طالب راہ حق ہمیں دور است کہ در اول تصویر رنگیں بر قرطاس یا مثل وے خواہد بود و در ثانی تصویر تمام صورت بلون وجلد و اشعار وخط و خال در صحیفۂ خیال خواہد بود۔ ہر چند بظاہر صورت پرستی ---- نیست لیکن در باطن صاف صورت پرستی است صورت قرطاسی آں قدر دقائق تصویر

راحکایت نمی کند کہ صورت خیالی میکند باوجودیکہ ہر دو بے جان اند پس در معنی تصوری صورت خیالی ------ از صورت قرطاسی چہ فرق ہر دو نہ می تواند شد مگر باایں کہ در صورت اول در انتظام ظاہر شرع تخلل راہ می یابد و در صورت ثانی انتظام ظاہری را آسیبے نمی رسد لیکن قبح کہ بہ نسبت تاثیرش در نفس فاعل ایں کار است در صورت دوم از یباز صورت اولی است پس بایں وجہ می باید کہ حرام باشد و قطع نظر ازیں معنی رواج شغل برزخ ناقصاں را بصورت اوّل می رساند و تصاویر ظاہری ساختہ آں حرکات تعظیمیہ کہ پیش اہل صور می کنند روبروئے آں تصاویر عمل می آرند صاف بصورت صنم پرستاں می شوند و در منجر شدن شغل برزخ بایں عمل کہ صریح حرام است شبہہ نیست پس ایں ہم باید کہ حرام بود و در شریعت محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسّلام بنا بر پیش بندی صورت پرستی تصویر سازی مطلقاً ممنوع شدہ و در شرائع دیگر بنا بر بعضے اغراض صحیحہ مثل دریافت حال شکل و شمائل مردہ یا زندہ غائب درست بود پس وقتیکہ شارع ایں قدر احتیاط را پیش گرفتہ شغل برزخ را حرام و قبیح پندارند و ہر کہ بہ سیرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم بخوبی آگاہی وارد خواہد دانست کہ اگر استفتای ایں امر دراں زمانہ متبرکہ می شد البتہ ازاں منع می فرمودند و تحریم آں ظاہر می شد۔ ص۱۱۸ و ص۱۱۹۔

خلاصہ یہ ہے کہ خطرات کے دور کرنے اور خیالات کو جمع کرنے اور ہمت کو قوی بنانے کی عبادات میں جس قدر اہمیت ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے اور چونکہ تصور شیخ کی تاثیر اس امر میں انتہائی درجہ پر مفید ہے فان الشیخ فی قومہٖ کالنبی فی امتہٖ اس لئے تجربہ اور نصوص نے اکابر امت کو اس طریقہ کے جاری کرنے پر آمادہ کیا تھا۔ امت کو اس سے بے شمار فوائد حاصل ہوئے جیسا کہ مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ تعالےٰ کے ارشاد سے ظاہر ہے مگر چونکہ متاخرین غلط کاروں نے اس میں محظورات اور ناجائز اشیاء داخل کر دیں۔ مثلاً شیخ کو ہر جگہ حاضر و ناظر اعتقاد کرنا یا اس کے تصور اور توجہ

الی الشیخ میں اس قدر منہمک ہو جانا کہ مقصود حقیقی اور محبوب حقیقی سے مستغنی اور غافل ہو جائیں یا شیخ کو مثل کعبہ ہر نماز میں قبلہ اور متوجہ الیہ بنا لینا، یا باطن مرید میں شیخ کو متصرف سمجھنے لگنا یا اس صورت کی اور شیخ کی حد سے زیادہ تعظیم کرنے لگنا یا اس سے نا عاقبت اندیشوں اور احمقوں کا صورت پرستی حقیقی اختیار کرنا جیسے مختلف مبتدع پیروں کے یہاں رائج ہو گیا ہے۔ اس لئے سمجھدار اکابرین پر لازم ہو گیا کہ اس پر فکر فرماویں اور ذریعہ شرک و کفر کو جڑ سے اکھاڑ کر پھینک دیں۔ بہر حال یہ امر مطلقاً ممنوع ہے نہ مطلقاً ضروری ہے۔ فتویٰ دینے اور عمل کرنے میں غور و فکر اور سوچ سمجھ سے کام لینا چاہیئے۔ واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۸ نومبر ۱۹۵۷ء

مکتوب ۸۴

عزت مآب جناب بابو راجندر پرشاد سابق جمہوریۂ ہند دہلی دام اقبالہٗ کے نام

بحضور جناب فیضمآب صدر جمہوریہ ہند دام اقبالکم

بعد از آداب عرض آنکہ اگر چہ اب تک مجکو باقاعدہ کوئی اطلاع نہیں دی گئی مگر اخباروں میں شائع شدہ اطلاعات سے معلوم ہوا کہ جناب نے پدم دبھوشن ۲/ کے تمغہ سے بنا بر صدارت جمعیۃ علماء ہند اور خدمات علمیہ دار العلوم دیوبند اور جد و جہد آزادئ وطن میری عزت افزائی فرمائی ہے۔ (اگر واقعہ صحیح ہے) تو میں آپ کی اس قدر دانی اور عزت افزائی کا تہ دل سے شکریہ ادا کرتا ہوا عرض رسا ہوں کہ چونکہ

حاشیہ مکتوب ۸۴۔ جس آزادئ ہند کی جنگ کا آغاز اور باقاعدہ کام ۱۸۰۳ء سے شروع ہو کر اس کا اختتام ۱۹۴۷ء میں ہوا شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی نور اللہ ضریحہ اس کی اہم اور آخری کڑی تھے۔ اس زعیم ملت اور چشتی درویش نے جس وقت سے جنگ آزادی

بقیہ حاشیہ ۲۳۶:۔ میں شرکت فرمائی اس وقت سے ۱۹۵۷ء تک ملک و ملت کی خدمت اور تعمیر میں ایک گھنٹہ بھی ضائع نہ ہونے دیا اور جب آزادی حاصل ہوگئی تو اپنی جد و جہد سعی و کوشش اور قربانیوں کی کوئی سیاسی یا سماجی قیمت وصول کرنا جائز نہ سمجھا بلکہ دیوبند کی مسند درس و تدریس اور مخلوق الٰہی کی بے لوث خدمت ہی کو اپنے لئے باعث فخر سمجھا۔ صرف اسی ایک معمولی سی چیز سے مولانا مدنیؒ اور دیگر معاصرین، ارباب اصلاح و ارشاد اور مدعیان اقامت دین کے فرق کو بآسانی سمجھا جا سکتا ہے باقی مولانا مدنیؒ کو جاننا بہت دشوار ہے اس لئے اور بھی کہ خود مولانا کے معاصرین اور غیر معاصرین میں کوئی بھی کسی وصف اور سیرت میں آپ کا ہموزن اور ہمسر تھا ہی نہیں اور آپ عام سطح سے اتنا بلند تھے بھی کہ مشکل سے ان کا اندازہ لگ سکتا تھا۔ جس مبصر کی نظر انبیاء کرام کی سیرت اور بالخصوص اصحاب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات پاک پر ہے وہی مولانا مدنیؒ کو پرکھ سکتا اور جان سکتا ہے کیونکہ صحابہ کرام کی زندگی کا سراغ ہم کو صرف مولانا مدنیؒ کی سیرت اقدس کے اندر مجموعی طور پر ملتا ہے۔ وذالک فضل اللہ یوتیہ من یشاء۔

تاریخ اسلام میں جس طرح بہت سے اسماء کے ساتھ ساتھ کسی نمایاں وصف کے ساتھ القاب و خطابات کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح ترکوں کے غلبہ کے زمانہ میں سلطان وقت کی اجازت سے اس طرح کے القاب و آداب کے ملنے کا طریقہ پایا جاتا ہے بلکہ القاب و خطابات کے حاصل کرنے پر بڑی سعی و سفارش اور روپیہ پیسہ کی پیش کش کے ذریعہ یہ اعزاز برابر حاصل کیا جاتا تھا حتیٰ کہ یہ خطابات ہندوستان کے شاہی اور غیر شاہی دور میں کسی خاص کارکردگی کے صلہ میں جاری رہے۔ جیسا کہ تزک اور آئین اکبری وغیرہ کے پڑھنے سے پتہ چلتا ہے لیکن جنکی نظریں بلند اور جن کے حوصلے گدائی خود بادشاہی فروش "سے بھی آگے ہوں اور جن کا مطمح نظر انبیاء کرام کے مشن کو زندہ کرنا اور رکھنا ہو جس کا ثبوت جملہ انبیاء و رسل کے کارناموں میں بایں الفاظ قرآن حکیم نے محفوظ کر دیا ہو۔ "ان اَجْرِیَ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ" وہ دنیا کے اس کاغذی خطابات کو پرمگس کے برابر بھی خاطر میں نہیں لا سکتے۔ سچ فرمایا علامہ فراہی مرحوم نے ؎

چشم بر شوکتِ شاہی نہ کشائم ہرگز | کہ نگاہم بہ سوئے شوکت و شان دگر است

یہ بالکل صحیح حقیقت ہے کہ اگرچہ اس دور جمہوریت میں حکومت ہند کے اعزازات کی وہ نوعیت نہیں ہے جو پہلے تھی۔ تاہم رائے عامہ اب بھی سمجھتی ہے کہ ایسے حضرات پارٹی پالیٹکس کے اثر آتے ہی

ایسا تمغہ میرے نزدیک پبلک کی نگاہوں میں بے لوث آزاد خادمانِ ملک وملت کی آزادیٔ رائے اور اظہارِ حق کو مجروح کرنا اور قومی حکومت کی صحیح اور سچی راہنمائی کے لئے ایک قسم کی رکاوٹ ہے اور چونکہ یہ امر میرے اسلاف کرام مرحومین کے طریقہ اور وضع کے خلاف بھی ہے اس لئے میں ضروری سمجھتا ہوں کہ بصد شکریہ اس تمغہ کو واپس کردوں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲ ستمبر ۱۹۵۴ء۔

بقیہ حاشیہ ص۲۳۷ :- متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ چنانچہ جب اگست ۱۹۵۴ء میں حضرت مولانا مدنی رح کو صدر جمہوریہ ہند کی جانب سے "پدم وبھوشن" کا تمغہ عطا فرمائے جانے کا اعلان اخبارات میں نکلا تو کفش برادران مدنی اور دیگر خدامان بارگاہ مدنی سخت ذہنی اور روحانی کش مکش میں مبتلا ہوگئے بالآخر طویل انتظار کے بعد شیخ الاسلام حضرت مولانا مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا یہ تاریخی والا نامہ صدر جمہوریہ ہند کے نام شایع ہوا جس سے حضرت کی جرأت، صداقت ہمت اور اعلانِ حق کا ایک بے مثال نمونۂ سلف سامنے آجاتا ہے بالخصوص آپ کے یہ فقرے۔

"ایسا تمغہ میرے نزدیک پبلک کی نگاہوں میں بے لوث آزاد خادمانِ ملک وملت کی آزادیٔ رائے اور اظہارِ حق کو مجروح کرنا اور قومی حکومت کی صحیح اور سچی راہنمائی کے لئے ایک قسم کی رکاوٹ ہے"

حضرت مدنیؒ کا یہ والا نامہ اور اس کے نقوش تاریخ حریت میں آب زر سے لکھنے کے قابل ہیں زمانۂ سلف بالخصوص پانچویں صدی ہجری میں اس طرح کے خطابات واعزازات کے حاصل کرنے کے لئے یہ امور اختیار کرنے پڑتے تھے۔ (۱) دربار کی آمد ورفت (۲) سلاطین کی ثنا وصفت کے ساتھ دعا کرنا۔ (۳) بادشاہوں کے اغراض ومطالب میں اعانت۔ (۴) جلوس میں شرکت (۵) جاں نثاری کا اظہار اور سلاطین کے عیوب کی پردہ پوشی وغیرہ۔

اصلاحی

مکتوب ۸۵

جناب مولانا عبدالحکیم صاحب لاہور پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘۔ امور مسئولہ کا جواب حسب ذیل ہے۔

درود شریف ۳ مرتبہ سورہ فاتحہ ۳ مرتبہ سورہ اخلاص ۱۲ مرتبہ درود شریف ۳ مرتبہ اس کے بعد یہ دعا کی جائے۔ اللھم تقبل ھذا منی برحمتک وکرمک واجعلہ ھدیۃ الی مشایخ الطریقۃ وبحرمتھم طھر قلبی عمن سواک ونورہ بانوار معرفتک وعشقک یا اللہ یا اللہ یا اللہ۔ جو سانس اندر جائے اس کو اس طرح کھینچیں کہ بلاصوت وبلاحرکت لسان وشفتہ لفظ اللہ پیدا ہو اور اس طرح نکالیں کہ لفظ ہو پیدا ہو اس امر کی بنا پر کہ زبان نہ ہلے اس کو تالو سے چمٹا لیا کریں یہ اس وقت ہے جب کہ سانس مُنہ سے لیا جائے اور اگر سانس ناک سے لینا ہو تو منہ بالکل بند کرلیں اور ناک سے سانس کے داخل ہوتے ہوئے لفظ اللہ اور خارج ہوتے ہوئے لفظ ہو نکالیں اسکی مشق کے لئے روزانہ باوضو قبلہ رو بیٹھ کر تقریباً ایک گھنٹہ مشق جاری رکھیں اور چلتے پھرتے اور اٹھتے بیٹھتے ہر حال میں خواہ وضو ہو یا نہ ہو قبلہ رو ہوں یا نہ ہوں اس طرح اس کی کثرت کی جائے کہ کوئی سانس ذکر سے خالی نہ رہے اور بے اختیار ہونے لگے اور یہ ہی مقصد ظاہری ہے اور باطنی یہ ہے کہ بوقت ذکر یہ تصور ہو کہ باہر سے داخل ہونے والا سانس ہوالظاہر کی خبر دیتا ہے اور اندر نکلنے والا سانس ہوالباطن کی خبر دیتا ہے یعنی وہ ذات مقدسہ جو کہ مدلول لفظ اللہ ہے بلاکیف وکم کالیلیق بشانہا باہر موجود ہے اور ہوالباطن میں اخبار ہے کہ وہ ذات مقدسہ بلاکیف وکم کمالیلیق بشانہا باطن قلب روح میں موجود ہے۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔

مکتوب ۸۶

میرے محترم ذکر کے غلبہ کی وجہ سے جو حالتیں آپ ذکر فرمارہے ہیں صحیح ہیں تعجب کی بات نہیں بلکہ مبارک اور موجب شکر ہیں اللّٰھم زد فزد اب آپ آخری تعلیم پر آئیے یعنی آپ ذکر کے مسمی کی طرف توجہ فرمائیے اب تک جو کچھ آپ کرتے رہے وہ اسم کا ذکر تھا اب مسمی یعنی ذات مقدسہ الٰہیہ کی طرف متوجہ ہوں جو کہ لفظ اللہ کی مسمی ہے اور وہ ہی تمام صفات کمالیہ کی مرکز اور تمام صفات سلبیہ کی مواد ہے تمام نقائص سے مُبرّا ہے وہی عالم الغیوب اور محیط بکل شیٔ اور اقرب من حبل الورید ہے۔ وہ قلب انسانی میں جلوہ گزیں اور تمام حوادث شکل اور صورت اور مادہ سے پاک ہے وہ ہر چیز کو دیکھتی ہے اور ہر چیز کو جانتی ہے۔ الم یعلم بان اللہ یری۔ واصبر لحکم ربك فانك باعیننا۔ وھو معکم اینما کنتم۔ وہ ہر چیز کو محیط ہے۔ الا انہ بکل شیٔ محیط۔ سنریھم آیاتنا فی الآفاق (و فی انفسھم افلا یبصرون) نصوص صریحہ ہیں اس لئے یہ دھیان جمائیے کہ وہ ذات مقدسہ متّصفہ بجمیع الصفات الکمالیۃ متنزہۃ عن جمیع صفات النقص میرے قلب میں جلوہ گر ہے اور میں اس کے سامنے حاضر ہوں یعنی و فی انفسکم افلا تبصرون کا تصور اور دھیان باندھا کیجئے اور روزانہ اس دھیان اور تصور میں کم از کم آدھا گھنٹہ ادب اور تعظیم کے ساتھ صرف کیجئے اور جس قدر ممکن ہو اس میں زیادتی کیجئے تاکہ حضور دائم حاصل ہو جائے۔

ہست رب الناس را با جان ناس　　　اتصالے بے تکیف بے قیاس

یہ واقعی چیز ہے انسان اس سے غافل ہے ذکر اسم میں کمی اگرچہ واقع ہو جائے مگر مسمی میں جو کہ ذکر واقعی ہے زیادتی ہوتی رہے اور حقیقت احسان روز افزوں ہو جائے۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۹ جمادی الاول ۱۳۷۳ھ۔

مکتوب ۸۷

میں کس زبان اور کس دل سے آپ حضرات اور جملہ اہل شہر کی محبت اور عنایت کا شکریہ ادا کروں یہ سب آپ حضرات کی ذرّہ نوازی ہے میں تو آپ حضرات کا ادنیٰ خادم ہوں مگر یہ سب عنایت محض اسلام اور مذہب کے تعلق اور حضرت مولانا قدس سرہ العزیز کی بنا پر ہے خداوند کریم آپ حضرات کو اور بھی زیادہ دین کی خدمت کی توفیق اور جناب رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور ان کے نام لیوا امتیوں کی ہمدردی عنایت فرمائے۔

مخدوما! یہ وقت اسلام پر بہت سخت آپڑا ہے جس کی نظیر پہلے نہیں گذری ایسے وقت میں مسلمانوں کو جو کچھ بے چینی ہو وہ بہت کم ہے آج ہم اور آپ نہیں برباد ہو رہے ہیں بلکہ آج دشمنانِ اسلام اسلام کا جنازہ اٹھانا چاہ رہے ہیں آج وہ قرآن کو روئے زمین سے اور شریعت محمدی کو دنیا سے نیست ونابود کرنا چاہ رہے ہیں اور اس کی صورتیں کر لی ہیں اور اپنے زعم میں کامیاب ہو گئے ہیں اگرچہ خدا بے نیاز ہے اس کو کسی کی پروا نہیں۔ مساجد کو گرجا بنواتا ہے۔ جب چاہتا ہے خانہ کعبہ میں بت پرستی کراتا ہے اپنے جاں نثاروں کو

حاشیہ مکتوب ۸۷۔ اولیاء اللہ سے جو عداوت کرتا ہے وہ دراصل باری تعالیٰ سے لڑائی مول لیتا ہے۔ حق تعالیٰ کے نیک بندوں کا بحالت مظلومیت صبر وضبط رنگ لائے بغیر نہیں رہتا۔ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے قاتلین نے زیادہ عرصہ میں نہیں تھوڑے ہی دنوں میں اپنی ذلت اور رسوائی کا مہیب نقشہ دیکھا وہ اسلامی تاریخوں میں آج بھی موجود ہے مظلوم حسین احمد مدنی رح کے دشمنوں میں سے بہتیرے تباہی وبربادی کا شکار ہوئے اور جو باقی رہ گئے ہیں اگر انہوں نے توبہ نہ کی تو سوءِ خاتمہ سے بچنا دشوار ہے۔ اس والا نامہ سے حضرت مدنی رح کے خدا پرستانہ جذبات کا اندازہ ہوتا ہے اور قلندر آنچہ گوید دیدہ گوید کا مشاہدہ (باقی صہ ۲۴۲ پر)

خون کے آنسوؤں سے رُلاتا ہے آروں سے چرواتا ہے آگ میں جلواتا ہے۔
اس کو دنیا و مافیہا کی حاجت نہیں۔ مگر ہم نالایق بندے اس کے محتاج ہیں اس کا وعدہ ہے کہ اس دین کی آخر تک حفاظت کروں گا اس لئے ہم کو پوری امید ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کریگا اور انشاء اللہ ضرور کرے گا فقط ہم کو اتنی ضرورت ہے کہ اس کی خدمت ضروریہ اور لازمی عمل درآمد میں اگرہماری بھی کچھ ٹانگ اڑ جائے ہمارے قول، فعل، مال، جان کسی کو بھی دخل ہو جائے تو کل قیامت کے دن منہ دکھانے کو جگہ ہو گی۔ کل ہم رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے آگے اور حضرت رب العزت کے سامنے یہ تو کہہ سکیں گے کہ ہم نے اپنی طاقت کے موافق کمی نہیں کی۔

اے میرے پیارے بزرگو! آپ لوگوں کو میری جدائی، میری تکلیف، میری مشقت کے ادنیٰ درجہ کا بھی خیال نہ ہونا چاہیئے آپ کو اسلام کا درد ہونا چاہیئے۔ آپ کو دین محمدی کی فکر ہونی چاہیئے دشمنانِ اسلام نے ہزاروں نہیں لاکھوں خاندان برباد کردیئے جن کا آج نام ونشان باقی نہیں۔ وہ ہمارے ہی بھائی مسلمان اور مسلمان بہنیں اور مائیں، بچے، بچیاں تھیں۔

بقیہ حاشیہ صـ۲۴۱ ۔ واقعہ بن کر اگست ۱۹۴۷ء کی تاریخ کو رہتی دنیا تک کے لئے یادگار چھوڑ جاتا ہے۔ اس مکتوب گرامی میں ترک موالات کی ترغیب کے ساتھ مسلمانوں کو یہ ہدایت بھی کی گئی تھی کہ وہ فن سپہ گری کی مہارت اختیار کریں۔ کاش مسلمان اس ہدایت پر عمل کرتے تو اس پچیس سال کے عرصہ میں اس وقت تک ہر ایک مسلم نوجوان مجاہد بن گیا ہوتا۔ مگر افسوس عمل کے بجائے جنگ وجدل مسلمانوں کے حصہ میں آچکا ہے جس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ مسلمان ملکی سیاست میں پیش رو ہونے کے بجائے آزادی کا دریوزہ گر بن کر رہ گئے ہیں۔ فیا مصیبتاہ۔

⁂ ⁂

میرے عنایت فرما بزرگو! ہم کمزور ہیں ہم میں اتفاق نہیں، ہم ہتھیار نہیں رکھتے ہم مال نہیں رکھتے، ہمارا دشمن قوی ہے۔ اس کے پاس ہر قسم کا سامان ہے۔ ہم کو اسے سیدھا کرنا اور اس سے بدلہ لینا ضروری ہے مگر ہمیشہ مقابلہ سمجھ اور طاقت کے ساتھ کرنا ہوتا ہے۔ یہی طریقہ قرآن حدیث اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بتایا ہے اسی لئے ہم کو جب تک کہ ہمارے مقاصد حاصل نہ ہو جائیں یعنے خلافت کی آزادی، جزیرۃ العرب کی آزادی۔ ہندوستان کی آزادی۔ پنجاب کی تلافی اس وقت تک ہم کو نہ چین سے بیٹھنا ہے اور نہ بیٹھنے دینا ہے۔ آپ یہ سوال کریں گے کہ ہم کیا کر سکتے ہیں؟ میں کہوں گا آپ پر شرعاً فرض ہے کہ اگر ایک مری ہوئی چیونٹی کی طرح آپ کاٹ ہی سکتے ہیں تو ضرور کاٹ لیجئے اس کے یہ معنی نہ سمجھئے کہ آپ خلاف امن کوئی بات کریں، خونریزی کریں۔ نہیں نہیں صلاح ومشورہ کے ساتھ جسقدر ممکن ہو نقصان پہونچائیں دوسروں کو آمادہ کریں۔ دشمن کی قوت کو کمزور کریں، اس کی تجارت کو گھٹائیں، ان کی صنعت کو گھٹائیں۔ ان کی محبت ان کے خوف کو دلوں سے دور کریں۔ لوگوں میں جرأت پیدا کریں۔ سچ کہنے سے نہ جھیپیں۔ لوگوں کو نرمی اور حکمت سے سمجھائیں۔ شدت کو کام میں نہ لائیں۔ ٹوٹے ہوؤں کو ملائیں۔ ملے ہوؤں کو نہ توڑیں۔ اسی دھن میں دن رات لگے رہیں۔ لوگوں میں سپہ گری پھیلائیں۔ بانک، پٹہ، لکڑی، تلوار گھوڑے کی سواری وغیرہ جو ہمارے بزرگوں کا طریقہ تھا جس کو تمام شریف خاندان کے لوگ سیکھنا اپنا فخر سمجھتے تھے اس کی طرف لوگوں کو ترغیب دیں کم از کم روزانہ ایک آدھ گھنٹہ اگر یہ عمل جاری رہے تو ہم خرما وہم ثواب کا کام دے جسمانی صحت حاصل ہو ایک فن ہاتھ میں رہے وقت بے وقت کام آئے اپنی اور مال و اولاد کی حفاظت ہو۔

میرے پیارے دوستو! دیکھو اس بامن جنگ نے اس قدر فائدہ دیا کہ ہم

سات آدمیوں کے پکڑے جانے کے بعد تمام ملک میں تحریک بہت زور شور پر ہوگئی۔ لوگوں کے دلوں سے خوف گورنمنٹ کا بہت کم ہو گیا جس مسئلہ کو ہم مہینوں کی کوشش کر کے سب کے کانوں تک نہیں پہونچا سکتے تھے وہ دم کے دم میں پہونچ گیا۔ انگورہ کے مجاھدین کا چندہ بہت بڑے پیمانہ پر جمع ہو گیا۔ بہت سے آدمیوں نے اس حرام نوکری سے استعفیٰ دے دیا اور بھی سینکڑوں فائدے ہوئے۔ اگر تشدد آمیز کارروائی ہوتی تو یہ فائدہ نہ ہوتا۔

میرے معزز کرم فرمائو! ہم تو انشاء اللہ اسی با امن ترک موالات سے گورنمنٹ کو شکست فاش دیں گے۔ ذرا ملک کو پوری طرح سے تیار تو ہو جانے دو اور لوگوں میں احساس اور اتفاق پیدا کرائو ہاں ایسا سختی سے لوگوں کو نہ پکڑو کہ کل کو گھبرا کر چھوڑ بیٹھیں شریعت کی پابندی کرائو روز روز جلسے ہونے شاید لوگوں کی ہم نشینی سے مانع ہوں۔ میرے خیال میں ہفتہ میں ایک دو جلسے یا پندرہ بیس دن میں ایک جلسہ کافی ہے مگر کام ہمت سے ہونا چاہیئے جو کام مجمع کے اور بڑے ہوتے ہیں ان میں غلط فہمیاں بہت زیادہ ہوتی ہیں ہم کو اس وقت ملنے اور ملانے کی زیادہ ضرورت ہے متوسط طریقہ پر کوشش جاری رہے۔ نرمی اور خوش کلامی میں فرق نہ ہو۔

میں اب تک بہت آرام سے ہوں۔ غالباً پرسوں حکم سنایا جائے گا۔ اگر مجھ پر اور دوسرے رفقاء پر کوئی سخت حکم ہو تو آپ لوگ ہرگز صدمہ نہ کریں اور نہ کوئی ایسی حرکت ظاہر ہو جس سے بے چینی یا قلق اور اضطراب ظاہر ہو بلکہ یہ ہونا چاہیئے کہ دشمنان اسلام سمجھیں کہ ان لوگوں کو ذرا بھی پرواہ نہیں ہوئی اور نہ اپنے مطالبات سے ہٹے۔ ہم ہر روز اپنے مقصد یعنی آزادئ ہند اور دیگر مذہبی مقاصد کے قریب ہوتے جا رہے ہیں الحمد للہ ملک اور قوم کا قدم نہایت تیزی سے آگے بڑھ رہا ہے۔ خداوند کریم مددگار ہے۔ ہم ضعیف ہیں مگر انشاء اللہ العزیز پبلک کے کھڑے ہو کر گورنمنٹ کے موجودہ

طریقہ اور جماعت کو وبا میں مبتلا کر کے ڈھائی گھڑی کی لگا دیں گے بعون اللہ تعالیٰ۔

۵ پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں

جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

بھائیو گھبراؤ نہیں، مایوس مت ہو، ایک خدا پر بھروسہ کرو وہ ہمارے ساتھ ہے کوشش کئے جاؤ۔ کامیابی دیکھو گے۔ خدا سے ڈرو، اس کے سوا کسی سے نہ ڈرو نہ کسی سے جھگڑو۔ مجکو خدا کے حوالہ کرو، اگر اور کوئی عالم، مولوی، لیڈر پکڑا جائے کچھ پرواہ مت کرو ہمارا خدا ہمارے اور تمہارے ساتھ ہے وہ سب دیکھتا ہے، سنتا ہے۔ خداوند کریم آپ کی، ہماری، تمام امت محمدیہ کی مدد کرے گا۔ ہم سب کو نیک عمل اور اخلاص کی توفیق دیوے آمین۔

میرا بہت بہت سلام سب حضرات اراکین و ممبروں اور دوستوں کو، اور بزرگوں تک پہونچا دیں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ کراچی جیل۔

مکتوب ۸۸

جناب حضرت مولانا محی الدین صاحب مراد آباد کے نام

سیدی و مولائی ثقتی و رجائی و سیلتی و ذریعتی فی الدارین بلغکم اللہ تعالیٰ اقصی المرادات فی الدارین (آمین)

آداب فدویانہ و تحیات مسنونہ پیش کرتا ہوا یہ ناکارہ عرض رسا ہے کہ یہ نالائق

حاشیہ مکتوب ۸۸۔ حضرت نواب محی الدین صاحب مراد آباد کے ذی علم عالم، رئیس اور صاحب تقویٰ و طہارت بزرگ تھے۔ حضرت شیخ الہندؒ کے معاصر اور حضرت نانوتوی قدس اللہ سرہ العزیز کے شاگرد تھے۔ اس لئے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی نواب صاحب کا ادب اسی انداز کے ساتھ فرما رہے ہیں۔

(باقی صفحہ ۲۴۶ پر)

حسب عرض سابق یہاں کے لوگوں سے معاملات طے کر چکا تھا۔ یہاں پر ایک بڑی جماعت ان لوگوں کی ہے جنھوں نے مدرسہ عالیہ کلکتہ ڈھاکہ سلہٹ وغیرہ میں اعلیٰ اعلیٰ درجہ کی ڈگریاں اور سارٹیفکٹ حاصل کئے ہیں وہ سمجھدار اور ذی استعداد ہیں انھوں نے عربی فنون میں استعداد بڑے درجہ تک حاصل کی ہے۔ بہت سے ان میں سے انگریزی زبان اور علوم عصریہ سے بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ یہ لوگ ان طلبہ کی طرح جو کہ ان اطراف میں جاتے ہیں کند ذہن بے سمجھ کم شوق کم محنتی نہیں ہیں۔ یہ لوگ ہندو بنگالیوں کے جوڑ توڑ کے ہیں۔ ان کو مذہبی جوش اور اسلامی خیال اور ہمدردی بڑے پیمانہ تک ہے اس جماعت کا مدت سے شوق تھا کہ صحاح ستہ کی تکمیل کسی طرح ہوتی اور رائج مذہبی فنون میں سے علم حدیث کا حظ وافر نصیب ہوتا اور اس غرض سے ان لوگوں نے اس خاص سلسلہ جنبانی کی صورت اختیار کی اور احقر کے پہونچنے پر متعدد اطراف سے جمع ہو ہو کر پہونچ گئے اور پہونچ رہے ہیں جو کہ اکثر انھیں اطراف کے ہیں ان اطراف میں مسلمانوں کی آبادی بہت کثرت سے ہے بعض بعض اضلاع میں تو فیصدی نوّے مسلمان ہیں اور باقی ہندو۔ عالی جناب سے جملہ کیفیتیں پہلے اس تعلق کی عرض کر کے مشورہ طلب کر چکا ہوں جب کہ احقر کا اس طرف ارادہ ہو رہا تھا۔ دوسری جانب سے علاوہ سابق مقامات کے طلب اور حاضری کا اشارہ ہوا مولوی مرتضیٰ حسن صاحب اور مولوی طاہر صاحب صاحبزادہ حضرت مہتمم صاحب نے دیوبند کے قیام پر مدرسہ میں تعلق کرکے بہت زور دیا اور دہلی مینڈھو وغیرہ سے بھی زور دیا گیا مگر مختلف وجوہ سے میں نے یہاں ہی کے قیام کو ترجیح دیا۔ قصد مصمم تھا کہ روانگی کے وقت کچھ دیر کیلئے خدمت اقدس میں حاضر ہوں گا مگر طغیانی کے باعث چونکہ لائنیں ٹوٹ گئی تھیں،

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۵ :۔ جو حضرت رحمہ اللہ کا طغرائے امتیاز تھا اور اسی خاکساری اور تواضع کی بدولت اللہ نے جو سربلندی عنایت فرمائی معاصرین میں کس کو نصیب ہوئی ؟۔

اس لئے کوئی صورت حاضری کی نہ ہو سکی یہاں سے تقاضے تھے خطوط پر خطوط اور تار پر تار آرہے تھے اس لئے مع اہلیہ کے یہاں چلا آیا۔ ان لوگوں نے ماہانہ ماضہ ماہوار علاوہ مکان اور فرش ولوازمات مکان کے مقرر کئے ہیں، میں نے ان سے کوئی کنجکاو تنخواہ کی کمی زیادتی کے بارے میں نہیں کیا ممکن تھا کہ اگر میں اصرار کرتا تو اس سے زائد بھی دیتے مگر جو کچھ انہوں نے لکھا اس میں کوئی تغیر کرنا اور دنیاوی طمع کو بڑھانا مناسب نہ سمجھا۔ انھوں نے ماھہ ماہوار کا ایک وسیع مکان جس میں مردانہ اور زنانہ علیٰحدہ علیٰحدہ حصے ہیں دونوں کی تعمیر اور مکانیت پختہ اور عمدہ ہے۔ صحن وسیع اور درخت، تالاب، ضروریات وغیرہ سب مکمل ہیں پہلے سے لے رکھا تھا غرضیکہ خدا کے فضل وکرم سے ظاہری آرام کی ہر قسم کی صورتیں مہیا ہیں۔ اسباق شروع کردئے ہیں۔ ۱۲ ربیع الاول کو میں پہونچا ہوں پہلے ضروری معلوم ہوا کہ اصول حدیث کی کوئی کتاب پڑھادی جلئے تاکہ اصطلاحات سے ان کو پوری واقفیت ہو جلئے چنانچہ گذشتہ جمعہ سے شرح نخبۃ الفکر شروع کرادی ہے جو کہ تقریبًا نصف ہو چکی ہے انشاء اللہ العزیز کل سے ترمذی شریف بھی شروع ہو جائے گی تقریبًا پانچ گھنٹہ روزانہ پڑھائی ہو گی۔ کچھ حصہ قرآن شریف کے ترجمہ اور تفسیر کے لئے بھی خرچ کرنا ہو گا جس کے لئے اصول تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کا رسالہ الفوز الکبیر فی اصول التفسیر نخبہ کے بعد شروع کرا دینے کا قصد ہے۔ میں اسی کے ساتھ کچھ نہ کچھ حصہ تحریک میں بھی لیتا رہتا ہوں اور تقریر وغیرہ بوقت فراغت کرتا رہتا ہوں اگرچہ اپنی قابلیت کچھ نہیں ہے مگر بزرگوں کی جوتیوں کے سہارے پران کاروبار کے انجام کا ارادہ کر رکھا ہے اس لئے عالی جناب کی توجہ اور ہمت کی اشد ضرورت ہے مولانا محمد صدیق صاحب کی خدمت میں بعد از سلام مسنون یہی خواستگاری ہے نالائق وجاہل وناکام ہوں مگر آپ ہی حضرات کا ہوں۔ ان دنوں

ایک خلجان پیش آیا ہے اس کو میں آپ کے سامنے ذکر کرنا چاہتا ہوں مگر اس سے پہلے یہ بھی عرض کر دینا چاہتا ہوں کہ میرا یہ سفر متعدد دفعہ استخارہ مسنونہ کر لینے کے بعد واقع ہوا ہے چونکہ مضمون ذیل کا کچھ تعلق جناب سے بھی ہے علاوہ ازیں بجائے شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے اب ظاہر میں آپ ہی میرے مربّی ہیں اس لئے اس کو عرض کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ میرے ایک دوست اپنا ایک خواب ان الفاظ سے ذکر کرتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپ (حسین احمد) اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ تشریف لاتے ہیں اور جناب قاضی صاحب کے یہاں مقیم ہیں مگر وہ مکان اور ہے یہ نہیں جس میں آپ قیام فرمایا کرتے ہیں اور میں حاضر ہوا ہوں (صاحب خواب) تو ایک بڑے سے تخت پر آپ بھی ہیں اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے آپ سے فرمایا کہ تمہارے پاس تو دوسرا مصلی ہی اب ہم اپنا مصلی یہاں سے اٹھائے لیتے ہیں اس پر میں نے (صاحب خواب نے) دیکھا کہ ایک مصلی تو بچھا ہوا ہے جسے میں آپ کا مصلی سمجھتا ہوں اور ایک مصلی ایک جانب سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے پکڑا اور ایک جانب سے میں نے پکڑا تو حضرت رحمۃ اللہ علیہ آگے چلے اور میں مصلی پکڑے ہوئے پیچھے پیچھے چلا اور وہ مصلی میں نے اور حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے اندر کے دالان میں ایک پلنگ یا تخت پر بچھا دیا۔ جس کے قریب پلنگ پر ایک بچّہ سو رہا تھا اور اس کے پاس ایک اتنا بڑا لحاف پڑا تھا جو پلنگ تک کافی تھا مگر مولانا نے وہ لحاف بچّے ہی کو اُڑھا دیا۔ الخ۔

یہاں تک کی عبارت کا تعلق اس ناکارہ سے ہے اب باعث خلجان یہ ہے کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا اپنے مصلیٰ کو مجھ سے علیحدہ کر لینا اور دوسری جگہ چلے جانا، کہیں اس وجہ سے تو نہیں ہے کہ میں اس انہماک تحریک موجودہ سے علیحدہ ہو گیا ہوں جس میں کہ اب تک تھا اور علمی اشتغالات وغیرہ کو بالکل ہی بالائے طاق رکھا تھا

گویا کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ میرے اس اشتغال علمی سے خوش نہیں اور جو سایہ مجھ پر ان کا اس طور پر تھا وہ اٹھا رہے ہیں مگر میں تو اپنے خیال سابق اور ارادہ ماضی سے علیحدہ بھی نہیں ہوا ہوں البتہ مختلف اسباب اور مجبوریوں سے اس تعلیمی کام کو کرتے ہوئے اس میں بھی حصہ قلیل وکثیر لے ہی رہا ہوں۔ اگر یہ مراد ہے تو فرمائیے کہ میں کیا کروں اور کس طرح پر مجھکو عملدرآمد چاہیئے اور اگر یہ مراد ہے کہ اب تجھ میں ایسی قابلیت پیدا ہوگئی ہے کہ تیرے لئے ہماری خبرگیری اور پرورش کی ضرورت نہیں رہی تو اس کے کوئی آثار ہویدا نہیں ہیں اور اگر اس کے معنی یہ ہیں کہ مجھکو انکے علاوہ اور کسی سے تعلق ہوکر ان سے استغنا ہوگیا ہے تو بھی خلاف واقع ہے۔ غرضکہ جو جناب کی رائے ہو اس سے مشرف فرمائیں۔ والسلام۔

ننگ اکابر حسین احمد غفرلہٗ ۸ ربیع الثانی ۱۳۴۳ھ سلہٹ خلافت آفس۔

مکتوب ۸۹

حکیم محمد فاروق صاحب محلہ بغیہ مرادآباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ ایک ضروری اور اہم کام کی طرف آپ کو توجہ دلا رہا ہوں۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی موجودہ بڑی صاحبزادی عرصہ سے بیمار ہیں گلے میں گلٹی تھی جو کہ اب تک بدستور موجود ہے اور نہایت سخت ہے یہ گلٹی باہر کی طرف ہے اندر گلے کے اماس ہوا پھر درد ہوا۔

حاشیہ مکتوب ۸۹۔ حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز پر اپنے شیخ حضرت شیخ الہندؒ سے فرط محبت وعقیدت کا یہ عالم ہے کہ ادنیٰ نسبت بھی جن کو شیخ الہند سے ہے اس کا احترام اور اس کے لئے ہمہ تن فرش راہ ہوجاتے ہیں تو بھلا شیخ الہند کی صاحبزادی کے لئے کیا کچھ نہ کر گزریں گے۔ اللہ محبت دے اور خلوص دے اپنے بڑوں کے ساتھ تو اسی طرح کا کیونکہ احترام اور محبت ہی میں مردمومن کی

اب پھنسیاں نکل آئیں اور سخت قلق اور بے چینی کی نوبت آگئی ۔ کھانا نگلا نہیں جاتا نہایت رقیق غذا تھوڑی مقدار میں دی جاتی ہے دہلی علاج کے لئے لے گئے تھے ڈاکٹر لوگ اس کو کینسر بتلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے یہاں بجز آپریشن اس کا کوئی علاج نہیں اور آپریشن بھی اس میں بہت خطرناک اور عموماً غیر مفید ہوتا ہے ۔ لوگوں سے سُنا جاتا ہے کہ اس کو سرطاں کہتے ہیں (یونانی میں) کہا جاتا ہے کہ ڈھینٹھ کا اور اس کا مادہ ایک ہی ہوتا ہے ۔ مریضہ سخت کمزور ہوگئی ہیں چونکہ سنا گیا ہے کہ رام پور میں ایک صاحب ہیں جن کے پاس ایک تیل ہے جو کہ اس مرض کے لئے اور سانپ کے کاٹے کے لئے ڈھینٹھ وغیرہ کے لئے اکسیر کا حکم رکھتا ہے ۔ وہ اس تیل کو مفت دیتے ہیں اور اسکا فائدہ بہت زیادہ ہے ۔ وہ محلہ راج دوارہ میں رہتے ہیں نام ان کا عبدالغنی خانصاحب عرف نوشہ میاں ہے ۔ مجھے یقین ہے کہ آپ کے وہاں ایسے قوی اور کار آمد وسائل ہوں گے جن سے اس میں کامیابی ہو سکے مہربانی فرما کر جلد از جلد اس کی خبر لیجئے اور اگر ضرورت معلوم ہو تو کسی کو بھیج کر اس تیل کو منگوا دیجئے نہایت زیادہ ضرورت ہے ۔

والسلام، ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲ جمادی الآخری ۱۳۴۸ھ

مکتوب نمبر ۹۰

مولانا عبدالرحمٰن صاحب مدرس مدرسہ عربیہ بھچرایوں کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ ۔ یہ عریضہ میں آسام سے لکھ رہا ہوں ۔

(۱) اپنی حقیقت کو پہچاننا اور اس کی افادیت من عرف نفسہ فقد عرف ربہ ۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۴۹ ۔ ترقی اور سربلندی مضمر ہے ۔ ہمارے حضرتؒ کی ذات میں جو کمالات تھے کیا چشم فلک نے ایک صدی کے اندر اس کا مثیل دیکھا ہے ؟

سے ظاہر ہے لیکن لفظ انا کا مفہوم اور مصداق کا سوال ایک اجلی البدیہیات کا سوال ہے جو کہ ”ولکن تنقیح حقیقتہ عسیر جدا“ کے ماتحت آتا ہے۔ چونکہ روح ہی انسان حقیقی ہے اور جسم بمنزلہ لباس اور آلات ہے جس سے روحانی طاقتوں اور کمالات استعدادیہ کا مظاہرہ ہوتا ہے اسی لئے حقیقت شناس حضرات مصدر انسانیت روح ہی کو قرار دیتے ہیں مگر روح کے متعلق آپ کو معلوم ہے کہ فرمایا گیا ہے۔ ”وما اوتیتم من العلم الا قلیلا“ اس کے متعلق محققین اور اہل اللہ نے حقائق کا تذکرہ فرمایا ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ اور الطاف القدس میں اور حضرت شیخ شہاب الدین سہروردی رحمہ اللہ عوارف المعارف میں اور دوسرے اہل تحقیق اپنی تصانیف میں ذکر فرماتے ہیں چونکہ مسئلہ نجات کا حصول اس پر موقوف نہیں ہے اور سمجھنا بھی مشکل ہے اس لئے شریعت حقہ نے اس کو بتانا غیر ضروری قرار دیا ہے۔ بہرحال انسان کے علم کا حال اس سے بخوبی معلوم ہوتا ہے کہ وہ باوجود بلند دعاوی کے اپنی حقیقت سے جاہل ہے اس میں کوشش کرنا لاحاصل ہے۔ نجات کی فکر کرنا اور اس کے وسائل کو عمل میں لانا ہی ضروری ہے یہی کوشش آخر میں اس حقیقت کو بھی پہنچوا دیتی ہے اگر خدانخواستہ یہ نہ جانی گئی تو کچھ ضرر نہیں ہے۔ مریض کو نسخہ علاج ہی عمل میں لانا شفا دیتا ہے اگرچہ اس کو حقیقت مرض اور دوائیوں کے خواص معلوم نہ ہوں ہم کو اس کے پیچھے پڑنا نہ چاہیئے ہم کو اُن اعمال اور عقائد اور احوال کے پیچھے پڑنا چاہیئے جو حکیم حاذق رسول علیہ السلام اور کتاب اللہ نے بتلائے ہیں اور نجات کو ان پر موقوف کیا ہے۔

واللہ اعلم۔

حاشیہ مکتوب ۹۰ :- اس والا نامہ کے ہر سہ جوابات صاف ہیں کاش سوالات بھی بھیجے گئے ہوتے تو اس کی افادیت بڑھ جاتی ورنہ اونچے درجہ کے اہل علم ہی ان اشارات سے پورے طور پر مستفید ہو سکتے ہیں۔

(۲) انسان کا اطلاق کبھی فقط جسم انسانی پر آتا ہے جیسے لقد خلقنا الانسان من سلالۃ من طین اور کبھی فقط روح پر آتا ہے جیسے حدیث خلقتھم للابد میں اور کبھی دونوں کے مجموعہ پر جیسے لقد خلقنا الانسان فی احسن تقویم میں عہد الست میں بھی ذریت انسانی سے مراد روح ہے۔

(۳) ان اللہ یحول بین المرء وقلبہ میں بظاہر عطف جزء علی الکل ہے اور ممکن ہے کہ لفظ مُتَمنی المرء کے پہلے مقدر کیا جائے جیسے فاسئل القریۃ سے پہلے لفظ اہل مقدر کیا گیا ہے تو عطف متغایرین کا ہو جائیگا۔ واللہ اعلم۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ہیلاکنڈی آسام

مکتوب ۹۱

جناب مولانا ابوالحسن حیدری الحسینی غازی پور کے نام

۵ آج تو ہندی زمیندار سبھی مرتے ہیں اس کا کیا ذکر ہے برباد ہیئے تم یا ہم

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، عرصہ دراز کے بعد والا نامہ باعث سرفرازی ہوا۔ دل شکن مضمون نے جگر کے ٹکڑے ٹکڑے کر دئے مگر اس میں آپ بھی بے قصور نہیں ہیں یوپی میں اس کی ابتدا انگریزی زمانہ ۱۹۱۲ء

حاشیہ مکتوب ۹۱۔ مولانا ابوالحسن حیدری الحسینی حضرت مدنی قدس سرہٗ کے مخصوص خدام میں سے ہیں آپ نے اور حاجی شیخ ولی محمد مرحوم جونپور نے جس زمانہ میں شیخ مدنی رحمہ اللہ سے ارادت وعقیدت پیدا کی وہ ایسا زمانہ تھا کہ اگر ان حضرات کی تگ و دو اور حضرت رحمہ اللہ سے جان نثاری کا کوئی ادنیٰ شوشہ بھی برطانیہ کے کارندوں کو حاصل ہو جاتا تو نہ معلوم ان حضرات کا کیا حشر ہوتا مگر یہ چند سر پھرے حضرت کی دعاؤں سے مامون ومحفوظ اس طرح پھرتے تھے کہ سی۔ آئی۔ ڈی کا محکمہ بھی ہار مان کر محض ضابطہ کی خانہ پری کرتا تھا۔ ان سابقون اولون کے لئے یہ شرف ومجد

سب سے بڑی سند اور گراں قدر ضمانت اس بات کی ہے کہ اگر کوئی چند ہینے ذکر اذکار مجاہدہ وریاضت کے ذریعہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کا مجاز ہوجائے پھر بھی وہ اس طرح کے بزرگوں اور سفرو حضر، قید و بند کے صحبت یافتہ ہم نشینوں کی برابری کرنے سے مراحل دُور ہے۔ تعلق مع اللہ اور رضاء الٰہی سب سے اونچی منزل ہے اگر یہ کسی کو حاصل ہوجائے اور وہ کسی کا نام بردہ مجاز نہ ہو اس کے مقابل جو مجاز ہو اور تعلق مع اللہ اور رضاء باری سے اس کا قلب خالی ہو یقیناً بہتر اور معتبر سمجھا جائے گا۔ ہم کو ہرگز یہ نہ سوچنا چاہیئے کہ ہم مجاز ہیں اس لئے سب سے افضل ہیں اور جو مجاز نہیں وہ فروتر ہیں۔ حضرت مولانا سید محمد اسعد مدنی دامت برکاتہم کو حضرت مدنی رحمہ اللہ نے زندگی میں مجاز نہیں بنایا اس میں بڑا ہی راز تھا مگر افسوس یہ راز اب راز نہیں رہا اور اللہ نے اپنی رضاء اور قبولیت عطا فرماکر مولانا اسعد کو اس مقام پر چھن بھر میں پہونچادیا کہ پونے دو سو خلفاء و مجازین اگر مل کر بھی ہمسری کریں تو لاحاصل ہوگا۔ اسی کو قرآن و سنت کی زبان میں "فضل اللہ" سے تعبیر فرمایا گیا ہے اور صوفیاء برحق کی اصطلاح میں "جذبۃ من جذبات الحق توازی عمل الثقلین" کہا جاتا ہے۔ مولانا حیدری کے نام ۱۳۷۷ھ کا مکتوب گرامی آگے آرہا ہے۔ اس کو سلوک و تصوف کی آخری منزل سمجھنا چاہیئے یہ چیز اگر حاصل ہوگئی تو کبھی سمجھدار خلافت و اجازت کا خیال تک نہ کرے گا اگر کرے گا تو اس کو وہ مقام حاصل نہیں۔ ایک بادشاہ چوکیداری کی خواہش کرے یہ ممکن ہے مگر یہ ناممکن ہے کہ مقام رضاء اور تعلق مع اللہ کی دولت کے آگے کوئی ہفت اقلیم کی بادشاہت پر قانع ہوجائے۔ باقی رہا کسی کو مرید بنانے کی خواہش ہو اور وہ عالم باعمل بھی ہو تو بیعت توبہ کرادینے میں کوئی قباحت نہیں ہے مگر ہے یہ راہ بڑی ہی پُر خطر۔ مولانا حیدری مدظلہ نے حضرت مدنی رحمہ اللہ کے خدام پر بڑا ہی احسان فرمایا ہے کہ آپ نے ایسے ایسے علمی مسائل پر وقت کے سب سے بڑے امام شریعت و طریقت سے سوالات کرکے خود مالامال ہوئے اور نہ جانے رہتی دنیا تک کتنے لوگوں کو مستفید ہونے کا موقع ملتا رہے گا۔ اتنے اہم سوالات شاید ہی کسی نے کئے ہوں جزاہ اللہ خیر الجزاء۔ خاتمۂ زمینداری پر جو والانامہ ہے بالکل صاف ہے اور حکومت ہند کی طوطا چشمی کا سب سے بڑا ثبوت آخری شعر ہے بار بار پڑھئے۔

میری ان کی رسم الفت مٹ گئی۔ الخ

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂

یا پہلے سے ہوتی ہے جب سے کہ موروثیت کے قانون کی بنیاد ڈالی گئی۔ پہلے دس برس کے کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا اور عرصہ تک چلتا رہا۔ دُور بین زمیندار اسی وقت سمجھ گیا تھا کہ زمینداری کی خیر نہیں ہے۔ ضرورت ہے کہ زمینوں کی خود کاشت ہو مگر غافل لوگ خوابِ خرگوش میں مبتلا رہے غالباً ۱۹۲۶ء میں قانون آگے بڑھایا گیا اور ایک برس تک کاشتکار کو حق موروثیت دیا گیا۔ اس قانون نے زمینداروں کو مفلوج بنا دیا تھا اس وقت بہت سے زمینداروں کو تنبیہ ہوا اور فارم بنانے سیر قائم کرنے پرانے کاشتکاروں کو بیدخل کرنے کا عمل زیادہ تر جاری کیا گیا۔ مگر عام زمیندار اس وقت بھی حسب عادت غافل ہی رہے۔ زمانہ نے آگے قدم بڑھایا اور زمینداری کے بالکل مٹانے کی تحریک شروع ہوئی۔ اس وقت ضروری تھا کہ لوگ چونکیں اور اس مہلت سے نفع اٹھائیں اس وقت تمام زمین کو خود کاشت یا سیر کر لینے کا موقع ملا تھا مگر افسوس آپ نے کچھ نہ کیا اور مخمورِ غفلات ہی رہے اب جب کہ قانون پاس ہو کر معمول بہ اور نافذ بھی ہو گیا تب آپ کی آنکھ کھلی ایسے غافل و مخمور کی حالت پر جس قدر بھی آنسو بہایا جائے کم ہے۔ صوبہ بنگال، آسام، مدراس بہار وغیرہ میں انگریز پہلے سے ہی کر چکے تھے۔ لارڈ ڈلہوزی اور بہت سے انگریزوں کی پالیسی یہی تھی خوش قسمتی سے یوپی اور پنجاب وغیرہ بچ گئے تھے موجودہ حکومت نے اس کی تکمیل کی ہے بہرحال آپ اگر غفلت نہ کرتے تو یہ صورت دلخراش پیش نہ آتی۔ میں اس معاملہ میں کر ہی کیا سکتا ہوں۔ میرا تعلق اربابِ حکومت سے تقریباً بالکل ہی منقطع ہے نہ میں ان کے پاس جاتا ہوں نہ وہ مجھکو پوچھتے ہیں ؎

میری ان کی رسم الفت مٹ گئی مدتیں گذریں زمانہ ہو گیا

میں آپکے والا نامہ کو مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کے پاس بھیج رہا ہوں اگر ان سے کچھ ہو سکیگا تو کرینگے۔ واللہ الموفق۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۲ر جمادی الاول ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۹۲

خوش قسمت محترم المقام زید مجدکم - والا نامہ محررہ ۲۲ ر رمضان المبارک آج ۲۶ ر کو باعثِ سرفرازی ہوا - بہو صاحبہ کے اسقاط سے صدمہ ہوا تقدیری بات ہے اللہ تعالیٰ نعم البدل عطا فرمائے تاکہ دنیا کی بھی کچھ تعمیر ہو اگرچہ آخرت کی تعمیر کا سامان ہو گیا ہے نص صریح ہے کہ سقط اپنے والدین کے لئے جنت میں داخل کرنے کا اس قدر بارگاہ رب العٰلمین میں اصرار اور مطالبہ شدید کرے گا کہ خطاب ہو گا۔

ایھا السقط المراغم ربہ اخرج ابویک من النار - الحدیث۔ اے اسقاط شدہ بچے جو اپنے رب سے جنگ کر رہا ہے اپنے والدین کو نار جہنم سے نکال لے۔

نواسہ طال عمرہٗ کی ولادت سے خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ طویل العمر، مرضی السیرۃ صاحب اقبال و عمل پروردگار کا رضا خواہ بنائے۔ آمین۔

اپنی مصائب کا خیال اور دھیان کرتے ہوئے آپ بھول جاتے ہیں کہ آپ کہاں ہیں۔ حضور آپ سجن میں ہیں۔ الدنیا سجن للمومن و جنۃ للکافر، آپ بھول جاتے ہیں کہ فرمان خدا اور رسول کیا ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الخ (سورہ حدید) اس ارشاد کو غور کر کے دیکھئے کیا حکم ہے؟ آپ بھول جاتے ہیں کہ کارساز اور فعال کون ہے اور وسایط کا درمیان میں کیا مرتبہ ہے۔ آپ بھول جاتے ہیں کہ ان مصائب پر کیسے کیسے وعدے ہیں۔ آپ کا مجھ پہ یہ الزام امداد حکومت کا کیا صحیح ہے ذرا غور فرمایئے؟ قرض کا افسوس ہے اللہ تعالیٰ سبکدوش فرمائے، دعا کرتا ہوں..... اللہ تعالیٰ کے ذکر سے غافل نہ ہوجئے اس ارشاد خداوندی کو پیش نظر رکھئے۔ فاصبر کما صبر اولوالعزم من الرسل ولا تستعجل لھم الآیہ۔ انما یوفی الصابرون اجرھم بغیر حساب۔ ان اللّٰہ مع الصّٰبرین۔ نیز ان الانسان

لکفور مبین اور اس کے امثال سے بچنے کی فکر کیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۶ رمضان المبارک وارد حال ٹانڈہ

مکتوب ۹۳

جو بات مراقبہ کے متعلق عرض کی گئی تھی آپ نے بالکل بھلا دی۔ محترما! ابتک جتنے اذکار کئے گئے ہیں خواہ جہری ہوں یا سری، زبانی ہوں یا قلبی، سانس سے ہوں یا دھیان سے ان سب کا تعلق اسم خداوندی کے ساتھ تھا یعنی اس وحدہ لاشریک لہ کے نام نامی کو ان طریقوں اور مقامات سے یاد کیا جاتا تھا اب اس سے ترقی کرنی ہے اور مسمّٰی یعنی ذات مقدسہ الٰہیہ کو جو کہ کمیت اور کیفیت، رنگ و روپ، مادیت و جوہریت، عوارض نقص مکان و زمان وغیرہ سے پاک اور منزہ اور تمام صفات کمالیہ سے متصف بے چون و بے چگون ہے اس کو یاد کرنا اور اس کی طرف دھیان کو متوجہ کرنا اور اس سے زیادہ سے زیادہ تعلق قائم کرنا اپنے قلب اور روح میں اسی کا جلوہ دیکھنا اور ظہور پانا اور تصور کرنا یہ مراقبہ ذاتیہ فی النفس ہے۔ یہ محض خیالی بات نہیں بلکہ واقعی چیز ہے ہماری غفلتوں کی وجہ سے ہم اس سے بیگانہ ہو گئے ہیں ورنہ حقیقت اس کے خلاف ہے وفی انفسکم افلا تبصرون۔ (ذاریات) — سنریھم آیاتنا فی الآفاق و فی انفسھم حتی یتبین انہ الحق اولم یکف بربک انہ علی کل شیئ شھید الا انھم فی مریۃ من لقاء ربھم الا انہ بکل شیئ محیط۔ (حم سجدہ) ونحن اقرب الیہ من حبل الورید (ق) وغیرہ آیات شاھد صدق ہیں اسی میں سرگرمی کیجئے اور اسی دھیان میں زیادہ سے زیادہ وقت لگا دیئے یہ حقیقی ذکر ہے اتنا انہماک کیجئے کہ الذین ھم علی صلوتھم دائمون (معارج) کا سماں قایم ہو جاتے ہے

ہر آنکو غافل از وے یک زمان است | ہماں دم کافر است اما نہان است
مبادا غائبی پیوستہ باشد | در اسلام بروے بستہ باشد
یک لحظہ را غافل تو ازاں ماہ نباشی | شاید کہ نگاہے کند آگاہ نباشی

میرے محترم غفلت اور سستی کو چھوڑ دیئے اور محبوب حقیقی سے لو زیادہ سے زیادہ لگائیے۔ زندگانی اور اس کا ثمرہ یہی ہے۔ اور جو کچھ ہے وہ فضول ہے ؂

الا کل شیٔ ما خلا اللہ باطل | و کل نعیم لا محالۃ زائل

مرض میں اگرچہ تخفیف ہے مگر روزانہ تکلیف ہوتی رہتی ہے تھوڑے سے چلنے اور حرکت پر سانس اکھڑ جاتا ہے۔ مسجد میں بغیر اس تکلیف کے نہیں جا سکتا حکیم نے مسجد میں نماز کے لئے جانے سے بند کر دیا ہے۔ مہمان خانہ ہی میں جماعت پڑھتا ہوں۔ تدریس کی اجازت نہیں ہے دعا کا محتاج ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ مورخہ ۱۲ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۹۴

مولانا سید حامد میاں صاحب مجاز مدنی رح پاکستان کے نام جوابات

بجز رضاء الٰہی اور توجہ الی الذات المقدسۃ کوئی چیز مقصود اصلی نہ ہونی چاہیئے یعنی بے چینی اور طلب اسی کی ہونی اور رہنی چاہیئے مگر اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دربار شاہی سے جو اس کے سوا ملے تو اس کو رد کر دیا جائے "ان اللہ تصدق علیکم فاقبلوا صدقتہ" بلکہ اس کو سر اور آنکھوں پر رکھیں مگر اطمینان اور طلب اور بیچینی صرف مقصد اصلی کے لئے ہو اس کے سوا جو ملے اس کو لیتے رہیں اور طلب مقصود اصلی میں سکون نہ ہو، والسلام ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

حاشیہ مکتوب ۹۴:- سوالات

بین النوم والیقظۃ معلوم ہوا کہ خداوند قدوس کی جانب سے اس حقیر کو وزارت عظمی اور (واللہ اعلم کیا مطلب تھا) قلم و دوات پیش ہوا لیکن مینے بجز رضاء الٰہی کے اور چیزوں کے لینے سے انکار کر دیا۔ (حامد میاں)

ومن اعجب ما رأیت وسررت بہ انی رأیت النبی صلی اللہ علیہ وسلم (فی المراقبۃ) فسلمت علیہ ثم عرضت فی جنابہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ان استغفر لی یارسول اللہ فی جناب الباری عز اسمہ وادع لی برضاہ فسمعت انہ صلی اللہ علیہ وسلم قال مرارا بالفارسیۃ "ودشمارا برضائے خود مشرف ساختند" ثم قبلت رجلیہ واستزدتہ فسمعتہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول ماذا ترید قد اعطیت ما قدر لک۔

بقیہ حاشیہ مکتوب ۹۴۔ مولانا سید حامد میاں صاحب زاد شرفہ حضرت شیخ الاسلام قدس سرہ کے مجاز اور حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہ کے صاحبزادے ہیں۔ پاکستان میں قیام ہے موصوف سے ۱۹۴۷ء میں سیدھاری پر ملاقات ہوئی تھی اس کے بعد سے آج تک زیارت نصیب نہ ہوسکی۔ کاش ملاقات ہوجاتی۔ جس خواب کا ذکر اپنے عربی والا نامہ میں کیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے حالت مراقبہ میں جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا سلام کیا اور اپنی مغفرت کے لئے جناب باری عز اسمہ کے دربار میں آنحضرت کو سفارشی بنایا حضور صلعم نے فارسی زبان میں ارشاد فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا و خوشنودی سے نوازا۔ مولانا حامد میاں نے پائے مبارک کو بوسہ دیا اس کے صلہ میں آنحضرت نے فرمایا کہ کیا چاہتے ہو جو تمہارے مقدر کا تھا مل گیا۔ یہ واقعہ کسی بڑے مرتبہ کی غمازی کرتا ہے۔ صورت و سیرت بھی جس کی طرف اشارہ کرتے ہیں۔ ؎ بالائے سرش زہوشمندی | می تافت ستارۂ بلندی

اس والا نامہ میں ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ العزیز نے عجیب نکتے کی طرف تنبیہ فرمائی ہے "اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دربار شاہی سے جو اس کے سوا ملے تو اس کو رد کر دیا جائے" بلکہ حضرت فرماتے ہیں کہ مقصد اصلی رضا اور توجہ ذات مقدسہ کے سوا کوئی چیز مقصود نہ ہو۔ اس کے سوا جو ملے لیتے رہیں۔ سبحان اللہ کیا ہی عارفانہ انتباہ ہے۔ حدیث نبوی سے استدلال نے اور بھی جان ڈال دی ہے یہ ہمارے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے سلوک کی امتیازی شان ہے بقول حافظ رح۔ ؎

آں کس است اہل بصارت کہ اشارت داند | نکتہا ہست بسے محرم اسرار کجا است

مکتوب ۹۵

کیف یصح ھذا والحال ان الصفات قدیمۃ غیر مخلوقۃ والحقیقۃ المحمدیۃ حادثۃ مخلوقۃ کما ذکرتم۔ والسلام۔ ختام

داعیکم حسین احمد غفرلہٗ

حاشیہ مکتوب ۹۵۔ حضرت شیخ الاسلام مولانا مدنی قدس سرہٗ العزیز نے مولانا سید حامد میاں کے لمبے چوڑے خط اور استفسار در بارۂ تحقیق حقیقت محمدیہ پر تنبیہ فرمادی کہ بھائی جب صفات قدیم اور غیر مخلوق ہیں اور حقیقت محمدیہ حادث ہے جیسا کہ تمہارے بیان سے ظاہر ہوتا ہے تو پھر یہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے کہ حقیقت محمدیہ سے صفت خلق ماخوذ بھی ہو اور ممتاز بھی ہو اور طرفہ یہ کہ صفات احدیت تک کو بھی سب حقیقت محمدیہ علیہ السلام سے مستنبط سمجھا جا رہا ہے جو بداہۃً غلط ہے۔ حالانکہ مولانا حامد میاں زاد شرفہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مجازین میں اپنا ایک علمی مقام رکھتے ہیں۔ معلوم نہیں سوال میں کیوں ایسی بات فرمادی جو متصوفانہ رموز واشارات تو کہے جا سکتے ہیں مگر مدنی اسرار وحکم سے اس کو کوئی علاقہ نہیں۔

اس مکتوب گرامی میں ایک خاص اصطلاح "حقیقت محمدیہ" کی استعمال کی گئی ہے جس کی تشریح میں علماء حق کے اقوال بہت زیادہ پھیلے ہوئے ہیں۔ جس کی وجہ سے نفس حقیقت کے سمجھنے میں لوگ بہت زیادہ دُور جا پڑے ہیں۔ جن حضرات نے اس مسئلہ کو زیادہ صاف کیا ہے انھوں نے قرآن مجید اور احادیث وآثار صحابہ کے تحت حقیقۃ محمدیہ کا سراغ لگایا ہے۔ ماخذ ذیل سے ان کا استدلال ہوتا ہے۔

(۱) واذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب وحکمۃ ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ (آل عمران) اور یاد کرو جب لیا اللہ نے پیغمبروں سے عہد کہ جو کچھ میں تم کو دوں کتاب اور حکمت پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول جو مطابق ہو اس کتاب کے جو تمہارے پاس ہو تو ضرور اس کو ماننا اور اس کی مدد کرنا۔ فرمایا کیا تم نے اقرار کیا اور لیا اس عہد وپیمان پر میرا ذمہ سب نے عرض کیا ہم اقرار کر چکے۔ فرمایا تو گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں۔ (آل عمران)

اس آیت کریمہ کی تفسیر میں سلف سے دو قول منقول ہیں ایک یہ کہ حق تعالیٰ نے تمام پیغمبروں سے پختہ عہد لے لیا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اس کی مدد کرے۔ دوسرا قول یہ ہے کہ جناب محمد رسول اللہ صلعم کے بارے میں خصوصی طور پر (عالم ارواح میں) جملہ انبیاء علیہم السلام سے میثاق لیا گیا اور اسی کے ساتھ ان کی امت سے بھی کہ آنحضرت صلعم کی مخزن الکمالات ہستی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی ہے جب وہ آئے تو اس پر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا۔ یہی قول حضرت عبداللہ ابن عباسؓ حضرت علیؓ قتادہ وغیرہم سے بسند صحیح ثابت ہے۔ نیز بغوی اور امام تقی الدین سبکی وغیرہم بھی اسی کے قائل ہیں۔ یہ آیت کریمہ آیت سورہ اعراف "الست بربکم" الخ کے قبیل سے ہے لہٰذا آپ کی بعثت تمام انبیاء سابقین کی جانب نکلتی ہے۔

(۲) عن جابر بن عبد اللہ الانصاری قال قلت یارسول اللہ بابی انت و امی اخبرنی عن اول شئ خلقہ اللہ تعالیٰ قبل الاشیاء قال یاجابر ان اللہ خلق قبل الاشیاء نور نبیک من نورہ، الخ (مواہب لدنیہ صفحہ ۲۶)

(۳) عن ابی رزین قال قلت یارسول اللہ این کان ربنا قبل این یخلق خلقہ قال کان فی عماء ما تحتہ ھواء وما فوقہ ھواء وخلق عرشہ علی الماء۔ درمنثور، طیالسی، احمد، ترمذی، ابن ماجہ، بیہقی۔ ابن جریر وغیرہم نے اس کی تخریج کی ہے اور حسن فرمایا ہے

(۴) حدیث انما انا قاسم واللہ یعطی الخ (بخاری وغیرہ)

(۵) قالوا یارسول اللہ متی وجبت لک النبوۃ قال وآدم بین الروح والجسد۔ (ترمذی)

(۶) حدیث بعثت الی الناس کافۃ الخ

مذکورہ بالا روایتوں میں لفظ "عماء" اور "ماء" سے مراد نور نبوی صلعم ہے اور اس میں کوئی استبعاد نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کو نور سے اور سماء کو ماء سے تعبیر فرمایا ہے۔ اور یہ اسلوب قرآن حکیم اور احادیث نبی کریم میں بہت جگہ اختیار کیا گیا ہے۔ اگرچہ آنحضرت صلعم اول مراتب خلق میں ماء عنصری نہ تھے لیکن ماء نورانی ضرور تھے۔ اسی طرح قرآن مجید ایک نورانی حقیقت ہے جو ماء عنصری کو بھی شامل ہے۔ پس حقیقت آنحضرت صلعم قبل خلق آدم علیہ السلام

موجود تھی اگرچہ جسد شریف اس وصف سے بعد کو موصوف ہوا۔ یہ تاخیر اللہ کی جانب سے تھی مگر آپ کی ذات پہلے سے اس کی اہلیت رکھتی تھی۔ بعثتُ الی الناس صرف آنحضرت صلعم کے زمانہ سے قیامت تک ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ یہ جملہ بعثت الی کافۃ للناس آپ سے قبل کو بھی شامل ہے نیز آپ کی یہ خصوصیت " آدم بین الروح والجسد " اسی وقت صحیح ہو سکتی ہے کہ یہ خصوصیت صرف جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قرار پائے ورنہ پھر جملہ انبیاء علیہم السلام اپنے وقت میں اور اپنے وقت سے پہلے نبوت سے متصف ہوں گے اسی کے ساتھ آپ کے ارشاد کو بھی سامنے رکھا جائے ارشاد ہوتا ہے کہ اگر آج موسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کو میرے اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا۔ فرمایا کہ جب عیسیٰ علیہ السلام نازل ہوں گے تو کتاب اللہ (قرآن مجید) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ قیامت میں شفاعت کبریٰ کے لئے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا وغیرہ جناب محمد رسول اللہ صلعم کی سیادت عامہ اور امامت کبریٰ کے لوازم اور آثار میں سے ہیں۔ خلاصہ بحث یہ ہوا کہ آپؐ عالم ارواح میں نبوت سے حقیقۃً سرفراز ہوتے ہوئے وجود کے ساتھ صفت نبوت میں بھی مقدم ہوئے۔ آپ کی نبوت ماضی اور مستقبل دونوں سے تعلق رکھتی ہے۔ آنحضرت صلعم کو نفخ روح آدمؑ سے پہلے نبوت سے نوازا جا چکا تھا کیونکہ قدرت کی طرف سے کمال کے افاضہ کی دو صورتیں ہوتی ہیں۔ ایک کبھی وہ عالم وجود میں آنے کے بعد کمال کا افاضہ کرتی ہے اور کبھی وجود سے پہلے عالم ارواح ہی میں اس کمال سے نواز دیتی ہے جس کا ظہور قالب انسانی میں مقدر ہو چکا ہے۔ دونوں کا علم خدا کو یکساں ہوتا ہے۔ بدیں وجہ حقیقت محمدی کے لئے چار عنوان ہو سکتے ہیں۔ (۱) مخلوق اول۔ (۲) مظہر اول۔ (۳) اثر اول۔ (۴) ظل اول۔ کیونکہ انواع عالم کو مخلوقات بھی کہتے ہیں اور مظاہر بھی، آثار بھی کہتے ہیں اور اظلال بھی۔ اس کی مختصر وجہ یہ ہے اور علماء حقائق اس بات پر متفق ہیں کہ علت و معلول، فاعل اور منفعل خالق اور مخلوق میں حصول فیض کے لئے مناسبت چاہیئے۔ اگر باہم مناسبت نہ ہو تو معلول علت سے منفعل فاعل سے اور مخلوق خالق سے مستفیض نہیں ہو سکتے۔ باری تعالیٰ مجرد محض اور غیر مادی ہیں اور عالم مادی محض ہے۔ ظاہر ہے کہ مادی محض اور مجرد محض میں باہم کوئی مناسبت نہیں ہے بلکہ غایت بُعد اور تباین تام ہے اسلئے افاضہ اور استفاضہ کیلئے ایک ایسے واسطہ کا ہونا ضروری ہے جس میں تجرد اور مادیت دونوں موجود ہوں سرور عالم افضل الانبیاء صلعم کی روح مبارک جو ابتدا ہی سے متصف بالنبوۃ ہے اس میں علماء حقائق اور ارباب کشف نے دونوں شانیں یعنی تجرد اور مادیت پائی اور دیکھی ہیں اسلئے آپ عالم سے پہلے موجود ہو کر عالم کی ایجاد کے لئے واسطہ بنے۔

مکتوب ۹۶

جناب مولانا شیخ صادق المجددی تاجر مکہ معظمہ حجاز کے نام

جفونی ولم اجف الاخلاء اننی لغیر جمیل من خلیلی شاکر

الظلم الظلم الظلم

الظلم ظلمات یوم القیامۃ

اخانا الظالم المحترم سلمکم اللہ عن لسع بنات الدھر۔ آمین۔

غب التحیۃ اللائقۃ بالمقام فانی اشکوا الیک ظلمات بل مظالم اتیت بھا ولم اکن اظن انک تعمل او تاتی بھا فالی اللہ المشتکی۔

بقیہ حاشیہ ص۲۶۱:۔ مذکورہ بالا حدیثوں پر غور کرنے سے یہ دونوں معنی (اولیت اور وساطت) اچھی طرح واضح ہو جاتے ہیں۔ اسی جانب حضرت محی الدین بن عربی المعروف بشیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ مندرجہ ذیل اشعار میں اشارہ فرما رہے ہیں۔ ؎

الا بابی من کان ملکا و سیدا وآدم بین الماء والطین واقف

سن لو میرے ماں باپ اس پر قربان جو اس وقت بادشاہ اور سردار بن چکا تھا جبکہ آدم علیہ السلام ابھی آب و گل کے درمیان ہی پڑے ہوئے تھے۔

فذاک الرسول الابطحی محمد لہ فی العلی مجد تلید وطارف

یہ وہی مکی رسول ہیں جن کا نام نامی محمد صلعم ہے اور جن کو ہر قسم کی نئی پرانی بزرگیاں حاصل ہیں۔

اتی بزمان السعد فی آخر المدی وکانت لہ فی کل عصر مواقف

آپ کی آمد مدتوں بعد ایک خوش بخت زمانہ میں ہوئی مگر آپ کی شہرت ہر دور میں رہی ہے۔

⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂ ⁂ ⁂

⁂ ⁂

⁂

تلاقینا بمدرس جدہ بوجہ فیہ البیاض الخالص لیس فیہ شعرۃ سوداء وقد عہد تک علی خلاف ذلک لم یکن لک فیہ الا السواد الحالک اتیتنا بلحیۃ مقصوصۃ لاتزید اشعارہا عن نملۃ وما عہد تک ولا اسلافک علی ھذا انما کانت لحاھم حسب الشریعۃ الغراء قبضۃ او فوقہا کما کان ابن عمر رضی اللہ عنہما یفعل۔

وردت الھند مرارا ولم تشرفنا باللقاء ولا مرۃ وای ظلم فوق ھذا لم تخبرنی وقت اللقاء فی المدرس فی بیت السفیر۔

انک الفاضل فلان ابن فلان اتظن انک بعد ھذہ التغیرات الہائلۃ تعرف کلا واللہ ثم کلا۔

واللہ لم اعرفک فی جدہ ولا بالمدینۃ المنورہ الا لما اخبرنی بعض الاحباب بعد وصولی المدینۃ المنورۃ ان الشیخ الفاضل صادق ھو الذی اعطیتہ العلبۃ للشیخ زکریا العطار فبقیت متحیرا فلما جاءنی المکتوب من شیخ زکریا المومی الیہ بانہ استلم العلبۃ من الشیخ صادق تیقنت بکونک ھو ھو۔

یا اخی ھذہ مظالمک الہائلۃ فضلا عن الخفیفۃ فالی من نتحاکم وعند من نرجو الانصاف ھذا والسلام

املک تنصف نفسک وانا نقیم الدعوی لدی الحضور ولا تظن انک تخلص منہا بسہولۃ انشاء اللہ۔

ختام وسلموا لنا علی الشیخ عبدالوھاب الدھلوی والشیخ اسمٰعیل المدیح ومن عندکم من الاحباب ودمتم آمنا دام - (ح)

حسین احمد غفرلہ من المدینۃ المنورۃ بالمدرسۃ الشرعیۃ

۸ من ذی القعدہ ۷۴ ۱۳ ھ

(ترجمہ) دوستوں نے مجھ پر ظلم کیا۔ لیکن میں نے ان پر ظلم نہیں کیا میں ان کی بے وفائی پر بھی ان کا شکر گذار رہوں۔

ظلم۔ ظلم۔ ظلم۔ ظلم قیامت کے دن ہر تاریکی اور سیہ بختی کا باعث ہوگا۔

میرے بے وفا محترم بھائی! خدا تم کو آفات روزگار سے سلامت رکھے آمین۔

سلام مسنون کے بعد عرض ہے کہ تم نے ان مظالم و مکاید کا ارتکاب کیا جن کے ارتکاب کا تم سے وہم وگمان بھی نہ تھا اللہ ہی ہمارا فریاد رس ہے۔

میں تم سے جدّہ کی بندرگاہ پر ملا۔ تمہارا چہرہ بالکل صاف تھا ایک بال بھی کالے نہ تھے۔ اس کے قبل جب میں تم سے ملا تھا تو تمہارے بال بالکل کالے تھے۔ تم مجھ سے ملے تو تمہاری داڑھی بالکل صاف تھی داڑھی کے بال چیونٹی کے برابر بھی نہ تھے۔ تمہارا اور تمہارے بزرگوں کا یہ شیوہ نہ تھا۔ ان کی داڑھیاں شریعت کے مطابق ایک مُشت یا اس سے بڑھ کر ہوا کرتی تھیں جیسا کہ حضرت ابن عمرؓ کا عمل تھا۔ تم بارہا ہندوستان آئے لیکن ایک بار بھی مجھ سے نہ ملے اس سے بڑھ کر اور کیا ظلم ہوگا۔

جدّہ کی بندرگاہ میں سفیر کے مکان پر تم سے ملاقات ہوئی تھی لیکن تم نے یہ نہیں تبلایا کہ میں ہی فلاں بزرگ ہوں۔ کیا تم سمجھتے تھے کہ ان غیر معمولی تبدیلیوں کے بعد بھی میں تم کو پہچان سکتا تھا ہرگز نہیں۔ واللہ نہ میں تم کو جدہ میں پہچان سکا اور نہ مدینہ منوّرہ میں۔ ہاں مدینہ منورہ پہونچنے کے بعد جب ایک دوست نے مجھ سے کہا کہ شیخ صادق ہی وہ بزرگ تھے جن کو آپ نے شیخ زکریا عطار کی ڈبیہ دی تھی تو میں حیران رہ گیا۔ پھر جب شیخ زکریا کا یہ خط میرے پاس پہونچا کہ جناب صادق صاحب سے ڈبیہ مل گئی تب مجھے یقین ہوا کہ آپ ہی شیخ صادق تھے۔

برادرمن معمولی باتیں تو درکنار آپ کے غیر معمولی مظالم یہ ہیں۔ اب کس کے پاس ہم اپنا مقدمہ لیجائیں اور کس سے انصاف کی توقع رکھیں میں آپ ہی کو اختیار دیتا ہوں

آپ خود ہی اپنے بارہ میں انصاف کریں گے اور جب آپکے سامنے ہوں گے تب اپنا دعویٰ پیش کریں گے۔ اور آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ آپ اس دعوے سے سہولت سے چھٹکارا پالیں گے۔ میر اسلام شیخ عبدالوہاب دہلوی۔ شیخ اسمٰعیل ذبیح اور جملہ احباب کو پہونچادینا۔ میرے سردار آپ عمر جاوید پائیں۔

حسین احمد غفرلہٗ مدینہ منورہ مدرسہ شرعیہ۔

۸ ذی قعدہ ۱۳۷۴ھ

حاشیہ مکتوب ۹۶:۔

مولانا صادق صاحب مجددی مدظلہ العالی ریاست رام پور کے اصل باشندے ہیں۔ غالباً آپ کے والد صاحب مدینہ منورہ جاکر مقیم ہو گئے تھے۔ صادق صاحب اور ان کے گھر کے لوگ اکثر اردو ہی بولتے ہیں۔ مدینہ منورہ میں گھڑیوں کے سب سے بڑے تاجر اور وہاں کے بڑے دولتمندوں میں آپ کا شمار ہے۔ آپ کا بچپن مدینہ طیبہ میں گذرا ہے۔ آپ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے ہم سبق اور نہایت بے تکلف دوست تھے۔ حضرت مدنیؒ صادق صاحب سے ایک دوست اور ہمسر کی حیثیت سے خط و کتابت کر رہے ہیں درانحالیکہ صادق صاحب عمر میں چھوٹے اور حضرت مدنیؒ کے شاگردوں میں بھی ہوتے ہیں۔ سنا گیا ہے کہ حضرت مدنی رحمہ اللہ کی ایک شادی صادق صاحب کی بہن سے بھی ہوئی تھی اس لئے تذکیر و تبلیغ کا فریضہ بھی کس بہتر انداز سے ادا فرمایا گیا ہے۔

حضرت شیخ ابوسعیدؒ حضرت مولانا شاہ اسحاق صاحبؒ کے جلیل القدر تلمیذ رشید تھے۔ حضرت عبدالغنی رحمۃ اللہ علیہ کی ہجرت کے بعد آپ کا دہلی میں حلقہ درس جاری تھا رام پور کے رہنے والے تھے انہیں کی اولاد میں سے مولانا صادق مجددی ہیں۔

اصلاحی

مکتوب ۹۷

سبحان الله ظالم يتظلم ولا يقر بظلمه ان هذا من اعاجيب الزمن :-

الى اخينا المحترم الظالم المتظلم وقاه الله عن لسع بنات الدهر آمين -

غب اهداء السلام والتحية اللائقة بالمقام فقد ورد الى خطابكم السامي بعد انتظار شديد فازددت تحيرا حيث تدعى مظلوميتك وقد كنت مرتكبا انواع المظالم الهائلة - تدعى انك عرفتنى شخصيتك فى الباخرة حاشا وكلا لم تأتنى عند اذ بهيئة تعرف شخصك وقد كنت فى زى الاعاريب متغيرا عما عهدناه ورجوناه منك وقد قال عليه السلام (لو يعطى الناس بدعواهم لادعى اناس دماءهم واموالهم ولكن البينة على من ادعى واليمين على من انكر) اوكما قال -

فاين الشاهد فان استشهدت الشيخ اسمعيل الدهلوى فذلك لا يسمن ولا يغنى من جوع حيث انه متوحد وما اظن انه يشهد لك بما ادعيت و اما اليمين بالانكار فدا اعيكم مستعد لذلك حيث ما جئتم لدى المنبر النبوى وفى الروضة -

واما ادعائكم فى اللحية انما هى فانكار للشمس فى رابعة النهار الا ان يدعى ان المراد المحل دون الحال -

واما انتقادك على حيث قلنا سلمك الله عن لسع بنات الدهر فى الخطا بين وقولك لى انك اردت حرمانى من احد الاشياء المحبوبة الثلاث نعم انه فى غير محله فقد قال عليه السلام (ما تركت من بعدى فتنة اضر على الرجال من النساء) الحديث - وعلاوة على ذلك فان بنات الدهر ليس كما فهمتم بل هى الحوادث

الزمانية كما قال الشاعر -

يا نفس مالك دون الله من واق ولا لسبع بنات الدهر من راق

فلا تمل الى عمايات الشباب وكن حليما عاقلا وفقك الله الى ما يحبه ويرضاه

آمين -

هذا وسلم لنا على من عندك من الاحباب والسادات سيما على الشيخ اسمٰعيل

الذبيح والشيخ اسمٰعيل الدهلوى والاخ عبد الوهاب الدهلوى والاخ محمد المدنى

وعلى كل من يسئل ودمتم افندم -

فى ۲۰ من ذى القعدة سنة ۱۳۷۴ھ - داعيكم حسين احمد عفى لهٗ

من المدينة المنورة المدرسة الشرعية -

ماشاء اللہ ظالم ظلم بھی کرتا ہے اور اقرار ظلم بھی نہیں کرتا - یہ بھی زمانہ کے عجائبات میں سے ہے -

برادر محترم! مظلوم نما ظالم - خداوند کریم آپ کو زمانہ کے گزند سے محفوظ رکھے آمین - شایان شان آداب و تسلیمات کے بعد عرض ہے - سخت انتظار کے بعد گرامی نامہ جناب کا موصول ہوا مجھے بیحد حیرت ہے کہ آپ طرح طرح کے ہولناک مظالم کا ارتکاب کرنے کے بعد بھی اپنی معصومیت کا دعویٰ کرتے ہیں - آپ فرماتے ہیں کہ جناب نے مجھ سے بہار میں اپنا تعارف کرایا تھا ہرگز نہیں - آپ اس وقت ایسی ہیئت میں نہیں آئے تھے کہ آپ کی شخصیت کا تعارف ہو سکے - آپ ہماری امیدوں کے خلاف اور اپنے سابق معمول کے برعکس بدوؤں کے لباس میں ملبوس تھے اگر لوگوں کو صرف دعویٰ کرنے سے ڈگری مل جاتی تو بہت لوگ صرف دعویٰ کر کے املاک جان و مال اور خون کے مالک بن جاتے - لیکن ایسا نہیں ہے مدعی پہ بار ثبوت ہے اور مدعا علیہ پہ حلف - جیسا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے -

آپ کا گواہ کون ہے؟ اگر آپ شیخ اسمٰعیل دہلوی کو پیش کرتے ہیں تو یہ بے سود ہے۔ اولاً وہ ایک گواہ ہیں (شریعت میں شہادت کے لئے دو گواہ ضروری ہیں) دوم میرا خیال ہے کہ وہ آپ کے دعویٰ کے موافق بیان نہ دیں گے۔ رہ گیا قسم کا سوال تو خاکسار اس کے لئے ہر جگہ تیار ہے۔ خواہ منبر نبوی کے سامنے خواہ روضۂ جنت کے سامنے قسم لے لو۔ رہا آپ کا یہ دعویٰ کہ داڑھی ویسی ہی ہے تو یہ سورج پر خاک ڈالنی ہے۔ ہاں داڑھی سے مراد چمڑا لے لیں نہ کہ بال تو ممکن ہے آپ کا دعویٰ صحیح ہو۔

میں نے دو خطوں میں "لسع نبات الدھر" آلام روزگار تحریر کیا ہے اس جملہ پر آپ کو اعتراض ہے اور آپ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کو تین مرغوب ترین چیزوں سے روکنے کی کوشش کی ہے تو یہ بھی آپ کا فرمانا غیر معقول ہے کیونکہ پیغمبر علیہ السلام نے فرمایا ہے میرے بعد مردوں کے لئے سب سے بڑا سنگین فتنہ عورتوں کا فتنہ ہے۔ علاوہ ازیں نبات الدھر سے مراد حوادث روزگار کے ہیں نہ کہ عورتوں کے جیسا کہ آپ نے سمجھ رکھا ہے شاعر کہتا ہے ؎

اے دل خدا کے سوا کوئی اور ہمارا محافظ نہیں
اور گردش روزگار کے ڈنک زہر کا کوئی منتر بھی نہیں

شباب کی امنگوں میں بدمست نہ ہو جایئے، سنجیدہ، مہذب، باوقار بننے کی کوشش کیجئے اللہ تعالیٰ آپ کو کار خیر اور عمل صالح کی توفیق دے جو اسے پسند و مرغوب ہے آمین۔

آپ کے یہاں احباب اور بزرگ ہیں ان سب سے سلام مسنون فرما دیجئے خصوصاً شیخ اسمٰعیل ذبیح اور شیخ اسماعیل دہلوی اور ان کے بھائی عبدالوہاب دہلوی اور برادر عزیز محمد مدنی سے اور ہر ایک پریشان حال سے اللہ تعالیٰ آپ کو دائم د

قائم نہ رکھے۔ فقط والسلام۔

۲۰ ذیقعدہ ۱۳۷۴ھ حسین احمد غفرلہٗ، مدینہ منورہ

مکتوب ۹۸

جناب حضرت مولانا سید محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء ہند مراد آباد کے نام :

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والا نامہ باعث سرفرازی ہوا وہ مضمون آپ حضرات کے اختیار میں تھا اور من کل الوجوہ اختیار میں تھا مجھ سے پوچھنا کسی طرح بھی موزوں نہ تھا بہر حال جس کے نام چاہیں شائع کرائیں اور جس ترمیم کی ضرورت سمجھیں عمل میں لائیں۔ بلکہ اگر غیر مناسب ہو تو شائع بھی نہ کریں۔ صرف ٹوڈیوں کی شرارتوں کی روک تھام کے لئے بعض احباب نے اصرار کر کے اس کو شایع کرانا ضروری سمجھا ہے اور اسی واسطے اس کے کچھ پرچے مستقل بھی چاہتے ہیں کہ وہ خطوط میں مستقل طور پر لوگوں کو بھیجے جاسکیں، بہر حال آپ کو اختیار کلی ہے مگر جس کے نام سے بھی شایع ہو اس کی اطلاع اور صوابدید پر ہو۔

حاشیہ مکتوب ۹۸ - یہ والا نامہ نومبر ۱۹۳۵ء میں تحریر فرمایا گیا تھا۔ یہ وہ زمانہ تھا کہ انڈیا ایکٹ ۱۹۳۵ء کے ماتحت انتخابات ہو رہے تھے اور مسلم لیگ نے بھی جمعیۃ علماء ہند اور کانگریس سے تعاون کر کے حکومت پرستوں (ٹوڈیان کرام) کا مقابلہ کیا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہٗ العزیز مجاہدین حریت کے وہ جواں ہمت قائد تھے جنھوں نے الوالعزمی اور بے مثال جفاکشی سے پورے ہندوستان کا دورہ کیا مسلم لیگ کے تنِ مُردہ میں جان ڈال دی مگر افسوس مسلم لیگ بے وفا ثابت ہوئی۔ کامیابی کے بعد فوراً ہی وہ ٹوڈیان کرام کی صف میں جا ملی۔ اس طرح مسلمانوں کی ایک تنظیم ضرور ہو گئی مگر بدقسمتی یہ تھی کہ اس تنظیم کا فکر اپنا فکر نہیں تھا۔ جو کچھ تھا وہ برطانوی منصوبہ کا عکس تھا جو تنظیم مسلم کے آئینہ سے نمایاں ہو رہا تھا۔ وہ مضمون جس کا ذکر اس گرامی نامہ میں ہے یاد نہیں آرہا ہے کہ کون سا مضمون تھا۔

(باقی ص ۲۷۰ پر)

مضمون ثانی مناسب ہے مگر اس میں میرے متعلق اطراء مادح سے کام لیا گیا ہے جس کی وجہ سے مخالفین کو بھی زیادہ طیش ہوتا ہے اور جھوٹی باتیں بھی ہیں۔

حضرت مولانا فخر الدین صاحب کی خدمت میں بعد از سلام مسنون عرض کردیں کہ امتثالا للامر انشاء اللہ دعا میں دریغ نہ کروں گا۔ وقت کی تنگی کی وجہ سے اس وقت مستقل عریضہ نہیں لکھ سکا معاف فرمائیں۔

آپ کے دیون، نیلام، قرقی کی حالت سے بہت صدمہ ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ بجز دعواتِ صالحہ کسی قسم کی امداد نہیں کر سکتا مگر نہایت ضروری ہے کہ آپ مصارف میں توسط اور دیون کی ادائیگی میں کوشش بلیغ سے کام لیں[۱]......

چونکہ امسال قصد کر رہا ہوں کہ حجاز کی زیارت کروں اس لئے جلد روانہ ہونا ضروری ہے بہر حال ممکن ہے کہ ۱۳-۱۴ کو ٹانڈہ پہونچوں یا کچھ اس سے پہلے تو اس وقت میں انشاء اللہ بذریعہ تار مطلع کروں گا کہ میں کس تاریخ کو پہونچ سکتا ہوں۔ آپ بعد از عید ایک والا نامہ پتہ ذیل پر بھیج دیں۔ محلہ الہداد پور قصبہ ٹانڈہ ضلع فیض آباد بر مکان محمد شبیر صاحب رسیدہ (مولانا حسین احمد رحمۃ اللہ علیہ) کو ملے .... والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ر رمضان المبارک ۱۳۵۴ھ

مطابق نومبر ۱۹۳۵ء

بقیہ صفحہ ۲۶۹ :- بہر حال اسی موضوع سے متعلق تھا جس پر اس دور میں بحث جاری تھی۔ [۱] حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد بجا اور درست مگر افسوس عمل کی توفیق نہیں ہوئی اور اب بھی کیا توقع ہے کہ بوڑھاپے میں پرانی عادت چھوٹے۔ لیکن اچھا ہے اگر اس موقع پر وہ پرانی بات بھی کہدی جائے جواب غالباً فراموش ہو چکی ہے۔ وہ بات یہ ہے جس کو لوگ کہا کرتے تھے کہ تحریک آزادی میں شریک ہیں کہ ان کو کانگریس سے روپیہ ملتا ہے۔ محمد میاں۔

غالباً اسی جلد میں مولانا سید محمد میاں صاحب مدظلہٗ کے والا نامے پہلے درج ہو چکنے کے بعد یہ والا نامہ موصول ہوا اور دو جگہ نام درج کرنا پڑا۔ اصلاحی

مکتوب ۹۹

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا مجکو آپ سے کوئی رنجش یا غضب نہیں ہے مگر کوتاہیوں پر اعتراض ضرور ہے چند وجوہ سے۔ (۱) مولانا عبد الحق صاحب بحیثیت مہتمم مورد الزام طلبہ و اہل شہر ہیں۔ لوگ ان کو بدنام کرتے ہیں۔ نیز عند اللہ وہ ان مراعات کی وجہ سے اپنے آپ کو مورد مواخذہ شمار کرتے ہیں۔ اگر اوقات مدرسہ میں کوتاہی پیش آتی ہے تو لوگوں کو محل گرفت ہو سکتا ہے۔ بیرونی اسباق اگر نہ ہوں تو گرفت نہیں ہو سکتی۔ اس لئے کیوں نہ ایسا انتظام ابتدا ہی سے کیا جائے کہ کسی کو دم مارنے کا موقع ہاتھ نہ آئے۔ اگر پہلے گھنٹے میں آپ نہیں آ سکتے تو اس گھنٹے کو ابتدا ہی سے فارغ رکھا جائے یا اوقات درس بجائے ساڑھے چھ کے سات سے رکھے جائیں وعلی ہذا القیاس۔ (۲) جو مشاغل رکھے جائیں آپس کے اتفاق سے تاکہ شکایتیں نہ پیدا ہوں۔ کام بجز اس کے نہ چلا ہے نہ چل سکتا ہے۔

(۳) مولوی عبد الحق صاحب کو اگر دل شکنی اور رنجش کی نوبت پیش آئے تو اسکے ازالہ میں کوشش کی جائے جب کہ آپ سب نے اتفاق سے بضرورت مدرسہ ان کو مہتمم بنایا ہے اور ان کے اہتمام سے مدرسہ میں ترقیات کی صورتیں پیدا ہوئی ہیں تو کیوں نہ ان کی ناز برداری کی جائے۔ اگر وہ ناحق بات کہتے ہوں تو بالحکمۃ ان کو سمجھایا جائے اور اگر حق بات کہتے ہوں تو کیوں نہ اس کو قبول کیا جائے۔ مزید تفصیل میں حاضر ہو کر

حاشیہ مکتوب ۹۹: یہ گرامی نامہ ۱۹۳۶ء کا ہے جو سیاسی بحران کا دور تھا اور یہ ناکارہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا ادنیٰ خادم ہونے کی حیثیت سے حدود مراد آباد میں سیاسی محاذ پر بھی پیش پیش تھا اور مدرسہ شاہی کے ساتھ سیاسی مصروفیت "دو گونہ رنج عذاب است جان مجنوں را" سیاسی جنون اسباق مدرسہ کی فرزانگی میں بسا اوقات حارج ہو جاتا تھا۔ جو نہایت مخلص کرم فرما حضرت مولانا،

(باقی صـ۲۷۲ پر)

عرض کروں گا۔

کارکن پارلیمنٹری بورڈ کی شروط وغیرہ میں مجکو کوئی کلام نہیں جیسے میرا فریضہ ہے اسی طرح آپ کا بھی فریضہ ہے سوچ سمجھ کر کام کیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۳ شعبان ۱۳۵۵ھ ۱ اکتوبر ۱۹۳۶ء

بقیہ حاشیہ ص ۲۷۱

عبدالحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ مہتمم مدرسہ شاہی مرادآباد کے لئے بیجا طور پر وجہ شکایت بنا کرتا تھا۔ یہ والانامہ اسی اختلافی کیفیت کا آئینہ دار ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ خود بھی اسی قسم کی کشاکش میں مبتلا رہا کرتے تھے مگر باایں ہمہ حضرت نے اپنے خادم کی حمایت نہیں فرمائی بلکہ اس کے خلاف فیصلہ صادر فرمایا کیونکہ تقاضائے دیانت یہی تھا کہ سیاسی جنون کی وجہ سے مدرسہ کی معوضہ خدمات میں خلل نہ آنا چاہیئے۔ اگر مدرسہ کا وقت صرف ہو تو اس کا معاوضہ نہ لیا جائے بلکہ اپنی تنخواہ کٹوا دی جائے۔ احقر نے بظاہر یہ راستہ اختیار کیا تنخواہیں وضع کرائیں مگر مالک یوم الدین، علیم بذات الصدور ہی فیصلہ کرسکتا ہے کہ یہ ناکارہ دیانتداری کی اس نمائش میں کہاں تک کامیاب رہا۔ یہاں تقاضائے احسان شناسی یہ بھی ہے کہ حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ کی مخلصانہ ہمدردیوں کا اعتراف کیا جائے موصوف بہ تقاضائے دیانت معاملات مدرسہ میں گرفت فرمایا کرتے تھے مگر ہمدرد بھی اتنے بڑے تھے کہ جب بھی گرفتاری اور قید و بند کی نوبت آئی موصوف نے احقر نیز جملہ گرفتار ہونے والے مدرسین کے مفوضہ کام باقی مدرسین پر تقسیم کر دیئے کچھ اسباق خود اپنے ذمے لئے اور گرفتار ہونے والے مدرسین کی تنخواہیں پوری پوری ان کے اہل خانہ کو عطا فرماتے رہے نوراللہ مرقدہٗ۔

مکتوب ۱۰۰

جناب گورنر صاحب[۱] ----- چونکہ آپ باوجود حیوان کاتب ہونے کے تاریخ نہیں لکھتے اس لئے یہ نہیں کہہ سکتا کہ کس تاریخ کا والا نامہ ہے۔

ہاں[۲] ع۔م صاحب نے ۸ مارچ اور ابو جعفر[۳] صاحب نے ۱۰ مارچ لکھی ہے (افرنجی تاریخوں کے لکھنے پر غصہ بھی آتا ہے) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جناب کا والا نامہ ربیع الاول ہی کا لکھا ہوا ہے۔ جناب کی خیر و عافیت اور آپ کے رفیق محترم[۴] کی خیر و عافیت سے جس قدر خوشی ہوئی اسی قدر معطن[۵] کی خراب حالت اور شدائد سے افسوس ہوا اور بار بار شکر خداوندی پر لسان اور قلب جاری ہو گئے۔ کیونکہ ہم اپنے مربض[۶] میں جائے قدیم سے بھی زیادہ تر وسعت اور آزادی اور راحت کے ساتھ گذر بسر کر رہے ہیں اس لئے آپ حضرات بہت زیادہ اجر و انعام کے مستحق ہونگے۔

ع "علی قدر اہل الصبر تاتی المناقب" "باطنہ فیہ الرحمۃ وظاہرہ من قبلہ العذاب" فللہ الحمد والمنۃ ولہ الحمد۔

حاشیہ مکتوب ۱۰۰: - یہ مکتوب گرامی ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ جولائی ۱۹۴۴ء کا ہے۔ جب حضرت رحمۃ اللہ علیہ نینی جیل میں نظر بند اور احقر رفیق محترم ابو القاسم مجاہد ملت مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ کے ساتھ بریلی سنٹرل جیل میں۔ اس زمانہ میں کچھ غیر معمولی سختیاں ہو رہی تھیں مکتوب گرامی میں اسی کی طرف اشارہ ہے۔ [۲] غالباً حکیم انظار احمد صاحب مراد ہیں جو مراد آباد کے مشہور طبیب اور قومی کارکن ہیں اور خطرات برداشت کر کے لوگوں کی امداد کرنے کے عادی ہیں۔ اسی عادت کا اثر تھا کہ اس زمانہ میں نظر بند ساتھیوں اور بزرگوں کی خدمت کرتے رہے۔ [۳] حافظ سید سادات حسن صاحب مراد ہیں۔ [۴] مجاہد ملت ابو القاسم مولانا محمد حفظ الرحمن صاحب رحمۃ اللہ [۵] معطن۔ جہاں اونٹ بٹھائے جاتے ہیں یعنی اونٹوں کا اصطبل۔ یہاں بریلی سنٹرل جیل مراد ہے۔ [۶] مربض۔ جہاں بکریاں کھڑی کی جاتی ہیں جسے باڑہ کہا جاتا ہے یہاں نینی جیل مراد ہے۔

(باقی ص ۲۷۴ پر)

بقیہ حاشیہ صـ ۲۷۳ ـ ۷ مُراد آباد جیل ـ ۸ مگر بہت جلد نظر لگ گئی اور حضرت کے شدائد ہم سے بڑھ گئے۔ ۹ صبر برداشت کرنے والوں کے مرتبوں کے بموجب خداوندی انعامات وارد ہوا کرتے ہیں۔ ۱۰ اس کے باطنی اور اندرونی حصّہ میں رحمت ہے اور ظاہری حصہ میں جو باہر سے دیکھنے والوں کی جانب ہے عذاب اور شدت و سختی ہے۔ ۱۱ الٰہی عاقبت محمود گرداں رب ارحمهما کما ربیانی صغیرا۔ ۱۲ منصب۔ احسان۔ ۱۳ پوری آیت کا ترجمہ یہ ہے۔ اے رب مجھے توفیق عطا فرما کہ میں تیری اس نعمت کا شکر ادا کروں جس کا تو نے مجکو انعام عطا فرمایا اور میرے والدین کو انعام عطا فرما۔ (سورہ نمل وسورہ احقاف) بظاہر حضرت رحمۃ اللہ علیہ کا مطلب یہ ہے کہ عمل صالح جس طرح عمل کرنے والے کے حق میں انعام خداوندی ہے اس کے والدین کے حق میں بھی انعام خداوندی ہے۔ ....

کیونکہ اولاد کے صلاح و تقویٰ کا فائدہ والدین کو بھی پہونچتا ہے اور چونکہ والدین کے حُسن تربیت کا نتیجہ ہوتا ہے تو جس طرح بندہ صالح پر خدا کا شکر واجب ہے کہ اس نے توفیق عطا فرمائی اسی طرح والدین کا بھی شکر مقدم ہے کہ ان کی حُسن تربیت اس عمل صالح کا ذریعہ بنی۔ من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ واللہ اعلم بالصواب۔ ۱۴ بدقسمتی یہ ہوئی کہ ابھی سولہ[16] پارے ہی حفظ ہوئے تھے کہ رہائی ہوگئی۔ رہائی کے بعد عرصہ تک آگے بڑھنے کا موقعہ نہ ملا ان کو حفظ باقی رکھنا ہی مشکل ہوگیا۔ الحمد للہ خدا نے توفیق عطا فرمائی کہ اس مشکل پر قابو پاتا رہا۔ ۱۵ یعنی ایک دو ماہ کے لئے پرول پر رہائی کی کوشش دوستوں نے کی تھی۔ یہ کوشش والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی علالت کے زمانہ میں شروع ہوئی تھی جو وفات سے تقریبًا ایک ماہ بعد کامیاب ہوئی۔ ۱۶ اس وقت تو واپس ہی جانا پڑا بلکہ سیاسی صورت حال پورے ملک کی ایسی نازک ہوگئی کہ چند روز پرول کے باقی تھے وہ بھی منسوخ کر دیئے گئے اور فورًا جیل میں واپس بھیج دیا گیا مگر پھر تقریبًا دو ماہ بعد مستقل رہائی ہوگئی۔ اس سے دو ماہ بعد حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب رہا ہوئے پھر تقریبًا دو ماہ بعد حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ رہا کئے گئے۔ ۱۷ مجاہد ملت حضرت مولانا محمد حفظ الرحمٰن صاحب۔ ابو القاسم رحمۃ اللہ ۱۸ احقر کی والدہ مرحومہ نے حضرت کے مشورہ کو حکم کی حیثیت دی چنانچہ یہ رشتہ ہوا اور اب یہ لڑکی خدا کے فضل سے چار بچوں کی ماں ہے، خدیجہ، رقیہ، رشید، محمد سلمہم اللہ تعالیٰ واسعدہم۔

(محمد میاں)

حضرت والد صاحب مرحوم کے انتقال پر جس استقلال اور عالی حوصلگی کا اظہار فرمایا مستحق مبارکباد ہے۔ حقیقی محبت اور خلوص دعوات صالحہ اور ایصال ثواب سے ہے "او ولد صالح یدعولہ" آپ کے اور ان کے لئے بشارت قویہ ہے۔ ان کی انتہائی محبت اور خیر خواہی تھی کہ آپ کو باوجود ملازمت کفرہ انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں داخل نہیں کیا بلکہ وہ علم پڑھایا جس میں ہر دو کی عاقبت کی بہبودیاں مضمر ہیں۔ علاوہ ان کے بے شمار پرورشوں اور رحمتوں کے یہ عظیم الشان شفقت ایسی ہے کہ آپ اس کے شکریہ سے کبھی سبکدوش نہیں ہو سکتے جزاہم اللہ احسن الجزاء۔ علی ہذا القیاس والدہ ماجدہ دام ظلہا کی عظیم الشان منتوں میں سے یہ بھی عظیم الشان منت ہے جس کا راز رب اوزعنی الآیہ سے کھلتا ہے

قرآن شریف کے حفظ اور تلاوت فی الصلوٰۃ سے بہت خوشی ہوتی ہے اللہ تعالیٰ جلد تکمیل کو پہنچائے مگر ابھی تک ثلث ہی تک پہونچنے پر افسوس ہے اُمید تھی کہ نصف سے آگے پہونچ گئے ہوں گے۔ ہمت بلند کیجئے اور جلد از جلد جس قدر تیزی کے ساتھ گام زنی کر سکتے ہوں اس میں تکاسل کو روا نہ رکھئے۔ والدہ ماجدہ دامت برکاتہا کو مطمئن رکھنے کے لئے بھی کوشش میں کمی نہ کریں۔ آپ کی عارضی تعطیل کی جدوجہد باہر سے جاری کی گئی تھی اگر اس میں کامیابی ہو جائے یا وہ بھی مبدل بہ رخصت مستقلہ ہو جائے تو قوی اُمید ہے کہ ان کو بہت بڑے درجہ تک اطمینان حاصل ہو جائے۔ بہر حال ان کی دلداری اور ڈھارس بندھانے کی پوری سعی جاری رکھئے اور سمجھائیے کہ دل لگانے کے لائق فقط وہ ذات ہے جو حیّ اور قیوم ہمیشہ رہنے والی ہے اور جس کے کمالات لازوال ہیں۔ دنیا کی تمام نعمتیں خواہ کتنی ہی پیاری اور کتنی ہی بڑی کیوں نہ ہوں بے وفا زائل ہونے والی، دل لگانے کے قابل نہیں ان کے تمام تر اوقات اللہ تعالیٰ کے ذکر اور شکر میں گذرنے چاہئیں۔

حضرت رفیق قدیم صاحب[1] کی خدمت اقدس میں سلام مسنون عرض کر دیجئے ان کے حفظ قرآن سے بہت خوشی ہوئی اور اللہ تعالیٰ پورا کرا دے بہت بڑی اور عظیم الشان نعمت اور اہل علم کے لئے انتہائی ضروری ہے میں بحمد اللہ خیر و عافیت اور اطمینان و سکون راحت اور آرام سے ہوں افضال خداوندی کا شکریہ ادا نہیں کر سکتا ہ

اگر بر روید از ہر موز بانم ادائے شکر لطفش کے توانم

آپ کے لڑکے حامد میاں سلمہٗ کا رشتہ کیوں نہ مولانا عبد الحق صاحب کی بڑی لڑکی سے کر دیا جائے اگر آپ کی رائے ہو تو اس کی تحریک کی جائے اور ان[1] پر زور ڈالا جائے۔ والسلام۔ ۸ ربیع الثانی ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۱۰۱

قاری صاحب[1] مرحوم اور ان کے صاحبزادہ وغیرہ کی وفات کے سانحہ عظیم سے بہت صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ مرحوم کو اپنی جوار رحمت میں خصوصی مقام عنایت فرمائے اور پس ماندوں کو صبر جمیل اور اجر جزیل سے نوازے۔ تقادیر الٰہیہ میں کیا چارہ ہے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اُن کی اہلیہ محترمہ اور صاحبزادیوں کو صبر جمیل کی تاکید کر دیجئے اور سلام مسنون کہہ دیجئے۔

حاشیہ مکتوب ۱۰۱۔ [1] حضرت مولانا قاری عبد اللہ صاحب..... مدرس جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مراد آباد حضرت مولانا قاری عبد الرحمٰن صاحب کی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز تلامذہ میں سے تھے۔ فن قرأت کے بہترین ماہر۔ استاذ مرحوم آپ کو فخر القراء فرمایا کرتے تھے تعلیم و تدریس کے ساتھ سیاسی دلچسپی بھی بہت کافی رکھتے تھے۔ بہت بڑے مدبر صاحب علم و بصیرت تھے۔ تحریک آزادی میں ہمیشہ پیش پیش رہے اگست ۱۹۴۲ء میں گرفتار ہو کر نظر بند کئے گئے

(باقی صفحہ ۲۷۷ پر)

عزیزم حامد میاں سلمہٗ کے متعلق میں پہلے لکھ چکا ہوں غالباً آپ حضرات نے میری عرض کے موافق عمل کیا ہوگا۔ حضرت والدہ ماجدہ دامت برکاتہا کی خدمت میں سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ عرض کر دیجئے۔ والسلام

۲۲ رجب ۱۳۶۳ھ دعاگو چراغ محمد غفرلہٗ

مکتوب ۱۰۲

والدہ محترمہ کی وفات کی خبر سے صدمہ ہوا اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے اور اپنی جوار رحمت میں جگہ عنایت فرمائے۔ آمین۔ فعظم اللّٰہ اجرکم ووفقکم الصبر الجمیل وغفر میتکم ورضی عنہ وارضاہ وخلف علیکم بخیر آمین

اگرچہ مرحومہ نہایت ضعیف العمر اور ناتواں ہوگئی تھیں اور عمر طبعی سے متجاوز ہوگئی تھیں مگر والدین کا سایہ ظل رحمانی ہوتا ہے اور ان کے وجود سے اولاد کو نہایت سکون اور اطمینان رہتا ہے خصوصاً سعید اور سمجھدار اولاد کے لئے تو ان کا وجود نعم عظمیٰ میں سے ہوتا ہے مگر ہم کو صبر جمیل کے سوا کوئی چارہ نہیں ہے اور اسی کا ہم کو حکم ہے اور اسی پر رضوان خداوندی کا وعدہ ہے۔ وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔ اولئک علیہم صلوات من ربھم ورحمۃ واولئک ھم المھتدون۔ ان کو دعاء مغفرت اور رضوان سے نہ بھولئے اور صرف اللہ تعالیٰ

بقیہ ص۲۷۶ مکتوب ۱۰۱ - حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ مراد آباد جیل میں تقریباً آٹھ ماہ گذار کے رہا ہوکر پھر اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ جولائی ۱۹۴۳ء میں مراد آباد میں کچھ کالرا کا اثر تھا۔ قاری صاحب مرحوم کے اکلوتے جوان فرزند قاری محمد طیب دو لڑکیاں اور خود قاری صاحب مرحوم ہیضہ میں مبتلا ہوئے اور دو دن میں یہ چاروں وفات پا گئے۔ انا للّٰہ وانا الیہ راجعون۔

سے لو لگائیے اور یوم یقوم الناس لرب العالمین۔ کے لئے تیاری کیجئے۔ ذکر میں غفلت روا نہ رکھئے۔ ؎

جہاں اے برادر نہ ماند بکس دل اندر جہاں آفریں بند و بس

آج بتاریخ ۳ ذی الحجہ صبح کو مرحومہ اور مولانا عبد اللطیف صاحب مرحوم ناظم مدرسہ مظاہر العلوم کے لئے ختم دار العلوم میں کیا گیا اور طلباء و مدرسین نے دعاء کی اللہ تعالیٰ مرحومین اور تمام امتِ محمدیہ کو اپنے کرم و فضل سے نوازے آمین۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں ناظم اعلیٰ صاحب اور اہل دفتر اور واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیجئے۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۱۰۳

جناب حافظ سید سادات حسن صاحب مرادآباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف

آپ کا والا نامہ محررہ ۲۵ رجادی الاولیٰ ۲۷ رجادی الثانی کو ملا۔ نہ معلوم اس قدر تاخیر کیوں اور کہاں ہوئی۔ آپ کے اسی والا نامہ سے معلوم ہوا کہ صوبہ دار صاحب نے یکم مئی سے قبل کوئی والا نامہ بھیجا تھا اور اس میں حامد میاں سلمہٗ کے متعلق اپنی اور اپنی والدہ صاحبہ دام مجدہا اور آپ حضرات کی پسندیدگی کا میری تجویز کے متعلق اظہار فرمایا تھا۔ مجھے افسوس ہے کہ وہ والا نامہ آج تک نہیں پہونچا۔ میں انتظار میں ہوں اور میں سخت تعجب میں تھا کہ کیا باعث ہوا کہ صوبہ دار صاحب نے لا یا نعم میں سے کوئی طریقہ نہیں ذکر فرمایا۔ بہرحال آپ کے اس والا نامہ سے خوشی ہوئی۔ اب میں مولانا عبد الحق کو بھی لکھتا ہوں۔ میرے نزدیک مناسب یہ ہوگا کہ آپ حضرات

اس کی تحریک شروع کر دیں اور اگر ضرورت سمجھیں تو میرا تجویز کرنا بھی ذکر کر دیں۔
میں زور دار طریقہ پر لکھ رہا ہوں مگر میرے نزدیک چار سال کی تاخیر بالکل غلط ہے
نوجوان اولاد کی تاخیر اس زمانہ میں سم قاتل ہے۔ صوبہ دار صاحب کو حامد میاں
سلمہ کی تعلیم کی بنا پر شاید یہ خیال ہو مگر یہ غلط ہے اور رخصتی کے بعد بھی تعلیمی
سلسلہ جاری رہ سکتا ہے۔ بحمد اللہ طرفین علمی خاندان کے ہیں میں تو یہی مناسب

حاشیہ مکتوب ۱۰۳

حافظ سید سادات حسن صاحب مراد آباد کی لڑکیاں ماشاء اللہ چار ہیں۔ لڑکا ایک ہی ہوا تھا۔ حضرت شیخ الاسلام قدس اللہ سرہ العزیز نے جعفر نام تجویز کیا مگر بچہ صرف چند ہفتوں کی عمر لے کر آیا تھا۔ بچہ رخصت ہو گیا کنیت باقی رہ گئی۔ اس موقع پر کنیت سے کام لیا گیا تھا۔ حافظ سادات حسن صاحب احقر کے برادر نسبتی ہیں اصل وطن دیوبند ہے عرصہ سے مراد آباد رہتے ہیں جناب حافظ حاجی سید محمد عابد صاحب دیوبند کے مشہور بزرگ تھے۔ حضرت حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکی کے پیر بھائی۔ دیوبند میں ایک مدرسہ کی تجویز آپ ہی کی تھی۔ یہی مدرسہ تھا جس کو حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتوی قدس سرہ العزیز کی جد و جہد نے یہ عروج بخشا کہ آج دار العلوم دیوبند کے نام سے مشہور ہے۔ حافظ سادات حسن صاحب انھیں حاجی محمد عابد صاحب رح کے پڑپوتے ہیں۔ (محمد میاں)

حسن اتفاق ملاحظہ ہو کہ یہ گرامی نامہ رجب میں لکھا گیا تھا اور دو ماہ بعد ابتداء رمضان ۱۳۵۷ھ میں حضرت رہا ہو گئے۔ پھر یہ نکاح حضرت نے خود پڑھایا اور سونے کے جھومکے اپنی طرف سے عطا فرمائے۔ احقر کی جانب سے بھی دلہن کو زیور دیا گیا تھا اور بس۔ (محمد میاں)

صوبہ دار سے مراد محمد میاں ہے کیونکہ اس زمانہ میں جمعیۃ علماء صوبہ متحدہ کا ناظم تھا۔ (محمد میاں)

۵۲ قاری اصغر علی صاحب خلیفہ مجاز حضرت اقدس رحمۃ اللہ علیہ واستاد دار العلوم دیوبند۔

۵۳ مولانا عبد الحق صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ۔

سمجھتا ہوں کہ اس مبارک کام کو حضرت والدہ ماجدہ اپنے ہی سامنے اور اپنے ہی ہاتھوں انجام کو پہنچادیں اور میں جب کہ حاضری سے فیضیاب ہوں تو مبارکبادی کا گلدستہ پیش کر کے مٹھائی کا خواستگار ہوں۔

حقیقت اخبار لکھنؤ اور پھر قاری صاحب دیوبند اور مولانا عبدالحق صاحب کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ مولانا محمد میاں صاحب ۸ رجون کو بلا شرط رہا ہو گئے۔ اور مولوی محمود فیض آبادی ۱۰ رجون کو رہا ہوئے اور دونوں نے اجلاس جمعیۃ مرادآباد میں شرکت کی اس سے بیحد خوشی ہوئی الحمدللہ۔ والدہ صاحبہ دام ظلہا کی خدمت میں خصوصی طور پر مبارکباد پیش کر دیجئے۔ اخباروں وغیرہ سے جلسہ مرادآباد کی کامیابی بھی اعلیٰ پیمانہ پر معلوم ہوئی مخالف قوتوں کی ناکامی بھی معلوم ہوئی۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

مدینہ اخبار میں حافظ ابراہیم صاحب کا خطبہ بھی آگیا ہے۔ ماشاء اللہ خوب لکھا ہے۔ جزاہم اللہ خیر الجزاء۔ مسلم مجالس کی کارروائی بھی معلوم ہوئی۔ مدنی صاحب کے والانامہ سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مالی حیثیت سے جلسہ میں کامیابی وہم و گمان سے زیادہ ہوئی۔ مصارف منہا کرنے کے بعد بیس انداز رقم بھی معتد بہ تھی۔

ذکر میں پست ہمتی اور سستی کرنا سخت غلطی ہے۔ آدمی کو عالی ہمت اور جفاکش ہونا چاہیئے۔ زادِ راہِ آخرت مہیا کیجئے۔ مشہور ہے، ہمت مرداں مدد خدا۔ رحمت خداوندی سے مایوس مت ہو جیئے۔

والدہ صاحبہ دام مجدہا سے سلام مسنون عرض کر دیجئے کہ وہ ناکارہ خادم نہایت سکون اور اطمینان اور راحت و آرام سے ہے۔ آپ بالکل مطمئن رہیں۔ دعاء فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ راضی ہو اور اپنی مرضیات میں ہمیشہ رکھے۔ آمین۔ نیز دیگر متعلقین سے بھی سلام عرض کر دیں۔

بابو قطب الدین صاحب حکیم مشتاق صاحب شیخ رفیع الدین صاحب سید احمد صاحب عمر میاں صاحب صلاح الدین میاں صاحب عثمان میاں صاحب وغیرہ سے بھی سلام مسنون عرض کر دیں، مرزا حسن یار بیگ صاحب سے بھی سلام عرض کر دیں۔

غالباً اب تو مولانا اسمٰعیل صاحب کی طبیعت بالکل صاف ہوگئی ہوگی ان سے سلام مسنون کہدیں۔ حکیم انظار احمد صاحب کو جلسہ کی کامیابی پر خصوصی مبارکباد پیش کر دیں۔ والسلام۔

دعا گو چراغ محمد ۳ رجب ۱۳۶۳ھ

میرا یہ خط مولوی عبدالحق صاحب کو ایک وفد کے ساتھ پیش کیجئے اور اگر مناسب ہو تو عورتوں میں سے ایک دو عورتیں بھی جائیں اور گھر میں زور دیں حکیم انظار احمد صاحب سے کہہ دیجئے کہ مولانا حبیب الرحمٰن صاحب سہواردی کے مرسلہ گنڈ۔ ور سے (بنا ہوا گڑ) آپ نے لے کر کھائے حالانکہ وہ انھوں نے اپنے گوشہ نشین خدام کے لئے بھیجے تھے اس کا سخت دعویٰ آپ پر دائرہ ہوگا اور مع سود در سود آپ کو ادا کرنا پڑے گا ہوشیار رہئے۔

مکتوب ۱۰۴
جناب مولانا عبدالحق صاحب مدنیؒ کے نام

مولانا عبدالحق صاحب مدنی زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف؟ اُمید کہ آپ کا مزاج گرامی بخیر ہوگا۔ اس وقت موجب تحریر ایک امر اہم ہے اور وہ یہ کہ میں مناسب سمجھتا ہوں کہ عزیزم مولوی حامد میاں سلمہٗ صاحبزادہ مولانا محمد میاں صاحب کو آپ اپنی فرزندی میں قبول فرمالیں اور عزیزہ مریم سلمہا کے ساتھ عقد میں پس وپیش نہ فرمائیں۔ یہی استدعا میری آپ کی اہلیہ محترمہ سے بھی ہے مجکو اُمید ہے کہ اس کار خیر میں

آپ کسی قسم کے عائق کو جگہ نہ دیں گے اور اگر بالفرض کوئی عائق ہوگا تو اس کو بلطائف الحیل دور فرما دیں گے ہاں استخارہ مسنونہ فریقین کے لئے مناسب ہے میری خواہش یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کوئی نہایت ہی سخت عائق نہ ہو تو اس کار خیر کو جلد از جلد انجام کو پہونچا دیا جائے۔ میرے خیال میں ہر دو فریق کے لئے موقع نہایت موزوں اور مناسب ہے اور امید قوی ہے کہ دونوں خاندانوں میں اس سے علائق مودت و یگانگت روز افزوں تر ہوتے جائیں گے آپ کے سابقہ اور لاحقہ الطافہائے بیکراں مجکو امید دلاتے ہیں کہ آپ مجکو اس استدعا میں خائب و خاسر نہ فرمائیں گے۔ والسلام۔

دعاگوئے قدیم چراغ محمد غفرلہٗ ۳ رجب سنہ ۱۹۶۳ء

حاشیہ مکتوب ۱۰۴

یہ گرامی نامہ حافظ سادات حسن صاحب کے نام مندرجہ بالا مکتوب کا ضمیمہ تھا اس لئے اس کو اسی مکتوب کے ساتھ ترتیب میں شامل کیا گیا تھا۔ یہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی شفقت تھی اپنے خدام کے ساتھ کہ محمد میاں کے بجائے خود تحریک رشتہ فرما رہے ہیں اور پھر اس کے جملہ لوازمات کی ہدایت بھی ساتھ ساتھ فرما رہے ہیں عائق مانع یعنی عذر نہ کریں گے۔ (محمد میاں)

مکتوب ۱۰۵

جناب مولانا خلیل احمد صاحب مسجد شاہی مراد آباد کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘۔ والا نامہ مورخہ ۲۷؍ ذی الحجہ ۱۳۴۴ھ محرم میں باعث سرفرازی ہوا مگر بوجہ کثرت مشاغل وغلبۂ تکاسل ارسال عرائض سے معذور رہا امیدوار معافی ہوں۔

قواعد و مقاصد تنظیم مسلمانان

(الف) مسلمانوں کی ہر قسم کی کمزوریاں اور انتشار ان کی ترقی سے مانع ہی نہیں ہے بلکہ ان کو ایک ایسے میدان کی طرف ڈھکیل رہی ہیں جس میں سوائے ہلاکت کوئی دوسری صورت موجود نہیں ہے۔ دوسری قومیں نہایت تیزی سے اپنی جتھا بندی کرتی ہوئی گامزن ہیں اور ترقی کے ہر میدان میں ہر طرح بڑھتی جارہی ہیں۔ بلکہ مسلمانوں کے لئے ہر قسم کی خلاف کوششیں کرتی ہوئی سدراہ ہیں اور ان کی ترقی تو درکنار ان کی ہستی بھی ناگوار خاطر ہے۔ آزادئ ہند جو مذہبی فریضہ بھی ہے بغیر ان انتشاروں اور کمزوریوں کے دور ہونے کے ممکن الحصول نہیں اور اگر ممکن بھی ہو اور حصول کی بھی نوبت آجائے تو مفید نہیں۔ اس لئے حسب ذیل دفعات کے ماتحت تنظیم کی نہایت زیادہ اور فوری ضرورت ہے۔

حاشیہ مکتوب ۱۰۵ ۔ حضرت شیخ الاسلام کا یہ والا نامہ اور دستور اساسی مسلمانان ہند کے ۳۸ نکاتی پروگرام آج سے تقریباً ۳۲-۳۳ سال قبل خلافت کی تحریک کے زمانہ میں قلمبند ہوئے ہیں اپنے اندر جو معنویت رکھتے ہیں وہ محتاج تشریح نہیں۔ اگر مسلمانوں نے یا کم از کم اُس جماعت نے جس کے علمبردار حضرت رحمۃ اللہ علیہ تھے اسی نے اس پر عمل درآمد کیا ہوتا تو آج مسلمانوں کے اندر

(۱) محلہ وار یا قوم وار نماز کی تنظیم کی جائے۔

(الف) ہر محلہ یا ہر قوم میں حسبِ ضرورت تین تین یا چار چار اشخاص افراد کو نمازی بنانے کے ذمہ دار ہوں اور بے نمازیوں کو سمجھا بوجھا کر نمازی بنائیں اور جو لوگ نماز نہیں جانتے ان کو نماز سکھلائیں۔

(ب) کوشش بلیغ کی جائے کہ قوم یا محلہ کا کوئی بالغ آدمی خواہ مرد ہو یا عورت بے نمازی نہ رہے۔

(ج) اس امر میں تمام قوم یا تمام اہل محلہ اتفاق سے کام کریں۔

(۲) مردوں کو جماعت کی پابندی کی طرف حسب ھدایت شرعیہ لایا جائے۔

(۳) مساجد کی تعمیر اور اصلاح ومرمت کی جائے اور ان کو پوری طرح آباد کیا جائے۔

(۴) ہر محلہ یا قوم میں ایک نقشہ ترتیب دیا جائے جس میں پوری تفصیل مسلمان

بقیہ حاشیہ صد ۲۸۳ مکتوب ۱۰۵

نہ وہ بے راہ روی اور انار کی باقی رہتی اور نہ ملک کے حصے بخرے ہوتے یا اگر قضاء مبرم کے اصول پر تقسیم ناگزیر ہو ہی جاتی تو بھی مسلمانوں کی طاقت منظم ہوتی، ان کا مذہب محفوظ ہوتا ان کی تہذیب کی نارواقطع وبرید نہ ہوتی اور وہ ایک بھاری بھرکم اقلیت میں ہوتے ہوئے بھی اپنا مقام رکھتے۔ صرف ایک اسی والانامہ سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے تاثرات مذہبی اور غیرت دینی کا سراغ اچھی طرح مل رہا ہے اور ان کے لئے جو نادانستہ غلطی میں پڑ کر اپنی زبان کو آلودہ کیا ایک تازیانۂ عبرت ہے اور اُن دانستہ فلسفی اور انشا پردازوں کے لئے جن کا مذہب آرام طلبی اور عیش پرستی ہے خدا کے حضور میں جوابدہی کرنی ہے جہاں عزیمت اور رخصت کا فرق ظاہر ہونے والا اور مجاھدین کے موقف ومقام کی میدانِ محشر میں داد ملنے والی ہے۔ اس والانامہ پر بار بار غور فرمایئے اور انصاف سے کام لیجئے کہ آج بھی اس دستور کے اندر وہ سب کچھ موجود ہے جو ٹوٹی ہوئی قوم اور منتشر وپراگندہ جماعت کو طاقت بخشنے والا اور تریاق سے بڑھ کر کارآمد نسخہ موجود ہے اس نسخۂ کیمیا سے اب بھی مس سے کندن بنایا جاسکتا ہے آج بھی حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی رُوح بے چین ہو کر یہ پیغام دے رہی ہے ؎

بارہا نالید وگفت اے قوم مابیدار شو حصۂ خود از حریفاں گیر وگرم کار شو!

گھروں اور انفار، نمازیوں، بے نمازیوں، خواندہ ناخواندہ، بے کار اور کام کرنے والے اشخاص کا اندراج ہو۔

(ب) انجمن شعبہ والنیٹران۔ (منطوعین)

مسلمانوں کی جان اور مال عزت و آبرو کی حفاظت کے لئے ہر قوم اور ہر محلہ میں ایسے نوجوانوں کی باقاعدہ منظم جماعت ہونی چاہیئے جو کہ ہر طرح حفاظت اور دیگر قومی خدمات کو باقاعدہ انجام دے سکے۔ چونکہ ہمسایہ قومیں نہایت زیادہ جتھابندی کر رہی ہیں اور مسلمانوں پہ چھیڑ چھاڑ کرتی ہوئی حملہ آور ہو رہی ہیں اس لئے مسلمانوں کی یہ تنظیم اور بھی زیادہ ضروری ہے۔ امن کا قائم رہنا جان و مال کا محفوظ رکھنا اور دیگر قومی ضرورتوں کو خوش اسلوبی سے انجام دینا ان کا فرض منصبی ہوگا۔ اس لئے حسب دفعاتِ ذیل عملدرآمد کی فوری ضرورت ہے۔

بقیہ حاشیہ ص۲۸۴:۔

حضرت مدنی قدس سرہ العزیز صرف مفسر، محدث، فقیہ، متکلم، صوفی اور صدر مدرس ہی نہیں تھے بلکہ وہ تھے جن کی سمجھ بوجھ اور فراست ایمانی اور طاقت روحانی اس درجہ بڑھی ہوئی تھی کہ جو ہر صدی میں مجددین اسلام کے اندر موہبت عظمیٰ کے روپ میں جلوہ گر ہوکر حکومتوں کے ردوبدل اور اَہون البلیتین کے اصول پر عمل پیرا ہوکر اپنا کام کرتی رہی ہے۔ بہت بڑا مصنف، ادیب، انشاء پرداز اور شاعر و حکیم ہونا کوئی بڑی بات نہیں ہے بلکہ تاریخ ایسے لوگوں سے بھری ہوئی ہے ہر دور اور ہر زمانہ میں اس کی کثرت رہی ہے مگر جس چیز کی کمی رہی اور بہت کم اسمار تاریخ پیش کر سکی وہ ایسے مجاہدین اور اسلامی انقلاب لانے والے زرگ کہ جن کے۔۔۔ خاتم حضرت مدنیؒ تھے اس دور مظلمہ میں دوسرا کوئی اور نہ ہو سکا۔ تصنیفی اور علمی دنیا میں حضرت شاہ ولی اللہؒ سے بڑھ کر ہندوستان میں کون رہا ہے اور شاہ صاحب کا مقام ہر رنگ میں امامت سے نیچے کا کوئی درجہ نہ تھا مگر جو کام حضرت اسماعیل شہیدؒ، حضرت سید احمد شہیدؒ اور قاسم نانوتویؒ کے ہاتھوں اور مولانا مدنیؒ پر اس کی انتہا ہوئی کس خانقاہ اور درسگاہ میں ہندوستان اس کی برابری اور ہمسری کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ آج بھی ہندوستان و پاکستان موجود ہے اور

(باقی ص۲۸۶ پر)

(۱) فنون سپہ گری سے واقف اور قوت والے اشخاص اس جماعت میں بکثرت داخل ہو جائیں۔ جن کا اصل مقصد اسلام کی حفاظت ہو۔

(۲) یہ سب اشخاص عہد کریں کہ ہم اسلام کے دل سے حامی اور مددگار رہیں گے۔ اور حسب طاقت مسلمانوں کی خدمت اخلاص سے کریں گے۔

(۳) ان کی جماعتیں محلہ وار یا قوم وار ترتیب دی جائیں۔

(۴) ہر محلہ یا قوم کی جماعت کا ایک شخص سردار منتخب کیا جائے جس کو جمعدار کا لقب دیا جائے۔

(۵) ہر والنٹیر عہد کرے کہ میں اپنے سردار کا مطیع اور فرماں بردار رہوں گا۔ جب تک وہ کسی گناہ یا قومی مفاد کے خلاف کا حکم نہ دے۔

(۶) ہر قوم اور ہر محلے کے جمعدار کی اطاعت کرتے ہوئے شہر میں اگر کسی دوسری جگہ ضرورت پڑ جائے تو وہاں بھی ہر قسم کی امداد کریں۔

(۷) قومی جلوسوں اور جلسوں میں بھی حسب ضرورت حصّہ لیں۔

(۸) اگر کوئی جھگڑا کسی طرف نمودار ہو جائے تو حتی الوسع کوشش کریں کہ جھگڑا دفع ہو جائے اور صلح و آشتی کی نوبت آئے۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۸۵

اس کے اندر علماء اور سیاستیین کی کمی نہیں۔ برطانیہ سے کمتر درجہ کی طاقتیں مسلمانوں کو برباد کرنے پر تلی ہوئی ہیں۔ مگر ہے کوئی ماں کا لال جو حسین احمد بن کر اپنی جوانی کی راتوں اور بوڑھاپے تک کو اس کی بھینٹ چڑھا دے اور "افضل الجہاد کلمۃ حق عند سلطان جائر" کی صدائے حق کو بلند کر کے باطل کی طاقتوں اور کاخ کے محل میں بیٹھ کر اژدہات کے قلعہ پر پتھر مارنے والوں کا جواب دے اور ہوا کے رُخ کو موڑ دے کہ تمہیں اگر چلنا ہے تو اس طرح چلو!۔ هَلْ مِنْ مُّدَّكِرٍ۔

(۹) اگر کوئی کوشش نفع نہ دے اور دوسری ہمسایہ قوم حملہ کر دے تو پوری طاقت کے ساتھ مدافعت کریں اور کسی طرح کی کوتاہی روا نہ رکھیں۔

(۱۰) مسلمانوں کو بے جا اشتعال اور ناجائز جوش سے روکیں۔

(۱۱) خود بھی اور دیگر مسلمانوں کو ہجوم اور ابتدا سے حتی الوسع روکیں۔

(۱۲) تمام شہر کے جمعداروں کا ایک سمجھدار شخص سردار ہو جس کا لقب کپتان ہوگا۔ اس کی تمام والنٹیر اطاعت کریں۔

(۱۳) یہ کپتان حسب ضرورت اور حسب ہدایت ناظم خلافت کمیٹی جملہ کارروائی کرے۔

(۱۴) شعبہ والنٹیران کا باقاعدہ علیحدہ دفتر ہو جس کے مصارف کے لئے چندہ رکنیت سے کارروائی کی جائے۔

قواعد و قوانین دربارۂ شعبہ اصلاح مصارف

چونکہ ہندوستان میں عام طور پر مسلمان شادی اور غمی وغیرہ کی طاقت سے زاید مراسم کی بنا پر روز افزوں افلاس میں مبتلا ہوتے جاتے ہیں اور اسی بنا پر انکی جائدادیں روزانہ نکلتی جارہی ہیں اور افلاس و مذلت ان پر ہر طرف سے منڈلا رہی ہے۔ قرض کا بارِ گراں ان پر بڑھتا ہوا سوہانِ روح ہو رہا ہے۔ پنجاب کے مسلمان وہاں کے ہندوؤں کے بہتر۷۲ کروڑ روپیوں کے قرضدار ہیں۔ بہت زیادہ مرد اور عورت مسلمانوں میں اسی کثرت مصارف کی بنا پر کنوارے پڑے ہوئے ہیں جن کی کثرت کی بنا پر قومی نسل کی ترقی کما ینبغی نہیں ہوتی۔ نوجوان لڑکے اور لڑکیاں بیماریوں، بداخلاقیوں وغیرہ میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ۱۹۱۲ء کی رپورٹ میں مسلمان مردوں میں ۵۳ فی صدی کنوارے دکھلائے گئے ہیں۔ حالانکہ ہندو مرد فیصدی ۴۷ کنوارے

ہیں اور مسلمان عورتوں میں فیصدی ۳۸ کنواری دکھلائی گئی ہیں۔ حالانکہ ہندو عورتیں فیصدی ۳۱ کنواری ہیں۔ بیوہ عورتوں کی تعداد بھی مسلمانوں میں اچھی خاصی مقدار پر ہے۔ یعنی فیصدی ۱۵ عورتیں مسلمانوں میں بیوہ ہیں اگرچہ ہندوؤں میں فیصدی ۱۹ عورتیں بیوہ موجود ہیں۔ مسلمان مرد متاہل ہندوؤں سے کم ہیں کیونکہ ہندو متاہل فیصدی ۴۷ ہیں اور مسلمان فیصدی ۴۳ ہیں اور اسی طرح مسلمان عورتیں متاہل فیصدی ۴۷ ہیں اور ہندو فیصدی ۵۰ ہیں۔

اس کثرت مصارف شادی وغمی نے بہت ہی زیادہ نقصانات مسلمانوں کو ہر قسم کے پہنچائے ہیں اور آئندہ پہنچانے والے ہیں۔ اس لئے خاص طور پر مسلمانوں کو اپنی باقی ماندہ جائداد کے تحفظ کے لئے اور اپنی نسل کو بڑھانے، دیگر خرابیوں کے دور کرنے، اسلامی عزت ووقار کی حفاظت کے لئے اپنی شادی اور غمی کے مصارف کی طرف نہایت قوت اور سرعت کے ساتھ توجہ کرنی ضروری ہے لہٰذا حسب ذیل دفعات فوری اصلاح کے لئے تجویز کی جاتی ہیں جن کی اصل اصول یہ ہے کہ ہر خاندان میں شادی اور غمی کے مصارف ایسے ہونے چاہئیں جن کو خاندان کا ہر غریب بلاقرض پورا کر سکے۔

(۱) لڑکے اور لڑکیوں کو بالغ ہونے پر جلد از جلد نکاح کر دینا چاہیئے۔

(۲) شادی اگر شہر میں ہو تو بارات کو کھانا نہ کھلایا جائے۔

(۳) شہر کی بارات پر فقط نکاح کے بعد چھوارے تقسیم کر دیئے جائیں۔

(۴) اگر بارات شہر کے باہر سے آئے تو اس میں پندرہ آدمی سے زائد ہرگز نہ آئیں۔

(۵) بارات میں ہاتھی ہرگز نہ لایا جائے۔

(۶) بارات میں پالکی بھی نہ لائی جائے اور اگر ضروری ہو تو فقط نوشہ کیلئے ہونا چاہیئے۔

(۷) گھوڑے بھی نہ لائے جائیں اگر ضرورت ہو تو فقط نوشہ کے لئے ہو۔

(۸) یکہ، گاڑیاں، موٹر وغیرہ ضرورت سے زیادہ ہرگز نہ ہوں۔

(۹) بارات میں ڈھول، تاشہ وغیرہ باجے کے سامان یک قلم بند کر دئے جائیں۔

(۱۰) خدام، شاگرد پیشہ سات عدد سے زاید نہ ہوں۔

(۱۱) آتشبازی ناچ وغیرہ ناجائز امور سے پرہیز کلی کیا جائے۔

(۱۲) بارات کو کھانا نہایت سادہ اور کم خرچ کھلایا جائے۔ فقط گوشت روٹی یا فقط پلاؤ پر اکتفا کیا جائے۔

(۱۳) ایک شب وروز سے زیادہ ہرگز بارات نہ ٹھہرائی جائے۔

(۱۴) برادری کو کھانا دینا اور تمام محلہ اور شہر میں تقسیم کرنا بالکل بند کر دیا جائے۔

(۱۵) وہ خاص اعزہ واحباب جو امور شادی میں اعانت کر رہے ہوں ان کو گھر پہ کھانا کھلا دیا جائے۔

(۱۶) عورتوں کا زیادہ مجمع نہ کیا جائے محض خاص خاص اور زیادہ تر قریبی عورتیں بلائی جائیں وہ بھی اگر ضرورت خیال میں آئے۔

(۱۷) عورتوں کے لئے بھی نہایت سادہ کھانا تیار کیا جائے۔

(۱۸) رت جگا۔ بھتوانی، گلگلوں، برون وغیرہ کی رسوم یک قلم بند کر دی جائیں۔

(۱۹) ڈومنیوں کا گوانا عورتوں کا جمع کرنا اور اس کے متعلق کے مصارف ترک کر دیئے جائیں۔

(۲۰) جوڑے فقط دولہن کے واسطے تیار کئے جائیں دولہن کے دوسرے رشتہ داروں کے جوڑے بالکل بند کر دیئے جائیں۔

(۲۱) دولہن کے جوڑے خواہ کتنے ہی ہوں ۵۰ روپیہ سے زاید کے ہرگز نہ ہوں۔

(۲۲) دولہا کا جوڑا عنہ روپیہ سے زاید ہرگز نہ ہو۔ دولہا کے دوسرے اقارب

کے لئے جوڑے ہرگز نہ ہوں۔

(۲۳) میوہ، بری، شکر وغیرہ بالکل ترک کر دیئے جائیں۔

(۲۴) زیور لڑکے والا مبلغ ۳۰ روپیہ سے زاید کا پیش نہ کرے۔

(۲۵) لڑکی والا بھی تیس ۳۰ سے زاید کا زیور نہ دیوے۔

(۲۶) زیور، جوڑے اور جہیز وغیرہ کا عورتوں اور مردوں میں دکھلانا بالکل بند کر دیا جائے۔

(۲۷) جہیز میں محض ضروری چیزیں دی جائیں جن کی قیمت تیس ۳۰ روپیہ سے زاید نہ ہو۔

(۲۸) ولیمہ کی دعوت بھی محض خاص اعزہ اور احباب کے لئے ہو جن کا شمار تیس ۳۰ سے زاید ہرگز نہ ہو۔

(۲۹) نیوتہ کی رسم بند کر دینی چاہیئے۔

(۳۰) مہر کو حتی الوسع مہر فاطمی رکھا جائے اور اگر یہ نہ ہو سکے تو جہاں تک ممکن ہو کم کیا جائے۔

(۳۱) پرجوں (رعایا مثلاً دھوبی بڑھئی وغیرہ) کے حقوق حسب عادت اور موافق شرع دیئے جائیں۔

(۳۲) دیہاتیوں کے حقوق موقوف کر دیئے جائیں۔

(۳۳) عیدی، شبراتی، ساونی، جڑاول وغیرہ موقوف کر دیئے جائیں۔

(۳۴) گونہ (چالا) کی رسم کو بند کر دیا جائے۔

(۳۵) چوتھی کھیلنا اور اسکی دیگر خرافات کو موقوف کر دیا جائے۔

(۳۶) منگنا نہایت سادگی کے ساتھ کر دیا جائے کسی قسم کے خاص مصارف اسکے لئے نہ کئے جائیں۔

(۳۷) غیر رسمی طور پر ہر شخص کو اختیار ہے کہ جس قدر اور جو چاہے اپنی اولاد اور

داماد کو دے۔

(۳۸) بجائے اُن مصارف زایدہ کے مُناسب ہوگا کہ اصحاب استطاعت حضرات اپنی اولاد اور داماد کے لئے کوئی جائداد غیر رسمی طریقہ پر خرید دیا کریں یا کوئی تجارت قائم کرادیں یا اُن مصارف کے نقد کو کسی قومی فنڈ یا مدرسہ میں داخل کر دیں۔

ختنہ عقیقہ وغیرہ

(۱) عقیقہ ساتویں دن موافق سنّت کے کرادیا جائے۔ بچّے کے بال منڈوائے جائیں، بالوں کی مقدار میں چاندی تول کر خیرات کر دیں۔ عمدہ اسلامی نام تجویز کیا جائے لڑکی کے لئے ایک بکرا اور لڑکے کے لئے دو بکرے ذبح کئے جائیں بشرطیکہ استطاعت ہو۔ گوشت یا تو تقسیم کر دیا جائے اور یا محض سادہ کھانا پکوا کر تقسیم کر دیا جائے۔ اگر دعوت کریں تو محض خاص خاص اعزہ اور احباب کی جن کی تعداد پندرہ سے زاید نہ ہو

(۲) کُرتہ ٹوپی کی رسم بند کر دی جائے۔

(۳) نانہال وغیرہ سے جوڑا اور اس کے لوازمات کی رسم بند کر دی جائے۔

(۴) ختنہ نہایت سادہ طریقہ پر شریعت کے موافق عمل میں لایا جائے۔

(۵) اگر ممکن ہو تو ختنہ بھی عقیقہ کے ساتھ ساتویں دن کر دیا جائے اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو جلد از جلد چھوٹی عمر میں ختنہ کرادیا جائے۔

(۶) ختنہ کے وقت میں کوئی رسم اور اجتماع کی نوبت نہ آئے اور اگر آئے تو نہایت قلیل اعزہ و احباب پر مشتمل جن کی شمار پندرہ سے زاید نہ ہو۔

(۷) موت میں تمام مصارف تجہیز و تکفین کے حسب شریعت اور مختصر ہوں۔

(۸) ایصال ثواب کی اگر وصیت ہو تو حسب وصیت اور موافق شریعت فقط تہائی میں سے مصارف عمل میں لائے جائیں۔

(۹) اگر ایصالِ ثواب کی وصیتیں تہائی سے زاید کی خواستگار ہوں اور ورثا سب کے سب بالغ ہوں تو ان کی اجازت سے عملدر آمد کیا جائے۔

(۱۰) اگر ورثا تہائی سے زاید کی اجازت نہ دیں یا ان میں کوئی وارث نابالغ ہو تو تہائی سے زاید ہرگز صرف نہ کیا جائے۔

(۱۱) ایصالِ ثواب میں محض محتاج اور مستحق خیرات اشخاص بلائے جائیں۔ اصحاب ثروت احباب و اقارب کے لئے یہ کھانا ہرگز نہ کھلایا جائے۔

(۱۲) اِن مصارف کو جہاں تک ہو سکے خفیہ طریقہ پر عمل میں لائے۔

(۱۳) لوگوں کا بدلہ کرنا۔

قواعد

(۱) اس انجمن کی انتظامیہ کمیٹی کو اختیار ہوگا کہ اصل اصول کو لحاظ رکھتے ہوئے مذکورۃ الصدر نمبروں میں باتفاق رائے اور حسب مقتضائے قوم و شہر تغیر و تبدل، تنسیخ وغیرہ کئے جائیں۔

(۲) اس شعبہ کے بھی صدر سکریٹری وغیرہ عہدہ دار منتخب کئے جائیں۔

(۳) ہر ممبر کو مصارف دفتر کے لئے ۴ سال دینا ہوگا۔

عالیجاہا! اس وقت بہت زیادہ بیداری کی ضرورت ہے۔ دوسری قومیں اپنی کثرت، اپنے مال، اپنے علم، اپنی زمینداری، اپنی تجارت، اپنے عہدوں وغیرہ کے گھمنڈ پر تلی ہوئی ہیں کہ جس طرح بھی ہو مسلمانوں کی ہستی پامال کردو ان کو کوئی تفوق تو درکنار ان کی آواز بھی ملکِ ہند میں باقی نہ رہ جائے۔ اِدھر مسلمان اپنی نااتفاقی، افلاس، بیکاری، جہالت، بے شعوری کم شماری وغیرہ کی وجہ سے دبتے جا رہے ہیں۔ کچھ لوگوں کو سمجھا بوجھا کر اس لئے کھڑا کیا گیا ہے تاکہ اتفاق ہند و مسلم کا جنازہ نکل جائے

اب وہ مخالفت کے پلیٹ فارم پر آ گئے اور جہالت و بزدلی کی وجہ سے ہندوستان کے اصلی دشمن کو بھول گئے اور مسلمانوں پر حملہ آور ہو گئے۔ وہ وہ پروپگنڈے موجود ہیں جن سے عہدہ برآ ہونا نہایت مشکل ہے۔ اگر مسلمانوں نے اپنی تنظیم نہ کر لی اور مکمل بیداری کو کام میں نہ لائے تو قوم مسلم کے لئے مستقبل نہایت تاریک ہو گا۔ اس لئے بہت زیادہ ضروری ہے کہ ہم اپنے اوقات میں سے کچھ حصہ روزانہ اس میں پوری تندہی کے ساتھ صرف کریں جب کہ یہ جتھا بندی کر کے قوم مسلم کے درپے ہیں اگر خدانخواستہ ان کو کامیابی ہو گئی (جس طرح کے آثار مسلمانوں میں موجود ہیں) تو مسلمان شودر قوموں سے بھی زیادہ گر جائیں گے۔ اور اُن پر وہ وحشیانہ مظالم ہوں گے جن کی نظیر دنیا میں نہ ملے گی۔ شخصی عزت اور مالداری اس وقت کام نہ آئے گی۔ قوم کا گر جانا شخصی عزت کو سنبھال نہیں سکتا۔ ہمارے معزز اور سربرآوردہ حضرات تو احساس ہی نہیں رکھتے اور نفسی نفسی میں مبتلا ہیں ان کو چھوڑ کر ہر ہر خاندان اور افراد قوم کو سنبھالنا اور جگانا چاہیئے۔ ان میں باقاعدہ کمیٹیاں قایم کرنی چاہیئے۔ تجارت، تعلیم سپہ گری وغیرہ قایم کرتے ہوئے جہالت نااتفاقی فضول خرچی مقدمہ بازی سے اُن کو بچانا چاہیئے۔ اور پوری منظم قوت کی کوشش کر کے دینی جذبات اور عملیات کو کمال پر پہونچانا چاہیئے۔ یہی عوام اسلام کے لئے ریڑھ کی ہڈیاں ہیں یہ اگر منظم ہو گئے تو کوئی ہم کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا۔ اُن کے غیر منظم ہونے کی وجہ سے بے موقع طریقہ پر دشمن نفع اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ خود بھیس بدل کر آتے ہیں اور صرف شورش واشتعال ہی پیدا نہیں کرتے بلکہ بسا اوقات غیر قوموں پر حملے بھی کر دیتے ہیں اور جب لڑائی شروع ہو جاتی ہے تو خود چمپت ہو جاتے ہیں اس لئے بہت زیادہ انتظام اور پھونک پھونک کر قدم رکھنے کی ضرورت ہے۔ اگر میں ملازمت کی وجہ سے مجبور نہ ہوتا تو تمام صوبہ میں دورہ کر کے مسلمانوں میں تنظیمی اسکیم کو معمول بہ کراتا۔

میرے محترم! علم سے دو مقصد ہیں ایک اپنی اصلاح دویم غیروں کی اصلاح۔ بحمد اللہ اوّل آپ کو حاصل ہو گیا دوسرے امر کے لئے خیال تھا کہ آپ اس میں بھی حصہ لیں جس کی وجہ سے آپ کی علمی قوت روز افزوں ہوتی رہے گی اور دوسروں کو بھی نفع پہونچے گا۔ اب جب کہ تجارت کے عقبات اس قدر تنگ و تاریک آپ کے سامنے در پیش ہیں کہ آپ کو تمام اپنی طرف کھینچے ہوئے ہیں وہ کسی طرح نفع پہونچانے کے لئے تیار نہیں ہیں۔ تو خیر استخارہ کر کے اس میں داخل ہو جائیے اور جہاں تک ہو سکے اگر پڑھانا نہ ہو سکے تو پڑھنا ہی سہی۔ ترجمہ قرآن یا کوئی حدیث کا درس دن کی ابتدائی گھڑیوں میں معمول رکھیں کہ فائدے سے خالی نہ ہوگا۔ ذکر و شغل کا بھی مشغلہ کچھ نہ کچھ ہونا ضروری ہے۔

شردھانند کی تقریر ہمارے لئے مفید نہ ہو سکتی ہے اگر مسلمان غیرت سے کام لیں اور اپنے جیب کے پیسوں کو بغیر مسلمان کی جیب کے کہیں اور نہ پہونچائیں۔ مسلمانوں کا روزانہ تقریباً چار کروڑ روپیہ غیروں کی جیب میں جاتا ہے اس کا باقاعدہ انتظام ضروری ہے کہ مسلمان فقط مسلمان ہی سے خریدیں اور مسلمانوں میں ہر قسم کی تجارت ہو اس کا نظام قائم کیا جائے بظاہر کوئی لڑائی جھگڑا قائم نہ کیا جائے اور اپنی پوری مضبوطی کو کام میں لایا جائے۔

محترمی جناب شیخ رفیع الدین صاحب سے بعد سلام مسنون عرض کر دیجئے کہ آپ حضرات ذرا قوم اسلام کی خبر گیری کیجئے ان بڑے بڑوں کے بھروسہ پہ نہ رہیئے چھوٹے ہی ہمیشہ کام کرتے ہیں۔ اور قوم وار اور محلہ وار تنظیمی کارروائی ہو گئی تو پھر تمام شہر کی کارروائی میں یہ لوگ خود ہی حاضر ہونگے اور اگر نہ ہوئے تو ہم کو کوئی زیادہ ضرورت ان کو اپنے اپنے گھروں سے نکالنے کی نہ ہو گی مگر آپ چند سرگرم حضرات کو روزانہ اپنا تھوڑا سا وقت اس میں صرف کرنا لازم ہے۔ والسلام۔ ننگ اکابر حسین احمد ۶ صفر ۱۳۴۵ھ ۱۷ اگست ۱۹۲۶ء سلہٹ خلافت آفس

مکتوب ۱۰۶

جناب سید محمد بشیر الدین صاحب مرحوم الہداد پور ٹانڈہ فیض آباد کے نام

مخدومی و مکرمی جناب بھائی صاحب زید مجدکم   السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

مزاج شریف۔ آپ کا والا نامہ ملا جس میں جناب بھائی محمد ظہیر صاحب مرحوم کے انتقال کی خبر وحشت اثر درج کی گئی تھی اس کو معلوم کرکے بہت صدمہ ہوا اگرچہ مرحوم نے بفضلہ تعالیٰ بہت بڑی عمر پائی تھی اور عمر طبعی سے تجاوز کر گئے تھے مگر خاندان میں سب سے بڑے وہی تھے۔ ہم سبھوں پر ان کا سایہ عظیم الشان نعمت تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی مغفرت اور رحمتوں سے نوازے آمین۔ میرے آنے سے پہلے ان کے لئے خط پہونچنے پر ختم کرادیا گیا تھا آج بخاری شریف کے ختم میں بھی اُن کی مغفرت کے لئے دعا کی گئی۔

بھاوج صاحبہ دام مجدہا ان کی خبر وفات پر بہت پریشان ہوئیں۔ اب ان کا تقاضہ ہے کہ مجکو جلد از جلد الہداد پور پہونچاؤ ابھی ان کو تشریف لائے ہوئے مہینہ بھر بھی نہیں ہوا تھا اتنی جلدی میں ان کا تشریف لے جانا سب پر گراں ہے مگر صدمہ بھی عظیم ہے کوئی چون وچرا نہیں کرسکتا۔ بہر حال انشاء اللہ ۱۲ فروری کو یہاں سے روانہ ہوکر ۱۳ فروری کی شام کو یعنی رات میں ساڑھے بارہ بجے پنجاب اکسپریس میں پہونچوں گا بھاوج صاحبہ دام ظلہا بھی ساتھ ہوں گی اس لئے آپ ایک موٹر کار کا انتظام کردیں دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ ارشد، ریحانہ، حسانہ ان کی والدہ اسعد عائشہ نصیر سب سلام کہتے ہیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۷ھ

مکتوب ۱۰۷

عزیزم فضل الرحمٰن سلمہ، کے پہلے خطوط سے معلوم ہوا تھا کہ وہ کلکتہ بھی دو تین دن ٹھہر کر ٹانڈہ واپس ہوں گے مگر پھر آخری خط سے معلوم ہوا کہ وہ وہاں سے براہ راست گورکھپور جا رہے ہیں اور وہاں پہنچ کر اپنی لکڑیوں کی فروختگی کے لئے ٹھہریں گے اسلئے ممکن ہے کہ ان کو وہاں زیادہ دن لگ جائیں۔ اس آخری خط کے ملنے سے پہلے میں پودوں کا ایک پارسل روانہ کر چکا تھا جو کہ انہیں کے نام ہے اور بلٹی بھی انہیں کے لفافہ میں بھیجی گئی ہے اب اس آخری خط کی وجہ سے آپ کو تار دینا پڑا تاکہ آپ پارسل کو ایجنسی کے آفس سے منگوالیں۔ اب کی مرتبہ تمام درخت مٹی کے گملوں ہی میں ہیں اس لئے امید ہے کہ محفوظ طریقہ پر پہونچیں گے۔ ان میں مندرجہ ذیل درخت ہیں۔ ان کو حسب ذیل جگہوں پر نصب کرا دیجئے۔

۱۔ سرو کا درخت ہے اس کو روش کے دکھن جانب اتنی دوری پر نصب کریں جتنی دُوری پر اُتر جانب کا سرو کا درخت ہے۔

۲۔ انار کا درخت ہے۔ یہ انار بڑے پھول والا ہے اس میں پھل نہیں لگتا ہے۔

حاشیہ مکتوب ۱۰۶

حضرت سید محمد بشیر الدین صاحب مرحوم حضرت مدنی رحمۃ اللہ کے خسر اور چچا زاد بھائی تھے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی چوتھی شادی آپ ہی کی منجھلی صاحبزادی سے ہوئی جو آج بھی حیات ہیں اللہ تعالیٰ ان کے سایہ کو تادیر باقی وقائم رکھے ہمارا فرض ہے کہ ہم تازیست آپ کی خوشنودی اور خدمت اپنی سعادت سمجھیں ہمکو حضرت مدنیؒ کی صالح اولاد اور تربیت یافتہ خدام سے اسی کی امید ہے کہ وہ اپنی ذمہ داری کو پورا کرتے رہیں گے تاکہ مولانا رحمۃ اللہ علیہ کی روح کو زیادہ سے زیادہ سکون اور راحت نصیب ہو۔ ان والاناموں سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے لطیف ذوق اور حسین مذاق کا اندازہ ہوتا ہے۔

پھول بہت خوبصورت ہوتا ہے اس کو مردانہ مکان کے چبوترہ کے دکھن جانب کی کیاری کے پچھمی کنارے پر نصب کر دیجئے۔ اس کیاری میں موسمی پھولوں کی بیل لگائی گئی ہے۔

۳ و ۴۔ چینی چمپا کے دو درخت دو گملوں میں ہیں ان میں سے ایک درخت اسی مردانہ مکان کے چبوترے کی دکھن طرف والی کیاری کے پوربی کنارہ کے قریب نصب کر دیجئے۔ اور دوسرا درخت زنانہ مکان کے اوتری کنارہ پر گلچیں اور کامنی کے بیچ میں نصب کر دیجئے جو کہ بیلے کے درختوں کے درمیان میں خالی جگہ پر واقع ہے۔

۵ و ۶۔ یہ دو درخت دو گملوں میں چکمن چمپا کے ہیں ان میں سے ایک درخت زنانہ مکان کے اوتری کنارہ پر کامنی اور دروازہ کے درمیان پچھمی طرف نصب کر دیجئے اور ایک درخت پوربی کنارہ گندھ راج (جس کو اردو میں لونگ مشک اور انگریزی میں گاڈینیا کہتے ہیں) کے پورب طرف خالی جگہ میں جہاں گلچیں کی خشک شاخ تھی نصب کر دیجئے اور اس خشک شاخ کو اکھاڑ دیجئے اگر وہ زندہ ہو گئی ہو تو اس کو زنانہ پاخانہ کے پچھمی جانب زنانہ دروازہ کی روش کے قریب نصب کر دیجئے۔ اگر وہ بوراڈی کی کھاد کا جو کہ سورت سے بھیجا گیا ہے پہونچ گیا ہو تو وہ بھی تھوڑی تھوڑی دیسی کھاد کے ساتھ ملا دیا کیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۶ ذیقعدہ ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۱۰۸

جناب مولانا سید فضل الرحمن صاحب ٹانڈہ الہداد پور کے نام

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تمہارا خط آیا اور اس سے پہلے بھی خط آیا تھا مگر ان دنوں ایسی عدیم الفرصتی رہی کہ جواب نہ دے سکا۔ میرا خیال تھا کہ مئو کے جلسہ میں جو کہ ۲-۳۔ مارچ کو ہونے والا تھا آؤں گا تو ٹانڈہ بھی اتروں گا مگر وہاں کا جلسہ ملتوی ہو گیا۔

تم کو اپنی حالت قلبی پر گھبرانا نہ چاہیئے۔ ذکر پاس انفاس پر مداومت کرنی چاہیئے انشاء اللہ نتیجہ اچھا ہوگا اللہ تعالیٰ مدد کرے گا۔ جی لگا کر محنت کرو دنیاوی امور سیکھو مگر متفکر مت ہو خدا کا شکر کرو ابھی والدین اور بابا کا سایۂ خداوندی تمہارے اوپر ہے اللہ تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت دے آمین۔ ان دنوں میں کوشش کر کے اصلاح باطن اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کی عمدہ کیفیت پیدا کر لو۔ ہمارا خاندان اولیاء اللہ اور سچے فقراء باطن کا ہے۔ جہاں تک میں نے والد مرحوم سے سنا ہے دادا مرحوم یا ان سے پہلے لوگ اہل باطن اور اہل نسبت تھے۔ دنیا دار اور مال ومتاع زمین کے کتنے نہ تھے۔ والد مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ خاندان میں آخری لوگ دنیا دار اور جاہل ہوئے ہیں پہلے سب کے سب اللہ والے اور بزرگ تھے۔ ہم کو اور تم کو کوشش کرنی چاہیئے

حاشیہ مکتوب ۱۰۸۔ محب مکرم مولانا سید فضل الرحمن صاحب ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے سالے اور سید شبیر الدین صاحب مرحوم کے صاحبزادے ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی گھر اور باہر کے لوگوں کے ساتھ یکساں تھی، محبت تو صرف خدا سے تھی لیکن تعلقات کے نباہ اور ہر ایک کے ساتھ حقوق کی ادائیگی ہی تک دنیا سے لگاؤ اور رشتہ تھا۔ یہ وہی بزرگ کر سکتا ہے جو ہمہ وقت اور ہمہ تن روح انسانی سے سرشار ہو کر صرف خدا کا ہو کر رہ گیا ہو جس کو اصطلاح عرفاء میں فنافی اللہ کہا جاتا ہے

کہ ہم اپنے سچّے اولیاء اللہ بزرگوں کے جانشین نہیں۔ دنیا میں بھی اللہ تعالیٰ نے سترہ اٹھارہ گاؤں دیئے تھے مگر وہ کیا ہوئے اور ۱۸۵۷ء کے بعد سے ہماری حالت کیا سے کیا ہوگئی۔ اس دنیا سے دل لگانا نہ چاہیئے۔ ہمارے خاندان میں صرف گنے چنے آدمی نہ تھے۔ الہداد پور آدمیوں سے بھرا ہوا تھا مگر آج ہُو کا میدان نظر آتا ہے غرضیکہ دنیا سے بقدر ضرورت دل لگاؤ اور اللہ تعالیٰ سے ہر دم تعلق رکھو۔ گھبراؤ نہیں۔

تمہاری اہلیہ آگئی یا نہیں تم کو اس سے حسن معاشرت چاہیئے۔ والدہ ماجدہ کی اطاعت اور فرماں برداری اور عظمت کا لحاظ رکھتے ہوئے اس کے ساتھ حسن سلوک کرو۔ عورتیں طبعی طور سے ٹیڑھی طبیعت کی ہوتی ہیں اور آپس میں لڑائی جھگڑا لگانا بجھانا ان کی فطرت میں داخل ہے اس سے متاثر ہونا نہ چاہیئے۔ اگر بہنوں اور ساس میں رنجش وغیرہ ہوا کرے تو صلح اور سمجھانے اور فتنہ کے بجھانے کی کوشش کرو مگر مار پیٹ برا بھلا کہنا ایسی باتوں سے پرہیز کرو۔ والدہ ماجدہ اور بابا کی خدمت اور تابعداری میں کوتاہی ہرگز مت کرو ان کو خوش رکھو۔ جمّن کے نکاح کے متعلق کیا رائے ہے اور میاں جان مرحوم کی والدہ سے کوئی صورت صلح کی نکالی جا سکتی ہے یا نہیں۔ جہاں تک ممکن ہو ان کے بوڑھاپے اور تنہائی کا خیال بھی رکھنا چاہیئے وہ اپنی طبیعت سے مجبور ہیں۔ مفید النساء اپنے گھر اور وہاں کے معاملات سے خوش ہے یا نہیں۔؟

مولوی عبد المومن اگر آیا کریں تو ان کی دلداری میں کوتاہی نہ ہونی چاہیئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۵ ذیقعدہ ۱۳۵۲ھ۔

مکتوب ۱۰۹

تمہارا خط عسکر گنج گورکھپور کا ملا۔ اس ہفتہ میں جو خطوط آئے تشویش سے بھرے ہوئے ہیں۔ ادھر ارشد سلمہٗ کے طاعون میں مبتلا ہونے کی خبر ہے ادھر مولوی عبد المومن صاحب

کی بیماری کی شدت کی خبر نے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ وہ تمام مصائب کا ازالہ فرمادے آمین۔ ہمارے ذاتی معاملہ میں تم لوگوں کو ادنیٰ درجہ کا بھی قلق و اضطراب دل میں نہ آنے دینا چاہئے میں تم کو اور مولوی حمید صاحب کو بار بار لکھ چکا ہوں۔ مردانہ ہمت واستقلال رکھنا اور دوسروں کو اس کی تاکید کرنا تم دونوں پر ضروری ہے ہم جس میدان میں ہیں اس میں ایسے واقعات ادنیٰ ترین ہیں بالخصوص جب کہ بڑی سے بڑی ہستیاں کثیر تعداد میں مبتلا ہوں پھر اس قسم کی پریشانی انتہائی غلطی بلکہ سخت نامردی ہے۔ اور اگر معنوی حیثیت کا لحاظ کیا جائے تو رضاء مولیٰ عبدیت کے لئے ہمیشہ مطلوب ہونی چاہئے۔ ہاں ضعفاء اور متعلقین کی تسلی اور خبر گیری تم لوگوں کو ضرور کرتے رہنا چاہئے۔ میں بحمداللہ خیر وعافیت اور اطمینان وسکون سے ہوں کوئی خاص تکلیف نہیں ہے پاس انفاس پر کوشش کرو اور اگر طبیعت گھبراتی ہے تو اس پر زور ڈالو اور ترک ہرگز مت کرو۔ آہستہ آہستہ طبیعت لگنے لگے گی۔ استغفار کی کثرت رکھو یہ وبال ترک کر دینے کا ہے جس طرح بھی ہو اسے مداومت رکھو میں دعاء کرتا ہوں۔

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔ ۱؍ صفر ۱۳۶۲ھ۔

مکتوب ۱۱۰

ارشد کی والدہ نے لکھا تھا کہ مکان رہنے کے قابل ہو گیا ہے اگر تو اجازت دے تو میں وہاں جاکر کچھ دنوں رہوں شاید جی وہاں بہلے۔ کوئی خاص وجہ جانے کی نہ تھی صرف یہی امر کہ موجودہ احوال اسارت وغیرہ سے اور تشویشات حاضرہ سے وہ متاثر ہو رہی ہے میں نے بھی مناسب سمجھا کہ وہاں کھلی دھوپ اور ہوا اور تبدل مکان سے ذرا طبیعت بہل جائیگی اور کوئی خاص وجہ نہ تھی۔ والسلام۔

۲۵؍ ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ۔

مکتوب ۱۱۱

تمہارا والدین کی خفگی ان کے رنجیدگی کے الفاظ اور دلخراش کلمات سے متاثر اور کبیدہ خاطر ہونے اور اس کی وجہ سے دل میں رنج کرنے اور والدین سے دور رہنے اور اُن کو مزید پریشان کرنے کی مجکو بہت زیادہ شکایت ہے اور یہی بات تمہارے خط سے صاف ظاہر ہوتی ہے، اور اسی نے مجکو اور زیادہ صدمہ پہونچایا ہے والدین اپنے بچوں کو خواہ کتنا ہی بُرا کہیں اور خواہ کتنا بھی توہین آمیز معاملہ کریں اور خواہ وہ لگاتار جوتے لگائیں گھر سے نکالیں سب وشتم کریں، ظلم وستم عمل میں لائیں کسی حالت میں اولاد کی توہین نہیں ہے اولاد کو ہرگز ہرگز رنجیدہ ہونا ان سے انقطاع تعلق کرنا اور دل گیر ہوکر پیچ وتاب کھانا انتہائی غلطی ہے۔ ماں باپ کا مارنا گالی دینا دھتکارنا برا بھلا کہنا ہرگز ہرگز نہ توہین ہے اور نہ توہین کے لئے ہوتا ہے نہ اس میں نفرت اور بغض و عداوت ہوتی ہے اور نہ اس کے لئے یہ معاملات کئے جاتے ہیں۔ ماں باپ جو کچھ بھی ایسے معاملات کرتے ہیں اولاد کی محبت کی وجہ سے کرتے ہیں خصوصاً جب کہ اکلوتا بیٹا ہو اور بالاخص جب کہ وہ بڈھے اور ضعیف العمر دائم المرض ہو گئے ہوں، تمہاری سخت نادانی ہے کہ تم ان کے ایسے معاملات اور ان کے ایسے اقوال سے رنجیدہ خاطر ہوتے ہو تمہاری سعادت دینی اور دنیاوی اسی میں ہے کہ انکی مار اور گالی کو گلاب اور چنبیلی کا پھول سمجھو اور ان کی اس قسم کی سختیوں کو اپنے لئے باعث عزت اور وقار اور ان کی ضعیف العمری کی خدمتوں کو اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا اور خوشنودی کا ذریعہ سمجھو اور کوئی ایسا عمل یا قول اپنے سے صادر نہ ہونے دو جس سے ان کے دل کو ادنیٰ درجہ کی بھی ٹھیس لگے۔ بیوی اور بچوں کے حقوق بیشک تم پر ہیں مگر ماں باپ کے حقوق کے سامنے ان کے حقوق کی اتنی بھی حیثیت

نہیں ہے جتنی کہ ذرہ کو پہاڑ کے سامنے ہوتی ہے۔ تم نے اس غیبت میں اپنی عدم حاضری اور کمی خط وکتابت کی وجہ سے ان کو صدمہ اور قلق پہونچایا ہے۔ اگر تم پہلے بھی ایسا کرتے رہے ہو تو وہ بھی برا تھا۔ ایک برائی اور گناہ دوسری برائی اور گناہ کے لئے عذر نہیں ہے تم جس قدر بھی ان کی جائز خدمت کرو وہ بے عزتی نہیں ہے وہی شوکت ہے۔ وہی عزت ہے وہی کامیابی ہے۔ غیر مشروع ناجائز کام ان کے کہنے سے مت کرو مگر ایک حرف اور ایک ایسا فعل ان کے سامنے عمل میں نہ لاؤ جس سے ان کا دل ٹوٹے۔

اگر ساس بہو میں رنجش اور کشیدگی کے اقوال یا اعمال ہوتے ہیں تو تم بہو کا پاٹ ہرگز نہ لو اگرچہ وہ معصوم اور بے خطا ہو اور ساس بالکل ہی ظالم ہو۔ بہو کو سمجھاؤ اور اپنی والدہ اور والد کو رنجیدہ خاطر نہ کرو ایسے ہی معاملہ پر حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ بن عمر کو یہ حکم دے دیا تھا کہ وہ اپنی بیوی کو طلاق دے دیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خوشنودی کا خیال کریں۔ بہر حال تم کو بہت زیادہ تحمل اور عقل وسنجیدگی کے ساتھ بسر کرنا ضروری ہے اور والدین کا دن ورات خیال کرنا ازبس لازم ہے ان کی دعائیں اور خوشنودی تمہاری دینی اور دنیوی مشکلات کے حل ہیں اس کو سوچو اور سمجھو، اپنی مشکلات کا ان کے سامنے رونا اور ان سے تلطف آمیز لہجہ میں گفتگو کرنا ازبس مفید اور لازم ہے جس سے خدا بھی راضی ہوتا ہے اور تمہاری عزت بھی بالاتر ہوتی ہے اگر وہ سوءظنی میں مبتلا ہوں تو بلطائف الحیل اس کو دور کرو نہ کہ انقطاع تعلقات اور کشیدہ خاطری سے سوچ سمجھو اپنے دنیاوی معاملات اور کاروبار تجارت میں کسل اور تن پروری کو جگہ نہ دو اور ہر حالت میں خداوند کریم کو یاد رکھ کر اس کی تابعداری اور ذکر کو مقدم رکھنے کا طریقہ جاری رکھو اللہ تعالیٰ تم کو اور ہم کو اور جملہ امت محمدیہ کو اپنی مرضیات کی توفیق عنایت فرمائے آمین۔

تمہاری والدہ ماجدہ تنہائی اور ضعیف العمری اور بیماریوں کی وجہ سے سخت

تکالیف میں مبتلا ہیں اس وقت ہیں اکلوتی بہو کا ان سے دور رہنا ان کی سخت کوفت کا باعث ہے اس کو وہاں پہونچاؤ اور اس کو ہمیشہ صبر اور شکر اور تابعداری کی تلقین کرتے رہو خداوند کریم ان کے سایہ کو تم پر اور ہم پر اور اس پر ہمیشہ قائم رکھے اسکو غنیمت سمجھو ورنہ بعد میں افسوس کرنا ہوگا جب کہ کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ والسلام۔

۲۹ دسمبر ۱۹۴۸ء ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۱۱۲

عزیزم سلمکم اللہ تعالیٰ۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، تمہارے دو خط ایک معید صاحب کے ذریعہ سے اور ایک شمیم صاحب کے ذریعہ سے پہونچے پہلے سے بھائی صاحب کی طبیعت کی صحت معلوم ہوئی تھی مگر دوسرے سے ان کی طبیعت کی تکلیف معلوم ہوئی جس سے سب کو پریشانی ہے چونکہ موسم کی تبدیلی کا وقت ہے اس لئے اس زمانہ میں احتیاط کی ضرورت ہے اب بھائی صاحب کو ذرا کاروبار میں احتیاط چاہیئے ان کے قویٰ ضعیف ہو گئے ہیں تم کو ان کا خصوصی خیال رکھنا چاہیئے اللہ تعالیٰ سے دعاء ہے کہ ان کو جلد از جلد شفاء کامل عطا فرمائے آمین۔

الہام اللہ خان صاحب سے ملاقات ہوئی تھی وہ الہ آباد بعض مشغولیتوں کی وجہ سے نہیں جا سکے اسی سفر میں ٹانڈہ جانے والے تھے میں نے ان کو پانچ پودوں کے لئے کہدیا ہے ان کا پارسل تمہارے نام پہونچے گا اس میں ایک درخت گلاب خاص (آم) کا ہوگا اس کو اس جگہ نصب کر دیجئے جہاں کا درخت آم کا خشک ہوگیا تھا مگر یہ کام پہلے سے کر دیجئے کہ اس کا گڈھا تین فٹ گہرا اور بارہ گرہ چوڑا کھود دیئے اس میں اگر اینٹ یا روڑا ہو نکال دیجئے اور اس کی مٹی میں ریت اور دیسی کھاد پرانی اور تھوڑی سی نیم کی کھاد ملا دیجئے گا۔ پھر درخت کو وہاں اس طرح نصب کیجئے کہ

اس درخت کی جڑوں کا گولہ مٹی کا بالکل ٹوٹنے نہ پائے اور یہ مٹی اس میں ڈال دیجئے۔ جب سردی تیز ہونے لگے تو آم کے تمام درختوں کو پھوس سے محفوظ کر دیجئے اور چار درخت شربتی آڑو کے ہوں گے ان کو جنوبی دیوار کے قریب قریب کاغذی لیموؤں کی قطار میں اسی دوری پر جس پر لیموں نصب ہیں لگا دیجئے ایک زنانہ پاخانہ سے پچھم کے قطعہ میں اور تین درخت پوربی حصہ میں۔ آڑو کے درختوں کے لئے بھی وہی عمل گڑھے کی مقدار اور مٹی میں کیجئے جو کہ آم کے لئے میں نے عرض کیا ہے۔

آپ نے گل مہندی کے درختوں کے اوکھاڑنے کے لئے لکھا ہے سو جو درخت سوکھنے والے ہوں یا ان کا پھول ختم ہوگیا ہے ان کو اوکھاڑ دیجئے اور جو درخت عمدہ پھول والے ہیں ان کا بیج لے لیجئے۔ گیندے کے قسم کے جو پھول کے درخت ہیں ان میں بھی آپ مناسب تصرف کر دیجئے۔ عنقریب میں سردی کے پھولوں کے بیج بھیجوں گا۔ دیمک کے دفعیہ کے لئے ایک تولہ فنایل ایک گھڑا پانی میں ملا کر درخت کے تھالوں میں دینا مفید ہے اور جہاں تک دیمک ہو اور کوئی درخت نہ ہو وہاں کھود کر بڑا کیڑا جو دیمک کا بادشاہ ہوتا ہے نکال کر مار دیجئے دیمک خود چلی جائیگی۔

اس وقت سرمائی پھولوں کے بیج ارسال کر رہا ہوں یہ مختلف قسم کے موسمی پھولوں کے بیج ہیں مختلف مقامات پہ ایک گز لانبے اور نصف گز چوڑے تختے بنائیے۔ یہ تختے ان جگہوں پہ بنائیے جہاں پر ایسے پھول کے درخت نہ ہوں جن کے پھول باقی ہوں یعنی گل مہندی وغیرہ اور ایسی جگہ پر بو دیجئے جہاں پر موسمی پھول نہ ہوں۔ یا ہمیشہ باقی رہنے والے چھوٹے درخت ہوں ان کے گرداگرد ایسے پھولوں کے بیج بو دیئے جائیں۔ برخوردار اسعد سلمہ کا خط آیا ہے وہ دس اکتوبر کو جدہ سے تنہا روانہ ہوا ہے اسکی اہلیہ مدینہ منورہ ہی میں رہ گئی ہے وہ حاملہ ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳۰ ذی الحجہ ۶۹ھ

مکتوب ۱۱۳

سہارن پور سے ایک اور پارسل جس میں چند قسم کے گلاب ہیں وہ پہونچا ہوگا۔ ان میں سے بھی جو پودے گملوں میں ہوں ان کو گملوں ہی میں رہنے دیں اگر گملے سے باہر کچھ پودے ہوں تو البتہ کسی مناسب جگہ پر لگا دیجئے۔

آپ کو عمرانہ بہت یاد کرتی ہے کہتی ہے کہ ماموں کو لکھ دیں تمہارے پاس آنا چاہتی ہوں میں نے نانے ابا سے کہا تھا کہ مجکو ماموں کے پاس لے چلو مگر وہ نہیں لے گئے۔ گھر میں سب سے زیادہ شرارت وہی کرتی ہے حسانہ مرحوم سلیم الطبع تھی مگر یہ ضدی اور شریر واقع ہوئی ہے سب سلام کہتے ہیں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۱۱۴

بتاریخ ۸ ربیع الاوّل بوقت گیارہ بجے دن عمرانہ کے بہن پیدا ہوئی آج اس کا عقیقہ کر دیا گیا اس کا نام صفوانہ رکھا گیا زچّہ اور بچّہ بحمد اللہ خیریت سے ہیں۔ میرے گھٹنے کی تکلیف ایسی نہیں ہے کہ جو کسی کام میں مانع ہو۔ بحمد اللہ پڑھنے لکھنے اور سفروں کا کام حسب دستور وعادت پورا کرتا رہتا ہوں آج سول سرجن کی رائے سے مظفر نگر بجلی سے علاج کے لئے آ گیا ہوں۔ اس علاج میں کوئی تکلیف نہیں ہوتی بجلی سے گھٹنوں میں گرمی پہونچائی جاتی ہے وہ بھی صرف اس قدر کہ برداشت ہو سکے۔ ۱۰۔۱۲ منٹ یہ کام روزانہ ہوتا ہے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۴ ربیع الاوّل ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۱۱۵

سہارن پور سے دو ٹوکرے پودوں کے روانہ کئے گئے ہیں ان میں نو گملے ہیں پانچ بڑے اور چار چھوٹے دو بڑوں میں بڑے پتے والی چمپا کی پودیں ہیں۔ ایک زنانہ چبوترے کے شمالی جانب جہاں نیلے چمپا کا درخت تھا لگے گا۔ اس جگہ گڑھا گہرا کھود دیئے تاکہ یہ معلوم ہو کہ اس میں کوئی اینٹ یا ٹھیکرا تو نہیں ہے اور مٹی میں ریت اور تھوڑی سی کھلی نیب کی ملا کر اس درخت کو نصب کر دیجئے اور ایک درخت جدید چبوترہ شرقیہ کے جنوب میں نصب کر دیجئے۔ اور دو بڑوں میں چینی چمپا کے دو پودے ہیں ان میں سے ایک جدید چبوترہ کے شمالی کونہ پر نصب کر دیجئے اور ایک مردانہ مکان میں کسی مناسب مقام پر۔ بہتر یہ ہوگا کہ مردانہ پاخانوں کے کونے پر۔ ایک بڑا گملہ وہ ہے جس میں سیورا کے چند چھوٹے چھوٹے درخت ہیں ان کو آپ اپنی رائے سے کسی جگہ اندر اور باہر نصب کر دیں اور چھوٹے گملوں میں بو بیریا وہ چمپا جس کے پھول کیلے والی خوشبو کے ہوتے ہیں اور اس کا ایک درخت زنانہ چبوترہ کے دکھن جانب کھڑا ہے اس میں سے ایک درخت قدیم چبوترہ کے شمال جانب لگے گا جہاں پہلے سے اس کا درخت تھا اور دو چھوٹے گملوں میں چند درخت چھوٹے چھوٹے ہیں جو کہ ببول کے سے پتے والے ہیں اس کو "سیبان" کہتے ہیں ان کو بھی کنارے کنارے جہاں مناسب سمجھیں نصب کر دیجئے۔ عمرانہ گود میں ران پر بیٹھ کر کہتی ہے کہ ماموں کو لکھ دو کہ مجھ کو کوئی آپ تک نہیں لے جاتا تم خود ہی آجاؤ۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۵ ربیع الثانی ۷۰ھ۔

مکتوب ۱۱۶

تم کو باغبانی آتی ہو یا نہ آتی ہو مگر توجہ سے کام کرنا چاہئے۔ کوئی بڑا باغ نہیں ہے مختصر سے دو قطعہ زمین ہے جس میں خالص باغ نہیں ہے۔

ان دونوں قطعوں کے مکان، تعمیر، درختوں وغیرہ کی دیکھ بھال اور خبر گیری تمہارے ذمہ ہے اس کی ہر قسم کی اصلاح تم کو کرنا ہے اس میں کوتاہی اور غفلت کسی قسم کی کروگے تو میں تم کو ہی الزام دوں گا اور باز پرس کروں گا۔ اس کہنے سے کہ میں نااہل ہوں، ناواقف ہوں مجھ میں صلاحیت نہیں تمہارا پیچھا چھوٹ نہیں سکتا۔ یقیناً ان چیزوں میں مجھکو خرچ کرنا پڑا ہے اور پڑ رہا ہے مگر اس کا بھی خیال تم کو ہی کرنا ہوگا۔ کوئی کوتاہی یا غفلت تم کروگے تو تم پر ہی الزام آئے گا۔ وہاں ہمارا بجز تمہارے کون ہے۔ نہ تم چھوٹ سکتے ہو نہ ہم تم کو چھوڑ سکتے ہیں بچے اور گھر والے سب تمہارے ہی ہیں۔ میں بھی تمہارا ہوں اور تم بھی ہمارے۔ ہم سب ایک ہی دادا کی اولاد ہیں۔ اگرچہ دختری اولاد دادا مرحوم کی اور بھی ہیں مگر پسری اولاد کوئی دوسرا وہاں نہیں ہے اسلئے اس سے خاطر جمع رکھو کہ تم کو ذمہ داری سے بری کر دیا جائے۔ ہر چیز کا خیال رکھو اور اسی کے ساتھ ساتھ بھائی صاحب کی خدمت میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کرو۔ تمہاری بڑی خوش قسمتی ہے کہ ان کا سایہ تمہارے اوپر قائم ہے اسکی قدر کرو اور اگر وہ کسی بات پر بگڑ کر کچھ کہیں تو ہرگز کبیدہ خاطر نہ ہو اب تم بچے نہیں رہے سمجھ بوجھ کر کام کرو۔

بھائی صاحب سے حافظ مجیب اللہ صاحب مولانا علیم اللہ صاحب اور دوسرے واقفین سے سلام کہہ دیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ

مکتوب ۱۱۷

میں نے آج دو پارسل درختوں کے بھیجے ہیں ان میں ایک میں تین یا چار درخت لوکاٹ کے ہیں اور دوسرے میں چار درخت پھولوں کے ہیں اور دو درخت ہملٹونیا کے گملہ سے باہر ہیں یہ وہی درخت ہے جو گذشتہ سال بھی بھیجا گیا تھا اور تم نے باہر چبوترہ کے پاس لگایا تھا مگر وہ خشک ہو گیا تھا اب کی مرتبہ بہت حفاظت سے اٹھایا گیا ہے اس کی جڑیں محفوظ ہیں ایک پودا اندر اور ایک باہر لگادو اور دو درخت بہت چھوٹے ہیں ہیموسلن ایڈول کے ہیں ان کی حفاظت زیادہ ضروری ہے اور دو کاکرونڈا کے ہیں۔ تاڑ کا درخت کاٹ دیجئے اور اس میں رات کی رانی کی قلمیں اور کامنی کے پودے اور بیلے کی جڑ لگا دیجئے۔ شریفہ کی پودیں غالباً سب صحیح ہونگی نہ معلوم وہ چمپا کے درخت جو سال گذشتہ میں آئے تھے وہ سرسبز ہو گئے یا نہیں۔
اب جو درخت کلکتہ سے آئے ہیں وہ سرسبز ہیں یا نہیں؟ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۶ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ۔

مکتوب ۱۱۸

جنرل شاہ نواز نائب وزیر ریلوے کا تار عنقریب آیا ہے کہ اس سال کے بجٹ میں ٹانڈہ ریلوے منظور ہو گئی۔ اگرچہ بعض ممبران اسمبلی نے رکاوٹ بھی پیدا کی، مگر ان کی سعی ناکام کرادی گئی اور ریلوے کا اجرا پاس کرادیا گیا۔ اس سے اب قوی امید ہے کہ اب جلد کام جاری ہو جائے گا انشاء اللہ۔ مولانا علیم اللہ صاحب کو خوشخبری دے دیجئے احمد بن رشید الدین بخیر و عافیت ہے بہت تماشے کرتا ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۷ شعبان ۱۳۷۵ھ

حاشیہ مکتوب نمبر ۱۰۸ تا ۱۱۱

اوپر کے تمام خطوط صاف ہیں۔ میں جناب مولوی فضل الرحمٰن صاحب زاد شرفہ کا دل سے شکر گذار ہوں کہ موصوف نے ان تمام خطوط کو جو کہ نجی تھے عنایت فرمایا۔ ان خطوط سے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے ہر ایک گوشے سامنے آجاتے ہیں۔ گل بوٹوں سے دلچسپی کا صحیح اندازہ کرنا ہو تو آج بھی دیوبند اور خانقاہ مدنی ٹانڈہ کے اندر دیکھا جاسکتا ہے کہ کتنے درخت اور کس کس جگہ سے آئے ہوئے ہیں۔ اور کیسے کیسے دل فریب اور روح پرور پھول ہیں کہ سارا محلہ معطر اور پوری سرزمین خانقاہ مدنی چمنستان بنی ہوئی ہے اور یہ خاموش ذاکرین و شاغلین اپنے کاموں میں مصروف اور آج حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ علیہ بھی انھیں میں موجود ان کی روحانی دیکھ بھال فرما رہے ہیں۔ راقم الحروف نے خود دیکھا ہے کہ حضرت رح ان پھولوں کے درختوں کو اپنے ہاتھوں سے نصب فرماتے اور ان کو گوڑتے تھے اور جب کوئی جاتا اور مولانا رحمۃ اللہ علیہ اس کو کسی طرح کی دلچسپی لیتے دیکھتے تو پھولوں کو لاکر دیتے اور پوچھتے کہ بتاؤ یہ پھول کس کے ہیں۔ ایک مرتبہ ناچیز کو اندر سے لاکر کئی پھول عنایت فرمائے جو حسین بھی تھے اور خوشبودار بھی کہ بتاؤ کہ یہ پھول کس کے ہیں۔ یہ ناچیز حد درجہ گستاخ (مگر باادب) بول دینے کا عادی تھا عرض کیا کہ درخت کے ہیں مسکرا کر فرمایا کہ نام کیا ہے عرض کیا کہ حضرت ہم سب تو بھڑ بھڑوا وغیرہ سے زیادہ کا علم نہیں رکھتے بتائیں تو کیا بتائیں خود ہی فرمایا یہ چمپا ہے اور یہ فلاں ہے اور یہ فلاں ہے اور پھر نہ معلوم درختوں اور پھولوں کے بارے میں کتنی واقفیت کا اظہار فرمایا سُن کر حیرت ہوگئی آپ خود ان خطوط کی روشنی میں فیصلہ کر لیجئے۔ حضرت مولانا علیم اللہ صاحب مدظلہٗ صدر مدرس مدرسہ کنز العلوم ٹانڈہ فیض آباد حضرت رحمۃ اللہ کے مخصوص کارکنوں اور ٹانڈہ کے مکانات کی تعمیر وغیرہ کے سربراہ کار تھے آپ کی نگرانی میں وہاں کے اہم کام انجام پاتے رہے ہیں۔ ہمیں امید ہے کہ مولانا موصوف اب پہلے سے زیادہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی یادگاروں کا خیال رکھیں گے۔ افسوس حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی حیات میں ٹانڈہ کی ریلوے کا اجرا نہیں ہوسکا اب کیا امید ہے کہ ہو۔ ٹرین کے بند ہونے سے پبلک کو دشواری اور ٹانڈہ کی ترقی میں رکاوٹ ہے حکومت کو جلد توجہ کرنی چاہیئے۔ ٹانڈہ کے خدام میں علامہ نور محمد خان صاحب سے حضرت کو بڑا لگاؤ تھا جب علامہ آگئے ساری مجلس باغ و بہار ہوگئی۔ اسی طرح حافظ عبد الصمد صاحب محترم وغیرہ اکابر اور احباب کا جمگھٹا چند دنوں کے لئے بہشتی زندگی بن جاتا تھا اب یہ زندگی انشاء اللہ جنت ہی میں پھر نصیب ہوگی اور یارانِ طریقت پھر ایک مرتبہ اپنے شیخ کے حضور میں مجلسیں جمائیں گے اور محفلیں سجائیں گے جس کے بعد موت نہیں۔ "وما ذالک علی اللہ بعزیز"

مکتوب ۱۱۹

جناب والدہ محترمہ حافظ سید محمد ارشد مدنی سلمہ الہ داد پور ٹانڈہ فیض آباد کے نام

میری رفیقۂ حیات تم کو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سلامت اور خوش و خرم رکھے آمین۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ تمہارا خط ۱۳ رجب کا پہونچا اس سے پہلے میں نے ۲۲ رجب کو خط لکھا ہے وہ پہونچا ہوگا جس میں اطلاع دی تھی کہ اسوقت ممکن نہیں ہے کہ میں آسکوں اس لئے تم میرا انتظار ہرگز مت کرو اور جلد دیوبند روانہ ہو جاؤ۔ اگر ابھی تک یعنی اس خط کے پہونچنے تک تم روانہ نہ ہوئی ہو تو اب جلد روانہ ہو جاؤ۔ بھاوج صاحبہ (تمہاری اماں) کا ساتھ جانا بہت بہتر اور مناسب ہے۔ تمام امور میں آسانیاں رہیں گی۔ مگر ان کو کم از کم عید تک وہاں ہی رہنا چاہیے۔ ایسی کیا جلدی ہے کہ شادی ہونے کے بعد ہی واپس ہو جائیں الہ داد پور میں تمام ضروریات تمہاری بھاوج اور بوبو انجام دیتی رہیں گی۔ تم غلط اور فضول خیال کرتی ہو کہ شادی میں میرا موجود ہونا ضروری ہے تمہارا موجود ہونا اسعد اور عائشہ دونوں کے لئے کافی ہے شادیوں کا تمام انتظام عورتیں ہی کرتی ہیں تم اسعد کی بھی ماں ہو اور عائشہ کی بھی۔ بیرونی انتظامات قاری صاحب اور منشی شفیع صاحب اور دوسرے لوگ کرلیں گے میرا موجود ہونا نہ ہونا دونوں برابر ہیں اور بالخصوص اس مہنگائی کے وقت میں تو کوئی خاص انتظام ہو بھی نہیں سکتا۔ سب کام نہایت اختصار اور سادگی سے ہونا چاہیئے اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہو اس پر انسان کو خوشی سے راضی رہنا چاہیئے۔ ورنہ بمجبوری راضی ہونا پڑے گا۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے تو انبیاء علیہم السلام کو سر جھکانا پڑتا ہے اور بغیر ماننے کے چارہ نہیں ہوتا اولیاء اللہ کو کون پوچھتا ہے اور جب

ایسے ایسے بڑوں کا یہ حال ہے تو ہم جیسے گنہگار دنیا کے کتے کس شمار میں ہو سکتے ہیں۔ تمہارا یہ کہنا کہ تو دعا نہیں کرتا۔ تو خود ہمارے پاس آنا نہیں چاہتا۔ تو خود رہائی نہیں چاہتا بالکل غلط ہے۔ کوئی معمولی عقل کا آدمی بھی کسی دنیاوی اور آخرت کی مصیبت پر خوش نہیں ہو سکتا جب کہ ایک معمولی سمجھ کا بچہ بھی گوارا نہیں کر سکتا ہے کہ اس کے ہاتھ پیر باندھ دیئے جائیں یا کسی مکان میں اس کو مقفل کر دیا جائے، تو میں کس طرح اس پر خوش ہو جاؤں گا اور مصائب کو گوارا کروں گا دعا نہ کروں گا۔ ایسی صورتوں میں تو اگر نہ بھی چاہے تب بھی دل سے دعا نکلیگی مگر واقعہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے آگے جب کہ بڑوں بڑوں کی پیش نہیں جاتی تو ہم جیسے نالائق لوگوں کی بات کس طرح چل سکتی ہے۔ غرضیکہ تمہارا خیال صحیح نہیں ہے مگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہے تو انشاء اللہ ہم جلد آئیں گے تم اطمینان اور خوشی و خرمی کے ساتھ رہو اور تمام کاموں کو اس طرح انجام دو کہ گویا کسی قسم کا تکدر اور حزن و ملال کی بات پیش ہی نہیں آئی آنے والی اور ملنے والی عورتوں پر ہرگز کسی قسم کی پریشانی کا اظہار نہ ہونے دو۔ کوئی تذکرہ بھی کرے تو ہنس کر ٹال دو۔

حاجی صاحب کو ہندوستانی کپڑوں کے بنانے کے لئے مجکو لکھنے کی ضرورت نہیں ہے تم ہی ان کو کہلوا دینا اور یہ بھی کہلوا دینا کہ حسین احمد اور اسعد دونوں ہی پسند کرتے ہیں جیسا دیس ویسا بھیس۔ یہاں رہ کر یہاں کا ہی لباس ہونا چاہیئے۔ ایسی بات

حاشیہ مکتوب ۱۱۹:۔ اس والانامہ پر حاشیہ لکھنا چاہا مگر آنکھوں نے مجبور کر دیا کہ اس کو اسیطرح رہنے دو۔ سطر سطر سے عبدیت اور عزیمت کی شان ظاہر ہے۔ اللہ اکبر تعلیم دی جارہی ہے کہ کوئی تذکرہ بھی کرے تو ہنس کر ٹال دو۔ کیسا نازک موقع ہے اور کتنی نازک پوزیشن ہے اور کون مخاطب ہے۔ پھر بھی دامان خدا ہاتھ ہی کے اندر ہے۔ ذرا بھی کمزوری نہیں۔

نہ ہونی چاہیئے جس سے ہنسائی کا موقعہ ملے یا کسی کو حرف گیری کی نوبت آئے۔ رشتہ داروں میں مجبوری طور پر تحمل کرنا اور میل جول رکھنا غصہ اور غم کو تھوک دینا پڑتا ہی ہے۔ رشتہ ناتا خدا نے بنایا ہے آدمی کے توڑنے سے ٹوٹ نہیں سکتا۔ ابا۔ بابا۔ اماں۔ بھاوج بو بو سب سے سلام کہدو۔ ارشد، ریحانہ، عتیق، عبید، رشید۔ بریرہ سب کو دعا و پیار پہونچے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ رجب، ۶۳ھ۔

مکتوب ۱۲۰

تمہارا خط، ۷ ار جولائی کا لکھا ہوا ملا اسی کے ساتھ مولوی فضل الرحمٰن صاحب کا کارڈ ۱۹ جولائی کا مل گیا کہ مولوی حمید تم سبھوں کو لے کر ڈاک گاڑی سے دیوبند روانہ ہو گئے امید قوی ہے کہ تم سب بخیر و عافیت دیوبند پہونچ گئے ہو گے اور ہر طرح وہاں اطمینانی صورتیں پائی ہوں گی۔ قاری صاحب کا ۱۹ ار جولائی کا خط ملا ہے وہ کہتے ہیں کہ بحمد اللہ مرض میں اب تخفیف ہے البتہ ضعف بہت زیادہ ہے۔۔۔ تم کو ۱۵ ار جولائی پر میرے نہ پہونچنے کا صدمہ نہ کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کو جو منظور ہوتا ہے وہی ہو کر رہتا ہے اسی میں خیر ہوگی۔ بندہ کو آقا (اور وہ بھی ایسا کریم و رحیم آقا) کا ہر حکم نہایت خوشی سے ماننا چاہیئے بالخصوص جب کہ ہمارے جیسے ہزاروں آدمی ایسی ہی بلاؤں میں مبتلا ہوں تم اطمینان اور سکون سے وہاں کے کاروبار انجام دو۔ امید قوی ہے کہ اللہ تعالیٰ قاری صاحب کو شفاء کامل جلد عطا فرمادے تو وہ فوراً دیوبند پہونچ جائیں گے اور ایسا نہ بھی ہوا تو وہاں مولانا اعزاز علی صاحب مولوی محمد عثمان صاحب منشی محمد شفیع صاحب کو تمام کام وہ سپرد کر آئے ہیں یہ سب حضرات نہایت ہمدردی اور خیر خواہی اور جلد جلد سے تمام کام انجام دیں گے۔ اسعد بھی امتحان سے فارغ ہو کر ہر قسم کی خدمات انجام دے گا تم کو

ذرا بھی پریشان نہ ہونا چاہیئے۔

تم دریافت کرتی ہو کہ کن خاص عورتوں کو بلاؤں تم کو خود اندازہ ہے مجکو لکھنے کی ضرورت نہیں۔ الغرض جہاں تک ممکن ہو اختصار کے ساتھ اور سادگی سے معاملہ کرو... راجو پور لے جانے کے لئے میں کچھ نہیں بتا سکتا۔ سوائے جوڑوں اور سہاگ پورہ اور زیوروں کے اور کیا چیزیں جاتی ہیں مجکو کچھ معلوم نہیں۔ وہاں ہی دریافت کرلینا۔ رسمی چیزیں کچھ نہ ہونی چاہئیں۔ جو امور حاجی صاحب فرمائیں اور مولانا اعزاز علیصاحب کی رائے ہو اس کو کرو۔ ریحانہ اب دیوبند پہونچکر ہم کو بالکل بھول جائیگی۔ وہاں اس کی دل بستگی کا سامان بہت ہے۔ اپنی اماں کو کم از کم عید تک ضرور رکھنا۔ آج ۲۹ جولائی کو بابو اور مولانا عبدالمومن صاحب تشریف لائے۔ بابو سے یہ معلوم ہوا کہ عقد کے لئے ۱۴۔ ۱۵ شعبان مقرر ہے۔ امید یہ کہ تم تمام تفصیلی باتیں خط میں لکھوگی۔ بنارس سے خط آیا ہے کہ وہاں سے ۲۳ جولائی کو کپڑے روانہ ہو گئے۔ ان تھانوں میں سے آدھا آدھا ان دو جوڑوں کے لئے لے لو جو کہ اسعد کی بیوی کے لئے بناؤگی اور آدھا آدھا فرید کے لئے رکھ لو اس کی شادی بھی انشاء اللہ عید کے بعد ہو جائے گی۔ فقط ۲ دو دوپٹہ کی کمی رہ جائے گی۔ میں ۲ دو جانمازوں کو نبوا کر بو بو بتول اور بو بو حسینہ کے لئے بھیجتا ہوں اسعد لے جاکر ان کی خدمت میں پیش کر دے۔ اپنی اماں سے بہت بہت سلام کہہ دو۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۲۱

جناب مولانا عبدالحق نافع صاحب مدظلہ زیارت کاکا صاحب پشاور کے نام

خیالک فی عینی وذکرک فی فمی وحبک فی قلبی فاین تغیب

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مدت مدید کے بعد آپ کا والا نامہ محررہ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۹ھ باعث سرفرازی ہوا۔ آپ کی خیریت مختلف وسایط بالخصوص مولانا محمد یوسف صاحب بنوری سے معلوم ہو کر باعث اطمینان ہوتی رہی۔ نیز مولانا عزیز گل صاحب کی خیر و عافیت بھی انھیں سے قریبی زمانہ میں جب کہ میں ڈابھیل ماہ صفر میں گیا تھا معلوم ہوئی تھی۔ اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر ہے کہ آپ صاحبان کو اس نے اپنی حفظ و امان میں بخیر و عافیت رکھا ہے البتہ ہر دو حضرات کے متعلق اس کا افسوس ہے کہ مشاغل علمیہ میں بہت کمی ہے ؎

عسی الایام ان یرجعن قوما کالذی کانوا

میرے محترم! آپ کا مجھ سے سند اور اجازت طلب کرنا قلب موضوع کا مرادف ہے۔ میری استعداد اور قابلیت ہرگز اس کی اجازت نہیں دیتی میں تو حقیقی معنوں میں بدنام کنندۂ نکونامے چند ہوں مگر وہ "کبرنی موت الکبراء" نے اس موقع پر پہونچا دیا ہے کہ آج مجکو آپ اس موقعہ پر قرار دے رہے ہیں۔ بہرحال امتثالا للامر یہ چند کلمات پیش کر رہا ہوں ..... کیا تعجب ہے کہ کسی قریبی زمانہ میں شرف لقاء اور تمثل بین یدی الاحباب والاکابر سے فوز حاصل ہو جائے ؎

وقد یجمع اللہ الشتیتین بعد ما یظنان کل الظن ان لا تلاقیا

والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۹ ربیع الثانی ۱۳۶۹ھ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وکفی وسلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد فان الاخ ابار حضرۃ العلامۃ الخیر مولانا عبد الحق المعروف بمولانا نافع گل (دام فضلہ وعلاہ آمین) استجازنی لجمیع مارویہ من کتب المنقولات والمعقولات والعلوم الشرعیۃ والفنون العربیۃ سیما الاحادیث النبویۃ (علی صاحبہا الف الف صلاۃ وتحیۃ) وحیث انی لم اکن اھلا لذلک المقام فقد استسمن ذاورم ونفخ فی غیرضرم اعتذرت الیہ واستعفوتہ فلم یعفنی واصر علی ذلک واما لم اجد بدا من امتثال امرہ استخرت اللہ واجزتہ لجمیع مارویہ من کتب الحدیث والتفسیر والفقہ واصولہما وغیر ذلک من العلوم العربیۃ والفنون الآلیۃ کما اجازنی بہا رأس المحققین ورئیس المحدثین امام المتاخرین الثقۃ الحجۃ مولانا ابو میمون محمود حسن العثمانی الحنفی الچشتی النقشبندی القادری السہروردی صدر المدرسین بدار العلوم الدیوبندیۃ (قدس اللہ سرہ العزیز) عن شمس الاسلام والمسلمین العارف باللہ الثقۃ الثبت الحجۃ مولانا ابی احمد محمد قاسم الصدیقی النانوتوی وعن شمس العلماء وقطب الاولیاء الامام الحجۃ مولانا ابی مسعود رشید احمد الایوبی الگنگوھی (قدس اللہ اسرارہما) عن الامام الحجۃ مولانا الشاہ عبد الغنی المجددی الدھلوی ثم المدنی (قدس اللہ سرہ العزیز) وشیخہ المعروف بالیانع الجنی معروف واجازنی بہا کلہا مولانا الشیخ العارف باللہ خلیل احمد الانصاری صدر المدرسین بمظاہر العلوم سہارنپور قدس سرہ العزیز وحضرۃ الافندی عبد الجلیل برادہ المدنی وحضرۃ السید احمد البرزنجی مفتی الشافعیۃ بالمدینۃ المنورۃ وحضرۃ الشیخ حسب اللہ المکی الشافعی وحضرت الشیخ عبد السلام مفتی الاحناف بالمدینۃ المنورۃ قدس اللہ اسرارہم جمیعا واوصیہ بتقوی اللہ تعالیٰ

سرا وعلانیۃ وان تتبع السلف الصالحین من اہل السنۃ والجماعت وان لا تنسانی ومشائخی الکرام عن دعواتہ الصالحۃ مجدا ابنشر العلوم الدینیۃ وادعو اللہ تعالیٰ ان یوفقنی وایاہ لما یحبہ ویرضاہ آمین - تحریرا فی العاشر من الربیع الثانی ۱۳۷۹ھ وانا الفقیر الی عفو اللہ رؤف الودود الاحد عبدہ المدعو بین الانام حسین احمد غفرلہ ولوالدیہ ومشائخہ العفو الصمد -

مکتوب ۱۲۲

محترم المقام زید مجدکم - ۱۴، ۱۵ ر شعبان ۱۳۷۶ھ کے جلسۂ دستار بندی، اور دار العلوم حقانیہ کی عمارت جدید کے موقع پر بوجہ عدیم الفرصتی اور ضعف پیرانہ سالی حاضری سے قاصر ہوں۔ اس قدر قلیل مدت میں آپ کے دار العلوم حقانیہ کی موجودہ ترقی اس کی مقبولیت کی دلیل ہے میں دعا کرتا ہوں حق تعالیٰ اس ادارہ کو دن دونی رات چوگنی ترقی عطا فرمائے اور اس کے علمی فیوض و برکات کو ہمیشہ جاری رکھو اس کے بانیین، معاونین اور مدرسین کی خدمات کو قبول فرماکر ان کو دینی و دنیاوی نعمتوں سے نوازے اس کے کارکنوں کو دولت اخلاص اور جوش عمل سے نوازے آمین -

والسلام - ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۸ رجب ۱۳۷۶ھ دیوبند

حاشیہ مکتوب ۱۲۲ ب ا: - دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک مغربی پاکستان کا جامع ازہر ہے حضرت مولانا عبدالحق صاحب مدظلہ اس کے مہتمم ہیں جو تقسیم ہند تک متواتر سات سال دار العلوم دیوبند میں اونچی کتابوں کے مدرس رہ چکے ہیں حضرت شیخ مدنی قدس سرہ العزیز سے خصوصی نسبت کے باوجود تلمذ وارادت کا رشتہ بھی ۱۹۴۷ء سے ۱۹۵۲ء تک قائم رہا - بدیں وجہ حضرت شیخ رہ کا تعلق دار العلوم حقانیہ سے بڑھتا رہا اور دعائیں شامل حال رہیں جس کا اثر یہ ہوا کہ بہت ہی تھوڑی مدت میں تقریباً چار سو علماء فیضیاب ہوکر اپنے فرائض منصبی میں مصروف ہیں اور آٹھ سو طلبہ دار العلوم حقانیہ سے ہر سال مستفید ہوتے رہتے ہیں

مکتوب ۱۲۳

کتبت ولوانی من الشوق قادر لکنت مکان السطر فی طی قرطاس

محترما! ہم اور آپ حضرات سب خواجہ تاش ہیں کسی کو کسی پر فوقیت نہیں عمر کی بڑائی اور چھوٹائی کوئی موثر چیز نہیں دعوات صالحہ کا میں بہت محتاج ہوں۔ مولانا عزیز گل صاحب اور آپ کی گڑ کی تجارت میں خسارہ کی خبر تعجب خیز بھی ہے اور انتہائی افسوسناک بھی اللہ تعالیٰ جبر مکافات فرمائے آمین۔

ہم عاجزوں سے بجز خدمات دعاگوئی اور کیا ہو سکتا ہے۔۔۔۔ بحمد اللہ دار العلوم میں ہر طرح خیر و عافیت ہے۔ بالفعل طلبہ کی تعداد تقریباً تیرہ سو ہے دورہ میں ڈیڑھ سو طلبہ اس وقت ہیں کوشش ہے کہ علاقہ ہائے پاکستان غربی کے طلبہ کو بھی تا ایام اختتام درس یہاں آنے کی اجازت ہو جایا کرے امید ہے کہ اس میں کامیابی ہو جائے ارشد سلمہ نے تین چار دن ہوئے ہیں قرآن کا حفظ ختم کر لیا ہے۔ تقریب شکریہ میں

بقیہ حاشیہ صہ ۳۱۶:۔ ہر وہ درسگاہ یا وہ شخص جس کا تعلق کچھ بھی ہمارے حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ سے تھا یا ہے یہ اس بات کی ضمانت ہے کہ انشاء اللہ اس کبریت احمر رنگ کی نسبت اور دعائیں حتیٰ کہ ادپری توجہ بھی مثمر برکات ہو کر رہیں گی۔ دار العلوم کو میں مبارک باد دیتا ہوں کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی دعائیں رنگ لائیں گی۔ دار العلوم ترقی کرے گا۔ مولانا عبد الحق صاحب مہتمم کی خدمات دار العلوم کے لئے بڑا ہی علمی وزن رکھتی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اس تاریخی والا نامہ کو درج کرنا ہم اپنے لئے باعث سعادت سمجھتے ہیں اور دار العلوم کے لئے دست بدعا ہیں۔ اللّٰہم زد فزد۔

حاشیہ مکتوب ۱۲۳:۔ شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ میں یہ خط لکھ رہا ہوں۔ اور اگر میں اپنے شوق کے مطابق عمل کرنے پر قادر ہوتا تو کاغذ کے صفحات پر ہر ہر سطر کے بجائے میں خود ہوتا۔ اور آپ تک پہونچ جاتا۔

آپ کا نہ ہونا موجب تاسف ہوا رہ اور اس کی والدہ اور اس کی بہنیں سلام عرض کرتی ہیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۳ رجمادی الاولیٰ ۱۳۷۶ھ

مکتوب ۱۲۴

اے غائب از نظر کہ شدی ہمنشین دل　　می گویمت دعا، وثنا می فرستمت

کچھ عرصہ ہوتا ہے جناب کا والانامہ باعث سرفرازی ہوا تھا جس میں صاحبزادہ کا عقد نکاح مولانا عزیر گل صاحب کی صاحبزادی سے ذکر فرمایا گیا تھا اس سے بہت خوشی ہوئی تھی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے آمین۔

جواب میں تاخیر کی وجوہ میں سے دونوں حضرات سے شیرینی طلبی اور دعوت ولیمہ کی استدعا بھی تھی مگر یہ سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طریقہ سے وصول کیا جائے۔ اسی طرح جناب کا عہدہ شیخ الحدیث پر فائز ہونا اور صحاح ستہ کی تعلیم دینا اور پھر ماشاء اللہ گرانقدر تنخواہ حاصل کرنا یہ امور بھی موجب مطالبہ دعوتہائے لذیذہ ہیں مگر کوئی طریقہ وصولی کا سمجھ میں نہیں آتا مولانا عبدالجلیل صاحب اور مولانا محمد عثمان صاحب اور دوسرے احباب بھی اسی مطالبہ مبارکہ میں شریک ہیں۔

اب دوسرا والانامہ آیا تاریخ لکھنے کی آپ کو عادت نہیں ہے اس لئے مضمون پر حوالہ دینا پڑتا ہے۔ حضرت مہتمم صاحب اور ان کے بھائی دونوں بفضلہ تعالیٰ بخیریت پہونچ گئے اور بخیریت ہیں اور ان کے ذریعہ سے بدعات میں کمی کا ہونا موجب مسرت ہے.... عزیزہ حسانہ ابھی شش سالہ تھی اور سلامت طبعی امید افزا تھی مالک قضا وقدر نے اپنی امانت واپس لے لی اس میں کسی کا کیا چارہ ہے۔ ؎

پھول تو اپنی ادا دو چار دن دکھلا گئے　　غم ان غنچوں پہ جو بن کھلے مرجھا گئے۔

اس کی وفات کے آٹھ دس دن بعد اس کی بہن پیدا ہوئی جس کا نام صفوانہ رکھا گیا۔ فللّٰہ ما اخذ وما اعطی اللہ تعالیٰ اس کی عمر دراز اور اس کے اعمال مرضی اور مختار بنائے آمین۔

ارشد سلمہ قرآن کا دور کرتا ہے اور اردو کی کتابیں پڑھتا ہے اسعد سلمہ حجاز سے واپس آگیا۔ محرم کی ۲۶ کو اس کا لڑکا مدینہ منورہ میں پیدا ہوا ہے۔ زوجین میں اختلاف اور تفارق ہو گیا ہے۔ تسریح باحسان کی نوبت آگئی ہے ذلک تقدیر العزیز العلیم۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ یکم ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ دیوبند

مکتوب ۱۲۵

کتبت ولو انی مع الشوق قادر ۔۔۔ لکنت مکان السطر فی طی قرطاس

وکنا کند مانی جذیمۃ حقبۃ ۔۔۔ من الدھر حتی قیل لن نتیصدعا

فلما تفرقنا کانی ومالکا ۔۔۔ لطول اجتماع لم نبت لیلۃ معا

سیدنا المحترم لازلتم فی خفض عیش ودعۃ آمین۔ غب اھداء تحیات وسلام التی سنہا۔

—— سید الانام علیہ وعلی آلہ وصحبہ الف الف صلوٰۃ وسلام۔ آنکہ مدتہائے طویلہ کے بعد ناگاہ اس مہینہ میں والانامہ باعث حیات روحانی ہوا۔ بڑے بھائی صاحب مدظلہ العالی نے تو اس قدر مقاطعت فرمائی ہے کہ جس سے صاف نمایاں ہوتا ہی کہ کبھی تعارف تھا ہی نہیں ؎

کیا ہو گئی وہ الفت یارانِ جاں نثار ۔۔۔ اب فاتحہ کو بھی نہیں آتے مزار پر

بہر حال مژدہ خیر و عافیت سے بہت خوشی ہوئی۔ رزقکم اللہ وایاھم قلل المرادات فی الدارین آمین۔

صاحبزادہ محمد ابراہیم مرحوم کے انتقال پر ملال سے بہت صدمہ ہوا جعلہ اللہ اجرا وفرطا وذخرا للابوین والجدات وجعلہ خیرا للآخرۃ من الاولیٰ۔ اس کی والدہ ماجدہ اور جدہ محترمہ کیخدمت میں کلمات صبر وتسکین حسب بشارت نبویہ علی صاحبہا الصلوٰت والتحیۃ پیش فرما دیجئے اللہ تعالیٰ پس ماندوں میں برکات غیر متناھیہ ظاہر فرمائے آمین۔ عزیزم عبدالرؤف اور عزیزہ عائشہ سلمہا اللہ تعالیٰ کی نوید شادی سے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ تعالیٰ جلد اپنا فضل وکرم ظاہر فرمائے اور قران السعدین متحقق ہو جائے آمین اور فریقین میں برکات مادیہ وروحانیہ کی تکمیل فرمائے آمین۔

حاشیہ مکتوب ۱۲۵:۔ حضرت مولانا عبدالحق صاحب نافع گل کاکاخیل مدظلہٗ حضرت مولانا محمد عزیر گل صاحب زیدمجدہم کے چھوٹے بھائی ہیں۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ ان دونوں بھائیوں کو جو خصوصی تعلق اور محبت رہی ہے وہ ان لوگوں سے یقیناً مخفی نہیں ہوگی جن کو حضرتؒ کے حالات زندگی کا کچھ بھی علم ہے۔ مولانا عزیر گل صاحب حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے خاص تلامذہ اور خاص خدام میں سے ہیں اور اس نسبت کی وجہ سے حضرت مدنیؒ سے تعلق شروع ہی سے رہا ہے اور پھر یہ دونوں سعادتمند شاگرد اور خادم اپنے استاد مخدوم حضرت شیخ الہندؒ کی رفاقت میں تقریباً ساڑھے چار برس مالٹا میں رہے اس کے بعد بھی ان کی آپس میں یاران جاں نثار کی الفت رہی اور حضرت شیخ الہندؒ کی نسبت سے مولانا عبدالحق صاحب نافع کا بھی تعلق رہا اور سنہ ۱۹۳۲ء سے لے کر سنہ ۱۹۴۷ء تک دارالعلوم دیوبند کی مدرسی کے دوران میں جو درحقیقت حضرت شیخ کی خدمت میں رہنے کی خاطر تھی یہ ربط وتعلق دن بدن اور بڑھتا گیا۔ ملک کی تقسیم کے بعد نافع صاحب دارالعلوم میں رہنے اور حضرت شیخ کی خدمت سے محروم ہو گئے۔ جس کا ان کو شدت سے احساس تھا اور ہے اور اپنے وطن زیارت کاکا صاحب ضلع پشاور میں رہنے پر مجبور ہوئے۔ دو۲ مرتبہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ارشاد کے مطابق مدرسہ عربیہ کھڈہ کراچی اور مدرسہ عربیہ نیوٹاؤن کراچی میں پڑھانے کے لئے تشریف لے گئے۔ دس سال کے اس عرصہ میں حالات کی ناموافقت کی وجہ سے دیوبند نہ جاسکے خط وکتابت کا سلسلہ بھی جاری نہ رہ سکا۔ مولانا عزیر گل صاحب نو سنہ ۱۹۴۵ء میں رڑکی سے وطن تشریف لائے تھے اور اس کے بعد وطن سے جانے کی نوبت نہ آسکی۔ الغرض نہایت قوی اور شدید تعلق کے باوجود حالات کی مجبوریوں کی وجہ سے بعد ہی رہا۔ اواخر ربیع الاول سنہ ۷۷ھ

میں ماہ محرم الحرام سے وجع الفواد میں مبتلا ہو گیا ہوں۔ تقریباً نصف محرم سے آج تک کوئی سبق نہیں پڑھا سکا معالجین کی طرف سے نقل و حرکت حتیٰ کہ جمعہ و جماعت کی بھی ممانعت تھی مگر اب مردانہ مکان میں جماعات خمسہ میں حاضری اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۲۰ :- میں مولانا نافع صاحب کا چھوٹا بچہ ابراہیم انتقال کر گیا موصوف نے اس واقعہ کی اطلاع حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں بھیج دی اور اس کے جواب میں ۱۸۔ ربیع الثانی ۱۳۷۷ھ کو حضرت رح نے بیماری اور انتہائی ضعف و نقاہت کی حالت میں اپنے دست مبارک سے یہ گرامی نامہ تحریر فرمایا ہے۔ خط سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ بڑی محنت اور تکلیف سے لکھا گیا ہے جن حضرات کو آپ کے اسلوب خط سے واقفیت ہے وہ اس کا اندازہ لگا سکتے ہیں۔ ۱۲۔ جمادی الاولی ۱۳۷۷ھ کو حضرت رح کی وفات کا سانحہ پیش آیا ہے۔ گویا یہ خط ۲۳۔ ۲۴ دن پہلے لکھا گیا ہے۔ اس گرامی نامہ کے شروع میں عربی کے تین اشعار ہیں ان میں پہلے شعر کا ترجمہ گذر چکا ہے دوسرے اور تیسرے شعر کا ترجمہ یہ ہے۔ ہم دونوں بھائی زمانہ دراز تک آپس میں یوں جڑے رہے جیسا کہ جذیمۂ ابرش کے وہ دو تاریخی ندیم گذرے ہیں۔ ہمارے آپس کے تعلق اور محبت کو دیکھ کر لوگ یوں کہتے تھے کہ یہ دونوں ہرگز ہرگز کبھی ایک دوسرے سے جدا نہ ہوں گے۔ لیکن جب ہم دونوں میں جدائی آگئی اور ہم ایک دوسرے سے علیحدہ ہوئے تو پھر تو ایسے جدا ہو گئے کہ مدت دراز تک ساتھ رہنے سہنے کے بعد معلوم ہوتا تھا گویا (میں اور مالک شاعر کا بھائی ایک رات بھی ساتھ مل کر نہیں رہے ہیں اور کبھی گویا دوستی تھی ہی نہیں)۔ خلاصہ یہ کہ یہ وداعی والا نامہ ہے۔ کیونکہ ایک وہ وقت تھا کہ حضرت رح پُر امید تھے چنانچہ ۱۳۶۹ھ کے والا نامہ میں جو شعر تحریر فرمایا ہے وہ اپنے مدعا میں بالکل صاف ہے۔

البتہ اس والا نامہ کا اسلوب اور اندازِ نگارش کچھ اور ہی ہے اور ابن نویرہ کے وہ دو شعر جو اپنے بھائی مالک کے مرثیہ میں کہے ہیں۔ خط کا آغاز انہیں سے کرنا اس کا ثبوت ہے کہ جدائی کی گھڑی اب بالکل قریب ہے اب انشاء اللہ دہیں پر پھر اکٹھا ہوں گے۔ یہ وہ اشعار ہیں کہ جس کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنے بھائی حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کے مزار پر پڑھے تھے جس کو ترمذی نے ابواب الجنائز باب زیارۃ القبور للنساء میں ذکر فرمایا ہے اور اردو کے شعر نے تو سارا راز فاش کر دیا ہے۔ ع "اب فاتحہ کو بھی نہیں آتے مزار پر"

بعد از عصر احباب سے ملاقات کی اجازت تقریباً دس پندرہ دن سے ہو گئی ہے۔ اس سے زیادہ چلنے کی طاقت نہیں ہے سانس اوکھڑ جاتا ہے قلب اور سینہ پر نہایت زیادہ ناگوار اثر پڑتا ہے۔ علاج اور پرہیز جاری ہے تقریباً ڈیڑھ ماہ ڈاکٹری علاج رہا مایوس ہو کر یونانی علاج جاری کیا گیا اس سے نفع ضرور ہے مگر نہایت تدریج سے۔ بہر حال آپ بزرگوں کی دعاؤں کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ گھر میں سب کے سب اسعد، ارشد، اسجد، ریحانہ، عمرانہ، صفوانہ، فرحانہ اور ریحانہ کا بچہ احمد بہت بہت سلام و آداب پیش کرتے ہیں اور یہ سب مع اپنی والدہ کے نہایت اخلاص سے تحیات مسنونہ اور استدعائے دعوات صالحہ پیش فرماتی ہیں۔

دارالعلوم میں بحمد اللہ خیر و عافیت ہے امسال طلبہ کی تعداد تقریباً چودہ سو ہے۔ دورہ میں (۱۸۴) طلبہ ہیں۔ سالانہ بجٹ مصارف کا سات لاکھ تک پہونچ گیا ہے۔ جلسہ دستار بندی کے لئے تحریکات جاری ہو رہی ہیں (چند مہینوں سے) مولوی محمد عثمان صاحب گذشتہ پانچ سال سے چیرمین (رئیس البلدیہ) دیوبند کے تھے۔ اب اس سال میں بھی وہی منتخب ہوئے ہیں یعنی اگلے پانچ سالوں کے لئے ماشاء اللہ انہوں نے اپنے زمانہ میں شہر کی خدمات اچھی انجام دی ہیں۔ ہم سبھوں کو آپ دونوں بھائیوں کی زیارت کا بہت اشتیاق ہے والسلام۔ واقفین پرسان حال خصوصاً مولانا یوسف صاحب بنوری سے سلام مسنون عرض کر دیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۸ ربیع الثانی ۷۷ھ

مکتوب ۱۲۶

جناب مولوی محمد فاروق صاحب کرپی رام پور ضلع سلطان پور کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف

والا نامہ مورخہ ۱۰ شوال مطابق ۱۹ مئی باعث سرفرازی ہوا تھا جس میں تین اعتراضات نقش حیات جلد ثانی پر تھے۔ میں بوجہ بیماری اور عدیم الفرصتی عریضہ لکھنے سے معذور رہا اور آج کی تاریخ آگئی امیدوار معافی ہوں۔

(پہلا اعتراض) موجودہ سکولراسٹیٹ کو حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کی تعریف دارالاسلام پر دارالاسلام قرار دینا ہے۔

محترما! میں نے کسی جگہ کتاب مذکور میں اس سکولراسٹیٹ کو دارالاسلام نہیں لکھا ہے۔ نہ جمہور کے قول پر اور نہ حضرت شاہ صاحب کے قول پر پھر میں نہیں سمجھتا کہ آپ کا یہ اعتراض کس طرح وارد ہوتا ہے۔ جو وجوہ حکومت کے شرمناک کارناموں کے آپ ذکر فرمارہے ہیں مجھکو ان کا انکار نہیں ہے پھر میں کس طرح اس کو دارالاسلام قرار دے سکتا ہوں۔ اور اگر کسی جگہ موجودہ سکولراسٹیٹ کی تائید کرنے کے الفاظ سے آپ نے اس کو سمجھا ہے تو وہ از قبیل اَھْوَنُ الْبَلِیَّتَیْن ہے نہ بحیثیت دارالاسلام ہے۔

حضرت شاہ صاحب رحمتہ اللہ علیہ کا یہ فتویٰ درحقیقت ان علماء کو سمجھانے کے لئے لکھا گیا تھا جو کہ دارالاسلام اور دارالحرب کے متعلق درمختار وغیرہ کتب فقہ سے مندرجہ ذیل عبارت سے استدلال کرتے ہوئے عہد انگریزی کو دارالاسلام قرار دے رہے تھے۔ لا تصیر دار الاسلام دار الحرب الا بامور ثلاثۃ باجراء احکام اہل الشرک و باتصالہا بدار الحرب وبان لا یبقی فیہا مسلم او ذمی بالامان الاول علی نفسہ و

دار الحرب تصیر دار الاسلام باجراء احکام اھل الاسلام فیھا کجمعۃ وعید وان بقی کافر اصلی وان لم تتصل بدار الاسلام، در مختار صـ۲۷۷ جلد ۳۔

اس زمانہ میں علماء زمانہ ہندوستان کو دارالاسلام قرار دیتے تھے اور یہ کہتے تھے کہ ملک میں اقامت جمعہ وعیدین جیسے احکام اسلامیہ علانیہ جاری ہیں حکومت متسلطہ اُن میں رکاوٹ نہیں ڈالتی اس لئے ہندوستان دارالحرب نہیں ہے۔ دارالاسلام ہی ہے۔ لہٰذا یہاں جہاد نہیں ہوسکتا۔ دارالاسلام ہی کے احکام نافذ ہونگے۔ اگرچہ اقتدار اعلیٰ انگریزوں کا ہے اس کی حقیقت شاہ صاحب اپنے فتویٰ میں نہایت بسط وتفصیل کے ساتھ ذکر کر رہے ہیں۔ اس سے یہ نتیجہ نکالنا کہ میں سکولر اسٹیٹ ہند کو دارالاسلام قرار دے رہا ہوں یہ توجیہ القول بمالا یرضیٰ بہ قائلہٗ ہے اور خلاف تصریحات ہے۔

دوسرے اور تیسرے اعتراض میں آپ کا یہ اعتراض کہ حضرت شاہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو سکولر اسٹیٹ بنانے کا ارادہ کرنے والا اور صرف انگریزوں کا نکالنے والا میں قرار دیتا ہوں بالکل خلاف واقع اور تصریحات سے روگردانی ہے۔ بہر حال یہ نتیجہ نکالنا صحیح نہیں اور اگر بالفرض کوئی عبارت ایسی ہے جس کی دلالت مطابقی یہی ہے دوسری توجیہ اس میں نہیں ہوسکتی تو وہ غلط ہے میں اس سے رجوع کرتا ہوں۔ فرقہ وارانہ حکومت اور سکولر اسٹیٹ کے درمیان میں بھی تو ایسی صورتیں ہیں جن کو اسلام قبول کرسکتا ہے۔ مغلیہ حکومت کو دیکھئے اور غور فرمایئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۸ ذیقعدہ ۱۳۷۶ھ

حاشیہ مکتوب ۱۲۶:۔ مولوی فاروق صاحب کو نقش حیات میں جو باتیں قابل اعتراض نظر آئی ہیں اور مولانا مدنی رحمۃ اللہ نے اس کے جوابات دئے ہیں۔ میرے نزدیک تو اس کی بھی ضرورت نہ تھی بلکہ گہرائی سے سوچنے اور سمجھنے کی سعی کرنی چاہیئے تھی۔ کیونکہ نقش حیات میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ تقریباً دو

سالہ جنگ آزادی کی داستان کے ساتھ ازمنہ وامکنہ کے تغیر و تبدل احوال سے جو نتائج پیدا ہوئے ہیں اس کا خلاصہ ہیں اور فقہی استنباطات اس کا ماخذ ہیں۔ چند اشارات ملاحظہ ہوں۔

(۱) ہندوستان پہلے ہندوؤں کا ملک تھا۔ مسلمانوں نے ان سے لیا۔ اس کے بعد مسلمانوں سے برطانیہ نے غصب کیا۔ پھر ہندو مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد سے ملک آزاد ہوا مگر جو نصب العین اور مطمح نظر حضرت شاہ صاحبؒ و سید صاحبؒ اور ان کے بواسطہ اور بلاواسطہ شاگردوں، مریدوں اور دیگر شرکاء آزادی کا تھا وہ پورا نہ ہو سکا۔ اور ملک کے دو حصے ہو گئے۔ بدیں وجہ احوال بھی بدلے اور حکم میں بھی تبدیلی ہوگئی۔ آزادی سے پہلے تک ہندوستان دارالحرب تھا اس کے بعد ہندو مسلمانوں کی مشترکہ جدوجہد سے جو ملک حاصل ہوگا ظاہر ہے کہ اس کا حکم وہ نہ ہوگا جو انگریزوں کے اقتدار کے زمانہ میں تھا اس مختصر گذارش کے بعد فاروق صاحب کو فقہی کتابوں میں "دار" کی بحث ملاحظہ فرمانا ہوگا۔ میں اس موقعہ پر تھوڑا سا اشارہ کر دینا چاہتا ہوں۔

فقہاء کرام نے جہاں دارحرب اور دارالاسلام کی تعریفات یہ کی ہیں کہ دارالاسلام وہ ملک ہے جہاں مسلمان بادشاہ کا حکم نافذ ہو اور ملکی انتظام قوانین شرعیہ پر ہونا ضروری ٹھہرایا گیا ہو اور جو ملک اس کے خلاف ہو وہ دارالحرب ہے۔ پھر دارالحرب کی دو قسمیں ہیں۔ دارالامن اور دارالقرار۔ دارالامن وہ ہے کہ اس میں مسلمان بادشاہ اور اسلامی قوانین نہیں ہیں لیکن مسلمان وہاں عبادات میں آزاد ہیں جیسے آج کل ہندوستان یا صلح حدیبیہ کے بعد مکہ معظمہ۔ دارالقرار وہ ہے جس جگہ مسلمانوں کو مذہبی آزادی نہ ہو جیسے سکھوں کے زمانہ میں پنجاب وغیرہ یا صلح حدیبیہ سے پہلے مکہ مکرمہ وغیرہ۔ اسی طرح فقہاء کرام نے صاف تصریح کر دی ہے کہ بعض شروط دارالحرب موجود اور بعض مفقود تو اس ملک کا پہلا حکم باقی رہے گا۔ یا اسلام کو احتیاطاً ترجیح دی جائے گی۔ طحطاوی شرح درمختار کی عبارت ملاحظہ ہو "لو اجریت احکام المسلمین واحکام الشرك لاتکون دارحرب" زاہدی کی عبارت میں ہے۔ "ولا خلاف ان دارالحرب تصیر دارالاسلام باجراء بعض احکام الاسلام فیھا" پس موجودہ صورت میں ہندستان کو دارحرب نہیں کہا جا سکتا ہے بلکہ ہندوستان فقہاء کی اصطلاح میں دارالاسلام ہی کے قبیل کی چیز ہے اس لئے اگر ایسے ملک کو دارالاسلام کا حکم دیا جائے تو نصوص فقہیہ کے تحت قطعاً گنجائش ہے اس لئے کہ فقہاء نے تصریح کر دی ہے کہ جہاں دارالاسلام اور دارالحرب کی علامات یکجا پائی جائیں وہاں دارالاسلام کا حکم دینا ہوگا۔ نقش حیات کے صلا میں جس ہندوستان کا نقشہ اور خاکہ ظاہر کیا گیا تھا اگرچہ وہ ٹھارے والے ہندوستان کا نہ تھا مگر پھر بھی

اس ہندوستان کا نقشہ اور حکم ہے جو بدقسمتی سے موجود ہے۔ لہٰذا اگر کسی کو دار الاسلام کے لفظ سے وحشت ہوتی ہو تو اس کو "دار الامن" ماننے کے سوائے چارۂ کار نہیں ہے۔ پس خلاصہ یہ ہے کہ ملک کی صورت تسلط اور تصرف کے لحاظ سے چار طرح کی ہو سکتی ہے اور دنیا میں آج سے پہلے چاروں طرح ہو چکی ہے۔

(۲) فاروقی صاحب کا دوسرا اعتراض بھی میرے نزدیک صحیح نہیں ہے بلکہ غلط فہمی پر مبنی ہے۔ حضرت مولانا مدنی رح کی اگر کسی عبارت سے کوئی یہ نتیجہ نکالے کہ آپ سید شہیدؒ کی تحریک کو محض ہندوستان سے انگریزوں کے نکالنے ہی میں منحصر فرمار ہے ہیں تو ایسا نہیں ہے۔ بلکہ سید صاحبؒ کے پیش نظر ہندوستان کا آزاد کرانا اور انگریزوں کا نکالنا جس طرح تھا اسی طرح اعلاء کلمۃ الحق بھی آپ کا مقصد تھا۔ لیکن اسی کے ساتھ یہ بات ثبوت طلب ہے کہ سید صاحبؒ صرف حکومت الہٰیہ کے قیام کے ساعی تھے۔ میرے علم میں کوئی دستاویز موجود نہیں ہے اگر ہو تو وہ معلوم ہونی چاہیئے۔ بلکہ اس کے برعکس نقش حیات میں جو مفصل خط بنام راجہ ہندو راؤ وغیرہ درج کیا گیا ہے اس کے جستہ جستہ فقرات صاف بتا رہے ہیں کہ سید صاحبؒ نے انگریزوں کے نکالنے کو مقدم رکھا تھا۔ ملاحظہ ہو "بیگانگان بعید الوطن ملوک زمین و زماں گر دیدہ الخ وغیرہ" سید صاحبؒ دولت راؤ کو اس کے وزیر اعظم اور معتمد خاص کے ذریعہ پیغام پہونچا رہے ہیں۔ "اُن را باعث استحکام بنیان ریاست خود شمارند" شاہ بخارا کے نام سیدؒ نے تحریر فرمایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے کہ جب اسلامی بلاد پر غیر مسلم مسلط ہو جائیں تو عام مسلمانوں پر عموماً اور بڑے بڑے حکمرانوں پر خصوصاً واجب ہو جاتا ہے کہ ان غیر مسلموں کے خلاف مقابلہ و مقاتلہ کی کوشش اُس وقت تک جاری رکھیں جب تک اسلامی بلاد ان کے قبضہ سے واپس نہ لے لئے جائیں ورنہ مسلمان گنہ گار ہوں گے ان کے اعمال بارگاہ خداوندی میں مقبول نہ ہوں گے اور وہ خود قرب حق کی برکتوں سے محروم رہیں گے۔ ص۵۵۔ (سید شہید احمد غلام رسول مہر)

بد کردار نصاریٰ اور بد مآل مشرکین ہندوستان کے اکثر شہروں پر دریائے اباسین کے ساحل سے دریائے شور کے ساحل تک جو تقریباً چھ ماہ کی مسافت ہے قبضہ کر چکے ہیں اور خداوند قدوس کے دین کو کمزور بنانے کے لئے مکر و فریب کا جال ان کے ہاتھوں میں آگیا ہے اور ان تمام ملکوں کو وہ کفر و ظلم کی تاریکیوں سے بھر چکے ہیں۔ الخ۔

مذکورہ بالا عبارت صاف ہے البتہ لفظ مشرکین ممکن ہے بعضوں کو کھٹکے سو اس سے مراد مرہٹے اور سکھ ہیں اور نصاریٰ سے انگریزوں کے سوا دوسرا کوئی اور مراد نہیں ہو سکتا ہے۔ رہ گئی

یہ بات کہ حضرت سید شہیدؒ نے اپنا رُخ سب سے پہلے سرحد کی جانب کیوں مبذول فرمایا؟ ہندوستان کی حالت پر نظر کرنے سے اس کے مندرجہ ذیل اسباب محرک ہوئے۔ (۱) آزاد و مامون مقام ہندوستان میں نظر نہ آیا۔ (۲) سرحد میں مسلمانوں کی اکثریت تھی۔ (۳) سرحد کی آزادی چھینی نہ تھی بلکہ چھن رہی تھی۔ (۴) سرحدی سکھوں کے مظالم سے تباہ تھے ان کو بآسانی منظم کیا جا سکتا تھا۔ (۵) سید صاحب نے سرحد کو مرکز اس لئے بنایا کہ جغرافیائی حیثیت ایسی تھی کہ دشمن صرف اسی راہ سے حملہ کر سکتا تھا۔

(۳) فاروقی صاحب کے تیسرے اعتراض کو پڑھ کر سخت تعجب ہو رہا ہے کہ کس طرح ذہن نے یہ اختراع کیا بلکہ افترا کیا کہ سید صاحبؒ کے پیش نظر سکولر نظام حکومت کا قیام حسب تصریح حضرت مولانا مدنی رحمۃ اللہ تھا۔ حاشا ثم حاشا۔ حضرت سید مولانا مدنیؒ کی عبارت تو صاف بول رہی ہے کہ اعلاء کلمۃ اللہ کا ذریعہ صرف یہی نہیں ہے کہ ایک فرقہ وار گورنمنٹ قائم کی جائے۔ سکولر حکومت تو فرقہ وار حکومت ہے تو کیا یہی مولانا مدنیؒ کا نعوذ باللہ مقصد تھا؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو اتنا سائل کو سمجھ لینا ہوگا کہ کسی انسان کی زندگی پر جو سب سے زبردست ظلم ہو سکتا ہے وہ یہ ہے کہ اس کے جاں فروشانہ کارناموں کو مسخ کر دیا جائے اور اس کی قربانیوں کو کسی ایسے مقصد پر محمول کیا جائے جو اس کے مقدس عزم اور عالی حوصلگی کے برعکس جس عبارت پر سائل کو اعتراض ہے اس کا پس منظر اگر دیکھنا ہے اور حضرت مدنی قدس سرہ کے جذبات کو جاننا ہے تو مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول کے صـ۱۵۱ میں مکتوب ۶۵ کو مفصل معلوم کرے نیز مکتوبات کی ہر چہار جلدوں کو مطالعہ کیا جائے انشاء اللہ اگر طلب حق ہے تو حق واضح ہو کر رہیگا۔ مجھکو سخت حیرت ہے کہ مولانا مدنیؒ نے کیوں یہ تحریر فرمایا کہ "آئندہ آپ کے ارشاد کا خیال رکھا جائے گا"۔ پس اگر سائل کو میرے ان اشارات پر اطمینان نہ ہو تو خدا کے حوالہ کریں۔ ۱ صد لاحی

مکتوب ۱۲۷

والا نامہ مورخہ یکم ربیع الاول باعث سرفرازی ہوا یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں آپ کے اطمینان سے خوشی ہوئی اسی کے متعلق کسی صاحب کا اعتراض سیاست کان پور میں چھپا تھا اس پر مولانا محمد میاں صاحب ناظم جمعیۃ علماء نے مفصل تبصرہ فرمایا ہے جو کہ مدینہ بجنور کی قریبی اشاعتوں میں آچکا ہے۔ جناب کے ارشاد کا آئندہ اڈیشن میں خیال رکھا جائیگا۔ جو بزرگ آپ کے قریب رہتے ہیں اگر وہ متبع شریعت و سنت کسی مجاز طریقت کے مجاز و صحبت یافتہ ہیں تو ضرور ان سے استفادہ فرمایئے اور انھیں سے بیعت ہو کر مکمل اتباع کیجئے ان کی ہدایت اور صحبت کو اکسیر سمجھئے۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمایئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ از دارالعلوم دیوبند ۵ر اکتوبر مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۱۲۸

جناب محمود عبد اللہ صاحب ساؤتھ افریقہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔

والا نامہ مورخہ ۹ر اکتوبر ۱۹۵۷ء باعث سرفرازی ہوا یاد فرمائی کا شکر گذار ہوں۔ رقم مرسلہ کا مزید شکریہ ادا کرتا ہوں جزاکم اللہ خیر الجزاء۔

محترما! میری علالت غیر معمولی نہیں ہے خصوصاً میرے جیسے شخص کے لئے جس نے عمر کا بہت بڑا حصہ گذار لیا ہے میں اس وقت ۸۱ واں سال عمر کا گذار رہا ہوں۔ (اگرچہ یہ ایام محض لہو ولعب، غفلتوں اور معاصی وغیرہ ہی میں گذر رہے ہیں۔)

۵ سودہ گشت از سجدۂ راہ بتاں پیشانیم　　چند بر خود تہمت دین مسلمانی نہم

تاہم اس عمر میں عموماً اعضا میں کمزوری ہونی لازمی ہوتی ہے جس کی بنا پر بیماریوں کو ظاہر ہونا طبعی بات ہے مشہور مقالہ ہے پیری وصد عیب چنیں گفتہ اند۔ اس لئے احباب اور عنایت فرماؤں کو ایسی خبروں پر کبھی فکرمند نہ ہونا چاہیئے۔ آپ اور دوسرے حضرات کی دعاؤں کی ہی ضرورت ہے جن کی بنا پر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ہر قسم کی بھلائی کی امید ہے۔ یہاں آنے کا ہرگز خیال تک نہ فرمائیے غائبانہ دعا نہایت موثر ہوتی ہے۔

آپ نے جو تحفہ ارسال فرمایا ہے نہایت عظیم الشان احسان ہے۔ مگر میرے محترم آپ کو معلوم ہے کہ دارالعلوم سے مجکو پانچ سو ۵۰۰ روپیہ ماہوار سے زیادہ تنخواہ ملتی ہے اس لئے تمام ضروریات کا پورا ہو جانا اور کسی قسم کی تنگ دستی پیش نہ آنا ضروری ہے۔ اتنی بڑی تنخواہ ہمارے بزرگوں اور اساتذہ کو کبھی نہیں ملی تھی مگر میں ایسا سگ دنیا ہوں جس کے لئے اس مقدار کو بھی کافی آپ بزرگ نہیں قرار دیتے۔ بہر حال انتہائی شکر گذاری کے ساتھ آپ کا یہ معزز تحفہ قبول کرتا ہوں اور دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کے بدلہ میں آپ کا دینی اور دنیوی ہر قسم کا مقصد پورا فرمائیے اور اپنی رضا اور خوشنودی سے نوازے آمین۔

بحمد اللہ بیماری میں تدریجاً افاقہ ہو رہا ہے اب دو ماہ کے بعد ۲۰ ربیع الاول سے

حاشیہ مکتوب ۱۲۸: - میں نے جناب محمود عبداللہ صاحب کے ہرسہ خطوط کو مختصر کر کے درج کردیا ہے۔ بلا وجہ تکرار کو ترک کر دیا ہے۔ حضرت قدس سرہ نے آپ کو تسبیحات ستہ کے علاوہ ۱۵ ہزار بار لفظ اللہ اللہ کا ذکر معنی کا تصور کرتے ہوئے کہ میرے محبوب حقیقی صرف اللہ ہیں اور اس کی محبت کے غلبے کی وجہ سے اس کا نام نامی میری زبان سے بے اختیار نکل رہا ہے تلقین فرمایا ہے۔
اصلاحی۔

ہیں نے باہر نکلنا شروع کر دیا ہے اگرچہ صرف عصر کے بعد سے مغرب کی نماز تک کے لئے ہی ابھی نکلنا ہوتا ہے مگر انشاء اللہ عنقریب اس سے زیادہ مقدار کے لئے بھی ہوگا۔ چونکہ ابھی روزانہ قدرے اثر مرض کا ظاہر ہو جاتا ہے اس لئے احتیاط ضروری ہے آپ ذکر بارہ تسبیح جو ادا کرتے ہیں وہ کس نے بتایا ہے اور کیا تفصیل ہے۔ کب سے کر رہے ہیں اور اس کے آثار کیا ہیں؟ بواپسی ڈاک تحریر فرمائیے تاکہ آئندہ کے لئے ذکر تجویز کرنے میں آسانی ہو۔ جہاں تک ممکن ہو ذکر میں کثرت اور دوام فرمائیے ناغہ نہ ہونے دیجئے اور دل لگا کر کیا کیجئے۔ عمر عزیز کے لمحات کو غنیمت شمار کرتے ہوئے ضائع ہونے سے بچائیے۔ اتباع سنت اور شریعت کا ہر قول و فعل میں خیال رکھئے دعوات صالحہ سے اس نابکار کو فراموش نہ فرمائیے۔ مولانا سبحان اللہ صاحب کے متعلق واقعات سے اطلاع دیجئے اللہ تعالیٰ ان کو ہر مکروہ سے محفوظ رکھے آمین ہیں نے سب حضرات کو بیعت کر لیا اتباع شریعت کی تاکید کر دیں۔ آپ حج کر لیجئے میرا خیال چھوڑ دیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند ۲۲ ربیع الاول ۱۳۷۷ھ

مکتوب ۱۲۹

جناب مولانا پی محمد عبدالمجید صاحب پرنام بٹ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

والا نامہ پہونچا احوال مندرجہ معلوم ہوئے۔ اصلاحی صاحب کے مکاتیب کے مطالعہ کی اجازت ہے۔ مولوی صبغۃ اللہ صاحب سے میں تعلق ان کے مودودی

حاشیہ مکتوب ۱۲۹ :۔ بعالی خدمت حضرت سیدی و مولائی و مرشدی ادام اللہ ظلکم العالی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، الحمد للہ۔ احقر مع الخیر ہے امید ہے حضرت والا مع متعلقین مع الخیر والعافیت ہونگے۔

(باقی بر صفحہ ۳۳۱)

ہونے کی وجہ سے منقطع کر چکا۔ ان کے دام مودودیت میں نہ آئیں دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین حضرات پرسان حال کی خدمت میں سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۲۱/۷/۷۱ ھ

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۰: شرمندگی ہے کہ بہت دنوں سے حضرت والا کی خیریت معلوم کرنے سے محروم رہا استدعا ہے کہ حضور والا اپنی خیریت سے آگاہ فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں گے۔

مکتوباتِ حضور والا کے مرتب کردہ حضرت مولانا نجم الدین صاحب اصلاحی زید مجدہم کی باقاعدہ مطالعہ کرنے کی اجازت چاہتا ہوں تاکہ مطالعہ سے حق تعالیٰ عمل کی توفیق عطا فرمائے۔

دیگر گذارش اینکہ مولانا سید صبغۃ اللہ صاحب بختیاری سابق امیر جماعت مودودیہ صوبہ مدراس ہمیشہ ہمارے رفقاء کو پیر بھائی کے نام سے پکارتے ہیں اور خود کو حضور والا کا مرید ظاہر کرتے ہیں اگر وہ حضور والا کے مرید ہیں تو کیا حضور والا کی اجازت اور مرضی سے جماعت مودودیہ میں شریک ہوئے ہیں؟ دوسرے احباب بھی ہم سے ان کے رویہ کے متعلق سوال کرتے رہتے ہیں اس لئے حضور والا سے سوال کرنا پڑا۔ اگر مناسب سمجھیں تو اس کا جواب مرحمت فرمائیں۔ احقر کے لئے خاص طور پر علم و عمل اور حسن خاتمہ کے لئے دعا فرمائے گا۔ والسلام علیٰ خیر الاختتام۔

کمترین خادم احقر عبدالحمید عفی اللہ عنہ و اسلافہ ۱۸ رجب المرجب ۱۳۷۱ھ مطابق ۱۴ اپریل ۱۹۵۲ء

مکتوبات شیخ الاسلام جلد دوم میں مولانا صبغۃ اللہ صاحب کا توبہ نامہ ۱۹۵۳ء میں شائع ہو چکا ہے مولانا موصوف کو جماعت اسلامی مودودی سے کوئی تعلق باقی نہیں رہا۔ غالباً حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے اسی والا نامہ کے بعد موصوف علیحدہ ہوئے ہیں۔ اصلاحی۔

مکتوب ۱۳۰

جناب مولانا فضل ربی صاحب کابل کے نام

بخدمت عالی جناب ذو الجاہ والاکرام مولانا فضل ربی وحضرات علماء کابل لازالت شموس فیوضکم بازغۃ وبدور معالیکم لامعۃ آمین۔

بعد ادائے مراسم اسلامیہ وسنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ عرض آں کہ حاملین عریضہ ہمارے چند احباب خدمات عالیہ میں حاضر ہو رہے ہیں۔ ان کا مقصد کوئی سیاسی اور ملکی نہیں ہے فقط خدمات دینیہ اور فرائض تبلیغیہ ادا کرنا اور مسلمانان افغانستان کو ان کو یاد دلانا جن کو عام مسلمانوں نے بھلا دیا ہے مقصود ہے۔ امید آنکہ آپ حضرات ان کی امداد اور اعانت میں کوتاہی روا نہ رکھیں گے اور ان پر اعتماد رکھتے ہوئے ممکن تسہیلات سے درگذر نہ فرمائیں گے۔ والسلام۔

آپ کا خیر اندیش ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ صدر مدرس دیوبند وصدر جمعیۃ علماء ہند، ۱۳ محرم الحرام ۱۳۷۷ھ۔

حاشیہ مکتوب ۱۳۰:۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ تبلیغی جماعت کی سرپرستی حضرت مدنی رحؒ کس درجہ فرما رہے تھے۔ سچ یہ ہے کہ اگر حضرت رحؒ کی توجہ نہ ہوتی اور یہ کام جمعیۃ کے دستور میں پہلے سے داخل نہ ہوتا تو حضرت مولاناؒ کا انداز اور ہوتا۔ تبلیغ کا کام تو عین جمعیۃ علماءؒ کا کام رہا ہے اور ہے۔ بعض اہم سیاسی اور وقتی ضرورت کے پیش نظر اس پر توجہ اگر کم ہوگئی تو چنداں مضائقہ نہ تھا چنانچہ اسی بنا پر اس شعبہ کو اپنے ہی لوگوں میں خاص کر دیا گیا تھا۔ اگر آج تبلیغ کی تاریخ اور اس کے بتدریج ترقی پذیر ہونے کو عہد حاضر کے بعض نوجوانوں کے سر رکھا جا رہا ہے تو حقیقت کے خلاف ہے۔

مکتوب ۱۳۱

جناب مولوی سعید احمد صاحب کھرٹورا کادی پور ضلع سلطانپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم - السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘ - مزاج شریف -

آپ کا مدرسہ سرائے خام میں ہونا اور مشاغل علمی میں منہمک رہنا موجب اطمینان وسرور ہے اللہ تعالیٰ روز افزوں ترقی عطا فرمائے آمین - میں خیر وعافیت اور آرام واطمینان سے ہوں - مولوی عبدالسمیع صاحب سلطان پوری بھی بخیر وعافیت ہیں سلام مسنون فرماتے ہیں - آپ کو خیال رکھنا چاہیئے کہ کتب درسیہ سب پوری ہوجائیں اور اتباع شریعت واتباع سنت میں عملی پوری جدوجہد رکھنی چاہیئے - اذکار وغیرہ بوقت ملاقات عرض کئے جائیں گے - اخبار سے معلوم ہوتا ہے کہ اب دارالعلوم دیوبند میں پورا سکون ہے اور علمی مشاغل علی اکمل وجوہ جاری ہیں فالحمد للہ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں - میں سب حضرات ارباب فضل واحسان کیلئے دست بدعا ہوں - والسلام -

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ‘ ۷ رجب ۱۳۶۲ھ نینی جیل الہ آباد

مکتوب ۱۳۲

مقدمہ چل رہا ہے - راضی برضاء مولیٰ رہنا وظیفہ عبودیت ہے وھو ما حم بنا من نفوسنا - اتباع سنت اور احیاء شریعت میں کوشاں رہیں - کم از کم دس بے نمازیوں کو نمازی بنائیں اور اس اسکیم کو اطراف وجوانب میں جاری کردیں ہر ایک ممبر اسکیم کا ذمہ دار ہو کہ مردوں اور عورتوں میں سے دس آدمیوں کو نماز کا پابند کردے - رسوم

غیر شرعیہ اور بدعات سے لوگوں کو نفرت دلائیے اور جہاں تک ممکن ہو مشاغل علوم دینیہ جاری رکھئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۵ رشوال ۶۲ھ نینی جیل الہ آباد

مکتوب ۱۳۳

۵ نومبر ۴۳ء کا والا نامہ باعث سرفرازی ہوا مولانا عبد السمیع صاحب کی زیارت آپ حضرات کو حاصل ہو گئی ہو گی۔ ہم سب یہاں بخیر و عافیت ہیں۔ جائداد کا ایسا انتظام کیجئے کہ دیون لازمہ ادا ہو جائیں۔ بیجا رسوم اور مصارف کو اٹھا دیجئے۔ اور معاشی ترقی میں بھی اسی طرح کوشش کیجئے جو کہ دینی ترقی کے لئے لازم ہے لوگوں میں دینی مذہبی بیداری پیدا کیجئے مولانا عبد السمیع صاحب سے بعد از سلام مسنون اسی کی درخواست ہے۔ واقفین پرسان حال اور والد صاحب اور دیگر اعزہ واحباب سے سلام مسنون کہہ دیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۷ ذیقعدہ ۶۲ھ الہ آباد

مکتوب ۱۳۴

مولانا محمد سمیع صاحب چھپیا چھتونہ ضلع بستی کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کا والا نامہ باعثِ عزت افزائی ہوا یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ امام صاحب سے معلوم ہوا کہ

حاشیہ مکتوب ۱۳۴:۔ حضرت شیخ الاسلام نور اللہ مرقدہٗ نے نہ جانے کتنے مدرسے اور دینی مکاتب قائم فرمائے اور سینکڑوں خطوط میں دینی ابتدائی اور انتہائی تعلیم پر زور دیا ہے مگر بعض سر پھروں کو جمعیۃ علمائے ہند کے دینی تعلیمی پروگرام سے اختلاف ہی میں ساری دینی و تبلیغی خدمت نظر آتی اور ڈیڑھ اینٹ کی تعمیر (باقی ص ۳۳۵ پر)

مدرسہ سے متعلقہ میں آپ نہایت تندہی اور جانفشانی سے تعلیمی مشاغل انجام دیتے ہیں۔ اس خبر سے بہت ہی خوشی ہوئی۔ میرے محترم اصلی خدمت دینی یہ ہے کہ انسانوں بالخصوص مسلمانوں کو دینی تعلیم دی جائے اور ان کو صحیح العقیدہ اور صحیح العمل بنایا جائے۔ یہ کام بچوں کے سدھارنے سے جسقدر مفید اور دیرپا ہوتا ہے وہ دوسرے طریقوں سے نہیں ہو سکتا ہے تنخواہ وغیرہ تو ذرائع غیر مقصودہ ہیں۔ مقصد اصلی یہ ہے جو آپ انجام دے رہے ہیں۔ میں امیدوار ہوں کہ آپ کی جفاکشیوں اور جدوجہد میں آئندہ اور ترقی ہوگی۔ کسی قسم کی کسل مندی اور کوتاہی کو پاس بھی پھٹکنے نہ دیجئے اور جملہ کارکن اصحاب اتفاق اور محبت سے رہیئے۔ مقامی حضرات سے کسی قسم کی لڑائی جھگڑا کی نوبت نہ آنے دیجئے۔۔۔۔۔۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، یکم شوال ۱۳۷۰ھ ٹانڈہ

مکتوب ۱۳۵

جناب مولانا عبدالغفار صاحب موضع لساڑھ مظفر نگر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ آپ کا طویل والا نامہ ملا احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی، جی بہت خوش ہوا۔ خواب سب اچھے ہیں اللہ مبارک کرے اور آپ کی دین و دنیا میں مدد فرمائے آمین۔

میرے محترم! بیوی اور بچوں کے حقوق آپ پر واجب ہیں اسی طرح والدین ماجدین کے حقوق اور ان کی خدمت گذاری آپ پر فرض عین ہے ادھر دین کا

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۴ ۔ الگ بناڈالا اور دروغ بر روئے تو کے مصداق بن کر یہ ادعا کہ دینی تعلیمی اسکیم ہماری دماغی اپج ہے اور ہم نے دنیا کو اس راز سے پہلی بار آشنا کیا ہے اور موجودہ دور میں ہمیں نے اسکی ضرورت کو سمجھا۔ وغیر ذلک من الخرافات اللہ رحم فرمائے اور اختلاف کو شیر مادر نہ بنائیے۔

پھیلانا اور لوگوں کی اصلاح کرنا بھی فرض ہے مگر فرض کفایہ ہے اس لئے جب آپ کو والدین ماجدین اور بیوی بچوں کی ضروریات سے فراغت ہو تو تبلیغی کاموں میں لگئے اسی بنا پر تبلیغ کی اسکیم میں سال بھر کے تمام ایام لوگوں سے نہیں لئے جاتے بلکہ خالی اوقات یعنی سال میں ایک مہینہ یا پندرہ دن لیا جاتا ہے۔ ذکر و شغل تو آپ گھر پر اور سفر میں ہر جگہ جاری رکھ سکتے ہیں ذکر کے طریقہ کے متعلق جب آپ کو فرصت ہو مجھ سے مل کر دریافت کیجئے اور اس خط کو یاد دلائیے میں انشاء اللہ بتاؤں گا اس پر عمل درآمد کرتے رہیئے والدین ماجدین کی خدمت گذاری میں ہرگز کوتاہی نہ کیجئے ان کی دعائیں حاصل کیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۲ جمادی الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۱۳۶

مولانا محمد سلیمان صاحب جلمانہ ضلع کرنال کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ آپ کے ہمدردی بھرے الفاظ اور دعاؤں کا شکریہ ادا کرتا ہوں جواب آپ کے سوالات کا اختصار کرتے ہوئے پیش کرتا ہوں۔

(۱) بیشک میں کانگریس کا حامی ہوں۔ اس میں کیا حرج ہے۔ کانگریس ملک کی مشترکہ جماعت ہے۔ اس میں ملک کا ہر ایک باشندہ ممبر ہے اور ہو سکتا ہے۔ ۱۸۸۵ء سے قائم ہے۔ آٹھ یا ۹ اس کے صدر مسلمان ہو چکے ہیں۔ مسلم لیگ، خلافت کمیٹی

حاشیہ مکتوب ۱۳۶:۔ ہم مولانا عبداللہ صاحب کلور کوٹ ضلع میانوالی کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے یہ اہم والا نامہ حاصل کر کے بغرض اشاعت عنایت فرمایا۔ جس طالب علم کا ذکر ہے یہ خانقاہ تھانہ بھون کا طالب علم تھا۔

جمعیۃ العلماء ۱۹۲۰ء سے برابر اس میں شریک ہو کر کام کرنے کی ھدایت کرتے رہے۔ یہ خالص ھندوؤں کی جماعت نہیں ہے۔ ھندوؤں کی خالص جماعت مہا سبھا ہے۔ وہ صرف ہندوؤں کے فریقانہ حقوق کی مطالبہ کرنے والی ہے۔ جس طرح مسلم لیگ خالص مسلمانوں کے حقوق کی ذمہ دار ہے۔ جس طرح میونسپلٹی ڈسٹرکٹ بورڈ، کونسل اسمبلی میں مسلمان ملکی حقوق کی حفاظت وغیرہ کے لئے جاتے ہیں اسی طرح کانگریس میں جانا اور تمام ملک کو انگریزوں سے آزاد کرانا اور اس کے لئے جنگ بقدر طاقت کرنا ضروری ہے اور میں اس کو جہاد اور افضل الجہاد اس وقت سمجھتا ہوں۔

(۲) مولانا اشرف علی صاحب زید مجدہم کے خیال سے ان امور میں صرف میں ہی مخالف نہیں ہوں بلکہ حضرت مولانا شیخ الہند قدس اللہ سرہٗ العزیز بھی خلاف تھے۔ خلافت کی تمام تحریک میں حضرت رحمۃ اللہ علیہ شریک ہونا، جدوجہد کرنا ضروری اور واجب سمجھتے تھے اور مولانا تھانوی اس کو فتنہ وفساد اور حرام سمجھتے رہے۔ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ادنیٰ خادم اور ان کی رائے کا متبع ہوں۔ باوجود اس اختلاف کے میں مولانا تھانوی کا دشمن نہیں۔ ان کی بے ادبی نہیں کرتا ان کو بڑا اور بزرگ جانتا ہوں۔ میرا خیال یہ ہے کہ مولانا اس امر میں غلطی پر ہیں۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے علاوہ کوئی معصوم نہیں۔

(۳) جو قصہ آپ سے خانقاہ کے طالب علم نے دارالعلوم دیوبند کے متعلق بیان کیا وہ اس کی نادانی ہے۔ اگر یہ واقعہ صحیح بھی ہو تو اس نادان کو خبر نہیں کہ دارالعلوم دیوبند پچاس برس سے بہت زیادہ تجاوز کر گیا ہے۔ آج اس کی عمر کا سترسٹھواں سال گذر رہا ہے۔ حضرت نانوتوی کے ارشاد سے سترہ سال زیادہ گذر چکے ہیں۔ خدا کے فضل سے ابھی تک مدرسہ نہایت آب وتاب سے زندہ ہے۔ باقی رہا یہ امر کہ حسین احمد کی وجہ سے مدرسہ کے انعدام کا خطرہ ہے تو حسین احمد صرف ایک نوکر ہے

جس کو مہتمم، ممبران مدرسہ، سرپرست سب کے سب علیحدہ کر سکتے ہیں۔ مدرسہ کا بچانا ان لوگوں کا اولین فرض ہے۔ اگر حسین احمد کے کسی فعل کی بناء پر مدرسہ خطرہ میں ہو تو ان پر فرض ہے کہ حسین احمد کو کان پکڑ کر ذلت اور رسوائی کے ساتھ نکال دیں ان لوگوں کی ذمہ داری ہے۔ قیامت کو یہ سب جوابدہ ہوں گے۔ یہ سب حضرات اجتماعاً یا انفراداً کیوں نہیں حسین احمد کو علیحدہ کر دیتے۔ اگر ایسی صورت میں یہ ذمہ دار حضرات ایسے خطرناک گنہگار شخص کو علیحدہ کر کے مدرسہ کو نہ بچائیں گے تو یہی حضرات مدرسہ کے بگڑنے اور فنا ہونے کے باعث ہونگے۔ جو کچھ ذمہ داری ہوتی ہے وہ آقا پر آتی ہے ملازم پر نہیں آتی۔ آخر ممبر، سرپرست، مہتمم کس کام کے لئے ہیں۔

(۴) روئے زمین پر اور ہندوستان میں سب سے بڑا دشمن اسلام انگریز ہے۔ اس نے جس قدر اسلام کو برباد کیا ہے اور کر رہا ہے اور کرنے کی قوت رکھتا ہے دنیا بھر میں کسی قوم اور کسی ملک نے نہیں کیا۔ ہندو کی دشمنی اس کی دشمنی کے سامنے ایسی ہی جیسا ذرہ پہاڑ کے مقابلہ میں ہوتا ہے اس لئے انگریز کی مدد اور حمایت کرنا کسی حال میں درست اور جائز نہیں سخت حرام ہے۔ کانگریس میں شریک ہونا ہندو کی حمایت نہیں بلکہ ایک مشترک مقصد میں ساتھ ہے۔ جس طرح ایک ریل گاڑی کے ایک ڈبہ میں بیٹھکر ایک ہندو اور ایک مسلمان دہلی کا سفر کرتے ہیں، اسی طرح انگریزوں کی قوت کو ضعیف کرنا ملک سے ان کا اقتدار گھٹانا اور نکالنا، اپنے ملک اور قوم کو آزاد کرانا دار الحتاب کو سخت دشمن سے نکال کر باشندوں کو نجات دلانا جو ہندو قوم کا مقصد ہے یہی مسلمان کا بھی ہے۔ وہی سکھ کا بھی ہے وہی پارسی کا بھی ہے۔ لہٰذا محاذ جنگ اور میدان عمل مشترک ہوگا۔ اس میں ایک کا دوسرے کو مدد کرنا نہیں ہے بلکہ ہر ایک کا مشترک میدان میں اتر کر اپنے اپنے مقصد کو حاصل کرنا ہے۔ جب گاؤں میں آگ لگ جائے تو سب کا فرض ہے کہ اس کو بجھائیں بلکہ مسلمانوں کا فرض اولین

ہے کہ ہندوستان کو آزاد کرائیں۔ (۱) یہ دار الاسلام تھا انگریزوں نے ہجوم کرکے، دار الحساب بنایا۔ مسلمانوں کا فرض ہے کہ ان کو نکالیں۔ (۲) مسلمانوں کو غیر مسلموں کی رعایا بن کر نہ رہنا چاہیئے۔ لن یجعل اللہ للکافرین علی المؤمنین سبیلا۔ (۳) مسلمان بادشاہوں اور حاکموں کو قتل غارت کرکے انہوں نے اس اسلامی ملک پر غاصبانہ قبضہ کیا۔ (۴) ہندوستان کی فوجوں اور خزانوں اور ہتھیاروں سے تمام ممالک اسلامیہ کو برباد کیا اور لاکھوں مسلمان ہر جگہ میں قتل و غارت کئے گئے۔ (۵) مسلمانان ہند کی جان، مال، عزت دین سب کو برباد کر رہے ہیں اور اسی طرح ہمارے غیر مسلم پڑوسیوں کو مسلمانوں پر جس طرح اپنے دین، جان، مال، عزت، اہل وعیال کی حفاظت فرض ہے اسی طرح پڑوسیوں کی بھی خبر گیری اور ہمدردی ضروری ہے اگرچہ وہ غیر مسلم ہوں۔

ہندو اگر جنگ آزادی کر رہے ہیں تو محض ملکی ضروریات کی بنا پر مگر ہمارے لئے تو ملک، دین، سیاست، فقروفاقہ وغیرہ سب اسی کے متقاضی ہیں۔ ہندو اگر ہمارا خون چوسنا چاہتا ہے اور اس کے بعد بھی چین سے نہیں بیٹھ سکتا تو انگریز تقریباً تین سو برس سے ہمارا خون چوس رہا ہے اور باوجود ہر طرح سے ہر ملک میں فنا کردینے کے آج بھی اس کو چین نہیں آیا۔ آج بھی علاوہ ہندوستان کے فلسطین اور سرحد میں ہم کو قتل و غارت کرتا ہے۔ ہندوؤں کو بھی اسی نے ہمارا دشمن بنایا۔ انگریزوں سے پہلے ہندوستان میں اس قدر نفرت نہ تھی۔ تاریخ اور پرانے واقعات شاہد ہیں۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ کوئی بھی آج ان کے اصلی اور سب سے بڑے دشمن کو شکست دیتا ہو تو اس کے ساتھ ہو کر اس دشمن کو اور اس کی قوت کو دنیا سے مٹا دیں۔ آج نہیں بلکہ ہمیشہ سے سب سے بڑی عبادت الٰہی یہی ہے کہ سب سے بڑے دشمن اسلام کے مٹانے میں جس قدر بھی ممکن ہو حصہ لیا جائے قرآن میں ہے قاتلوا فی

سبیل اللہ الذین یقاتلونکم الآیہ۔ قاتلوا المشرکین کافۃ کما یقاتلونکم کافۃ الآیہ.....

پھر میں آپ کو نصیحت کرتا ہوں کہ خبردار خبردار انگریزوں کی ادنیٰ درجہ کی بھی حمایت اور خیر خواہی مددگاری نہ کیجئے یہ دنیا اور آخرت کا وبال ہے۔ ولایتی چیزوں سے خصوصاً کپڑوں سے خود رُکئے اور دوسروں کو روکئے اور جس قدر بھی ممکن ہو مسلمانوں میں اتحاد و تنظیم کیجئے اور گورنمنٹ (برطانیہ) کی قوت کو برباد کرنے کی تدبیر کیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند ۱۵ ر جمادی الاولیٰ ۱۳۴۹ھ۔

مکتوب ۱۳۷

جناب مولانا حکیم عزیز الرحمٰن صاحب پھلتی کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، میں آپ حضرات سے جدا ہو کر بخیر و عافیت کل شب میں ایک بجے فرنٹیر میل سے سہارنپور پہونچا۔ اسٹیشن پر شیخ الحدیث صاحب اور دیگر حضرات ان کے حاشیہ نشین موجود تھے۔

اُجین سے روانہ ہو کر کار نے تقریباً سوا چار بجے اسٹیشن پر پہونچا دیا تھا گاڑی کچھ لیٹ آئی تھی۔ تقریباً ساڑھے پانچ کے بعد وہاں سے روانگی ہوئی تھی، اور سات بجکر دس منٹ پر رتلام پہونچے۔ آٹھ بجے فرنٹیر میل آیا، راستہ میں گرمی خوب رہی مگر میرٹھ سے بارش شروع ہوئی اور اس جگہ تک (جہاں کہ میں مغل سرائے اور بکسر ضلع آرا کے درمیان ہوں) بارش کے اثر سے کھیت بھرے ہوئے دکھائی دیتے ہیں ہوا ٹھنڈی ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ)

میرے محترم! آپ..... نوجوان ہم عمر، دار العلوم کے فرزند ہیں، سب پر اسلام اور مسلمانوں، امت محمدیہ (امت اجابت کی زیادہ اور امت دعوت کی اس سے کم) کی خدمت اہم فرائض میں سے ہے۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض ظاہر

ہے آج ہمارے اور آپ کے سر سے وابستہ ہیں اور چونکہ دشمنان اسلام کے زہریلے آثار امت کو بہت زیادہ برباد کر رہے ہیں اس لئے ہمارے فرائض کی شدت اور بھی زیادہ ہوتی جاتی ہے ایسے وقت میں اپنی نام آوری، اپنی راحت، اپنی شہرت، وجاہت طلبی، زرطلبی وغیرہ کو چھوڑ کر امت کی مخلصانہ اور سچی خدمات انجام دینا اور اس کو ہلاک سے نکالنا اشد ضروری ہے۔

میرے بھائیو! بفضل خداوندی سے آپ چند نوجوان اکٹھے ہو گئے ہیں۔ یہ فرائض اجتماعی حالت میں جس طرح انجام پا سکتے ہیں انفرادی صورت میں نہیں پا سکتے اگر میں تعلیمی خدمات دارالعلوم سے علیحدہ ہو کر انجام دینا چاہوں تو اس کا عشر عشیر بھی نہیں انجام دے سکتا جو آپ دے سکتے ہیں۔ اور اگر سیاسی خدمات جمعیۃ یا کانگریس سے علیحدہ ہو کر انجام دینا چاہوں تو بھی یہی حال ہے۔ میں سب سے علیحدہ ہو کر اپنی شخصی، اخلاقی، نفسانی خدمات بہت زیادہ انجام دے سکتا ہوں مگر عام خلق اور امت محمدیہ کی خدمات یا بالکل نہیں اور اگر سکوں گا یا بہت ہی کم۔

مورث اعلیٰ علیہ السلام کی میراث قسام ازل نے میرے نصیب میں لکھکر کشاں کشاں ایسے ادارہ میں پہونچایا تھا جہاں پر اس مورث اعلیٰ سردار دو جہاں علیہ السلام کی میراث تقسیم کرنے والے تھے۔ ان الانبیاء لم یورثوا دینارا ولا درھما وانما ورثوا العلم فمن اخذہ اخذ بحظ وافر الحدیث۔

اگر خدانخواستہ آپ کو اور مجھکو ایسے اداروں میں پہونچا دیا جاتا جہاں پر دشمنان خدا اور دشمنان رسول کی میراث تقسیم کی جاتی ہے تو جو کچھ بدنصیبی کی حالت ہوتی وہ مخفی نہیں۔ ع "منت شناس ازو کہ بخدمت بداشتت"

میرے عزیزو! اجتماعی کام جس قدر ضرور اور جس قدر زیادہ تر مفید اور موثر ہیں اور تاثیر قومی میں وہ بے مثل بھی ہیں اسی قدر ان میں نفس کشی اور طبیعت کے خلاف

جفائیں جھیلنا بھی ہے۔ قدم قدم پر کانٹے ہیں۔ روڑے اور پتھر ہیں۔ گڑھے اور پہاڑ ہیں، اترنا اور چڑھنا ہے۔ ؎

بھونرا بولے پھول کا کلی کلی رس لے کانٹا لاگے پریم کا تڑپ تڑپ جیو دے

انبیاء علیہم السلام کی زندگی ہمارے سامنے ہے۔ اصلاح خلق اور ہدایت امت حلوائے تر نہیں ہے ٹیڑھی کھیر ہے۔ ؎

ناز پروردہ تنعم نہ برد راہ بدوست عاشقی شیوۂ رندانِ بلاکش باشد

مجکو ہی دیکھئے .... میرے خلاف کیا کیا نہیں کیا گیا اور اب بھی ہو رہا ہے۔ مجکو اگر دنیا اور مال کی فریفتگی ہوتی یا اب ہو تو آج میں کم از کم سات آٹھ سو روپے ماہوار پاتا ہوتا اور ایک یا کئی کوٹھیوں کا مالک ہوتا۔ مجھ پر صدارتِ تدریس اور پرنسپلی کے عہدے مدارس عالیہ سلہٹ اور کلکتہ ڈھاکہ وغیرہ میں پیش کئے گئے اولین تنخواہ صہ؎ پیش کی گئی ۲۵ عہ کا اضافہ سالانہ تجویز کیا گیا مگر میں یہاں پڑا ہوا ہوں۔ مولانا مجھ سے عمر میں چھوٹے ہیں اگر عمر کا لحاظ کروں تو جس طرح میں ان حضرات سے پیش آتا ہوں نہ پیش آؤں۔ میں ان حضرات اور دیگر مدرسین اور اساتذہ کا احترام مثل اپنے اساتذہ کے کرتا ہوں۔ بحمد اللہ مجکو اللہ تعالیٰ نے سادات حسینیہ میں پیدا کیا۔ میرا آبائی خاندان پیرزادوں کا خاندان ہے۔ میرے خاندان کے لوگ اب تک پیری مریدی کرتے ہیں مگر میں اس شرف نسبی کو سراہنا غلط سمجھتا ہوں۔ دوسرے حضرات مدرسین وملازمین کو حقارت سے دیکھنا یا ان کی برابری کا دعویٰ کرنا یا ان سے تعظیم چاہنا یا ان کی گرفتوں پر چیں بجبیں ہونا رذالت اور سفاہت دیکھتا ہوں۔ مجکو بحمد اللہ حضرت قطبِ عالم حاجی امداد اللہ قدس اللہ سرہ العزیز کے یہاں کی گوشہ نشینی نصیب ہوئی تعلیم وتلقین ان سے حاصل کی۔ قطب عالم حضرت مولانا رشید احمد صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز کے در کی خاک روبی نصیب ہوئی۔ انہوں نے

اپنے دستِ مبارک سے میرے سر پر عمامہ باندھ کر فرمایا یہ دستار خلافت ہے۔ حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن قدس اللہ سرہٗ العزیز کی خدمت گذاری اور ان کی عنایات نصیب ہوئیں۔ یہ سب بفضل اللہ تھیں۔ ان کا جمع کرنے والا آج دارالعلوم میں کوئی شخص اوپر سے نیچے تک نہیں ہے۔ مگر میں کیا ان وجوہ کی بنا پر اپنی فوقیت دیکھ کر کارکنان دارالعلوم سے عدم مساوات کا دعویٰ کرنا درست سمجھ سکتا ہوں؟ اور کیا ایسی صورت میں خدمات اسلامیہ انجام دے سکتا ہوں؟ اور کیا یہ امر مجھکو رضوان باری عزوجل کے لئے اہل بنا سکتا ہے؟ مجھکو بفضلہ تعالیٰ بارگاہ نبوت علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی دریوزہ گری اور حاضری سالہا سال تک نصیب ہوئی جس سے بہت سے بلکہ جملہ اراکین وخدام دارالعلوم بظاہر محروم ہیں مگر کیا مجھکو زیبا ہے کہ میں اپنے آپ کو کسی طالب علم دارالعلوم سے بھی افضل واعلیٰ سمجھوں اور ایسے معاملہ کا ان سے خواستگار ہوں؟

میں جانتا ہوں کہ یہ امور کیسے ہی عظیم الشان نظرِ خلق میں شمار کئے جاتے ہوں مگر عند اللہ اعتبار محض اس کی رضا کا ہے اور وہ بے نیاز ہے اور میں ہر وقت اور ہر لمحے میں اس کے فضل وکرم، اس کی خوشنودی کا سخت محتاج ہوں ؎

ایمن مشو کہ مرکب مردان راہ را ۔۔۔ در سنگلاخ بادیہ پیہا بریدہ اند

نومید ہم مباش کہ رندان بادہ خوار ۔۔۔ ناگہ بیک خروش بمنزل رسیدہ اند

ع پیا جس کو چاہیں سہاگن وہی۔

میرے عزیزو! محض خداوند جل وعلا شانہ کے راضی کرنے کی دھن آپ سبھوں میں ہونی چاہیئے اور اس راہ میں اپنے آپ کو اپنی خودی کو اپنی بڑائی کو اپنی راحتوں کو، اپنی نفسانیت کو، اپنی انانیت کو فنا کردو۔ امت محمدیہ کی سچی خدمتیں انجام دو۔ نفس کو جو کہ اعدی العدو ہے مار دو، اللہ تعالیٰ سے غافل مت رہو۔ ایکے

ذکر اور اس کی عبادت میں برابر لگے رہو۔ ۵

یقیں می داں کہ آں شاہ نکو نام، بدست سر بریدہ می دھد جام

مالوہ کے مسلمانوں کی اصلاح اور خدمات حقیقیہ کی صورتیں اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہیں اس کو خوش نصیبی سمجھو۔ یا علی لان یھدی اللہ بک رجلا خیر لک من حمر النعم الحدیث۔

لوگوں کو اللہ سے ملاؤ شیطان سے دور کرو۔ آپس میں اگر اتحاد اور اتفاق سے رہو گے، منافرت اور جاہ طلبی سے بچو گے ہر ایک دوسرے کی مدد کریگا، اور ایک جاں چند قالب بنے گا جس طرح مولانا گنگوہی، مولانا نانوتوی، مولانا محمد یعقوب صاحب مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی، مولانا محمد منیر صاحب نانوتوی، مولانا محمد احسن صاحب نانوتوی قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم العالیہ تھے تو خود بھی کامیاب ہو گے اور امت کو بھی کامیابی نصیب ہو گی۔ ورنہ محرومیت کا عظیم الشان خطرہ سامنے موجود ہے سوچو اور سمجھو۔

تم لوگ ہرگز امت محمدیہ کی خدمت انجام نہیں دے سکتے جب تک کہ اپنے آپ کو شریعت کا پابند اور سنن نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا شیدا، اپنے ظاہر و باطن کو جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا نمونہ نہ بناؤ گے۔ لوگ بغیر اس کے آپکی تقلید کس طرح کریں گے۔

میرے پیارے بھائیو! مجکو یہ سن کر سخت صدمہ ہوا کہ اغیار نے شکایتیں کیں کہ مجامع عامہ میں بیٹھ کے پیچھے آپ لوگ آپس میں ایک دوسرے کی غیبت کرتے ہیں اور برا بھلا کہتے ہیں۔ یہ کس قدر عظیم الشان غلطی ہے اور کیا ایسی صورت میں آپ خدمت امت اور خدمت دین کر سکتے ہیں؟

مجھے اس کا بھی صدمہ ہے کہ جماعات پنجگانہ کی بھی پابندی نہیں ہوتی، شریعت اور سنت کی تابعداری میں کوتاہیاں ہوتی ہیں۔ یہ ہرگز نہ ہونا چاہیئے، ذکر کو کبھی بھی ناغہ نہ کیجئے، پاس انفاس چلتے پھرتے جاری رکھیئے۔ یہ جوانی کی مبارک زندگی بہت غنیمت ہے سب کے سب اس کو ذکر کی خوش رنگیوں سے آراستہ کرو۔

میرے عزیزو! مولانا...... صاحب تجربہ کار، ذی علم، پرہیزگار وہاں کے نشیب و فراز سے واقف، تم سبھوں کے بڑے اور ہمارے خواجہ تاش ہیں، ہم میں اور ان میں قدرے سیاسیات میں اختلاف ہے مگر اور وجوہ سے وہ مجھ سے بالاتر ہیں۔ ان کی بات مانو، اور مشورہ سے، اتفاق و اتحاد سے کام کرو۔ میں ان کو کہہ آیا ہوں انشاء اللہ وہ تم سبھوں کی مشفقانہ رہنمائی کریں گے۔ واللہ معکم اینما کنتم۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۶ ؍ جمادی الاولیٰ ۱۳۶۰ھ

مکتوب ۱۳۸

جناب اسد اللہ خاں صاحب نجراسی بلند شہر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف، آپ کا اس طرح فوراً تشریف لے جانا اور واپس آجانا بالکل خلاف توقع واقع ہوا۔ جس کا وہم وگمان بھی نہ تھا۔ بہت ہی زیادہ آپ نے تکلیف اٹھائی جزاکم اللہ تعالیٰ احسن الجزاء فی الدارین آمین۔

مرسلہ اشیاء حسب تحریر پہونچ گئیں، سنتروں اور اناروں کے پہونچانے کا شکریہ

حاشیہ مکتوب ۱۳۸ :۔ بھائی اسد اللہ خان صاحب محترم کے والد ماجد مرحوم بھی حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھے۔ اس والانامہ میں تاریخ نہیں ہے غالباً جنوری یا فروری حضرتؒ کے سال رہائی کا زمانہ تھا اور اسد اللہ خاں صاحب الہ آباد تشریف لے گئے تھے۔

کس دل اور زبان سے ادا کروں بجز اس کے کہ بارگاہ الٰہی میں استدعائے فائز المرامی اور اپنی رضوان و رحمات غیر متناہیہ سے نوازنے کی کروں اور کیا مجھ عاجز و نابکار سے ہو سکتا ہے۔

آپ نے نہ صرف ان میوہ جات پر خرچ فرمایا ہے بلکہ آمد و رفت میں بھی بہت زیر بار ہوئے ہیں اس لئے میری استدعا ہے کہ آپ مالی بار اپنے آپ نہ اُٹھائیں صرف جسمانی تکلیف فرمائی پر کفایت کریں۔ جو خرچہ آمد و رفت میں ہوا ہو اور جو مصارف ان میوہ جات پر پڑے ہیں ان کو بلا کم و کاست قاری صاحب کو لکھ کر وصول فرمالیں ان کے پاس میرا حساب ہے اور روپئے موجود ہیں۔ جو چیزیں اور مصارف میری طلب پر ہوں ان کا لینا یقیناً ضروری ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ نے نہایت اخلاص اور ہمدردی سے یہ احسان فرمایا ہے مگر قاعدہ یہی ہے کہ طلب پر جو خرچ ہو اس کو ضرور وصول کیا جائے۔ ہمشیرہ محترمہ کے لئے دعا کرتا ہوں اللہ تعالیٰ ان کو صحت اور عافیت کے ساتھ فائز المرام فرمائے آمین۔

نواز صاحب کے یہاں کے حوادث سے رنج ہوا۔ ان کو بعد از سلام مسنون تعزیت اور صبر و شکر کی تاکید فرما دیں اللہ تعالیٰ ان کو صبر جزیل اور اجر جزیل عطا فرمائے آمین!

توکل حسین صاحب کی ملاقات اسپشل تھی۔ ان کو معلوم تھا کہ اب باقاعدہ مہینہ میں ایک ملاقات ہو سکتی ہے اور نہ یہاں مجھ سے باقاعدہ دریافت کیا گیا کہ فلاں شخص مجھ سے ملنا چاہتا ہے تو بھی اس کو چاہتا ہے یا نہیں۔ بوقت ملاقات جب کہ میں نے آفس جیلر سرکل نما کے جیلر سے احتجاج کیا اور کہا کہ آپ نے مجھ سے پوچھا کیوں نہیں میں اپنے لڑکے اور بھتیجے کو لکھ چکا ہوں وہ آئیں گے تو خالی جائیں گے اور بہت زیر بار ہوں گے تو انہوں نے کہا یہ اسپشل ملاقات ہے ہم کوشش کریں گے کہ ان سے

بھی ملاقات ہو جائے اس لئے آپ ان کو لکھ دیجئے کہ اگر فرصت ہو تو اسعد اور مولوی فضل الرحمن اور مولوی حمید الدین تینوں اور اگر ریحانہ کی صحت اور قوت مساعد ہو تو وہ بھی آجائیں۔ اور دس بجے صبح سے گیارہ بجے تک میں دروازہ پر پہونچ کر ملاقات کی عرضی دیں اور اس میں یہ ظاہر کریں کہ ہم فلاں شخص کے رشتہ دار ہیں اور ہمارا رشتہ یہ یہ ہے اس لئے حسب قانون ہماری ملاقات ہونی چاہیئے مولوی حمید بھانجے ہونے کے علاوہ دوسرے رشتوں کو بھی ذکر کریں اور یہ عرضی اندرون دروازہ جو کانسٹبل ہو اس کو دیدیں وہ حسب ضابطہ کارروائی کریگا میں اس سے کہہ دوں گا اور اگر کوئی افسر یہ کہے کہ اس کی ملاقات توکل حسین سے ہو چکی ہے تو یہ کہہ دیں کہ وہ تو اسپیشل ملاقات تھی وہ بغیر بلائے قریب سے آئے تھے ہم تو بلائے ہوئے دُور دُور سے آئے ہیں آپ خود (حسین احمدؒ) سے دریافت کرلیں اور اگر اس پر بھی کوئی چوں وچرا کرے تو کہہ دیں کہ آپ آفس جیلر صاحب سے دریافت کرلیں (میں اُن سے تذکرہ کر چکا ہوں) اور اگر اس پر بھی چوں وچرا ہو تو کہیں کہ اب ہم تو آگئے اور بہت خرچ کرکے آئے ہیں اب ملاقات اگلے مہینہ کے حساب میں کرا دیجئے اس مہینہ میں کوئی ملاقات مت کرائیے گا۔ انشاء اللہ ملاقات ہو جائے گی۔ آپ یہ جملہ تفصیلات مولوی فضل الرحمن کو اپنی طرف سے لکھدیں ان کا پتہ حسب ذیل ہے۔

مولوی فضل الرحمٰن صاحب معرفت شیخ الطاف حسین صاحب ٹھیکیدار جنگلات بمقام چھی پور ضلع گورکھپور۔

حضرت والد ماجد اور والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ اور دیگر متعلقین کی صحت و عافیت معلوم کرکے بہت خوشی اور اطمینان ہوا۔ سب حضرات سے سلام مسنون عرض کردیں۔ پیداوار نیشکر وغیرہ کی حالت سے بھی افسوس ہوا اللہ تعالیٰ دستگیری فرمائے اور تمام آفات ارضی وسماوی سے محفوظ رکھے آمین۔ میں بحمداللہ خیر وعافیت

اور اطمینان و سکون سے ہوں کوئی خاص تکلیف اور شکایت نہیں ہے۔ وللہ الحمد والمنۃ۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ واقفین پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیں میں حسب ارشاد دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ

مکتوب ۱۳۹

والانامہ باعثِ سرفرازی ہوا اور واقعات سے اطلاع ہوئی۔ صاجزادی کے عقد میں جلدی جس قدر بھی ہو سکے کوتاہی نہ فرمائیں اور اس قدر سادگی عمل میں لائیں کہ برادری کے غریب سے غریب آدمی بھی اس پر عمل کر سکیں۔ غیر رسمی طور پر جو کچھ بھی ہو سکے صاجزادی اور داماد کو عطا فرمائیں مگر رسمی طور پر بہت ہی زیادہ سادگی حسب شریعت ہونی چاہیئے۔ ۲۰ ذی الحجہ تک بھی تاخیر نہ ہونی چاہیئے اگر کوئی ایسے اسباب پیش ہیں جن کی وجہ سے مجبوری ہے تو دوسری بات ہے۔

میرے متعلق کچھ نہیں کہا جا سکتا کیونکہ دفعہ ۲۶ بھی آچکی ہے ورنہ ممکن تھا کہ دس ذی الحجہ سے پہلے رہائی ہو جاتی، بہر حال جو کچھ اللہ تعالیٰ کو منظور ہے ہم بندگان خداوندی کو اس پر راضی اور شاکر رہنا چاہیئے اس میں خیریت اور بہتری ہے والدین ماجدین اور دوسرے واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ مولوی عبدالحفیظ جلال پوری نارنول سے کیوں چلے آئے اور پالن پور میں کس تنخواہ پر مقرر ہوئے اور آپ نے ان کے سسرال والوں اور ان کی اہلیہ سے صلح بھی کرادی یا نہیں اگر نہیں کرائی تو آئندہ اس کا خیال رکھئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۰ ذیقعدہ ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۱۴۰

جناب کی مصروفیتیں معلوم ہیں۔ اعذار بھی ظاہر ہیں۔ اس لئے کبھی بھی خطرہ عدم تشریف آوری پر تنقید کا نہیں گذرا۔ صاحبزادہ کی تعلیمی کامیابی سے خوشی ہوئی۔ دعا کرتا ہوں کہ وہ کریم کارساز موصوف کو دین و دنیا کی نعمتوں سے مالامال کرے اور اپنی رضامندی سے نوازے آمین۔

مولانا عزیر گل صاحب کا پتہ میرے پاس اس وقت نہیں ہے۔ مولانا نافع گل صاحب مدرسہ مظہر العلوم محلہ کھڈہ کراچی میں صدر مدرس ہیں، تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ ہے۔ عزیزہ حسانہ اواخر صفر میں بعارضہ چیچک بائیس روز مبتلا رہ کر انتقال کر گئی۔ اس کے آٹھ دس دن بعد ۸ر ربیع الاول کو اس کی بہن پیدا ہوئی جس کا نام صفوانہ رکھا گیا ہے یہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ جب چاہا لے لیا اور جب چاہا دیدیا۔ گھر میں اور متعلقین و پرسان حال احباب سے سلام مسنون کہہ دیں۔ گھر کے چھوٹے اور بڑے آپ کو اور آپ کے متعلقین کو سلام مسنون کہتے ہیں دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۶ر ربیع الاول ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۱۴۱

مولانا عبدالرشید صاحب مجاز حضرت مدنیؒ مبارکپور کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔

آسام سے واپسی پر جو سلسلہ مئو سے بیماری کا واقع ہوا تھا وہ اب تک چلا جاتا ہے۔ اب سفر مدراس وجع الفواد کی طرف بدل گیا۔ وقت واپسی از مدراس

اسی کے معالجہ ڈاکٹری پھر یونانی میں مبتلا ہوں۔ تعلیم و تدریس آمد و رفت وغیرہ معالجین نے بند کر رکھا ہے۔ تقریباً ڈیڑھ مہینہ ڈاکٹری علاج رہا اس سے نفع نہ ہونے کی بنا پر یونانی علاج شروع کیا گیا اب وہی ہو رہا ہے۔ متعدد عاملوں کی تشخیص سے بھی معلوم ہوا کہ سحر کیا گیا ہے چنانچہ ازالہ سحر کے عمل بھی جاری ہیں بحمد اللہ نفع ظاہر ہو رہا ہے کل ۲۰ ربیع الاول سے باہر آنا بھی شروع کر دیا ہے مگر صرف باہر کے صحن تک جہاں عصر کے بعد بیٹھا کرتا ہوں۔ مسجد نہیں جا سکتا۔ امید قوی ہے کہ بفضلہ تعالیٰ ہفتہ عشرہ میں اس کی بھی طاقت اور اجازت آجاتے گی۔ تقریباً دو ماہ بالکل نقل و حرکت بند رہی معالجین کا سخت تقاضہ یہی تھا اور ہے۔ اس مرض کا علاج یہی ہے کہ مکمل آرام کیا جائے اور کسی قسم کی حرکت جسمی بلکہ ذہنی بھی عمل میں نہیں لائی جاتے۔ نہ لوگوں سے زیادہ گفتگو وغیرہ کی جاتے۔ دوائیں اور پرہیز کی کارروائیاں جاری ہیں۔ تعلیمی حرج کی وجہ سے مولانا فخر الدین صاحب سے عرض کیا گیا موصوف نے زحمت فرمائی اور ایک ماہ کی رخصت لے کر دیوبند تشریف لائے اب وہی بخاری شریف کی دونوں جلدیں پڑھا رہے ہیں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے امید قوی ہے کہ ماہ ربیع الثانی کے اوائل میں اس قابل ہو جاؤں گا کہ دروس متعلقہ کو انجام دے سکوں۔ آپ کا ماہ رمضان المبارک کے لئے مبارک پور بہار کا حکم فرمانا عجائب میں سے ہے۔ اب اس مرض کے بعد اولاً کسی دوسری جگہ کا قصد ہی غیر ممکن ہے اور اگر ہو بھی تو اہل گجرات سورت وغیرہ اور اہل بانس کنڈی آسام سب سے زیادہ مقدم ہیں اور سب سے زیادہ تقدم ٹانڈہ کو ہے۔ مکان کی اصلاح اور آبادی وہاں کے رہنے اور وہاں رمضان کے گذارنے پر موقوف ہے۔ وہاں دور کے مہمانوں کیلئے بھی مسافت متوسطہ ہے۔ آپ نے جو مراقبہ کی حالت لکھی ہے بہت مبارک ہے۔ جس قدر ممکن ہو اس میں زیادتی اور دوام عمل میں لائیے۔ اتباع سنت اور شریعت

میں کوتاہی روا نہ رکھئے ؎

اک لمحہ اے غافل تو ازاں ماہ نہ باشی شاید کہ نگاہے کند آگاہ نہ باشی

حضرت شیخ عبدالحق ردولوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

ہر آنکو غافل از وے یک زمانست ہماندم کافر است اما نہان است

مبادا غائبی پیوستہ باشد، درے اسلام بروے لبستہ باشد

دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے والدین ماجدین کی اطاعت اور خوشنودی اور ان کی دعائیں حاصل کیجئے اگر وہ طبیعت کے خلاف بھی کریں تو صبر کیجئے سب سے سلام عرض کر دیجئے۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۳ ربیع الاول ۱۳۷۶ھ

مکتوب ۱۴۲

مولانا عبدالمجید صاحب مبارکپور مونگیر کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ موصول ہوا یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں جو حالتیں بدن میں یا خواب وغیرہ کی پیش آئیں لوگوں سے بیان نہ کیجئے ہاں اگر بے اختیاری طور پر کچھ ظاہر ہو جائے تو مضائقہ نہیں ہے۔ جو حرکات آواز وغیرہ اور درد محسوس ہوتا ہے وہ آثار ذکر کے ہیں مبارک ہوں۔ امید افزا ہیں گھبرائیں نہیں ہاں اگر کوئی حالت غیر قابل برداشت کبھی ظاہر ہو تو پانی پر سورہ فاتحہ گیارہ ۱۱ دفعہ پڑھ کر پھونک کر پی لیا کیجئے انشاء اللہ سکون ہو جائے گا۔ اسم ذات تین ۳ ہزار روزانہ کر لیا کیجئے۔ پاس انفاس مولوی عبدالرشید صاحب بتلادیں گے اس پر عمل کیجئے۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ کیجئے بہار کے دورے میں انشاء اللہ مبارکپور کا خیال ہے۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ
۱۲ نومبر ۱۹۵۶ء

مکتوب ۱۴۳

مولانا محمد ادریس صاحب سرائمیر اعظم گڈھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج مبارک۔

آپ کے مستفسرہ امور کے متعلق میں نے کچھ لکھ کر بھیجا ہے۔ مجھے افسوس ہے کہ انتہائی عدیم الفرصتی اور ہجوم مشاغل کی بنا پر مناسب وقت پر نہ بھیج سکا۔ اور نہ پوری تفصیل لکھ سکا۔ اگر اس میں کوئی خامی یا اجمال یا محل اشتباہ و اعتراض ہو تو مطلع فرمائیں۔ مولانا نجم الدین صاحب کو بھی ضرور دکھلا دیں اگر کوئی بات قابل اصلاح و ترمیم ہو تو اس سے بھی مطلع فرمائیں۔ ۲۸ر مارچ کو اجتماع ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا ہو تو کارروائی سے مطلع فرمائیں۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۰ اپریل ۵۴ء مطابق ۲۷ر رجب ۷۳ھ

حاشیہ مکتوب ۱۴۳

اس والانامہ کا پس منظر مکتوبات جلد سوم کے ابتدائی خطوط سے ظاہر ہوتا ہے ضرور ملاحظہ فرمایا جائے۔ رہ گئی یہ بات کہ اصلاحی کو بھی دکھلا دیں یہ ہمارے حضرت قدس اللہ سرہ العزیز کا خاص کرم تھا کہ اپنے چھوٹوں کو بڑا بنا کر ظاہر فرماتے تھے۔ ورنہ کجا پدی اور کجا پدی کا شوربہ۔

مکتوب ۱۴۴

جناب مولانا محمد یوسف صاحب نظام الدین دہلی کے نام

وما کان قیس ھلکہ ھلک واحد ولکنہ بنیان قوم تھدما

میرے عزیز محترم سلمکم اللہ تعالیٰ ورقاکم علی اعلیٰ درجات الرضوان والقرب، آمین۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ جب کہ میرا قلب ان آرزوؤں اور امیدوں سے بھرا ہوا تھا جن کو میں مولانا محمد الیاس صاحب کی ملاقات سے حاصل کرنیکا شرف حاصل کرتا اور احوال حاضرہ ان کی تقریب کی خوش خبری دے رہے تھے، ناگاہ مایوسی اور حزن وملال سے اخبار انصاری نے یکایک مبدل کر دیا دل پر سخت چوٹ لگی۔ یقیناً مولانا مرحوم کے لئے تو شادمانی کا سامان ہے "الموت جسر یوصل الحبیب الی حبیبہ" "ان اولیاء اللہ لا یموتون بل من دار الی دار ینقلون"

آج مرحوم کے لئے تو حضرات رضوان اللہ علیہم کا سماں ہے جو کہ فرماتے ہیں۔ غدا نلقی الاحبۃ محمدا و.... مگر ہم ناکاروں کے لئے اپنے ظل رحمانی کا اٹھ جانا سخت سے سخت جانکاہی کا موجب ہے۔ جب کہ ہم اجانب اور دور افتادوں کا یہ حال ہے تو مرحوم کے متوسلین اور خصوصی اعزہ اور اشبال کا کیا نہ ہوگا، مگر میرے عزیز حضرات ہم کو ہر قدم پر قرآنی ھدایات اور سنن نبوی اور اسلاف کرام رحمہم اللہ کے طرق کا اتباع کرنا اشد ضروری ہے۔ قدرت کی آنکھیں ہم سے اسی کی طلبگار ہیں۔ "ونبلوکم بالشر والخیر فتنۃ" "ولنبلونکم بشئ من الخوف والجوع ونقص من الاموال والانفس الآیۃ۔ مجکو قوی امید ہے کہ آپ اور دوسرے اعزہ واحباب اس امتحان میں نہ صرف پاس ہوں گے بلکہ اعلیٰ سے اعلیٰ ڈگری حاصل کریں گے مرحوم ہمارے درمیان میں ودائع خداوندیہ میں سے عزیز ترین ودیعت تھے مالک نے ہم سے واپس

لے لیا اس لئے شکر یہ کا موقع ہے نہ کہ حزن وملال کا۔ وما المال والا ھلون الا ودیعۃ ولابد یوماان ترد الودائع۔ میرے عزیزو! اگرچہ ہمارے اسلاف کرام نے منہاج قدیم پہلے سے مشعل کے طور پر مہیا کر دیا تھا مگر مرحوم نے اس کی تجدید اور بہترین تجدید کر دی ہے۔ ہماری جدوجہد اور ہمارا نصب العین وہی ہونا چاہیئے اور آپ کو "بعزام راسخ تھدّ الجبال" میدان میں ڈٹے رہنا چاہیئے اور نعم الخلف کا طرۂ امتیاز حاصل کرنا چاہیئے۔ فما وھنوا لما اصابھم فی سبیل اللّٰہ وما ضعفوا وما استکانوا، الآیہ کا مظاہرہ قول وعمل سے ہمیشہ کرتے رہنا چاہیئے وفقنا اللّٰہ تعالیٰ وایاکم جمیعا لما یحبہ ویرضاہ۔

میں جانتا ہوں کہ میرا کچھ عرض کرنا حکمت بلقمان آموختن ومشعل بآفتاب نمودن کے مرادف ہے اور ممکن ہے کہ خدام بارگاہ کو ناگوار خاطر بھی گذرے مگر حسب ارشاد وذکر فان الذکریٰ تنفع المؤمنین۔ تذکیر کی جسارت کرنا مناسب سمجھتا ہوں۔ حضرت شیخ الحدیث صاحب ادام اللّٰہ ظلہٗ علینا اور اہلیہ محترمہ اور دیگر اعزہ واحباب کی خدمات عالیہ میں بھی تاکید صبر وشکر مع سلام مسنون اور استدعاء دعوات صالحہ پہنچا دیں۔ عظم اللّٰہ اجرکم وغفر ذنوبکم وخلف علیکم بخیر آمین۔ والسّلام۔

دُور افتادہ نیاز مند قدیم چراغ محمد غفرلہٗ ۲۷ رجب ۱۳۶۳ھ

مکتوب ۱۴۵

جناب مسٹر رحمان بخش صاحب قادری لکھنؤ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

مجکو سخت افسوس ہے کہ لکھنؤ سے روانگی کے وقت حاضری اور ادائے واجبات تشکر کا موقع نہ مل سکا۔

آنجناب اور آنجناب کی تمام جماعت (لوکل اتھارٹی) نے جس شرافت اور انسانیت کا مظاہرہ ایام سول نافرمانی میں کیا ہے اور جس ہمدردی اور اعانت کا ثبوت آپ نے سلسلۂ مدح صحابہ (رضوان اللہ علیہم اجمعین) میں پیش کیا ہے ہم سب اہل سنت والجماعت تہ دل سے اس کے شکر گذار ہیں اور دست بہ دعا ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو اس کے صلہ میں فائز المرام فرمائے آمین۔

آنجناب کے شریفانہ جذبات اور اعلیٰ کیرکٹر سے آئندہ بھی قوی امیدیں وابستہ ہیں اور ہم کو نہایت زیادہ امید ہے کہ ان تسلیم کردہ شدہ حقوق کی مثل سابق پامالی آئندہ کبھی نہ ہوگی اور مسلمانوں کو ان کے استعمال کرنے کا جلد جلد موقع ملتا رہے گا۔ بالخصوص پبلک جلسوں کی آزادی میں کبھی بھی کسی قسم کی رکاوٹ حائل نہ ہوگی۔ اور آپ کے زیر سایہ سینوں کو پھولنے اور پھلنے کا موقع ملیگا۔ پھر میں مزید ہدیہ تشکر وامتنان پیش کرتا ہوا رخصت ہوتا ہوں۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ صدر مدرس و پرنسپل دارالعلوم دیوبند ۱۵ صفر ۱۳۵۸ھ

حاشیہ مکتوب ۱۴۵:۔ یہ والانامہ عالی جناب مسٹر رحمان بخش صاحب قادری اسپیشل ڈپٹی کمشنر لکھنؤ کے نام مدح صحابہ کے زمانہ میں تحریر فرمایا گیا تھا۔ اس ایجی ٹیشن کا مفصل ذکر جلد سوم میں گذر چکا ہے وہاں اس کے پس منظر کو ملاحظہ فرمالیا جائے۔

مکتوب ۱۴۶

مولانا محمد ادریس صاحب مہتمم مدرسہ بدر الاسلام بیگوسرائے مونگیر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، ۔ پورنیہ اور بھاگلپور کے سفر میں آپ حضرات سے شرف نیاز حاصل نہ کر سکا افسوس ہے مگر عدیم الفرصتی وغیرہ اعذار بھی اس کے باعث ہوئے۔

جو حالت ملک کی اور بے اطمینانی اور اضطراب وغیرہ کی پیش آرہی ہے سب ہی جگہ درپیش ہے۔ قضاء وقدر کی کارسازیوں میں کیا چارہ ہے۔ ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الآیہ۔

بجز صبر و استقلال والتوجہ والتضرع الی اللہ چارہ ہی کیا ہے۔ رزقنا اللہ وایاکم الہدایۃ والعمل بما یرضاہ آمین۔

جس قدر ممکن ہو حسبنا اللہ ونعم الوکیل کا ورد رکھتے اور لوگوں میں ثبات علی الدین اور صبر و استقلال کی تلقین کرتے رہیئے۔

اذا اشتدت بک البلوی	ففکر فی الم نشرح
فعسر بین یسرین،	اذا فکرتہ فافرح

ذکر اور اتباع سنت میں کوتاہی روا نہ رکھیں ؎

ہر نفس بہرت مسیحائیت حیست	گر نداری پاس او از جہل تست
این چنیں انفاس خوش ضایع مکن	غفلت اندر شہر جاں شایع مکن

مولانا منت اللہ صاحب اور دیگر واقفین پرسان حال سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ نیز طبیب صاحب چلبلی سے بھی سلام عرض کر دیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، ۳ جمادی الثانی ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۱۴۷

جناب حسن میاں فقیہ داؤد ہونی ساؤتھ افریقہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ'۔ نہایت نرمی اور حکمت عملی سے تبلیغ کریں لوگوں کو راہ راست پر لگائیں۔ دین اسی طرح پھیلا ہے۔ اپنی اصلاح بھی ساتھ ساتھ توجہ سے کرتے رہیں۔ وہاں کے ماحول سے خود متاثر نہ ہوں اپنے ماحول سے دوسروں کو متاثر کریں۔ حیات مستعار کو غنیمت سمجھیں ہر لمحہ زندگی کا خدا کی یاد میں اور دین کی خدمت میں صرف کریں۔ موت اور ما بعد الموت کے احوال پیش نظر رکھیں۔ جس قدر معلومات حاصل ہوں اور دوسرے اس سے بے خبر ہوں ان کو بتایا جائے جن کو کلمہ نہ آتا ہو ان کو صحیح طور پر کلمہ اور اس کے معنی بتلائے جائیں وغیرہ یہ سب خدمت اسلام ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۷ رجادی الاول ۱۳۷۳ھ

حاشیہ مکتوب ۱۴۷

خوب بات ہے کہ موت اور موت کے بعد کے حالات پیش نظر رکھے جائیں۔ آج دنیائے انسانیت کا اصلی روگ یہی تو ہے کہ مرنے کے بعد کی زندگی سے دوری اور بے شعوری بڑھتی جارہی ہے جو بالخصوص مسلمانوں کے لئے سب سے بڑی اور بنیادی بیماری ہے۔ جتنا ہی عالم آخرت کا تصور اور شعور قوی ہوگا اسی قدر زندگی سنورتی اور درست ہوتی جائے گی۔ عجیب بات ہے کہ موت میں کسی کو شک اور شبہ نہیں مگر موت کے بعد کی زندگی پر کم ہیں جن کو صحیح طور پر یقین ہے اور اس کے لئے فکر مند ہیں۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسلام کی تبلیغ کی وسعت پر زور دیکر مرنے کے بعد والی زندگی ہی کو پیدا کرنا چاہا ہے۔

مکتوب ۱۴۸

جناب مولانا قاضی محمد زاہد الحسینی شمس آباد ضلع اٹک پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف، میں اس وقت سفر میں ہوں، لاہور اور سہارن پور کے درمیان گاڑی چل رہی ہے۔ ایسے ہی اوقات میں فرصت ملتی ہے۔ پہلا والا نامہ میرے سامنے نہیں ہے یکم ربیع الثانی کا والا نامہ سامنے ہے والدین کی اطاعت ہر اُس چیز میں واجب ہے جو کہ از قسم معصیت نہ ہو۔ لا طاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق۔ نیز والدین اگر غیر مسلم بھی ہوں تو ان کی خدمت گذاری اور حسن معاشرت ضروری ہے۔ وان جاھداک علی ان تشرک بی مالیس لک بہ علم فلا تطعھما وصاحبھما فی الدنیا معروفا۔

اگر خلافِ طبع ابن مفارقت زوجہ کا حکم کریں تو ابن کو زوجہ کا طلاق دینا ضروری ہے جیساکہ حضرت عبداللہ بن عمر کو حضرت عمرؓ نے فرمایا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو باپ کے امتثال حکم کا ارشاد فرمایا۔ بہر حال مکرہ اور منشیط میں والدین کو راضی رکھنا اور خدمت کرنا ضروری ہے۔ الا فی المعصیۃ۔ میں حسب ارشاد دعا کرتا ہوں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۱۴۹

جناب محمد ابراہیم صاحب جادا ضلع سورت کے نام

برادران اسلام صوبہ گجرات و ضلع سورت، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،
میرے علم میں یہ بات لائی گئی ہے کہ صوبہ گجرات اور ضلع سورت میں یہ پروپگنڈا کیا جارہا ہے کہ (مولانا) "حسین احمد (رحمہ اللہ) جمعیت علماء ہند سے بیزار اور علیحدہ ہو چکا ہے"۔ اس لئے میں آپ بھائیوں کی خدمت میں صریح الفاظ میں عرض رہا ہوں کہ اس پروپگنڈہ میں ذرہ بھر بھی سچائی نہیں ہے بالکل غلط افواہ ہے میں اب بھی جمعیۃ علماء ہند کا ممبر ہوں جیسا کہ مالٹا کی واپسی کے بعد سے تھا اور ویسا ہی جمعیۃ کا خادم ہوں جیسا کہ سالہا سال سے چلا آرہا ہوں میں حسب طاقت و ضرورت جمعیۃ علماء ہند کی خدمات انجام دے رہا ہوں اور مسلمانان ہند کے لئے ضروری سمجھتا ہوں کہ وہ فرداً فرداً جمعیۃ علماء ہند کے ممبر بنیں اور اس کی ہدایات پر عمل کرتے ہوئے مسلمانوں کی تقویت اور بہبودی کا ذریعہ ہوں۔ موجودہ احوال اور دور حاضر میں بجز اس کے مسلمانوں کی مشکلات کے حل ہونے کا کوئی دوسرا ذریعہ ہندوستان میں بظاہر نظر نہیں آتا۔ اس لئے سب حضرات کو اس میں زیادہ سے زیادہ شریک ہونا اور تعاون کرنا ازبس ضروری ہے اور یہ عظیم الشان خدمت دینی ہے۔ وعلی اللہ التکلان۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ وارد حال بنگلور مدراس ۱۸ ذی الحجہ ۱۳۷۳ھ

مکتوب ۱۵۰

مولانا احمد اللہ صاحب مدرسہ عربیہ برن پور بردوان کے نام

محترم المقام زید مجدکم، السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ والانامہ مورخہ ۲۵ر اکتوبر باعث سرفرازی ہوا احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ اگرچہ میرا مرض زائل نہیں ہوا مگر تخفیف ضرور ہے روزانہ نقل وحرکت پر سانس چڑھ جاتا ہے۔ آپ حضرات کی دعاؤں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم کا سخت محتاج ہوں۔ مسجد میں نماز جماعت کے لئے جانا شروع کیا تھا سانس چڑھنا معالجین نے دیکھا تو منع کر دیا اور بتاکید کہہ دیا کہ مہمان خانہ میں ہی پنج وقتہ جماعت کیا کرو چنانچہ اسی پر عمل ہے۔ علاج اور پرہیز جاری ہے۔

آپ کے مدرسہ کا دستور اور تفصیلی خاکہ بھی دیکھا بعض چیزوں میں الجھن بھی ہوئی مگر اتنی دوری پر کس طرح گفت وشنید ہو سکتی ہے۔ اگر زندگی ہے اور اجتماع کی نوبت آئی تو دیکھا جائے گا۔ ماشاء اللہ مدرسہ ترقی عمدہ طور پر کر رہا ہے۔ اللّٰھم زدفزد۔

ہمشیرہ صاحبہ کی حج سے بخیریت واپسی پر خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ قبولیت سے نوازے آمین۔ ان کو اسم ذات چھ ہزار یا پاس انفاس تبلادیجئے۔ آپ کے استاد صاحب اگر مداومت ذکر پر کرتے ہیں تو بارہ تسبیح اور پاس انفاس تبلادیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۶ر ربیع الثانی ۷۷ھ دیوبند

مکتوب ۱۵۱

جناب مولانا قاضی زاہد الحسینی صاحب شمس آباد اٹک پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ‘۔ مزاج شریف، میں بحمد اللہ بخیر وعافیت ہوں۔ بفضلہ تعالیٰ نہایت خوش وخرم ہوں کسی قسم کی تکلیف نہیں ہے۔ مجکو اے کلاس دیا گیا ہے۔ کھانے پینے، سونے جاگنے پہننے وغیرہ کی کوئی تکلیف نہیں ہے۔ مقدمہ چل رہا ہے ابتدائی مراحل طے ہو چکے ہیں۔ اب ۲۳؍ جولائی کو بحث اور ۲۵؍ کو فیصلہ ہو جائے گا۔

میرے محترم! لوازم عبودیت میں سے ہے کہ بندہ آقا کے حکم اور اس کی مرضی کا نہ صرف تابع بلکہ اس پر خوش بھی رہے اور منازل عشق میں تو اس کی رضوان اور خوشنودی نصب العین اور مقصود بالذات ہونی چاہیئے۔ پھر اس قلق اور اضطراب کے کیا معنی ہیں؟ عالم اسباب میں فرمادیا گیا ہے اشد الناس بلاء الانبیاء ثم الامثل فالامثل آپ پر لازم ہے کہ اگر مجھ پر کوئی آثار قلق واضطراب کے ظاہر ہوتے تو مجکو نہ صرف صبر بلکہ شکر کی تلقین کرتے من یرد اللہ بہ خیرا یصیب منہ یاد دلاتے، یہاں آپ خود الٹے مضطرب نظر آتے ہیں۔ ملاقات کا ہرگز قصد نہ فرمائیں۔ ہفتہ میں ملاقات ہوتی ہے مگر صرف تین آدمیوں سے بیس۲۰ منٹ مدت مقرر ہے۔ اور ہر ملاقات پر بہت سے آدمی آجاتے ہیں اس لئے بہت سے احباب کو بغیر ملاقات واپس ہونا پڑتا ہے۔ ذکر میں پوری کوشش جاری رکھیں، استقامت کی دعا فرمائیے واقفین پرسان حال سے سلام مسنون کہہ دیجئے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ‘ ڈسٹرکٹ جیل مرادآباد ۲۲؍ جولائی ۴۲ء، ۷؍ رجب ۱۳۶۱ھ

مکتوب ۱۵۲

تعجب ہے کہ آپ الزام بھی فراموشی کا دیتے ہیں حالانکہ آپ کو معلوم ہے میں نہایت ناکارہ نہایت عدیم الفرصت اور نہایت سست اور کسلمند ہوں اور پھر مزید براں اب بہت زیادہ بوڑھا ہو گیا ہوں، پیری و صد عیب چنیں گفتہ اند۔

آپ کے مشاغل علمیہ اور مداومت ذکر سے بہت خوشی ہوئی فللّٰہ الحمد والمنۃ، محترما! اس عمر عزیز کے لمحات کو غنیمت سمجھئے اور ضائع ہونے سے بچائیے ؎

جز یاد دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است ۔۔۔ جز سر حق ہر چہ بخوانی بطالت است

سعدی بشوئے لوح دل از نقش غیر حق ۔۔۔ علمیکہ راہ حق نہ نماید جہالت است

فاغتنم الفرصۃ ولا تغفل واللہ ولی التوفیق رزقنا اللہ وایاکم لما یحبہ ویرضاہ آمین۔ اہلیہ محترمہ اور احباب سے سلام مسنون عرض کر دیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، دیوبند ۲۹ ربیع الاول ۷۵ھ۔

مکتوب ۱۵۳

مولانا علیم اللہ صاحب نور الحسینی گونڈہ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف، والا نامہ مورخہ ۹ جنوری باعث سرفرازی ہوا تھا یادآوری کا شکر گذار ہوں۔ خیر وعافیت معلوم

حاشیہ مکتوب ۱۵۳:۔ سورۂ نازعات کی ابتدائی آیات کی تفسیر شیخ اکبر رحمۃ اللہ وغیرہم کی صوفیانہ تفسیر کے قبیل سے ہے۔ جس کا ثبوت سلف اور خلف دونوں کے یہاں نہیں پایا جاتا ہے مگر ہے بات بڑے کی اس لئے سکوت کرنا پڑا۔ اصلاحی

کر کے خوشی ہوئی۔ ذکر قلبی میں آپ نے لکھا ہے کہ طبیعت بہت گھبراتی ہے اور دنیا بھر کے فاسد خیالات دل میں پیدا ہوتے ہیں۔ میرے محترم یہ تو طبیعت بشری ہے جو کام بھی ابتداء میں کیا جاتا ہے طبیعت اس سے گھبرایا کرتی ہے خصوصاً جو کام اصلاح کا ہو اور شیطان کی خواہشات کے خلاف ہو اس میں طبیعت کا گھبرانا اور نفس پر بوجھ پڑنا ضروری ہوتا ہے مگر استقلال اور مداومت سے آہستہ آہستہ اس میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے اس لئے طبیعت پر زور ڈالئے اور دل لگا کر مداومت کیجئے بچہ کو جب کہ مکتب میں داخل کیا جاتا ہے اور الف با پڑھایا جاتا ہے تو اس کی طبیعت اس سے کس قدر الجھتی ہے اور بچہ کس قدر گھبراتا ہے ہر ایک کو معلوم ہے مگر زور ڈالنے سے رفتہ رفتہ خوگر ہو جاتا ہے اسی کو سورہ والنازعات غرقًا میں ذکر کیا گیا ہے۔ پہلا مرتبہ نازعات غرقًا کا ہے دوسرا مرتبہ ترقی کا والناشطات نشطًا اس میں اس کو نشاط حاصل ہونے لگتا ہے۔ پھر اس کام میں اس کو روانی حاصل ہو جاتی ہے۔ جس کو تیسرا مرتبہ والسابحات سبحًا سے ذکر کیا گیا ہے پھر وہ تیز رو ہو جاتا ہے اور دوڑ لگاتا ہوا دوسروں سے بڑھنے کی کوشش کرتا ہے یہ چوتھا مرتبہ ہے جس کو والسابقات سبقًا میں ذکر کیا گیا ہے پھر وہ اس قدر مشاق ہوتا ہے کہ دوسروں کی رہنمائی کرنے لگتا ہے جو کہ پانچواں مرتبہ ہے جس کو فالمدبرات امرًا میں ذکر کیا گیا ہے۔ ہر قسم کے کمالات انسانیہ میں خواہ دنیوی ہوں یا دینی یہ پانچوں مقامات پیش آتے ہیں بشرطیکہ آدمی جما رہے اور گھبرا کر چھوڑ نہ بیٹھے۔

میرے محترم! گھبرانا نہ چاہیئے اور طبیعت کے خلاف جہاد قائم رکھنا چاہیئے۔ فاسد خیالات کو بقدر امکان دفع کرنا چاہیئے انشاء اللہ کمی ہو جائے گی میں دعاء کرتا ہوں اللہ تعالیٰ آپ کی مدد فرمائے آمین۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ، ۷ رجمادی الاول ۱۳۶۹ھ

مکتوب ۱۵۴

ایک سائل کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج شریف۔

والا نامہ باعث سرفرازی ہوا احوال مندرجہ سے آگاہی ہوئی۔ بال رکھنا یقیناً سنّت نبویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) ہے۔ والد ماجد کی اطاعت بھی ضروری ہے۔ اہلیہ محترمہ کی خواہش بھی جب تک کہ حدود شرع سے باہر نہ ہو پوری کرنی مستحسن اور مطلوب ہے امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ تحب ان اتزین لہا کما احب ان تتزین لی (ترجمہ) میری زوجہ چاہتی ہے کہ میں اس کے لئے زیب و زینت کروں جس طرح میں چاہتا ہوں کہ وہ میرے لئے زینت کرے۔ خلاصہ یہ کہ زینت بھی اول حقوق میں سے ہے جن کا پورا کرنا زوجین پر ایک دوسرے کیلئے مطلوب ہے۔ قرآن شریف میں ہے وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِي عَلَيْهِنَّ۔ اس میں بہت سے مصالح بھی ہیں مگر اسی کے ساتھ اپنے مصلح اور ہادی سے فائدہ اور اصلاح جب ہی ہوتی ہے کہ آدمی اپنے کو اس کے اس طرح سپرد کر دے جس طرح مردہ نہلانے والے کے ہاتھ میں ہوتا ہے (کالمیت فی ید الغسال) نیز یک درگیر محکم گیر پہ عامل ہو یعنی جس شخص کا دروازہ پکڑا ہے اس کو مضبوطی سے پکڑنا چاہیئے۔ آج یہاں کل وہاں نہ ہونا چاہیئے۔

حاشیہ مکتوب ۱۵۴: - اس مکتوب گرامی کا پس منظر اور مکتوب الیہ کا پتہ باوجود سعی بلیغ کے نہیں چل سکا تاہم اتنا ضرور کہا جا سکتا ہے کہ یہ خط دیوبندی کے کسی کے نام ہے یا پھر کوئی اور ہو۔ ہم نے اس خط کو اس لئے درج کرنا ضروری سمجھا کہ حضرت مدنی قدس سرہٗ کی وسعتِ مشرب اور طریقِ سلوک میں کامل دستگاہ، شرائع و مصالح کا لحاظ، جام شریعت اور سندان عشق کا امتزاج آپ کی

بنابریں آپ خود مولانا محمد احمد صاحب موصوف سے ہی رجوع فرمائیں اور عرض کریں کہ حضور میں جناب کے حکم سے سرتابی نہیں کرتا ہوں، مگر بالوں کے رکھنے میں علاوہ سنّت مصطفویہ (علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ) ہونے کے والد ماجد کے حکم کی اطاعت اور اہلیہ محترمہ کی خواہش بھی ہے جس کی وجہ سے بہت سے مصالح دینی اور دنیوی ہونے کی صورتیں ہیں۔ اس لئے اب آپ ان حالات پر غور فرما کر جو حکم مناسب سمجھیں صادر فرمائیں۔ مجھکو قوی اُمید ہے کہ مولانا موصوف اس حکم کو اٹھالیں گے اور اگر چاہیں تو میرا عریضہ بھی مولانا کی خدمت میں پیش کر دیں۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۶۴:۔ زندگی کے وہ حسین عناصر تھے جہاں جمود اور متصوفانہ قسم کی زندگی کوسوں دور تھی اور غلط قسم کی پابندیاں جو مزاج تصوف کے منافی تھیں اک لخت ختم کردی گئی تھیں اور یہ وہی بزرگ کرسکتا ہے جو سلوک و تصوف میں بھی اکمل اور افضل ہو صحاح میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے غریب خانہ پر تشریف لائے وہاں ایک آدمی کے بال پریشان دیکھے فرمایا کیا اسے کوئی ایسی چیز نہیں ملتی جس سے اپنے بال درست کرلے؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا جس شخص کے بال ہوں چاہیئے کہ اس کو اچھی طرح رکھے۔ اسی بنا پر حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ صحابی کبھی ایک دن میں دو بار اپنے بالوں میں تیل ڈالتے کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا تھا کہ بالوں کی عزت کرو۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں اور آنحضرت صلعم ایک ہی برتن سے غسل فرماتے۔ حضرت کے بال اوپر جمّہ کے اور نیچے وفرہ کے تھے۔ جمّہ وہ بال جو مونڈھوں تک ہوں اور وفرہ وہ جو کانوں کی لو تک ہوں اور جو دونوں کاندھوں اور مونڈھوں کے بیچ میں ہوں توان کو لمہ کہتے ہیں۔ اسی روایت سے اور دوسری روایت سے سر کے بال دونوں کانوں سے لیکر مونڈھوں تک رکھ سکتا ہے اور مونڈھوں سے زیادہ لٹکانا مکروہ ہے۔ آیت سورہ بقرہ کی تفسیر میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بھی ارشاد ہے۔ "انی احب ان اتزین لامرأتی کما احب ان تتزین لی وتحبب" فتح البیان صفحہ ۳۶۹۔ چنانچہ امام کرخی رحمہ اللہ وجوب کے قائل ہو گئے ہیں کیونکہ آیت کریمہ صاف بول رہی ہے اور عورتوں کا بھی حق ہے جیساکہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق۔ یہ اور اس طرح کے دوسرے نصوص اور آثار کا ماحصل وہی ہے جو حضرت مدنی قدس سرہٗ العزیز نے اور

اور بعد سلام مسنون عرض کر دیں کہ حسین احمد کہتا ہے کہ ان احوال کے موجود ہوتے ہوئے دور از نصیحت نہ ہوگا کہ بالوں کے کٹانے کا حکم واپس لے لیا جائے اور دوسری طریقوں سے کام لیا جائے۔ والسّلام (مکاتیب شیخ الاسلام) دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۳ ذی الحجہ ۱۳۶۵ھ

مکتوب ۱۵۵

جناب محمد حنیف صاحب لاوڑ ضلع میرٹھ کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ۔ مزاج شریف۔

میرے محترم! آپ کی جوانی کا زمانہ ہے اس عمر میں تھوڑی سی بھی محنت وہ کچھ ثمرات اور نتائج پیدا کرتی ہے جو کہ بوڑھاپے میں بڑی بڑی جانفشانیوں سے بھی نہیں پیدا ہوتے۔ اس لئے اس وقت کو غنیمت سمجھ کر ذکر و فکر میں جہاں تک ممکن ہو مردانہ وار اس کو خرچ کرنا چاہیئے کسل اور تن پروری سے حتی الوسع گریز رکھنا چاہیئے، اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ وہ کریم کارساز کسی کے عمل کو ضائع نہیں کرتا۔ اتباع شریعت میں پوری جدوجہد جاری رکھنی چاہیئے۔

خواب میں جو کچھ دیکھا ہے اس سے مقصود رائج مولود نہیں ہے جس کو شرعاً ناپسندیدہ

بقیہ حاشیہ ص ۳۶۵ :- ابن عباسؓ اور قاضی ابو یوسفؒ، امام کرخیؒ کا ارشاد اور استنباط ہے۔ ہم مولانا سید وحید الفریدی زاد شرفہ کے شکر گذار ہیں کہ موصوف نے اس والانامہ کو حاصل فرما کر۔۔۔ بہت ہی اہم معلومات کا اضافہ فرمایا جس کی ضرورت موجودہ زمانہ میں اکثر پیش آیا کرتی ہے جس میں مفتی اور صوفی صاحبان کے لئے شرائع اور مصالح وغیرہ ادوات فتاوی نویسی اور مسند ارشاد و اصلاح کی جانشینی کے لوازم اور فرائض کا لحاظ ضروری ہے۔ اصلاحی۔

کہا جاتا ہے اس میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت وغیرہ کہاں معلوم ہوتی ہے۔ بلکہ اس سے مقصود اُن کتابوں کا مطالعہ کرنا اور ان کی مندرج شدہ باتوں کی اشاعت ہے جن سے جناب رسول اللہ علیہ وسلم کے صحیح صحیح احوال معلوم ہوتے ہیں اور قلب میں طمانیت اور محبّت پیدا ہوتی ہے۔ اس کی جہاں تک ممکن ہو تبلیغ بھی کیجئے تاکہ لوگوں میں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع کا شوق پیدا ہو۔

جوابات

(۱) دار الحرب کا رہنے والا مسلمان حربی محارب کافر سے دار الحرب میں سود لے سکتا ہے۔

(۲) افغانستان کے لوگ بھی محارب حربی کافر سے یہاں سود لے سکتے ہیں۔

(۳) ہندوستان کا مسلمان امریکہ، انگلینڈ میں سود پر رُوپیہ قرض دے سکتا ہے۔

(۴) زمیندار اگر مسلمان کاشتکاروں سے سود لے گا تو گنہگار ہوگا کیونکہ وہ کافر اور محارب حربی نہیں ہے جسکی اجازت تھی۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۶ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ

حاشیہ مکتوب ۱۵۵:۔ جناب محمد حنیف صاحب محترم نے افسوس کہ اس والانامہ کے سوالات وغیرہ پر کوئی روشنی نہیں ڈالی اس لئے بلا حاشیہ شائع کیا جارہا ہے۔ ایسے لوگوں کو کون سمجھائے نہ وقت ہے کہ پھر استفسار کیا جائے حالانکہ بار بار اعلان وغیرہ کے ذریعہ واضح کیا گیا کہ خطوط کے جواب کے ساتھ سوال بھی ضرور بھیجا جائے۔ دار الحرب وغیرہ پر مکتوبات کی پہلی اور دوسری جلدوں میں کچھ بحث کر دی گئی ہے اس والانامہ کے جوابات سے بھی اہل علم سوالات کو بہت حد تک سمجھ لیں گے۔ میلاد مروجہ پر جلد سوم میں مفصل بحث درج ہے۔

اصلاحی

مکتوب ۱۵۶

جناب مولوی عبدالصمد صاحب مبارکپور مونگیر کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

جو کیفیتیں بدن میں پیدا ہو رہی ہیں نہایت مبارک اور امید افزا ہیں، اللہ تعالیٰ ترقی عطا فرمائے اور پختگی سے نوازے آمین۔ ذکر کے وقت اور دوسرے اوقات میں گریہ کا غلبہ سلسلۂ چشتیہ کی نسبت کا ظہور ہے اللہ تعالیٰ مبارک کرے۔ قلب میں درد ہونا بھی مبارک امر ہے۔ اگر کسی وقت اس قدر بے چینی بڑھ جائے کہ تحمل نہ ہو سکے تو تھوڑے پانی پر سورۂ فاتحہ گیارہ مرتبہ پڑھ کر پی لیا کیجئے۔ انشاء اللہ سکون ہو جائیگا۔ جب بہار کے دورہ کا پروگرام بنے گا اس وقت انشاء اللہ حاضری کی کوشش کروں گا۔ مولانا منت اللہ صاحب کو یاد دہانی کر دیجئیگا۔ تاکہ وہ پروگرام میں خیال رکھیں۔ اپنی کیفیتوں کو جہاں تک ممکن ہو لوگوں پر ظاہر نہ کیجئے۔ اگر بے اختیار طور پر کچھ ظاہر ہو جائے مضائقہ نہیں ہے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ، جمہوسر ضلع بھروچ ۱۲ نومبر ۱۹۵۶ء

حاشیہ مکتوب ۱۵۶ ۔ مولوی عبدالصمد صاحب مبارک پوری کے نام کا ایک خط مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی کے نام جلد چہارم میں غلطی سے درج ہو گیا ہے ناظرین تصحیح فرمالیں گے۔ اس مکتوب گرامی میں بھی ایک بات بڑے ہی کام کی آگئی ہے کہ کیفیتوں کا اظہار نہ کیا جائے بعض لوگوں کا حال ہے کہ ذراسی بات ظاہر ہوئی پیٹ میں گویا قبض پیدا ہو گیا۔ جب کسی سے ظاہر کر دیا قبض جاتا رہا۔ یہی حال کشف کا بھی ہے جو بسا اوقات کسی اور وجہ سے ہو جایا کرتا ہے۔ جیسے ایک عورت کو بڑا کشف ہوا کرتا تھا ایک بزرگ نے فرمایا کہ اس عورت کو دست آور دوا کھلا دیا جائے۔ کھلا دیا گیا کشف بھی بند ہو گیا۔

اصلاحی

مکتوب ۱۵۷

خاکسار مرتب کے نام

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ میں جس وقت گورکھپور سے شاہ گنج واپس ہوا وہ رات کا وقت تھا۔ گاڑی تقریباً چار بجے شب کو اعظم گڈھ پہونچتی ہے اس لئے میں نے اطلاع دینا مناسب نہ سمجھا خورشید امین صاحب کا مرض نہایت خبیث مرض یعنی آکلہ ہے اس کو ڈاکٹر کینسر کہتے ہیں۔ اگرچہ فی الجملہ تخفیف ہے اور اس زمانہ کی تکلیف سے موجودہ تکلیف بہت کم ہے جو کہ تار دینے کے وقت تھی مگر دورہ درد کا نہایت شدید پڑتا ہے دعاء فرماتے رہیں۔

ختم سورہ یٰسین کی آپ کو اجازت ہے پڑھا کریں۔ اس کی ترکیب یہ ہے کہ جمعہ کی شام کو شب شنبہ میں بعد از مغرب یا بعد از عشا بعد از بسملہ لفظ یٰسین گیارہ مرتبہ پڑھ کر بارھویں دفعہ یٰسین سے مبین اول تک پڑھیں پھر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر لفظ یٰسین گیارہ مرتبہ پڑھ کر یٰسین سے دوسری مبین تک پڑھیں پھر اسی طرح ہر مبین پہ پڑھتے رہیں آخری مبین کے بعد ختم سورہ تک پڑھ کر ثواب سلطان اول کو بخشیں۔ اور دعاء کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کے طفیل میں حاجت موجودہ کو پوری کر دے۔ دوسرے دن دوسرے سلطان کے لئے اسی طرح ثواب بخشیں اور دعاء کریں ان کے نام حسب ذیل ہیں۔

حضرت (۱) ابراہیم ادہم، حضرت (۲) بایزید بسطامی، حضرت (۳) قاضی سنجر محمد حسین، حضرت (۴) احمد خضرویہ حضرت (۵) اسمٰعیل سامانی، حضرت (۶) ابوسعید ابوالخیر، حضرت (۷) سلطان محمود غزنوی رحمہم اللہ تعالیٰ

اسی طرح ہمیشہ اس عمل کو جاری رکھیں، انشاء اللہ کامیابی ہوگی۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ دیوبند ۱۲ ربیع الثانی سنہ ۱۳۶۰ھ

مکتوب ۱۵۸

آپ کے ارشاد کے موافق انشاء اللہ جب بھی اعظم گڈھ آنا ہو گا آپ کے وہاں بھی حاضر ہو کر وں گا اگرچہ چند منٹوں یا گھنٹوں ہی کے لئے ہو۔ میں عدیم الفرصت بہت ہوں گھر میں اور جملہ متعلقین سے سلام مسنون کہہ دیجئے، دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیے۔ والسّلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۹ر جمادی الاول ۶۴ھ

مکتوب ۱۵۹

تعجب ہے کہ آنجناب معاف نہیں فرماتے۔

محترما! تدریس اور جلسے دونوں کا جمع کرنا سخت دشوار ہو رہا ہے چوں کہ آپ کا نادر شاہی حکم ہے اس لئے انشاء اللہ ۹ر مارچ کو حاضر ہوں گا۔ غازی پور میں ۶ر ۷ر ۸ر مارچ کو مدرسہ دینیہ .... کا جلسہ ہے اس میں شرکت کا وعدہ کر چکا ہوں وہاں سے حاضری کا شرف حاصل کروں گا۔ (انشاء اللہ) والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ر صفر ۶۴ھ

حاشیہ مکتوب ۱۵۸

حضرت رحمۃ اللہ علیہ تا وصال وعدہ کا ایفا فرماتے رہے بعض وقت تو ۲ بجے رات کو بلے سان وگمان تشریف لائے اور پھر چار سے فارغ ہو کر واپس ہو گئے جس سے اپنی نادانی پر افسوس ہوتا رہا کہ ناحق اصرار کیا گیا۔ ان آنکھوں نے بہتوں کو دیکھا مگر سب اس شیخ کے آگے بھول گئے۔

مکتوب ۱۶۰

این ہم اندر عاشقی بالائے غمہائے دگر

اگرچہ دوسری جگہوں کے پروگرام میں تغیر کرنا پڑتا ہے مگر انشاء اللہ امتثال حکم کیا جائے گا بہتر ہے آپ ۱۰، ۱۱ مارچ ہی رکھیں۔ مولانا محمد طیب صاحب بھی اس پر راضی ہو گئے ہیں ان کا والا نامہ پہونچا ہو گا۔ میرے لئے خرچہ سفر مت بھیجئے بوقت حاضری حساب کر لیا جائے گا۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۸ ربیع الاول ۶۴ھ

مکتوب ۱۶۱

میں دیوبند سے ۳ جولائی کی شام کو ختم بخاری شریف کر دینے کے بعد مع متعلقین روانہ ہوا۔ ۴ کی شام کو لکھنؤ اسٹیشن پر بضرورت شرکت اجلاس صوبہ کانگریس کمیٹی اتار لیا گیا۔ رفقاء اور متعلقین سیدھے اسی گاڑی میں اکبر پور آ گئے اور رات کو ۳ بجے ٹانڈہ پہونچ گئے۔ مجھکو ۷ جولائی کی صبح کو روانگی اور وصولی ٹانڈہ کی نوبت آئی۔ مولانا مسعود علی صاحب اور مولانا سید سلیمان صاحب بھی اسی گاڑی میں ہمراہ تھے جو کہ اعظم گڈھ شبلی منزل کے لئے لکھنؤ سے تشریف لا رہے تھے مجھکو خیال تھا کہ آنجناب کو ان حضرات کی وجہ سے میرے ٹانڈہ پہونچنے کا علم ہو گیا ہو گا مگر کل آپ کے خط سے جو کہ مولوی نصیر صاحب کے نام تھا معلوم ہوا کہ جناب کو ابھی تک علم نہیں ہوا اس بناء پر یہ عریضہ لکھ رہا ہوں میں انشاء اللہ ۵ شوال تک یہاں مقیم رہوں گا۔ والسّلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۱۹ رمضان المبارک ٹانڈہ ۶۷ھ

مکتوب ۱۶۲

محترم المقام زید مجدکم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

حضرت مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوری رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ مجھکو کہیں موجودہ کتب میں نہیں ملا اس لئے ان کا کوئی تفصیلی حال معلوم نہیں ہو سکا۔ مجھکو ان سے شرف ملاقات بھی نصیب نہیں ہوا مگر چونکہ حضرت مولانا محمد مظہر صاحب نانوتوی صدر مدرس مدرسہ مظاہر العلوم کے ہمعصر ہیں اس لئے ان کے اساتذہ بھی غالباً مولانا مملوک علی صاحب مولانا رشید الدین صاحب دہلوی مفتی صدر الدین صاحب دہلوی مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ ہوں گے (واللہ اعلم) موصوف لاہور اورنٹیل کالج میں مدرس ہو گئے تھے وہیں ان کی عمر کا بڑا حصہ گذرا ہے اور ان سے فیضیاب اکثر اسی طرف کے لوگ زیادہ ہوئے ہیں۔ حضرت مولانا تھانوی رحمۃ اللہ علیہ حضرت قطب عالم حاجی امداد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ العزیز کے خلفاء کو ذکر فرماتے ہوئے شمائم امدادیہ ص۲۶ میں ذکر فرماتے ہیں۔

"وجناب ادیب اریب فقیہ لبیب محدث اجل مفسر ابجل فاضل حضرت استاذی الحافظ الحاج مولانا فیض الحسن السہارنفوری ادامہ اللہ سبحانہ بافاداتہ وافاضاتہ" (امداد المشتاق ص۲۰۲)

حاشیہ مکتوب ۱۶۲۔ استاذی المحترم حضرت مولانا الحاج علامہ حمید الدین فراہیؒ صاحب تفسیر نظام القرآن مولانا فیض الحسن صاحب سہارنپوریؒ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔ آپ نے اپنے استاد کے دیوان فیض عربی کو چھپوا کر شائع کیا ادب عربی کا ذوق اور قرآن مجید کے نکات اور لطائف میں مولانا فراہی آپ اپنی نظیر تھے۔ آپ کی تصنیفات عربی میں شائع ہیں۔ ممالک عربیہ کے اُدباء اس ہندی نژاد کی عربیت پہ مسحور ہیں۔ متاخرین میں حضرت شاہ ولی اللہؒ اور مولانا فراہیؒ سے بہتر عربی لکھنے والا ہندوستان پیدا نہ کر سکا۔ یہ میرا عقیدتمندانہ فیصلہ نہیں ہے۔ "ہاتھ کنگن کو آرسی کیا ہے"

دہلی میں عربک اسکول جو کہ کمپنی کی زیر نگرانی ۵۷ء سے پہلے قائم تھا اس سے اکثر حضرات مستفید ہوئے ہیں اسی کے صدر مدرس مولانا مملوک علی قدس اللہ سرہ العزیز تھے۔ دہلی میں اس زمانہ کے اساتذہ فنون و علوم حضرت شاہ عبد العزیز قدس اللہ سرہٗ العزیز کے تلامیذ مفتی صدر الدین صاحب صدر الصدور، مولانا رشید الدین صاحب اور ان کے صاحبزادہ مولانا سدید الدین صاحب مولانا فضل حق صاحب خیر آبادی حضرت شاہ محمد اسحٰق صاحب حضرت شاہ عبد الغنی صاحب معروف و مشہور تھے یہ حضرات بطور خود تعلیمات میں مشغول رہتے تھے اور بعض بعض کسی نہ کسی مدرسہ میں تعلیم دیتے تھے۔ نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم کی کتاب اتحاف النبلاء وغیرہ سے کچھ پتہ چل سکیگا۔ (واللہ اعلم) آزادئ ہند کے متعلق ان حضرات سے کوئی تفصیل بجز اسکے کہ یہ سب حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب اور سید احمد صاحب شہید بریلوی کے ہمعصر اور خاندان ولی اللہی کے خوشہ چیں ہیں وہی خیال رکھتے ہوں گے جو کہ حضرت شاہ محمد اسمٰعیل صاحب شاہ محمد اسحٰق صاحب رحمہم اللہ تعالیٰ اور ان کے تلامیذ حضرت نانوتوی اور حضرت گنگوہی رحمہم اللہ تعالیٰ کا تھا۔ واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۲۸ ربیع الثانی ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۱۶۳

محترم المقام زید مجدکم ..... میں بسلسلۂ علاج بجلی مظفر نگر میں تقریباً سوا مہینہ مقیم رہا بفضلہ تعالیٰ اس سے فائدہ ہوا تقریباً ۳/۴ مرض جاتا رہا۔ جب عزیزہ کے انتقال کی خبر پہونچی تھی وہ میری شش سالہ بچی حسانہ تھی چیچک میں مبتلا ہو کر انتقال کر گئی اس کے انتقال کے آٹھ دس روز بعد اللہ تعالیٰ نے ایک بچی عنایت فرمائی وہ بخیریت ہے۔

مولانا احمد علی صاحب سہارنپور کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

واما مولانا احمد علی بن الشیخ لطف اللہ المعروف بہ پیر بتھو بن الشیخ محمد جمیل المعروف بالشیخ جوہرامین بن الشیخ صدر الدین بن شیخ الاسلام ابی سعید الانصاری حافظ القرآن والحدیث لم یشتغل بالعلوم من صباہ بل کان رحمہ اللہ فی صباہ مشتغلا باللعب مع الحمام وامثالہا فارسل الیہ فقیہ سہارنپور مولانا سعادت علی رجلا لیسألہ عن معانی لبعض الالفاظ فلم یقدر علی جوابہا فغلب علیہ العار وھارب من سہارنپور الی بلدۃ میرٹھ فحفظ ھناک القرآن وکان عمرہ اذ ذاک قریبا من ثمانی عشرۃ سنۃ ثم رجع الی سہارنپور وبداء الکتب العربیۃ الابتدائیۃ علی

.... آپ کو بچپنے میں علوم سے دلچسپی نہ تھی بلکہ جو زمانہ تحصیل علم کا ابتدائی ہوتا ہے اس میں کبوتر بازی وغیرہ زندگی کا مشغلہ رہا۔ فقیہ سہارنپور مولانا سعادت علی نے ایک شخص کو بعض الفاظ کے معانی پوچھنے کے لئے آپ کے پاس بھیجا آپ میں جواب کی قدرت نہیں ہوئی اس شرمندگی کی وجہ سے سہارنپور سے بھاگ کر میرٹھ پہونچے وہاں قرآن مجید حفظ کیا اس وقت آپ کی عمر ۱۸ سال کے قریب تھی اس کے بعد سہارنپور واپس آکر عربی کی ابتدائی کتابیں مولانا سعادت علی مرحوم سے شروع کر دیں۔ پھر تمام کتب درسیہ دہلی کے مشائخ بالخصوص

فقيه البلدة مولانا سعادت على المرحوم ثم
قرء الكتب الدراسية كلها فى بلدة دهلى
عن مشائخ الوقت سيما الشيخ العلامة
مملوك على رئيس المدرسين بالكلية العربية
الانكليزية بدار السلطنة دهلى وهو من
تلامذة مولانا رشيد الدين خان
الدهلوى وهو من ارشد تلامذة
الشيخ الاجل الاكبر مولانا الشاه عبد العزيز
بن الشاه ولى الله الدهلوى المرحوم - ح
وقرء مولانا احمد على المرحوم عن مولانا وصى
الدين السهارنپورى واخذ كتب الحديث
عن العلامة الشهير فى الآفاق مولانا الشاه
محمد اسحق الدهلوى فى البلدة الطاهرة
مكة المكرمة ثم بعد الفراغ عن العلوم
اشتغل بالتدريس برهة من الزمان ثم
اجرى المطبعة الاحمدية بدهلى وطبع
فيها كتب الحديث وحلاها بالحواشى
المفيدة سيما الصحيح البخارى فحشاها باحسن
التحشية المفيدة الاخمسة اجزاء من
الآخر فاكملها بامره رئيس المتكلمين رأس
الافاضل حضرة العلامة ذو المفاخر مولانا

مولانا مملوک علی صاحبؒ جو دہلی میں انگریزی کالج کے
پرنسپل تھے جو مولانا رشید الدین خاں دہلوی کے شاگرد تھے
مولانا رشید الدین خاں شاہ عبد العزیزؒ کے شاگرد تھے) ان سے
پڑھیں۔

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

- - - - - - - - - - - - - -

نیز مولانا احمد علی سہارنپوریؒ نے مولانا وصی الدین
سہارنپوری سے بھی تحصیل علم کیا اور حدیث کی تمام
کتابیں مولانا شاہ محمد اسحق دہلویؒ سے مکہ مکرمہ میں
اجازت حاصل فرمائی۔ بعد فراغت علوم وفنون تھوڑے
زمانہ تک تدریسی خدمت انجام دی اس کے بعد مطبع
احمدیہ دہلی میں قائم کیا اور اس میں حدیث کی کتابوں کو
بہترین اور مفید حواشی کے ساتھ چھاپا خصوصاً صحیح
بخاری ۲۵ پارے اور بقیہ آخر کے ۵ جزء کی تکمیل
متکلم اسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی نے فرمائی
اس کے علاوہ بہت سے رسائل الگ الگ لکھے جن میں
"الدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدی"
مشہور ہے غدر ۱۸۵۷ء کے بعد آپ اپنے وطن سہارنپور
واپس آ کر مدرسہ مظاہر العلوم میں درس حدیث

محمد قاسم النانوتوی رئیس الجامعة القاسمیة	دیتے رہے اور پھر ۱۲۹۷ھ میں آپ نے وفات پائی۔
بدیوبند - والف رسائل مفردة منها	- - - - - - - - - - - - -
الدلیل القوی علی ترک القراءة للمقتدی	- - - - - - - - - - - - -
وبعد فتنة الغدر رجع الی وطنه بسهارنفور	- - - - - - - - - - - -
واشتغل بتدریس الحدیث فی المدرسة	- - - - - - - - - - - -
العلیة مظاهر العلوم وتوفی فی ستة	- - - - - - - - - - -
خلت من اول الجمادین سنة سبع وتسعین	- - - - - - - - - - - -
بعد مائتین والف وکان قریبا من اثنین	- - - - - - - - - - - -
وسبعین سنة (مقدمہ اوجز المسالک بتغیر ص ۴۵)	- - - - - - - - - -
واما ترجمة مولانا خلیل احمد المرحوم	مولانا خلیل احمد مرحوم جن کی کنیت ابوابراہیم اور
فهو الحافظ الحاج مولانا ابو ابراهیم خلیل احمد	سلسلہ نسب خلیل احمد بن شاہ مجید علی بن شاہ احمد علی
بن الشاه مجید علی بن الشاه احمد علی بن الشاه قطب علی الایوبی	بن شاہ قطب علی ایوبی ہے۔ آپ نسباً انصاری تھے
الانصاری نسباً الانبهٹوی وطناً	وطن مالوف انبیٹھ اور جائے اقامت سہارنپور تھی۔
السهارنفوری اقامة اسمه مغن عن تعدید	آپ ۱۲۶۵ھ اواخر صفر میں پیدا ہوئے اور ابتدائی
اوصافه ولد رحمه الله تعالی فی اواخر	کتابیں اپنے چچا انصار علی وغیرہ علماء شہر سے پڑھیں
صفر سنة ۱۲۶۹ھ وقرء مبادی العلوم	اور اکثر کتب درسیہ مدرسہ مظاہر العلوم میں وہاں
العربیة علی عمه الشیخ انصار علی وغیره	کے مدرسین سے تحصیل کی۔ حدیث شریف
من علماء بلده وقرء اکثر الکتب الدرسیة	تمام تر راس المتکلمین مولانا شیخ محمد مظہر مرحوم سے جو
فی المدرسة العلیة مظاهر العلوم علی	مظاہر العلوم کے صدر مدرس تھے پڑھا اور شیخ محمد
مدرسیها واخذ علم الحدیث کله عن العارف	مظہر مرحوم نے علوم وفنون مولانا مملوک علی صاحب و
بالله راس المتکلمین فخر المحدثین مولانا	مولانا صدر الدینؒ و مولانا رشید الدینؒ سے پڑھا تھا

الشيخ محمد مظهر صدر المدرسين
بالمدرسة المذكورة والشيخ
محمد مظهر المرحوم اخذ العلوم
من الشيخ الاجل استاذ المشائخ
الكرام مولانا مملوك على النانوتوي
ومولانا الشيخ صدر الدين
صدر الصدور فى دهلى ومولانا
الشيخ رشيد الدين الدهلوي
وقرء بعض كتب الحديث
على المحدث الاكبر الشيخ الاجل
الشهير فى الآفاق مولانا الشاه
محمد اسحق رحمهم الله تعالى
وفرغ مولانا خليل احمد المرحوم
من تحصيل العلوم من المعقول
والمنقول سنة ثمان وثمانين
بعد الف ومائتين من الهجرة
واخذ خرقة السلوك وتحلى
بحلية الاجازة سنة سبع
وتسعين عن القطب الارشاد
المحدث الگنگوهى ولم يزل طول
عمره مشتغلا فى افادة

البتہ بعض کتب حدیث
کو حضرت شاہ محمد
اسحٰق رحمہم اللہ سے
بھی پڑھا، مولانا خلیل
احمد مرحوم نے علوم
عقلیہ و نقلیہ سے
۱۲۸۸ھ میں فراغت حاصل
کی اور ۱۲۹۷ھ میں بیعت
و اجازت حضرت
قطب الارشاد مولانا
رشید احمد گنگوہی
(رحمۃ اللہ علیہ) سے
حاصل ہوئی، اس کے
بعد عمر کا زیادہ حصہ
علوم ظاہری و
باطنی کی خدمت، تدریس
اور افتاء کے منصب
اور تصانیف میں گذرا
اور سات بار حج بیت اللہ
الحرام کی سعادت
نصیب ہوئی۔

العلوم الظاهرية
والباطنية والتدريس
والافتاء والتاليف
والتصنيف وتشرف بحجة
بيت الله الحرام سبع مرات
آخرها في شوال سنة
اربع واربعين بعد ثلث مأة والف من الهجرة
فلم يرجع بعد ذلك الى الهند
والقى رحله ببلدة الحبيب
الامين (عليه الصلوة والسلام)
وهناك لبى داعى الله سبحانه
بعد العصر من يوم الاربعاء
لست عشرة من اخرى الربيعين
سنة ست واربعين بعد ثلثمائة
والف من الهجرة ودفن بالبقعة
الطاهرة من بقيع الغرقد الذى
مدافن اهل بيت النبى الكريم
عليه وعلى آله الف الف صلوة وتسليم
رضى الله عنه وارضاه ونور الله
مرقده من المؤلفات الشهيرة الخ

(مقدمہ اوجز المسالک ص۳۰ بتغیر ما)

آخری حج شوال
۱۳۴۴ھ میں ہوا، جسکے
بعد پھر ہندوستان
واپسی نہیں ہوئی
بلکہ ۱۳۴۶ھ بقیۃ الغرقد
میں جو مدفن اہل بیت
کرام ہے، ہمیشہ کے
لئے میٹھی نیند سو
رہے۔

نور اللہ مرقدہ

مکتوب ۱۶۴

(۱) حضرت امام المحدثین والمفسرین شاہ عبدالعزیز صاحب دہلوی قدس اللہ سرہ العزیز جن کی وسعت نظر اور تحقیق مسلمات میں سے ہے تفسیر سورۂ قدر میں ارشاد فرماتے ہیں "و نیز باید دانست کہ بعضے از مفسرین قدر را بمعنی تقدیر گرفتہ اند و گفتہ اند کہ دریں شب ارزاق و آجال و مصائب و امراض و اعمال و دیگر حوادث عالم کون و فساد مقدر می شود و از لوح محفوظ بملائکہ نسخہائے امور متعلقہ بآنہا نقل کردہ حوالہ میگردد تا بر طبق آن در تمام سال عمل نمایند لیکن اصح آنست کہ ایں تقدیر در نصف شعبان است کہ آن را شب برات نامند اگرچہ بعضے از تابعین چنیں گفتہ اند کہ نقل نسخہا دراں شب شروع می شود و دریں شب بمتصدیاں تسلیم می نمایند پس ابتدائے تقدیر در شب برات است و انتہائے آں دریں شب و تحقیق ہمان است کہ مذکور شد"

حاشیہ مکتوب ۱۶۴ :- سیدی دام فیضکم السّلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ - مندرجہ ذیل سوالات لائق توجہ سامی ہیں۔

(۱) لیلۃ القدر اور لیلۃ البرأۃ کی تحقیق حضرت اقدس کے نزدیک کیا ہے؟

(۲) ناچیز پہلے حضرت مولانا سید محمد امین رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت تھا آپ کے وصال کے بعد نصیر آباد وغیرہ کے اطراف سے بہت لوگوں کے دستخطی خطوط آئے کہ تم آکر سید صاحب کے راستہ پر لوگوں کو چلاؤ اور بیعت کرو۔ ناچیز کو کیا حکم دیا جاتا ہے -؟

(۳) مرشدی! خلاف شریعت دیکھکر نہ تو خاموش رہا جاتا ہے اور نہ کسی طالب راہ سلوک کی جائز خواہش کو پورا کرنے کی اہلیت ہے اور نہ اجازت حاصل ہے آخر کیا کروں؟

مذکورہ بالا جوابات شرف صدور ہوئے جن سے یہ بات واضح ہوتی تھی کہ میں نصیر آباد وغیرہ جاکر کام کیا کروں مگر مجکو شرم محسوس ہوتی نہیں گیا اور لوگوں کو لکھ دیا کہ وہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے

(باقی صفحہ ۳۸۰ پر)

دوسری جگہ اسی سورت کی تفسیر میں فرماتے ہیں۔

"وشبِ مبارک کہ نزد اکثر علماء عبارت است از شب برات کہ پانزدہم شعبان است" اس سے صاف ظاہر ہے کہ سورہ دخان کی شب مبارک سے مراد لیلۃ البرأۃ ہی ہے اور یہی امر راجح اور قوی ہے۔

(۲) بیعت توبہ اور بیعت ارشاد میں فرق ہے۔ بیعت توبہ یہ ہے کہ کسی شخص کو الفاظ توبہ تلقین کرائے جائیں اور اس کے ساتھ ساتھ الفاظ ایمان کہلوائے جائیں اور اس کو اتباع شریعت کی تاکید کر دی جائے۔ یہ امر ہر اُس شخص کے لئے صحیح ہے جو کہ عالم باعمل ہو خواہ اس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کی ہو یا نہ۔ خواہ اس نے سلوک تصوف طے کیا ہو یا نہ۔ خواہ اس کو مرشد سے اجازت تسلیک ہو یا نہ۔ اور بیعت ارشاد اُس شخص کا حق ہے جس نے کسی مجاز طریقت کے ہاتھ پر بیعت کرنے کے بعد منازلِ سلوک طے کر کے ملکہ یادداشت حاصل کر لیا ہو اور مجاز تسلیک ہو گیا ہو۔

(۳) یہ علامت قوۃ ایمانی کی ہے مگر اسی کے ساتھ ساتھ اخلاق نبوی (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) کا اختیار کرنا اور اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّکَ الآیۃ پر عمل پیرا

(بقیہ حاشیہ صـ۳۷۹) والبستہ ہوتے رہیں۔ کیونکہ بلاریب اس آخری صدی میں ہندوستان کے پورے علاقہ میں اس شان کا کوئی بزرگ پیدا نہ ہو سکا ہے آئندہ کا علم خدا ہی جانے۔

حضرت رحمۃ اللہ علیہ پر اپنے اساتذہ ومشائخ بالخصوص حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحؒ کی تحقیقات کا ایسا غلبہ ہے کہ سوال حضرت کی تحقیق کا ہے اور جواب میں حضرت شاہ صاحبؒ کی تحقیق دربارہ لیلۃ القدر ولیلۃ البرأۃ پیش فرمائی جاتی ہے گویا یہی حضرت کا بھی خیال تھا۔ ناچیز سورہ دخان وغیرہ کی آیات سے بوجوہ لیلۃ القدر ہی سمجھنے پر مجبور ہے۔ اگرچہ مفسرین میں سے بعض دوسری طرف گئے ہیں۔ شاہ صاحبؒ کی بعض قرآنی تحقیقات اسرائیلیات کا شکار ہو گئی ہیں جو اہل نظر سے مخفی نہیں۔

ہونا بھی ضروری ہے تاکہ مخلوق کی ہدایت ہو اور ارشاد یا علی لان یہدی اللہ بک
رجلا خیر لک من ان تکون لک حمر النعم کا امتثال ہو کوشش کیجئے۔ والسلام
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ یکم ذی الحجہ ۱۳۶۹ھ دیوبند

مکتوب ۱۶۵

ذکر اور اپنی اصلاح کی فکر موجب شکر ہے اس میں جس قدر بھی تعمیر اوقات ہو
جد و جہد جاری رکھیں عمر عزیز کے گرانمایہ لمحات کو ضائع نہ ہونے دیں۔ ع
"من نہ کردم شما خذر بہ کنید"
جس قدر بھی تعمیر اوقات بالعبادات والاذکار ہو رہی ہے اس پر شکر کرتے رہیں
قرآن مجید کا شغف بہت ہی مبارک ہے اللّٰھم زد فزد۔ شہر میں جو درس التزام کے
ساتھ جاری کیا گیا ہے بہت غنیمت اور امید افزا ہے لَئِنْ شَکَرْتُمْ لَاَزِیْدَنَّکُمْ
کا خیال رکھئے۔ والسلام۔
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۴ محرم ۱۳۷۰ھ

مکتوب ۱۶۶

حجرہ میں منتقل ہونے سے خوشی ہوئی اللہ تعالیٰ مبارک فرمائے اور اپنی رحمتوں
سے نوازے آمین۔ خواب جو کچھ ہیں مبارک اور امید افزا ہیں ذکر میں کوتاہی کو روا نہ
رکھئے۔ کوئی عبادت ایسی نہیں ہے جس میں تقیدات نہ ہوں مگر ذکر کے لئے کوئی
قید نہیں ہے اور اکثار جس قدر بھی ممکن ہو مطلوب ہے۔ والسلام
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۲۹ ذیقعدہ ۱۳۷۲ھ

مکتوب ۱۶۷

آپ میرے تار پر ٹانڈہ تشریف لائے میں سفر خرچ دینا بھول گیا تھا اسلئے یہ عنہ ۲۰؍ ارسال ہیں قبول فرما کر ممنون فرمائیے۔ والسلام

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ ۹؍ ربیع الاول ۱۳۷۵ھ

مکتوب ۱۶۸

قنوت نازلہ کے لئے الفاظ مخصوص نہیں تھے حسب نازلہ اور حسب حضور قلب الفاظ استعمال کئے جائیں میں نے مندرجہ ذیل الفاظ اس زمانہ میں اختیار کئے ہیں۔

اللّٰھم اھد نا فیمن ھدیت وعافنا فیمن عافیت وتولنا فیمن تولیت وبارک لنا فیما اعطیت وقنا شر ما قضیت فانک تقضی ولا یقضی علیک وانہ لا یذل من والیت ولا یعز من عادیت تبارکت ربنا وتعالیت نستغفرک ونتوب الیک اللّٰھم اعل کلمۃ

حاشیہ مکتوب ۱۶۷: ۔ ٹانڈہ سے تار پہونچا کہ تو آجا۔ حاضر ہوا پھر چلا آیا۔ نہ سفر طویل اور نہ اٹھانے کیلئے کوئی مجبوری۔ آمدورفت میں بفراغت پانچ روپیہ میں کام چل جاتا ہے مگر اس ناچیز پر غیر معمولی شفقت کا تھوڑا سا اندازہ اس مکتوب گرامی سے ہو جاتا ہے۔ نہ جانے حضرت نے ہم جیسوں کے ساتھ کیا کچھ نہیں کیا ہے جو تصور سے باہر ہے یہ ناچیز تو انہی کا آزاد کردہ غلام ہے۔

حاشیہ مکتوب ۱۶۸: ۔ ہندوستان کی آزادی سے پہلے قنوت نازلہ میں یہ عبارت ہوتی تھی۔ اللّٰھم انصر مسلمی وزیرستان وفلسطین واخذل اعداءھم الانکلیز اعداءنا اعداءک اعداء الدین۔ سکھ اور مشرکین کا نام نہیں ہوتا تھا بعد کو انگریز حذف ہو گیا۔ قنوت نازلہ ہی سے حضرت کے تاثرات کا اندازہ ہو جاتا ہے۔

الاسلام والمسلمین۔ (۳ بار) وانجز وعدک وکان حقا علینا نصر المؤمنین۔ اللّٰھم اخذل السلک والمشرکین اعداءنا اعداءک اعداء الدین۔ اللّٰھم زلزلھم۔ اللّٰھم شتت شملھم اللّٰھم فرق جمعھم اللّٰھم اھلک اموالھم اللّٰھم فل حدھم اللّٰھم اھزم جندھم، اللّٰھم الق الرعب والفشل والاختلاف بینھم اللّٰھم انا نجعلک فی نحورھم ونعوذ بک من شرورھم (۳ بار) اللّٰھم خذھم اخذ عزیز مقتدر (۳ بار) اللّٰھم لا تعاملنا بما نحن اھلہ وعاملنا بما انت اھلہ انت اھل التقویٰ واھل المغفرۃ واھل العفو والکرم والجود والاحسان وصلی اللّٰہ علی احب خلقہ الیہ سیدنا ومولانا محمد والہ وصحبہ وبارک وسلم۔ والسلام۔ ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ۔

مکتوب ۱۲۹

اہلیہ ۶ ستمبر سے ٹائیفائڈ (میعادی بخار) میں مبتلا ہوگئی تھیں میں اس وقت بمبئی میں بسلسلہ روانگی حجاز عزیزم اسعد گیا ہوا تھا۔ ۱۳۔ یا ۱۴ ستمبر کو واپس آیا تو علاج میں انہماک ضروری ہوا جس میں مشغولیت بہت رہی حالات نہایت نازک اور تقریباً مایوسی کے درجہ تک پہونچ گئے تھے تقریباً چالیس دن تک بخار مسلسل رہا فضل خداوندی شامل حالات ہوا اور اس طویل عرصہ کے بعد بخار ٹوٹا۔ اب بحمداللہ حالت اچھی ہے۔ مرض بالکل ضائع ہوگیا فقط ضعف باقی ہے ابھی تک چلنے پھرنے کی طاقت نہیں آئی۔ پرہیز سخت ہے روز بروز قوت آتی جاتی ہے۔ وللہ الحمد۔

یہ بالکل غلط ہے کہ میری قیامگاہ کی تلاشی لی گئی۔ البتہ دارالعلوم کے اشتہارات احکام عیدالاضحیٰ کے پوسٹر کی تلاشی لی گئی اور ان اشتہاروں کو ضبط کیا گیا۔ بروز جلوس رام لیلا شہر میں ہنگامہ ہوا۔ بیرون دارالعلوم دو طالب علم جو کہ شہر میں تھے شہید کر دیئے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ فالی اللہ المشتکی۔

انشاء اللہ حسب وعدہ ۲۰ صفر کو پورہ معروف حاضر ہوں گا ممکن ہے کہ اس وقت
زیارت سے مشرف ہوں اگرچہ وقت تھوڑا ہوگا۔ والسلام۔
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند۔

مکتوب ۱۷۰

۹ محرم مطابق ۷ اگست کا والا نامہ ملا جس سے بہت خوشی ہوئی کیونکہ معلوم ہوا
کہ گورنمنٹ آف انڈیا کا حکم ملا کہ مبلغ سو روپیہ ماہوار آپ کو ملا کرے گا والحمد للہ
علیٰ ذالک مبارک ہو۔ اسعد اور جملہ خدام سلام مسنون عرض کرتے ہیں۔ والسلام
ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہٗ دیوبند ۱۵ محرم ۱۳۷۷ھ

حاشیہ مکتوب ۱۷۰

حضرت مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم سے یوں تو الہلال کے زمانہ سے عقیدت تھی لیکن ۱۹۲۰ء میں کلکتہ کے اندر پہلی زیارت ہوئی اور مولانا مرحوم سے برابر رابطہ قائم رہا۔ ملک کی تقسیم کے بعد اور مکتوبات شیخ الاسلام جلد اول سے فراغت پاکر دہلی بارگاہ امام الہند میں پارلیمنٹ کے اندر پہلی زیارت ۱۹۵۴ء میں مجاہد ملت حضرت مولانا حفظ الرحمٰن صاحب کی سعی سے ہوئی۔ مکتوبات پیش کرنے کی سعادت نصیب ہوئی پسند فرمایا اور ۲۵ منٹ تک مدرسۃ الاصلاح سرائمیر وغیرہ پر گفتگو فرماتے رہے گویا پرانے ملاقاتی اور کسی برابری کے آدمی سے مخاطبت تھی۔ گفتگو کا آغاز ہاں میرے بھائی سے ہوکر اختتام خدا حافظ پر ہوا اور پھر برابر خط و کتابت کا سلسلہ جاری رہا۔ چند ماہ کے بعد گورنمنٹ آف انڈیا نے کتابیں، بالخصوص مکتوبات شیخ الاسلام طلب کیں بھیجی گئیں اس کے بعد سو روپیہ ماہوار کا حکم پہونچا اسی جانب اس والا نامہ میں اشارہ ہے جس میں ہمارے حضرتؒ ہی کی دعاؤں اور خصوصی توجہات کو بہت زیادہ دخل ہے دیکھئے کب تک یہ سلسلہ جاری رہتا ہے۔

مکتوب ۱۷۱

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ مزاج مبارک۔

آپ اپنے ہر دو سوالوں کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔

اوّل یہ کہ "جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے" فتاویٰ رشیدیہ جلد اول ص۴۲ پر ہے۔

سوال:۔ "بعض صوفیوں کا یہ قول ہے کہ جس کا کوئی پیر نہیں اس کا پیر شیطان ہے اور پیران پیر صاحب کا قدم سب پیروں کی گردن پر ہے اور جبتک بندہ کا بندہ نہ ہو جائے تب تک خدا نہیں ملتا تو اب یہ فرمائیے کہ ان باتوں کا پتہ کہیں طریقت اور تصوف میں بھی ہے یا نہیں؟

الجواب:۔ اس قول کے یہ معنی ہیں کہ جس کا کوئی راہ بتانے والا نہیں وہ شیطان کی کمند میں ہے۔ قرآن، حدیث، اوستاد، باپ کوئی اگر دین نہ سکھائے گا تو خود شیطان کی تقلید کرے گا۔ سو یہ بات درست ہے۔ پیر سے مراد یہ پیر مرجع نہیں ہے، الخ

سوال دوئم:۔ علامہ شہرستانی ملل میں باطنیہ اسماعیلیہ کا مذہب اس طرح تحریر فرماتے ہیں۔ ومذہبھم ان من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ۔ کیا یہ حدیث ہے اگر ہے تو کہاں کی اور کس درجہ کی۔ شبہہ یوں ہو رہا ہے کہ اگر یہ حدیث ہوتی تو شہرستانی یہ نہ کہتے بلکہ یہ کہتے کہ ان کے مذہب کی بنیاد یہ حدیث ہے۔

(۱) الجواب:۔ شرح عقائد نسفی میں علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔
(مبحث امامۃ ص۱۱۰ مطبع یوسفی)

ثم الاجماع علی ان نصب الامام واجب وانما الخلاف فی انہ ھل یجب علی اللہ

تعالیٰ او علی الخلق بدلیل سمعی او عقلی والمذھب انہ یجب علی الخلق سمعا لقولہ علیہ السلام من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ ولان الامۃ قد جعلوا اھم المھمات بعد وفاۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم نصب الامام حتی قدموہ علی الدفن الخ

عبارت مذکورہ بتلاتی ہے کہ یہ عبارت ''من مات ولم یعرف'' الخ۔ حدیث مرفوع اور جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے مگر علامہ تفتازانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کسی حدیث کی کتاب کی طرف منسوب نہیں کی۔ اس لئے پتہ نہیں چلتا کہ کس کتاب اور کس سند کی روایت ہے، مقبول ہے یا مردود، موضوع ہے یا قابل اعتبار، صحیح ہے یا حسن؟

(۲) مرقاۃ شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۴ صـ ۱۲۳ - ومن مات ولیس فی عنقہ بیعۃ۔ ای الامام مات میتۃ جاھلیۃ وھو معنی ما اشتھر علی الالسنۃ وذکرہ السعد فی شرح العقائد من حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتۃ جاھلیۃ الخ

اس عبارت میں شارح مشکوٰۃ روایت مذکورہ کو کسی معتبر کتاب کی طرف نسبت نہیں کرتے فقط مشہور علی الالسنۃ کہتے ہوئے شارح عقائد کی طرف حوالہ کر دیتے ہیں۔ شارح عقائد کی عبارت کا حال تو پہلے نمبر سے معلوم ہو چکا کہ نہ روایت کے تخریج کرنے والے مصنف کا پتہ ہے نہ روایت کی کیفیت معلوم ہوئی۔ یہاں شارح مرقات کا یہ فرمانا کہ روایت مشہور علی الالسنۃ ہے کسی طرح روایت مذکورہ کے قابل اعتماد ہونے پر دلالت نہیں کرتی۔ نہ روایت کے تخریج کرنے والے کا پتہ بتاتی ہے۔

(۳) اس روایت کو ان الفاظ کے ساتھ کتب حدیث کی مشہورہ اور غیر مشہورہ

کتابوں میں کہیں نہیں پایا گیا۔ صحاح ستہ اور تمام مشہور کتب حدیث میں یہ روایت
ان الفاظ سے موجود نہیں ہے البتہ کنز العمال اور مجمع الزوائد میں یہ روایت ایسے
الفاظ سے موجود ہے جو کہ معنوی حیثیت سے اس روایت کے قریب کہی جا سکتی ہے
جس کو طبرانی، امام احمد بن حنبل، سعید بن منصور، ابو داؤد طیالسی، ابو نعیم وغیرہ نے
اپنی اپنی تصانیف میں ذکر فرمایا ہے۔ مگر صاحب مجمع الزوائد نے ان تمام روایتوں
کی تضعیف کر دی ہے اور ہر ایک میں جو راوی کمزور ہے ظاہر کر دیا ہے (دیکھو
مجمع الزوائد صفحہ ۲۱۸ و ۲۱۹ و ۲۲۵ جلد پنجم)

الغرض کتب معتبرہ حدیث میں اول تو یہ روایت ان الفاظ سے موجود ہی نہیں
ہے ثانیاً اگر قریب المعنیٰ الفاظ سے پائی بھی جاتی ہے تو سب کی اسنادیں کمزور ہیں
قابل احتجاج نہیں ہے۔

(۴) شاہ عبد العزیز صاحب قدس اللہ سرہٗ العزیز نے فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم
ص۱۰۷ میں اس روایت کو اسی لفظ سے شیخ بہاؤ الدین آملی سے نقل فرمایا ہے کہ
انہوں نے چہل حدیث (اربعین) کی ۲۶ ویں حدیث اور خاص و عام کی متفق علیہ
حدیث جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد من مات ولم یعرف امام
زمانہ الحدیث کی بحث میں مندرجہ بحث کی الخ اس عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ
حضرت شاہ صاحب اس روایت کو بایں عبارت متفق علیہ بین العام والخاص حسب
قول بہاء الدین آملی تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس سے نہ روایت کا ثبوت نکلتا ہے نہ
اس کا صحیح اور معتبر ہونا معلوم ہوتا ہے نہ اس کی سند کا پتہ چلتا ہے نہ اس کے راویوں کا
حال معلوم ہوتا ہے۔ جس اربعین کی روایت کی شرح کرنا ذکر کیا گیا ہے اس کا ہی
پتہ نہیں چلتا ہے اس کے راویوں کا حال تو بعد کی بات ہے۔

(۵) اسی فتاویٰ عزیزیہ جلد دوم ص۱۰۷ کی مندرجہ ذیل عبارت البتہ شبہہ

پیدا کرتی ہے وہ یہ ہے۔

سوال وجواب :۔ حدیث من مات ولم یعرف امام زمانہ مات میتة جاھلیة صحیح الاسناد است ومقولہ جناب نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم الخ

مگر افسوس شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے سند بالکل ذکر نہ فرمائی اور نہ اس کتاب کا تذکرہ فرمایا جو کہ اس حدیث کی تخریج کرنے والی ہے تاکہ روایت اور اسکی صحت کا پتہ چل جاتا لہٰذا کوئی وجہ اعتماد روایت حسب قاعدہ نہیں ہے بلکہ معلوم ہوتا ہے کہ روایت مذکورہ ان موضوع رواتیوں میں سے ہے جن کو اہل اہوا شیعوں اور بدعتیوں نے شہرت دیکر اپنی بدعتوں کو پھیلایا ہے۔ یہ فرقہ باطنیہ اور اہل تشیع کی بنائی ہوئی کارروائی ہے۔ اور غالباً اس وجہ سے شہرستانی نے اس کے لئے لفظ حدیث اور ارشاد جناب رسول اللہ علیہ وسلم وغیرہ نہیں ذکر کیا۔ بہر حال اس روایت کی کوئی اصل معلوم نہیں ہوتی۔ حضرت مولانا نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی جواب میں حدیث مذکور کے تخریج کرنے والے کا کوئی پتہ نہیں دیا اور نہ اس روایت کی صحت وسقم سے کوئی بحث کی ہے۔ تعجب ہوتا ہے کہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب رح جیسے محقق اور روایت ودرایت کے ماہر نے کس طرح یہ فرمادیا کہ "صحیح الاسناد است ومقولہ جناب نبوی است صلی اللہ علیہ وسلم"

ظن غالب یہ ہے کہ یہ بھی اہل اہوا کی کارروائی اور مطبع میں تصرف ہے جیسا کہ شیعوں نے بہت سے مقامات میں کیا ہے دیکھو تحفہ اثنا عشریہ۔ چاہیئے تو یہ تھا کہ فرمادیتے کہ یہ روایت شیعوں کی بنائی ہوئی ہے کسی جواب کی ضرورت نہ تھی۔ مگر باوجود اسکے محققین اہل سنت والجماعت نے کوئی دقیقہ اظہار حق اور اقامت حجت علی اہل الباطل میں باقی نہیں رکھا۔ واللہ اعلم۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ ۵ نومبر ۱۹۵۷ء دیوبند

مکتوب ۱۷۲

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ والانامہ مورخہ ۲۸ ربیع الثانی باعث سرفرازی ہوا۔ یاد فرمائی کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ علّامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے متعلق آپ کا اس قدر حد درجہ خلجان موجب تعجب ہے۔

(۱) حضرت شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ اپنے والد ماجد مرحوم سے جتنے واقف ہیں نہ نواب صدیق حسن خان صاحب نہ مولوی عبدالوہاب دہلوی نہ مولانا عبیداللہ صاحب سندھی نہ اور کوئی اس قدر واقف نہ اس قدر رفدائی نہ اس قدر استفادہ کرنے والا ہے پھر تعجب ہے کہ ان کے قول کو کمزور قرار دیا جائے اور حضرت شاہ عبدالعزیز کے ارشاد کو

حاشیہ مکتوب ۱۷۲ ب: ۔ مکتوبات شیخ الاسلام کی جمع وترتیب کے سلسلہ میں بعض ایسے خطوط بھی سامنے آئے جن سے اندازہ ہوا کہ شیخ الاسلام مولانا حسین احمد مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کو شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ سے ان کے بعض تفردات اور حضرات صوفیہ بالخصوص حضرت محی الدین ابن عربی المعروف بشیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ پر تشددات نارواکی وجہ سے شدید اختلاف ہے۔ اس سے اپنے کو اک گونہ پریشانی سی ہوئی اس وجہ سے اور بھی کہ ہندوستان کے دو مبصر عالم مولانا شبلی نعمانی مرحوم اور مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اتنے زور وشور سے مقالات اور تذکرہ میں حافظ ابن تیمیہؒ کا تعارف کرایا تھا کہ اس صور کی آواز پر "آسمان صحن قیامت گرد از غوغائے او" کا منظر سامنے تھا نہ صرف سامنے بلکہ خاص طرح کا مزاج بھی بن گیا۔ ہمت کر کے نہایت ادب سے حضرت مدنیؒ کی بعض مجلسوں میں زبانی عرض معروض کی نوبت آئی اور شدت حمیت کی آنچ بھی محسوس کی۔ چنانچہ مختلف اوقات میں ان مسائل کو جاننے اور معلوم کرنے کی بھی کوشش کی گئی جن کی بناء پر ان ہر دو ائمہ دین میں اختلاف ہے۔

ناچیز نے اسی پر بس نہیں کیا بلکہ گستاخ طالب علم بن کر اور یہ سمجھ کر کہ شاید ابن تیمیہؒ کی کتابوں اور ان کے

مستند نہ مانا جائے۔

(۲) کلام ابن تیمیہؒ فی منہج السنۃ وغیرہ من الکتب موحش جدا فی بعض المواضع لا سیما فی تفریط حق اھل البیت وفی منع زیارۃ النبی علیہ السلام وفی انکار الغوث والقطب والابدال وتحقیر الصوفیۃ وامثال ذلک وھذہ المواضع منقولۃ موجودۃ عندی وقد تصدی لرد کلامہ فی زمانہ جھابذۃ علماء الشام و المغرب ومصر ثم ان ابن القیم تلمیذہ الرشید قد بالغ فی توجیہ کلامہ لکن لم یقبلہ العلماء حتی ان المخدوم معین الدین السندی فی عصر سید الوالد اطال رسالۃ فی ردہ واذا کان کلامہ مردودا عند علماء اھل السنۃ فای طعن یلحقھم فی ذلک فقط فتاویٰ عزیزی دوم ص۔

(ختم بلادستخط حضرتؒ)

بقیہ ص۳۸۹ :۔ رسائل کو ملاحظہ کا موقع نہ ملا ہو اور نہ ابن تیمیہؒ کے مؤیدین کی نصرت وحمایت نظر سے گذری ہو کتاب "الرد الوافر" بھی خدمت میں پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔ فرمایا میں نے اس کو تو دیکھا نہیں تھا دیکھوں گا۔ البتہ مدینہ منورہ کے قیام میں ان کی تصنیفات اور رسائل دیکھے ہیں اور بعض ایسی کتابیں بھی دیکھی ہیں جو ہندوستان میں شاید ہی کسی کتب خانہ میں موجود ہوں جو خالص ابن تیمیہؒ کی افتاد طبع کی آئینہ دار تھیں۔ ان سب سے میں اس نتیجہ پر علی وجہ البصیرۃ پہونچا ہوں کہ حافظ ابن تیمیہؒ کا تبحر مسلم، علم سے زیادہ ذہانت و ذکاوت تسلیم۔ باوجود اس کے اشاعرہ اور محی الدین ابن عربی شیخ اکبرؒ جیسے عارف اور محقق کی تکفیر۔ مسائل فقہی میں ائمہ اربعہ کے مسلک سے انحراف اور اہل سنت والجماعت کے طریقہ سے کھلا ہوا عدول اور تجاوز ان کے اندر موجود ہے۔ میں ان کا معتقد نہیں ان کو شیخ اکبر کی تکفیر کرنا مبارک ہو میں ان کی تکفیر نہیں کرتا (او کما قال حضرت مدنیؒ)

اس ارشاد نے اور زیادہ مضطرب کر دیا۔ اپنی ناقص استعداد اور اپنے محدود مطالعہ کو اور زیادہ وسیع کرنا پڑا دیکھا تو حضرت شاہ ولی اللہؒ اور قاضی شوکانیؒ وغیرہم بھی ابن تیمیہؒ کو شیخ الاسلام اور امام اہل سنت وغیرہ کے القاب و آداب سے یاد فرماتے ہیں اور ساتھ ہی حضرت محی الدین ابن عربیؒ کے

بھی حد درجہ معتقد و ثنا خواں حتیٰ کہ ولایت مقیدہ محمدی کا خاتم وغیرہ قرار دیتے ہیں۔ دوبارہ جرأت ہوئی کہ اس خلیج کو پاٹا جائے اور حضرت مدنی رحؒ سے پورا پورا فائدہ اٹھالیا جائے۔ کیونکہ حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ عرفانی اور احسانی کیفیت سے جس طرح بھرپور تھے علوم کتاب و سنت کے بھی مسلمہ امام عصر تھے۔ خود کوئی فیصلہ کرنا خلاف ادب سمجھ کر عریضہ ہذا خدمت اقدس میں روانہ کر دیناہی پڑا مگر کیا معلوم تھا کہ یہی اپنا آخری عریضہ حضرت مدنیؒ کی بہشتی زندگی جس کو قرآن حکیم کی بولی میں "حیاۃ طیبۃ" کہا گیا ہے ہم سے ہمیشہ کے لئے چھین کرنا تمام جواب (جو حضرت مدنیؒ کا سب سے آخری اور ادھورا خط ہے ہمارے لئے ایک روشنی اور منارہ کا کام دیگا) کاش یہ سب سے اہم گرامی نامہ مکمل ہو گیا ہوتا۔ افسوس حضرتؒ کی زندگی نے وفا نہیں فرمایا ورنہ مسلسل یہ سلسلہ قائم رکھ کر اس متحرک کتب خانہ اور علوم انبیاء کے محرم راز سے اس عقدۂ لانیحل کو حل ہی کرا لیتا۔ یوں تو حضرت مدنیؒ اس مسئلہ پہ اچھے اچھوں کو ڈانٹ پلا چکے تھے مگر اس گستاخ طالب علم کی جسطرح ہر ہر موقع پر رہنمائی اور حوصلہ افزائی فرمائی وہ اسی ناچیز کی مخصوص سعادت ہے اور اپنا یہ ذمہ دارانہ تاثر ہے کہ اگرچہ ابن تیمیہؒ اور مولانا مدنیؒ میں صدیاں حائل ہیں اور تقدم و اولیت ابن تیمیہؒ کو ہی ہے لیکن کام کی نوعیت کے لحاظ سے مولانا مدنیؒ کا کارنامہ سلف کی تاریخ حریت کا وہ زندہ کارنامہ ہے جو دنیا کے مجددین میں کم لوگوں کو نصیب ہوا ؎

یہ رتبۂ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کے واسطے دار و رسن کہاں

ایمان فرعون اور مسئلہ وحدۃ الوجود کی تحقیق شیخ اکبرؒ کی تصریحات سے

محققین علماء سنّت کا اتفاق ہے کہ سلف میں علامہ ابن حزمؒ اور خلف میں علامہ ابن تیمیہؒ کی زبانوں، تحریروں وغیرہ سے اسی طرح کوئی محفوظ نہیں رہا جس طرح حجاج بن یوسف کی تلوار سے۔ گویا دونوں توام تھے۔ ابن تیمیہؒ وفور عقل اور حمیت مذہبی میں یقیناً اعتدال سے جگہ جگہ ہٹے نظر آرہے ہیں اور بعض جگہ ان سے ایسی لغزش اور غلطی ہوگئی ہے جس پر "لکل جواد کبوۃ ولکل عالم زلۃ" کا فقرہ کافی سے زیادہ صادق آتا ہے جس کو ہم آگے ظاہر کریں گے۔ اسی طرح حضرت محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب فصوص الحکم اور فتوحات مکیہ کے بعض مسائل ہیں۔ ابن تیمیہؒ نے ان کو مزاج شریعت کے خلاف سمجھ کر اور فلسفۂ اشراق کا لوگوں کو گرویدہ دیکھکر صرف اس کی تردید پر بس کیا ہوتا تو ہرگز ہرگز فتنہ سر نہ اٹھاتا اور نہ شیخ اکبرؒ کی حمایت پر علماء سنت کمربستہ ہوتے۔ مگر انہوں نے کیا یہ کہ امر بالمعروف کے فریضہ کو "ادفع بالتی ھی احسن" کے حکیمانہ انداز کی کماحقہ رعایت کئے بغیر شمشیر برہنہ بن کر چمکے اور ابن عربیؒ جیسے موحد اور عارف، متبع کتاب وسنت کو اسلام سے خارج کر کے اپنی دینی حمیت کی پیاس بجھائی۔ ابن عربیؒ کی جن کتابوں کو انہوں نے دیکھا تھا اور جن مسائل اعتقادی کی وجہ سے ان کی تکفیر کی تھی اصل یہ ہے کہ ان کتابوں میں ملاحدہ اور ان کے معاصرین زنادقہ نے کمی بیشی حسب تصریح امام عبدالوہاب شعرانی رحمہ اللہ کر دی تھی۔ چنانچہ فتوحات مکیہ جو ابن عربی کی سب سے آخری تصنیف ہے وفات سے تین سال قبل کی اور آج عام طور پر چھپائی جا رہی ہے اس کے نسخوں میں اختلاف

اور عبارتوں میں قطع و برید، اضافہ و ترمیم وغیرہ اب بھی موجود ہے ان کتابوں میں مسئلہ وحدۃ الوجود اور ایمان فرعون کی بحث پر کفر و ایمان کا انحصار ہو گیا ہے حالانکہ خود شیخ اکبرؒ ۲ الباب الثانی و الستین من الفتوحات میں صاف لکھدیا ہے "بان فرعون من اهل النار الذین لا یخرجون منها ابد الآبدین"

ہم کو تسلیم ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود اسلامی مزاج اور شریعت محمدیہ کی روح سے پوری طرح ہم آہنگ نہیں ہے مگر اسی کے ساتھ نصوص شرعیہ "ھُوَ الاَوَّلُ وَالآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالبَاطِنُ" وغیرہ سے اس بات پر صاف روشنی پڑتی ہے کہ ایک ذات واحد موجود ہے اور تعدد جو محسوس ہوتا ہے وہ محض اعتباری اور ظلی ہے جس کی ابن عربیؒ کی زبان سے تصریح اس طرح موجود ہے کہ عالم ذات باری سے علیحدہ نہیں بلکہ ذات باری ہی کے مظاہر کا نام عالم ہے پس وجود کو ایک ذات حق میں منحصر و محدود رکھا جائے۔ اس کے سوا کسی کا وجود حقیقتاً تسلیم نہ کیا جائے یعنی شیخ اکبرؒ وجود اور موجود میں فرق کرتے ہیں اور یہی تمام صوفیا سلف کا مذہب ہے اور ابن عربی پر کیفیت وحدۃ الوجود پوری طرح مستولی تھی۔ وہ جس طرح فتوحات وغیرہ میں یہ کہہ گئے ہیں "الرب حق والعبد حق فما دری من المکلف" یا "سبحان الذی خلق الاشیاء وھو عینها" اسی طرح ان کی یہ بھی تصریح موجود ہے "قال فھو عین کل شیئ فی الظھور ما ھو عین الاشیاء فی ذواتها سبحانه وتعالیٰ بل ھو ھو والاشیاء الاشیاء" فصوص الحکم کے فص آدمیہ میں ہے "وان وصفنا بما وصف به نفسه من جمیع الوجوه فلا بد من فارق ولیس الا افتقارنا الیه فی الوجود توقف وجودنا علیه لامکاننا وغنائه عن مثل ما افتقرنا الیه" [صفحہ ۲۴۲] مفہوم یہ ہے اگرچہ اللہ تعالیٰ نے ہم کو بھی ان تمام اوصاف و وجوہ کے ساتھ بیان کیا جن سے خود اپنے کو اس نے موصوف کیا پھر بھی کوئی فرق ضرور ہے اور وہ وجود میں اس کا محتاج ہونا اور ہمارے وجود کا اس پر موقوف رہنا ہے کیوں کہ ہم

ممکن ہیں اور وہ ایسی چیز سے بے نیاز ہے جس میں ہم اس کے محتاج ہیں یعنی خدا اپنے وجود میں ہمارا محتاج نہیں۔ فتوحات مکیہ میں ایک اور جگہ ہے "ان العالم ماھو عین الحق تعالیٰ اذلو کان عین الحق تعالیٰ ما صح کون الحق تعالیٰ بدیعًا" عالم حق تعالیٰ کا عین نہیں اس لئے کہ اگر وہ حق تعالیٰ کا عین ہوتا تو حق تعالیٰ کا بدیع یا نادر ہونا صحیح نہ ہوتا۔ اسی فتوحات مکیہ میں ہم کو یہ بھی ملا "تعالی اللہ ان تحله الحوادث او یحلها" اللہ اس سے برتر اور اعلیٰ ہے کہ اس میں حوادث حلول کریں یا وہ حوادث میں حلول کرے۔ فتوحات میں یہ بھی ہے کہ کسی عارف کو یہ کہنا جائز نہیں کہ میں اللہ ہوں اگرچہ قرب میں انتہائی درجہ کو پہونچ جائے۔ فتوحات مکیہ کے صـ۲۲۲ میں ہمیں یہ بھی دکھائی دیتا ہے "فلیس فی العالم عندنا فی نظرنا شیٔ موجود الا ولنا فیه شهود عین حق" ہمارے نزدیک اس دنیا میں کوئی چیز ایسی موجود نہیں ہے جس کا عین مشاہدہ ہمیں حاصل نہ ہو۔ شیخ اکبرؒ کا یہ شعر بھی اسی کی غمازی کرتا ہے ؎

ان قلت عبد فذاك میت   او قلت رب انی یکلف

اگر تم کہو کہ وہ بندہ ہے تو وہ مردہ ہے اور اگر یہ کہو کہ وہ خدا ہے تو وہ مکلف کیونکر ہو سکتا ہے ؎

رق الزجاج ورقت الخمر   فتشاکلا فتشابه الامر

فکانما خمر ولا قدح   وکانما قدح ولا خمر

شیشہ شفاف ہو گیا اور شراب بھی شفاف ہو گئی دونوں کی شکل ایک ہو گئی۔ اس لئے معاملہ مشتبہ ہو گیا پس یوں کہنا ٹھیک ہوگا کہ شراب ہے اور پیالہ نہیں ہے یا پیالہ ہے اور شراب نہیں ہے۔ فص ہارونیہ میں ہے۔ "فان العارف من یری الحق فی کل شیٔ بل یراہ عین کل شیٔ" پس عارف وہی ہے جو ہر چیز میں حق کو دیکھتا ہے بلکہ وہ اسکو ہر چیز کا عین دیکھتا ہے۔ "فالحق معنا اینما کنا فی عدام او وجود فبمعیته

ظہرنا فنحن ذو نور ولا شعور لنا۔ پس جہاں کہیں بھی ہم ہوں عدم یا وجود میں حق ہمارے ساتھ ہے پس ہم اسی کی معیت میں ظاہر ہوئے اور ہم نور والے ہوئے اور ہمارے لئے کوئی شعور نہیں تھا۔ فتوحات کے صـ۳۹۲ میں ہے ؎

یارب جوھر علم لو ابوح بہ لقیل لی انت ممن یعبد الوثنا

ولا استحل رجال مسلمون دمی یرون اقبح ما یاتونہ حسنا۔ ترجمہ

علم کے بہت سے جواہر ریزے ایسے ہیں جن کو اگر ظاہر کردوں تو لوگ یہ کہیں گے کہ تم بت پرست ہو اور البتہ وہ مسلمان لوگ جو اپنے برے سے برے کرتوتوں کو بھی اچھا سمجھتے ہیں میرا خون حلال کر دیتے۔ ؎

فالعین واحدۃ والحکم مختلف وذاک سر لاھل العلم ینکشف

پس عین ایک ہے اور حکم مختلف ہے اور یہ ایک راز ہے جو اہل علم پر منکشف ہوتا ہے۔ ؎

العبد عبد وان ترقی والرب رب وان تنزل

بحث مفہوم وجود

صوفیاء کرام اسی وجود کو جو تمام مخلوقات کو روشن کئے ہوئے ہے ذات باری تعالیٰ سمجھتے ہیں۔ امام ربانی فرماتے ہیں کہ حضرت وجود نفس ذات است تعالیٰ وتقدس (۲۳۴) " اللہ نور السموات " کی تفسیر کے سلسلہ میں ارشاد ہوتا ہے۔ زیرا کہ مبین شد کہ ممکنات باسرہا از حضرت وجود است کہ نفس ذات است تعالیٰ وتقدس وعین ہر چیز وکمال پس ناچار نور آسمانہا وزمین ہا حضرت وجود باشد۔ اسی کے ساتھ شیخ اکبر فصوص میں فرماتے ہیں کہ وجود میں ضد نہیں ہے اس لئے کہ وجود ہی ایک حقیقت ہے اور شی خود اپنی ضد نہیں ہوتی۔ پھر ارشاد فرماتے ہیں کہ خداہی

ظاہر ہے اور ہم اپنی اصل کے اعتبار سے عدم پر ہیں اگرچہ ہماری استعداد کے مطابق ہم کو وجود عطا کیا گیا ہے۔ حضرت شیخ محب اللہ الہ آبادیؒ "تسویہ" میں فرماتے ہیں "فمن قال ان وجودہ عین ذاتہ بمعنی انہ ذات وحدۃ او وجود محض نجی" مفہوم یہ ہے کہ جس شخص نے کہا کہ اس کا وجود عین ذات ہے اس معنی کر کے کہ وہی وجود محض ہے تو اس نے نجات پائی۔ حضرت اشرف جہانگیر سمنانیؒ نے وجود کی تین منزلیں قرار دی ہیں۔ (۱) ایک چیز کا پایا جانا اس شرط کے ساتھ کہ ایک چیز اور بھی ہو اس میں ہمہ اوست کی گنجائش نہیں اور کوئی اس کا قایل نہیں۔ (۲) یعنی وجود تو ہے لیکن اس کے ساتھ دوسری شئی کا وجود ضروری نہیں۔ (۳) یعنی وجود مطلق یہ وجود اس شرط کے ساتھ ہے کہ اس کے علاوہ کوئی اور چیز نہیں وجود کی اس منزل میں ہمہ اوست مانا جاتا ہے اور اس پر سب کا اتفاق ہے "وجود شرط لا شئ" کے ماننے پر اعتراض ہوتا ہے اور معترضین کو اسی سے غلط فہمیاں اور بدگمانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ حضرت سمنانی قدس سرہ کے نزدیک اصلی اور حقیقی توحید توحید الٰہی ہے اور وہ یہ ہے کہ کوئی موحد ہو یا نہ ہو مگر خدا ازل الآزال سے بذات خود وحدانیت اور فردانیت سے متصف ہے یعنی وہ تھا اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں تھی اور وہ ہے اس کے ساتھ کوئی چیز نہیں ہے اور ابد الآباد تک اسی طرح رہے گا اس حقیقت کے لئے ضروری نہیں کہ کوئی موحد اس کو واحد بتائے۔ (تفصیل کے لئے لطائف اشرفی ملاحظہ ہو۔)

خلاصہ یہ کہ صوفیاء کرام بالخصوص شیخ اکبر رحمہ اللہ کے نقطۂ نظر سے مسئلہ توحید کا یہ ہے کہ توحید ایمانی ہی اصل مدلول کتاب وسنت ہے بقیہ اقسام توحید محض اشارۃ النص اور مشاہدہ پر مبنی ہیں جو عقاید دینیہ ضروریہ میں داخل نہیں ہیں اور نہ اس کا شمار بناء اسلام اور ایمان میں سے ہے لہذا جو لوگ شیخ اکبر قدس سرہ کی تکفیر پر مصر ہیں وہ سخت غلطی پر ہیں اللہ تعالیٰ رحم فرمائے۔

اس طرح کی اور بہت سی مثالیں شیخ اکبر کی کتابوں سے پیش کی جا سکتی ہیں۔ ان تحریروں سے یہ مسئلہ واضح ہو جاتا ہے کہ عینیت یا اتحاد و حلول کا وہ الزام جو شیخ اکبرؒ پر بعض واقف اور بعض ناواقف مثلاً ڈاکٹر اقبال وغیرہ عاید کرتے ہیں بالکل بے بنیاد ہے اور محض افترا ہے کیونکہ شیخ رحمہ اللہ نے اپنی کتابوں میں صاف تصریح فرما دیا ہے کہ جو حقیقت شریعت کے خلاف ہو وہ زندقہ ہے علم شریعت کو لازم پکڑو، کیوں کہ شریعت ہی تمہارا وہ سفینہ ہے کہ جب اس میں رخنہ پڑ جائے تو تم بھی ہلاک ہو جاؤ گے اور تمہارے ساتھی جو اس میں موجود ہیں اس سے ثابت ہوتا ہے کہ شیخ اکبرؒ کو شریعت کا حد درجہ پاس و لحاظ اور احترام تھا اب رہا یہ سوال کہ شیخ اکبرؒ نے عالم اور مخلوقات کو عین حق یا مظہر حق کہا ہے تو اس کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ وہ عالم اور حق میں کوئی فرق محسوس نہیں کرتے ان کے نزدیک سارے موجوداتِ عالم وجودِ حق کے تابع ہیں اور خدا ہی کی ذات حقیقی معنوں میں واجب الوجود ہے چنانچہ لا وجود الا اللہ کا اصل مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے وجود کے سوا اور کوئی وجود لائق اعتبار اور قابل التفات نہیں ہے

مرا بہ کارِ جہاں ہرگز التفات نہ بود — رخِ تو در نظر ما چنیں خوشش آراست

اس طرح شیخ اکبرؒ عالم یا مخلوقات عالم کے وجود کی نفی نہیں کرتے بعض اہل علم نے لغت کا سہارا لے کر شیخؒ کے اس نظریئے کا منفی پہلو لیا ہے اور اسی سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں اگر شیخؒ کی ان تحریروں پر ان کی نظر ہوتی جو منفی تصورات کی صراحت کے ساتھ تردید کرتی ہیں تو شاید لغت کا جادو ان کے دل و دماغ پر اثر انداز نہ ہوتا۔ اسی طرح خدا اور بندے کے متعلق ابن عربی کے ان خیالات کو خدا کے وجود حق انسان کے بلند مرتبے اور کائنات کے فناء کلی کو ثابت کرنا قرار دیا جائے تو کون سا نقصان ہوتا ہے اور وہ کونسی عبارت ہے جو اس کی نفی کرتی ہے۔؟

حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ ابن عربیؒ کی تحریروں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ خدا کے علاوہ دوسری چیزوں کے وجود کے بھی قایل ہیں اور مانتے ہیں۔ ڈاکٹر اقبال کو ابن عربیؒ کی کتابوں کے سمجھنے کی استعداد عربی علوم وفنون کو باقاعدہ نہ پڑھنے کی بنا پر ناقص تھی اس لئے ٹھوکریں کھانی پڑیں اور مولانا سید سلیمان ندویؒ وغیرہم علمائے سے نہ صرف استفادہ بلکہ ابن عربی کی عبارتوں کی توضیح اور تلخیص کرانی پڑی۔ ڈاکٹر صاحب کا مبلغ تحقیق محض فلاسفۂ یورپ کے نظریات اور مفوات تھے اسی لئے ان سے مسئلہ وحدۃ الوجود کے سمجھنے میں سخت غلطی ہوئی۔ وحدۃ الوجود کو اتحاد الوجود کے معنی میں لیا اور اسی اتحاد وحلول کے اشتباہ کی وجہ سے شیخ اکبرؒ کی فصوص الحکم میں ڈاکٹر صاحب کو سری شنکر اور بدھ مذہب کے اثرات دکھائی دیئے (معاذ اللہ) حالانکہ اصل حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔ شیخ اکبرؒ کے نظریۂ وحدۃ الوجود میں نہ شری شنکر کی فکر ونظر شامل ہے اور نہ بدھ مذہب کے پراسرار خیالات، اہل علم کو بخوبی معلوم ہے کہ وحدۃ اس یکتائی کا نام ہے جس کو دوئی سے کوئی لگاؤ نہیں اور اتحاد اس نسبت کا نام ہے جو جانبین کے درمیان ہو اور ہر جانب مستقل وجود ضروری اور ناگزیر ہو بس یہی تفریق وامتیاز اسلامی تصوف اور دیگر متصوفانہ خیالات کا حد فاصل ہے کیونکہ اسلام وحدۃ کی تعلیم دیتا ہے اور شرک اتحاد کا درس دیتی ہے۔ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانیؒ نے شیخ اکبرؒ کے نظریۂ وحدۃ الوجود کی اصلاح کی اور اپنے کشف سے وحدۃ الوجود ہی کی بنیاد پر وحدۃ الشہود کی عمارت کھڑی کر دی درانحالیکہ وہ خود وحدۃ الوجود کے قایل تھے مگر مسلمانوں کی عام کجروی کے پیش نظر مسئلہ کا رُخ دوسرا کر دیا جو بہتوں کو نظر نہیں آیا اور مجدد صاحبؒ کو مخالفین شیخ اکبر میں اچھے خاصے پڑھے لکھے سمجھنے پر مجبور ہو گئے ڈاکٹر صاحب کو سہارا مل گیا مگر سمجھے خاک نہیں۔ حضرت مرزا مظہر جانجاناںؒ نے مقامات مظہری میں مجدد صاحب کی

مراد کو واضح کر دیا ہے کہ حضرت مجددؒ کے اختلاف کی نوعیت اور حیثیت ہی دوسری ہے جسے علماء رسوم نہیں سمجھ سکے۔ مقامات مظہری کے مکتوب ۵ کا مفہوم یہ ہے کہ مجدد صاحب کا توحید وجودی سے انکار علماء ظاہر کے انکار کی طرح نہیں ہے بلکہ وہ اس مقام کو صحیح سمجھتے ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ مقصود کو اس سے بالاتر سمجھتے ہیں۔ لفظ مقصود کا مفہوم یہ ہے کہ مجدد صاحبؒ ذات حق کو وجود منزہ تصور کرتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کے نزدیک عالم یا موجودات عالم کو عین حق کہنا درست نہیں ہے۔

محققین کے فیصلے

مذکورہ بالا دلائل کی بنا پر متاخرین میں شیخ الاسلام شاہ ولی اللہؒ اور قاضی شوکانیؒ نے صاف صاف لکھ دیا ہے کہ ابن عربیؒ کے اقوال میں بہترین توجیہ اور تاویل صحیح کی گنجائش موجود ہے۔ قاضی صاحبؒ لکھتے ہیں "قد طالعت الفتوحات والفصوص فرایت مالتاویل فیہ مدخل لا سیماء عند ھولاء الذین ھم خلاصۃ من عباد اللہ عزوجل" (ریاض المرتاض بحوالہ فتح الربانی)

لہٰذا اس کشفی مسئلہ کو آڑ بنا کر کسی طرح صحیح نہیں تھا کہ ابن عربیؒ کی تکفیر کی جائے کیونکہ انہوں نے جو کچھ کہا ہے "از دید خود گفتہ اند" اس لئے اسلم راہ سکوت تھی اور ہے اور تکفیر کرنا انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات سے دور ایک طرح کی تعدّی ہے کیونکہ اصول عقائد کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ جن چیزوں کے اقرار سے انسان مومن ہوتا ہے اسی کے انکار سے خارج از اسلام ہوا کرتا ہے۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کا تاثر بھی ان دوستوں کے لئے باعث تسکین ہو سکتا ہے جنھوں نے مجدد صاحبؒ کو ابن عربیؒ کا مخالف یا ان کے ذوقی و وجدانی مسئلہ وحدۃ الوجود کا غلط ہونا سمجھ کر اپنے موافق استدلال کیا ہے وہی مجدد صاحبؒ اپنے

مکتوبات میں حقیقت طراز ہیں۔ وحدۃ الوجود پر لمبی بحث کے تحت ارشاد ہوتا ہے۔

"چوں نوبت بشیخ بزرگوار محی الدین ابن عربی قدس سرہ رسید او از کمال معرفت این مسئلہ دقیقہ را مشرح ساخت و مبوب و مفصل گردانید" آگے لکھتے ہیں "جمیع ازیں طائفہ مراد او نفہمیدہ تخطیہ او نمودہ مطعون و ملام ساختند و دریں مسئلہ در اکثر تحقیقات شیخ محقق است و طاعنان اُو دور از صواب الخ

آگے اور پردہ اُٹھا دیا ہے ارشاد ہوتا ہے "ظاہر عبارت شاں اتحاد وجودی متوہم شود اما حاشا کہ مراد شاں آں بود کہ کفر و الحاد است" ایک دوسری جگہ ہے۔ "رد کنندۂ شیخ در خطر است" صاف دو ٹوک فیصلہ فرماتے ہیں "فلا مجال فی اطلاق کلامہم والحکم بتضلیل قائلہم وتکفیرہم" (جلد سوم) مجدد اسلام علامہ ابن تیمیہؒ کا خود ابن عربیؒ کے بارے میں یہ فیصلہ موجود ہے لکھتے ہیں۔ لکن ابن العربی اقربہم الی الاسلام واحسن کلاما فی مواضع کثیرۃ فانہ یفرق بین الظاھر والمظاھر فیقر الامر والنھی والشرائع علی ماھی علیہ ویامر بالسلوک بکثیر مما امر بہ المشائخ من الاخلاق والعبادات ولھذا اکثیر من العباد یاخذون من کلامہ سلوکھم فینتفعون بذلک وان کانوا لا یفقھون حقائقہ ومن فھمہا منھم ووافقہ فقد تبیین قولہ الخ (رسائل ص۱۷۶)

پس اس طریقہ میں اسلم طریقہ یہی ہے جس کو امام ربانی رحمہ اللہ نے اوپر تحریر فرمایا ہے کہ مسئلہ وحدۃ الوجود جیسے اہم مسئلہ میں شیخ اکبر کی اکثر تحقیقات حق بجانب ہیں اور طعن تشنیع کرنے والے غلطی پر ہیں ورنہ پھر ابن تیمیہؒ اور ابن حزم، شاہ ولی اللہ، قاضی شوکانی وغیرہم علماء سنت بھی اپنے بعض تفردات کی بنا پر لائق گردن زدنی ہو جائیں گے۔ علامہ ابن تیمیہؒ کے تفردات کو بھی سامنے رکھ کر فیصلہ کرنا چاہیئے اندازہ ہو جائے گا کہ کہاں تک ابن تیمیہؒ پرواز کر گئے ہیں اور ظاہر نصوص شرعیہ

کہاں تک ان کا ساتھ دے رہے ہیں۔ اور ان کی یہ بات کہ دین کے معاملہ میں رجال کی پیروی مت کرو جس کو دوسرے لفظوں میں رسول خدا کے بعد کوئی معیار حق نہیں سے اس دور میں فتنہ اٹھایا گیا اور یہ سوچا نہ گیا کہ قرآن حکیم صاف الفاظ میں رجال کی معیاریت کو بیان کر رہا ہے ارشاد ہوتا ہے فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا۔ یہ بمثل ما آمنتم بہ کیا بلا ہے فتدبر۔

علّامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ کے چند دینی و اعتقادی خیالات

(۱) ابن تیمیہ رحمہ اللہ زیارت قبر نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے حاضری کو ناجائز فرماتے ہیں حالانکہ علماء سنّت کا اس پر اتفاق ہے صرف علّامہ اس کے مخالف بلکہ منکر ہیں۔

(۲) علماء کتاب وسنّت کا یہ مشہور مذہب ہے اور معتبر حدیث "بحق السائلین علیک" کی بنا پر کہ بحرمت فلاں یا برکت فلاں یا بحق فلاں وغیرہ کے ذریعہ دعا کرنا اور وسیلہ بنانا جائز ہے۔ ابن تیمیہؒ اس کو ناجائز فرماتے ہیں۔ (۳) نماز کے تارک پر زکوٰۃ صرف نہیں ہو سکتی ہے۔ (۴) حلف بالطلاق میں ائمہ اربعہ وغیرہم کے مذاہب حقہ کے خلاف ابن تیمیہؒ نے فتویٰ دیا اور اس کو جائز سمجھا۔

(۵) ابن تیمیہؒ کے نزدیک حیض کے لئے نہ اقل مدت ہے اور نہ اکثر اور نہ دو حیض کے درمیان اقل طہر کی کوئی مدت ہے اور نہ اسی طرح سن ایاس کی کوئی مدت ہے فقط عورت کا تجربہ کافی ہے۔

(۶) قصر نماز ہر چھوٹے بڑے سفر میں جائز ہے یعنی فرسخ وغیرہ کی کوئی قید نہیں گھر سے اپنے بازار یا دو چار کوس پر گئے قصر جائز ہے۔

(۷) ابن تیمیہؒ کے نزدیک سجدۂ تلاوت کے لئے طہارت شرط نہیں ہے۔ ائمہ اربعہ وغیرہم اس کے خلاف ہیں۔ (۸) علامہ ابن حجرؒ اپنے فتاویٰ حدیثیہ میں بعض

اجلائے عصر سے نقل کر کے اور خود مقام صالحیہ کی پہاڑی مسجد میں منبر پر ابن تیمیہ کو یہ کہتے سنا ہے "ولسیدنا عمر رضی اللہ عنہ غلطات ای غلطات"۔

اس طرح کے دو چار نہیں بلکہ بیسیوں مسائل ہیں جن میں ابن تیمیہؒ نہ تو کسی کے مقلد اور نہ تحقیقی طور پر مجتہد منتسب باوجود صریح انحراف مسلک اہل سنت و الجماعت کے ابن تیمیہؒ مقبول، امام اہل سنت، مجتہد اور شیخ الاسلام کے الفاظ سے یاد کئے جائیں اور حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر رحمۃ اللہ علیہ کا ذوقی اور وجدانی مذاق وحدۃ الوجود ناقابل معافی جرم کہ توہین و تضلیل بلکہ تکفیر سے نیچے کوئی درجہ اور مقام نہیں۔ فیا اسفاہ۔ حالانکہ شیخ اکبرؒ کے ثنا خواں صرف صوفیہ اور فقہاء ہی نہیں ہیں بلکہ اکابر محدثین کا ایک معتد بہ حصہ ان کی جلالت شان، علوم اور عرفان حق کا معترف ہر دور میں رہا ہے چند گراں قدر شہادتیں ملاحظہ ہوں جو مشتے نمونہ از خروارے کے قبیل سے ہیں۔

(۱) جمال الاسلام کمال الدین زملکانی رحمۃ اللہ جو عقاید اشعریہ کے مسلمہ امام اور مشایخ شام میں سب سے ممتاز تھے جلیل القدر محدث ہیں ان کا ارشاد شیخ اکبرؒ کے بارے میں یہ ہے "وجدتہ بحراً ذاخراً لا ساحل لہ"۔ (۲) یہی ارشاد شیخ الاسلام بالشام سراج الدین مخزومی رحمۃ اللہ کا بھی ہے۔

(۳) استاد ابن تیمیہؒ حافظ برزالی رحمۃ اللہ نے شیخ اکبرؒ کی جملہ کتابوں کو ان پر پڑھا۔

(۴) شیخ الاسلام عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ کا ارشاد ہے "انہ قطب زمانہ"

(۵) مشہور محدث ابن النجار رحمۃ اللہ فرماتے ہیں "نعم الشیخ ھو"۔

(۶) امام نواوی رحمۃ اللہ شرح المہذب میں لکھتے ہیں۔ تلک امۃ قد خلت لہا ماکسبت الخ پھر لکھتے ہیں " الذی عند فانہ یحرم علی کل عاقل ان یسیئ

الظن باحد من اولیاء اللہ عزوجل و یجب علیہ ان یوءل اقوالھم وافعالھم مادام لم یلحق بدرجتھم ولا یعجز عن ذلک الا قلیل التوفیق"

(۷) علامہ ذہبیؒ جو صوفیہ پر نہایت سخت اور ابن عربیؒ کے منکرین میں سے ہیں فرماتے ہیں "یرجی لہ الخیر" پھر ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں "ما اظن ان مثل ھذا الشیخ محی الدین یکذب ابداً"

(۸) شیخ الاسلام قاضی القضاۃ امام مجدالدین الفیروز آبادی صاحب قاموس اور شارح بخاری کے ایک نہایت وجد آفریں فصیح و بلیغ تاثر دربارہ شیخ اکبر رحمہ اللہ پر ہم اکتفا کر رہے ہیں جو اپنی جگہ پر قول فیصل ہے اور بقول امام عبدالوہاب شعرانی "قول المنکرین فی حقہ مثل غثاء و ھباء لا یعباء بہ" ایک ایسے مبصر کا فتویٰ ہے جو علوم و معارف میں ایسا مقام رکھتا ہے جس کے بارے میں طبقات و رجال کی کتابوں میں متفقہ طور پر یہ عبارت موجود ہے "کان عالماً محدثاً صوفیاً ذا کرامات کثیرۃ و تالیفات نفیسۃ متبعاً للسنۃ مجتنباً عن البدعۃ جامعاً بین الشریعۃ والطریقۃ" صاحب قاموس فرماتے ہیں۔ انہ کان شیخ الطریقۃ حالاً وعلماً و امام الحقیقۃ حقیقۃ و رسماً و محی رسوم المعارف فعلاً واسماً، عباب لا تکدرہ الدلاء و سحاب لا انتقاص عنہ الانواء کانت دعواتہ تخترق السبع الطباق و تفترق برکاتہ فتملاء الآفاق وانی اصفہ وھو یقیناً فوق ما وصفتہ وناطق بما کتبتہ وغالب ظنی انی ما انصفتہ وکتبہ ومصنفاتہ فالبحور الزواخر التی لکثرتھا وجواھرھا لا یعرف لھا اول ولا آخر ما وضع الواضعون مثلھا وانما خص اللہ بمعرفۃ قدرھا اھلھا ومن خواص کتبہ ان من واظب علی مطالعتھا والنظر فیھا وتامل ما فی مبانیھا انشرح صدرہ لحل المشکلات وفک المعضلات وھذا الشان لا یکون الا لانفاس من خصہ اللہ بالعلوم اللدنیۃ الربانیۃ وعد من مصنفاتہ

ینفقادا لمعانہ مصنف وربما بلغ بهم الجهل الی حد التکفیر وما ذاک الا لقصور افهامهم عن ادراک مقاصد اقواله وافعاله ومعانيها ولم تصل ايديهم لقصرها الی اقتطاف مجانيها هذا الذی نعلم ونعتقد وندين الله تعالیٰ به فی حقه والله سبحانه اعلم" (التاج المكلل من الطر ازالاخر والاول)

شیخ اکبر رحمہ اللہ تعالیٰ المتوفی ۶۳۸ھ فن حدیث میں امام ابوالقاسم ابن بشکوال اور محمد بن ابی جمرہ سے سماعت رکھتے تھے اور مشہور محدث عبد الحق اشبیلیؒ سے جمیع مصنفات حدیث کی اجازت حاصل تھی خصوصاً ابن حزمؒ کی جملہ مصنفات کی بھی بطریق محدثین اجازت تھی اسی طرح صحیح مسلم کی اجازت امام ابونصرؒ اور سلفیؒ وغیرہم اکابر محدثین سے اجازت عامہ حاصل تھی۔ چار سو سے زاید کتابوں کے مصنف تھے جن میں سے کتاب جامع الاحکام فی معرفۃ الحلال والحرام کے بارے میں اتنا لکھدینا بس ہے "وهو علی الابواب کلها فی الاحادیث المسندۃ" سب سے آخری اور عظیم المرتبت تصنیف فتوحات مکیۃ ہے جس کے آخر میں وصایائے حکمیہ کا ایک مستقل باب ہے اس سے اہل انصاف اندازہ کر سکتے ہیں کہ شیخ ابن عربیؒ کس درجہ متبع سنت اور پابند شریعت تھے۔ یہ آخری باب ۵۶۰ خلاصہ ہے شیخ اکبر رحمہ اللہ کی تعلیمات اور آپ کے صحیح عقاید اور حقیقی تاثرات کا۔ چنانچہ انھیں کتابوں اور علوم واسرار کے خزانوں سے بھرپور واقفیت اور غیر سطحی مطالعہ نے شیخ الاسلام زملکانی، شیخ الاسلام مجد الدین بغدادی، شیخ الاسلام تقی الدین سبکی، شیخ الاسلام شاہ ولی اللہ، قاضی شوکانی اور ہمارے شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمہم اللہ تعالیٰ کو شیخ اکبرؒ کی صحیح حمایت پر تیار کر دیا جن کے آگے ابن تیمیہؒ کی تکفیر کا کچھ کوئی بھرم باقی نہیں رہ گیا۔

جن بزرگوں نے ابن تیمیہؒ کے آفاق علم وفکر پر دسترس رکھتے ہوئے

شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی برأت کی ہے ان کے اسماء گرامی گذر چکے اب اس کے بعد شاہ ولی اللہؒ کے آفاق علم و فکر، تبحر علمی اور تنوع کمالات کے سب سے زیادہ باخبر اور بلا واسطہ شاہ صاحبؒ کے علوم و معارف، اسرار و حکم کے ترجمان اور سینہ سے سفینہ میں منتقل کرنے والے لائق فرزند اور سب سے اہم شاگرد جو خلوت و جلوت کے محرم راز اور مہد سے لحد تک بلا شرکت غیرے استفادہ کرنے والے یعنی حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ کا ابن تیمیہؒ کے متعلق جو خیال ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔ کیا شاہ صاحبؒ کے اس خیال کا یہی جواب ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا فیصلہ قول فیصل ہے اور شاہ عبدالعزیزؒ کا خیال مجروح؟ ع بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا بکجا۔

مخدوم معین الدین سندھی جو بہت بڑے محقق تھے اگر انہوں نے چند ایسے تفردات ابن تیمیہؒ کو ہی شاہ ولی اللہؒ سے دریافت فرمایا جو بہت حد تک دلائل سے خالی نہ تھے تو شاہ ولی اللہ اس کے خلاف لکھتے ہی کیا کہ ابن تیمیہؒ کے یہ یہ خیالات خلاف نہیں ہیں اس کے بھی دلائل ہیں۔ لیکن کیا یہ ثابت کیا جا سکتا ہے کہ مخدوم معین الدینؒ نے تکفیر شیخ اکبرؒ اور مسائل فقہ میں قصر کی مدت یا حیض کے اکثر اور اقل کی تعیین اور اشعری طریقۂ تاویل وغیرہ کے بارے میں ابن تیمیہؒ کا نکیر کرنا اور شدت سے تردید کرتے کرتے ایسے الفاظ کا زبان قلم پر جاری ہو جانا بھی دریافت فرمایا تھا اور شاہ ولی اللہؒ نے اس کی بھی توثیق و تحسین فرمائی تھی؟ حاشا کہ ایسا نہیں ہوا ہوگا۔ شاہ معین الدین مطمئن ہو گئے ہوں مگر شاہ عبدالعزیزؒ یقیناً مطمئن نہ تھے موصوف کی عبارت مذکور اپنے اندر بڑی ہی معنویت رکھتی ہے اور اسی عبارت سے ظاہر ہوتا ہے کہ شاہ ولی اللہؒ کا وہ جواب ہی نہ ہو کیونکہ شاہ ولی اللہؒ کے ارشد شاگرد شاہ عبدالعزیزؒ کا یہ فقرہ وھذہ المواضع منقولۃ موجودۃ عندی .... لم یقبلہ العلماء الخ

صاف قرینہ ہے کہ شاہ عبد العزیزؒ باوجود "صاحب البیت ادری بما فی البیت" ہونے کے ابن تیمیہؒ کی برأت کے لئے تیار نہیں ہیں اور نہ شاہ ولی اللہؒ شیخ اکبرؒ کی تکفیر کرنے والے کی تائید فرما سکتے ہیں۔ اگر شاہ ولی اللہؒ کے تلمیذ باتمیز شاہ عبد العزیز جو ثقہ اور حجۃ ہیں اور شاہ ولی اللہ کے سچے جانشین ہیں جب یہی شاہ ولی اللہؒ کے عقائد و خیالات، علوم و کمالات سے ناواقف ہوں گے تو پھر یہ سلسلۂ حدثنا د اخبرنا حد درجہ مشتبہ اور ناقابل تاویل علمی نقصان ہوگا اور سارا سرمایۂ استناد بیکار ہو جائے گا اس لئے شاہ ولی اللہؒ کے دامن میں پناہ نہیں لی جا سکتی۔ البتہ ملا علی قاریؒ، عینیؒ کی تقریظات کی وہی حیثیت ہوگی جو عام روش ہے۔ ہم کو ابن تیمیہؒ کے تبحر علمی غیر معمولی ذکاوت، علوم و فنون اسلامی پر کامل دسترس کا نہ تو انکار ہے اور نہ کسی کی اتباع سے دو رائیں ہو سکی ہیں مگر اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ غلطی سے پاک اور جذبات سے دور تھے اور ان کا مشہور تشدد، تجاہل، تساہل وغیرہ ابن جوزی سے زیادہ سنگین نہ ہوگا۔ کیونکہ ابن جوزیؒ احادیث غیر موضوعہ پر صرف بوجہ جرح رواۃ حکم وضع کا دیتے ہیں اور ابن تیمیہؒ اس پر دعویٰ اجماع اتفاق اور اظہر وغیرہ کا کر دیتے ہیں فشتان بینہما۔

اس مختصر نوٹ کے بعد یہ بات محتاج دلیل نہیں رہ جاتی ہے کہ حضرت محی الدین ابن عربیؒ المعروف بہ شیخ اکبر قدس اللہ سرہ العزیز ان افراد امت میں سے تھے کہ جنکی نظیر پیش کرنے سے دنیا اب تک قاصر ہے۔ المقری صاحب نفح الطیب حافظ المغربؒ جو سلفی العقیدہ بزرگ تھے جن کے بارے میں ہے "لم یسمع نظیرہ ابداً فی الحدیث" ابن عربیؒ پر رقمطراز ہیں۔ "وقد زرت قبرہ وتبرکت بہ مرارا ورایت لوایح الانوار علیہ ظاہرۃ ولا یجد مصنف محیدا الی انکار مایشاہد عند قبرہ من الاحوال الباہرۃ"

خلاصہ یہ کہ شیخ محی الدین ابن عربیؒ کی دعوت اور آپ کے کارناموں کے اندر جو چیز سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ آپ کے قلب ونظر کی بلندی، پاکیزگی، اور عشق الٰہی کی سرمستی اور مخلوق خداوندی کی اصلاح وتجدید ہے اس اعتبار سے آپ کی ذات گرامی تاریخ اسلام میں ان چند منتخب افراد ملت میں شمار ہوتی ہے جن کو تاریخ کبھی فراموش نہیں کرسکتی اور حقیقت یہ ہے کہ اسلام اور اسلامی مسائل مثلاً ذات اور صفات باری، نبوت، مشاہدہ، ملائکہ، معجزہ، روح، معاد، جبر وقدر اور اسی طرح عالم کے حدوث وقدوم وغیرہ پر صوفیاء کرام بالخصوص امام غزالیؒ، محی الدین ابن عربیؒ، جلال الدین رومیؒ اور شاہ ولی اللہؒ نے جس طرح تشریح فرمائی اور عقائد وایمانیات پر جس خوبی سے ان بزرگوں نے تعلیمات انبیاء کرام کو دل نشیں کیا ان کے مقابل دوسروں کے دفتر کی کوئی وقعت نہیں ہے۔ شیخ اکبرؒ کے احوال اور مقامات اور مخلوق الٰہی کے ساتھ غیر معمولی شفقت ورافت کا اگر پتہ لگانا ہے تو ذیل کے اشعار کو پڑھئے انشاء اللہ سارے شکوک رفع ہوکر ایقان واذعان کی وہ کیفیت پیدا ہو جائے گی جو انسانی پرواز کی منتہائے نظر اور تعلیمات انبیاء کا مغز اور مقصد ہے۔

ارشاد ہوتا ہے

(۱) لقد کنت قبل الیوم انکر صاحبی اذا لم یکن دینی الی دینہ دانی

آج سے پہلے میرا یہ حال تھا کہ اگر کسی شخص کا مذہب میرے مذہب سے الگ ہوتا تو میں اس کو بیگانہ خیال کرتا

(۲) وقد صار قلبی قابلا کل صورۃ فمرعی لغزلان ودیر لرھبان،

اور اب میرے دل کا حال یہ ہے کہ ہر صورت قبول کرنے کے لائق ہوگیا ہے اب ہرنوں کی چراگاہ بھی ہے اور راہبوں کا صومعہ بھی۔

(۳) وبیت لنیران وکعبۃ قاصد والواح توراۃ ومصحف قرآن

آتش پرست کا آتش کدہ بھی اور عازم حج کا کعبہ بھی۔ لوح تورات بھی اور مصحف قرآن بھی۔

(۴) ادین بدین الحب انی توجهت   رکائبه فالحب دینی و ایمانی،

میں مذہب عشق کا پیرو ہوں، وہ جہاں بھی لیجائے عشق ہی میرا دین اور عشق ہی میرا ایمان ہے۔

علماء رسوم کے لئے تو اس کے جواب میں اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ یہ صوفیانہ باتیں ہیں لیکن جس دن یہ زندگی ختم ہو جائے گی، تمام پردے ہٹ جائیں گے اور جیساکہ قرآن مجید نے فرمایا ہے تمام حقائق بے نقاب ہو جائیں گے۔ فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدیدا۔

محی الدین ابن عربی کو آج کی دنیا میں سمجھنا آسان نہیں ہے۔ آپ کی دینی وملی خدمات سمجھنے کے لئے ایک دفتر بھی کم ہو گا۔ افسوس تاریخ دعوت وعزیمت کے لائق مصنف نے نہ جانے کیوں اتنی عظیم المرتبت ہستی کو فراموش کر دیا۔ ان کی ٹھوس استعداد اور قلم کی روانی کا تقاضہ تھا اور ہے کہ وہ اس کی تلافی کی کوئی صورت پیدا فرمائیں گے یا پھر کسی اللہ کے بندے کو توفیق ہو جائے کہ وہ ایک مفصل حیات شیخ اکبرؒ لکھ کر شیخ کے روئے انور سے گرد وغبار کو ۔۔۔۔۔۔۔ صاف کر دے کیونکہ دنیا ان کو صرف ایک صوفی سے زیادہ باور کرنے کو تیار نہیں ہے حالانکہ شیخ اکبرؒ ان مصلحین امت میں سے تھے جو اپنے زمانہ کے سلاطین کی غلط روی، اور ندمائے سلطنت کی بے راہ روی پر شدید قدغن فرماتے، روکتے، ٹوکتے اور بلاخوف لومۃ لائم امر بالمعروف ونہی عن المنکر کے فریضہ کو ادا فرماتے رہے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ روم الشیائے کوچک کے سلطان عزالدین کیکاؤس کے جواب میں شیخ اکبرؒ نے ایک منظوم مکتوب تحریر فرمایا جس کا ایک شعر یہ ہے۔

(۵) اریدا ری دین النبی محمد   یقام و دین المبطلین یزول

میری دلی خواہش ہے کہ محمد عربی صلعم کا دین پھیل جائے اور غلط ادیان باقی نہ رہ جائیں۔

ایک دوسرے مکتوب میں بادشاہ کے کسی ندیم کے بارے میں فہمائش کرتے ہیں۔

ہ لکم نائب فی الامر اصبح ملحداً واضحی لاھل الدین یقطعھم قطعاً

مجھکو معلوم ہوا ہے کہ تمہاری سلطنت میں تمہارا نائب بے دین ہوگیا ہے ارباب دین کو اس نے ٹکڑے ٹکڑے کرکے رکھدیا ہے

سلطان صلاح الدین ایوبیؒ کے صاحبزادے حلب کے بادشاہ ملک ظاہر غازی کو شیخ اکبرؒ نے ۱۱۸ نصیحتیں کیں اور سفارش فرمائی "فقضاھا کلھا" ہر بات منظور کرلی۔

تاریخ علماء اسلام سے پتہ چلتا ہے کہ شیخ اکبرؒ جب اندلس سے چل کر جبل الطارق کی آبنائے سبتہ نامی شہر میں داخل ہوئے تو ایک درویش سے مکالمہ ہوا جو طویل ہے آخر میں درویش نے کہا کہ میاں ایسا آدمی ذلیل ہوجاتا ہے جس کی اعانت کوئی ظالم نہ کرے شیخؒ نے فرمایا جی ہاں ایسا بادشاہ بھی گمراہ ہوجاتا ہے جس کی رہنمائی کوئی عالم دین نہ کرے۔ درویش نے کہا نرمی۔ شیخؒ نے فرمایا کہ جب تک اصل پونجی پہ آنچ نہ آئے یعنی دین محفوظ ہو۔ اس مکالمہ میں جو روح کام کر رہی ہے وہ تعلیمات انبیاء کا خاصہ رہا ہے۔ ایک یہ طریقہ اور دوسرا وہ طریقہ کہ شمشیر برہنہ بن کر اسلام کے اندر داخل کرنے سے زیادہ اسلام سے ایسی عظیم المرتبت شخصیتوں کو خارج کرنا آخر ان میں کونسا طریقہ زیادہ اقرب الی الکتاب والسنۃ ہے؟

ہمارے نزدیک حضرت مولانا مدنی نور اللہ مرقدہٗ کو حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ اور دوسرے غیر مقلدین حضرات سے جو اصولی اختلاف ہے وہ یہ ہے کہ جن مذاہب کا کتاب وسنت کے مطابق ہونا ثابت ہوچکا ہے۔ مثلاً ائمہ اربعہ کے مذاہب وہ بلا چون وچرا لائق عمل ہیں اور جو مسائل نئے پیدا ہوتے رہیں ان کو انھیں اصول کے تحت مبصرین علماء سنت فیصلہ کرتے رہیں نہ یہ کہ تفردات کا نام دیکر انتظام میں انتشار پیدا کیا جائے اور اعجاب کل ذی رای برایہ کا مظاہرہ ہی عین مقصد حیات بن جائے۔ تاریخ سے پتہ چلتا ہے کہ حنابلہ نے امام ابوالحسن اشعریؒ کے مسلک سے انحراف کیا اور اپنا ایک مذہب الگ بنایا جس کے سب سے بڑے علمبردار علامہ ابن تیمیہؒ

ہوئے اور پھر یہ قطرہ بڑھ کر دریا بنا اور اس کے اندر سے موتی کم نکلے خزف ریزے اور سیپ زیادہ پیدا ہوتے رہے چنانچہ آجکل کی مصلحین جماعتیں سب اسی کاشت کی پیداوار ہیں۔

شیخ محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ کی جن حضرات نے تکفیر و تضلیل کی ہے اور زنادقہ کی فہرست میں داخل کیا ہے ابن عربیؒ ان کی بارگاہ میں عرضِ حال کے طور پر اصل حقیقت سے پردہ اُٹھا کر رقمطراز ہیں چند اشعار ملاحظہ ہوں۔

(۱) خصصت بعلم لم یخص بمثلہ سوای من الرحمٰن والعرش والکرسی

مجکو عرش و کرسی و ذات باری کا وہ علم ہے جو کسی اور کو حاصل نہیں ہے۔

(۲) واشہدت من علم الغیوب عجائبا تصان عن التذکار فی عالم الحس

مجکو غیب کے وہ علوم و معارف حاصل ہیں جو مادی عالم میں بیان کرنے کے قابل نہیں ہیں۔

(۳) فیا عجبا انی اروح واغتدی غریبا وحیدا فی الوجود بلا جنس

تعجب ہے کہ میں ایک بے مثال عالم میں تنہا بے یار و مددگار سفر کرتا ہوں اور اس کی سیر کرتا ہوں۔

(۴) لقد انکر الاقوام قولی وشنعوا علیَّ بعلم لا الوم بہ نفسی

بہت سے لوگ میری بات کا انکار کرتے ہیں میرے علم کی ناقدری کرتے ہیں مجھے اس کی پرواہ نہیں ہے۔

(۵) فلاہم مع الاحیاء فی نور ما اری ولاہم مع الاموات فی ظلمۃ الرمس

ان لوگوں نے نہ وہ روشنی حاصل کی ہے جو مجھے حاصل ہے نہ یہ لوگ زندوں کا علم رکھتے ہیں نہ مُردوں کا علم رکھتے ہیں جو قبروں کی ظلمتیں ہیں۔

(۶) علوم لنا فی عالم الکون قد سرت من المغرب الاقصی الی مطلع الشمس

ہمارے علم مشرق سے مغرب تک سارے عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

(۷) تجلی بہا من کان عقلا مجردا عن الفکر والتخمین والوہم والحدس

یہ علوم انہیں لوگوں کو حاصل ہوئے ہیں جو عقلی دلائل و قیاس اور مادی غور و فکر سے اپنے دل و دماغ کو پاک رکھتے ہیں

ممکن ہے شیخ اکبرؒ کے مذکورہ بالا تاثرات اور حقائق عالم کے اذعانی اور عرفانی انکشافات کے

علم و معرفت کو صوفیانہ دعاوی پر محمول کیا جائے مگر شاہ ولی اللہؒ کے بارے میں کیا رائے ہوگی جب یہ اگر راست پرسی من شاگرد بیواسطہ قرآن عظیم" (الفوز الکبیر) - یا تفہیمات حصہ اول کے اس تفہیم کا کیا حل ہوگا ارشاد ہوتا ہے -

"بسرم در دادند کہ ایں تقریر بمردم برساں ایں فقیر السنہ شتیٰ وارد ......
تعلیم اسماء آدم را من بودم و آنچہ بر نوح طوفان شدہ سبب نصرت او شد من بودم آنچہ بابراہیم گلنار گشت من بودم توریت موسیٰ من بودم احیاء عیسیٰ میت را من بودم قرآن مصطفیٰ من بودم والحمد للہ رب العالمین"

ہے کوئی مائی کالال جو شاہ صاحب کی تکفیر و تضلیل کر سکتا ہے - ہاں اگر علامہ ابن تیمیہؒ کے زمانہ میں یا ان سے پہلے شاہ صاحب ہوتے تو پھر ابن تیمیہؒ کے ترکش کے باقی ماندہ تیر بھی انہیں کی نذر ہو جاتے - پس حضرت مولانا مدنی قدس اللہ سرہ العزیز کا اپنے اس آخری والا نامہ میں آیت تِلْكَ أُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ لَهَا الخ درج فرما دینا ایک ایسی حکیمانہ توجیہ اور عارفانہ تحقیق ہے کہ ہم کو بھی سر تسلیم خم کر لینا ہی مناسب ہے چوں و چرا پھر بھی ایک حد تک ناروا اور غیر مناسب ہے ہمارے لئے تو ابن تیمیہؒ اور شیخ اکبرؒ دونوں ہی واجب الاحترام اور دونوں ہی لائق اتباع ہیں - البتہ قطب، غوث اور ابدال وغیرہ ایسے الفاظ ہیں کہ جن کا محدثین کے طریق تحقیق پر صحیح اترنا قطعاً مشتبہ ہے اور ان کی اصطلاحی تعریفات اس سے زیادہ گنجلک بلکہ خود پریشاں خواب من از کثرت تعبیر ہا کے قبیل سے ہے. صوفیانہ رموز و اشارات یقیناً تعلیمات اسلام سے ہم آہنگ نہیں - اور نہ سلف صالحین صحابہ کرام اور ائمہ مجتہدین و تبع تابعین کی جھونپڑیوں میں اسکا پتہ اور نشان مل سکتا ہے. شیخ الاسلام حافظ ابن حجر صاحب فتح الباری، شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ کے اس خط کا حوالہ دیتے ہوئے رقمطراز ہیں جس کو صاحب جلاء ..... نے مفصل نقل کیا ہے جو شیخ المنبجیؒ کے نام ہے - لاکن ابن عربی اقربھم الی الاسلام

واحسن کلاماً فی مواضع کثیرۃ فانہ یفرق بین المظاہر والظاہر فیقر الامر والنھی والشرائع علی ماھی علیہ الخ ابن عربی رحمہ اللہ ان لوگوں میں اسلام سے قریب تر ہیں اور ان کا کلام بہت زیادہ مقامات پر نسبتاً بہتر ہے اس لئے کہ وہ مظاہر اور ظاہر میں فرق کرتے ہیں اور شرائع واحکام کو اپنی جگہ پر رکھتے ہیں الخ ہ

شکر ایزد کہ میان من واو صلح فتاد حوریاں رقص کناں نعرۂ مستانہ زدند

اس مختصر گذارش کے بعد بڑی حسرت ان بزرگوں پر ہوتی ہے جو نہ جانے آج بھی شیخ اکبرؒ کے بارے میں کیا رائے رکھتے ہیں ان کو فتوحات مکیہ کی اس عبارت کو بار بار پڑھنا چاہیئے۔ اعلم انی لم اقرر بحمد اللہ تعالیٰ فی کتابی ھذا ولا غیرہ قط امرا غیر مشروع وماخرجت عن الکتاب والسنۃ فی شئ من تصانیفی۔

فتوحات مکیہ جلد سوم کے صفحہ ۳۳۴ میں ہے ”فجمیع ما نتکلم فی مجالسی وتصانیفی انما ھو من حضرۃ القرآن وخزائنہ اعطیت مفتاح الفہم فیہ والامداد منہ“ پس اپنی نشستوں اور تصنیفوں میں ہم جو کچھ بھی بولتے ہیں وہ قرآن مجید ہی کے دربار اور اس کے خزانوں سے ہوتا ہے مجھے اس کی سمجھ کی کنجی مل گئی ہے اور اس سے امداد لینے کا طریقہ حاصل ہو گیا ہے۔

مذکورہ بالا حقائق کو سامنے رکھئے اور پھر ابن تیمیہؒ کی تحقیقی رائے دربارۂ شیخ اکبرؒ ملاحظہ فرمائیے ”واللہ اعلم بما مات الرجل علیہ“ فتوحات کو پڑھ کر حسن ظن کا اظہار اور فصوص پڑھ کر وحدۃ الوجود کفر نظر آئے اور یہ سوچا نہ جائے کہ فتوحات آخری تصنیف ہے اعتبار آخر کا ہوتا ہے مگر جو تشدد پسند اور سخت مزاج ہو وہ کب اس کی تاب لا سکتا ہے کہ کسی اپنے سے بڑے اور گذرے ہوئے پر زبان کو کتاب اور سنت کا پابند رکھے۔ اسی کے ساتھ اندھی تقلید کا تماشا دیکھنا ہو تو حیات ابن تیمیہؒ مرتبہ محمد ابو زہرہ کے حواشی نگار کو انصاف سے دیکھا جائے جن کو غیر شعوری طور پر

بشدت انکار ہے کہ ابن تیمیہؒ میں ہرگز ابن عربیؒ پر شدت نہ تھی اور نہ ابن تیمیہؒ جذباتی بزرگ اور درشت خو تھے حالانکہ مزاج کی تیزی وغیرہ اوصاف جبلی ہوتے ہیں اس میں انبیاء علیہم السلام کے سوا کوئی مستثنیٰ اور معصوم نہیں ہاں ابن تیمیہؒ کی زبان اور قلم سے جو کچھ نکل گیا وہ معاذ اللہ آیت اور حدیث سے کم کیا درجہ رکھے گا؟ یہی نا! انا للہ وانا الیہ راجعون۔ اس طرح کے سطحی حاشی نگار اور علماء اس عبارت کا کیا جواب دیں گے؟
"انالا اعتقد فیہ عصمتہ بل انا مخالف لہ فی مسائل اصلیۃ وفرعیۃ فان کان بشرا تعتریہ حدۃ فی البحث وغضب وصدمۃ للخصوم" آخر یہ کون لکھ رہا ہے جو ابن تیمیہؒ کا حد درجہ مداح اور حواشی نگار حضرات اس کو سند گردان رہے ہیں یعنی نواب صدیق حسن خاں مرحوم۔ اتنی تفصیل کی ضرورت نہ ہوتی اگر عہد حاضر کے ہندوستانی اہل علم شیخ اکبرؒ پر تنقید نارواکے تحت علامہ ابن تیمیہؒ کی ہر بات تنقید و بحث سے بمراحل دور کا اعتقاد نہ رکھتے ہوتے۔ اجتہادی وکشفی مسائل پر تکفیر کی بنیاد رکھنا انصاف کا خون کرنا ہے اور تاویل سے ہٹ کر بعض عبارات کو آڑ بنا کر اسلام کے دائرہ سے ایسے بزرگوں کو خارج کرنا جنھوں نے ہزاروں بلکہ لاکھوں انسانوں کو خداترسی، خداپرستی، تقویٰ اور پارسائی کی راہ پر چلا دیا اور سینکڑوں تصنیفات کے ذریعہ اسلامی شعور زندہ کر دیا اور احسان وسلوک کی راہ پر لگا دیا سخت ترین معصیت ہے آخر آیت سورۂ حجرات "بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوقُ بَعْدَ الْاِيمَانِ" کا کیا مطلب ہوگا؟

اللہ تعالیٰ کا ہزار ہزار شکر اور احسان ہے کہ قلم کا جو مسافر ۱۹۴۹ء سے اپنے سفر کی منزل برابر قطع کرتا جا رہا تھا اس کو آج ۳ رمضان المبارک ۱۳۸۱ھ یعنی فروری ۱۹۶۲ء کو جا کر اپنے سفر کی آخری منزل پر رک جانا پڑا۔ یہ عجیب اتفاق ہے کہ جس طرح اس کام کو اسی ناچیز سے لینا منظور تھا اسی طرح اس ناچیز ہی کے نام حضرت مدنی قدس سرہٗ کا سب سے آخری مکتوب بھی چند سطروں پر جا کر دفعۃً رک جاتا ہے۔ اس مکتوب

کے بعد خطوط پر دستخط تو حضرت نے فرمائے ہیں مگر کسی کو خط پھر نہیں لکھا ہے۔ صاف بات ہے کہ اس خدمت کا شرف اسی ناچیز کے لئے مخصوص فرمایا جا چکا تھا لہٰذا اسی کے نام مکتوبات کے عظیم المرتبت سلسلہ کو ہمیشہ کے لئے ختم کرنا پڑا۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست ہے کہ وہ اپنی بے پناہ رحمتوں کی بارش حضرت مدنی قدس اللہ سرہ العزیز پر فرمائے۔ مکتوبات کو قبولیت سے نوازے۔ مرتب کی تحریری لغزشوں اور گناہوں کو اپنے دامن عفو میں جگہ دیجئے...... مکتوبات سے لوگوں کو فائدہ پہونچائے۔ آمین یا رب العالمین ٥

والسلام ختام

سگ آستانہ مدنی حزین وغمگین نجم الدین

اصلاحی

مکتوب ۱۷۳

جناب مولوی عبداللہ صاحب پشاور پاکستان کے نام

محترم المقام زید مجدکم۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مزاج شریف۔ والانامہ باعث سرفرازی ہوا۔ یاد آوری کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ جو امور ڈاکٹر خان، عبدالغفار خان، یونس خان کے متعلق جناب نے ذکر فرمائے ہیں یقیناً موجب صد ہزار افسوس ہیں مگر ذرا ادھر بھی نظر دوڑائیے خود قائد اعظم نے سول میرج پر ۱۹۱۷ء میں یا اس کے قریب اپنا نکاح ایک پارسی لڑکی سے کیا پھر ان کی بیٹی نے ۱۹۳۷ء میں سول میرج پر ایک عیسائی کے ساتھ اپنا نکاح بمبئی میں کر جا میں کیا اور نکاح کے قبل پونہ میں چھ ماہ یا اس سے زائد بغیر نکاح کے ایک ہوٹل میں دونوں مجتمع ہو کر کورٹ شپ کرتے رہے۔ علیٰ ہذا القیاس اور بھی چند زعمائی لیگ کے واقعات ہو چکے ہیں۔ جب یہ امور زعمائی لیگ کے سامنے پیش کئے گئے تو انہوں نے یہ کہہ کر ٹالنا چاہا کہ یہ ان کے شخصی معاملات ہیں جیسے ان کا بے نمازی ہونا وغیرہ ان کو اجتماعی اور سیاسی معاملات سے تعلق نہیں۔ ہم قائد اعظم کو سیاسی امام اور رہنما قرار دیتے ہیں۔ تب قائد اعظم کی سیاسی کارروائی مرکزی اسمبلی کی میدان میں لائی گئی یعنی ان کی وہ تقریر جو کہ انہوں نے ۱۹۱۲ء میں سول میرج کے متعلق مسٹر بھوپندرا ناتھ باسو کی ترمیم کی تائید میں کی تھی جو کہ گورنمنٹ کی اسمبلی رپورٹ ۱۹۱۲ء میں موجود ہے اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

حاشیہ مکتوب ۱۷۳ مولوی عبداللہ فاضل دیوبند سرخ پوش تحریک کے سرگرم رکن تھے اور ساتھ ہی جمعیۃ علماء اور کانگریس سے بھی تعلق تھا۔ لیکن جب لیگی تحریک زوروں پر ہوئی تو لیگ میں شریک ہو کر مقدم الذکر تحریک کو نوک دینا تیر بہدف سمجھا اور خان برادران سے خفا ہو کر ان کی بعض حرکات کی شکایت حضرت مولانا مدنی قدس سرہٗ سے کی جس کے جواب میں مولانا رحمہ اللہ نے یہ والانامہ تحریر فرمایا اور بسبیل معارضہ مسٹر جناح مرحوم کے بعض اعمال کو ذکر کر دیا ہے۔ اصلاحی

یہ واقعہ ہے کہ اس کونسل میں ایک پبلک نمائندہ خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان ایسے مسئلہ میں بڑی مشکل میں ہے کیونکہ کٹر عقیدہ کے لوگوں کی اکثریت اس کے خلاف ہیگی لیکن میں سمجھتا ہوں کہ عوام کے کسی سچے نمائندہ کے لئے کوئی وجہ نہیں کہ وہ جس بات کو صحیح جانتا ہو اس کے بے خوف اظہار سے باز رہے اگر کسی قوم کی اکثریت کسی ایک خیال یا عقیدہ کی پیرو ہے تو لازم نہیں کہ وہ خیال صحیح بھی ہو اور وہ لوگ صحیح راستہ پر ہوں۔ اگر اس کونسل میں کسی نمائندہ کی پختہ طور پر یہ رائے ہے کہ یہ ترمیم اس کے ملک اور اس کی قوم کے لئے مفید ہے تو اس کا فرض ہے کہ وہ اس ترمیم کی حمایت کرے۔

آنریبل ممبر قانون (سر علی امام) نے کہا ہے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے قرآن میں صریح حکم ہے کہ ایک مسلمان سوائے کتابیہ کے کسی غیر مسلمہ سے شادی نہیں کر سکتا لیکن میں اس ترمیم کو صحیح ثابت کر دکھاؤں گا۔ میں آنریبل ممبر سے دریافت کرتا ہوں کہ اس ملک کی قانون سازی میں کیا یہ پہلا موقعہ ہے کہ اس کونسل کو مسلم قانون (شریعت) کو منسوخ کرنے کی ضرورت پیش آئی ہے۔ نہیں! ہمارے سامنے نظیریں موجود ہیں کہ شرعی قانون معاہدہ پر اب عملدرآمد نہیں ہوتا۔ اسلامی قانون فوجداری جس پر انگریزی حکومت کی آمد کے بعد تک عملدرآمد ہوتا رہا اب قطعی منسوخ ہو چکا ہے۔ قانون شہادت جس سے اب تک مسلمان آشنا رہے ہیں اب اس ملک میں ختم ہو گیا ہے اس سے زیادہ اور پیچھے ۱۸۵۰ء کے قانون (منسوخی امتناع فرقہ واری) کا حال ہی میں نفاذ ہوا ہے۔ اور میں کونسل کو توجہ دلاتا ہوں کہ یہ وہی قانون ہے جس کے خلاف قرآن میں صاف حکم موجود ہے۔ کہ کسی مسلمان کے مرتد ہو جانے پر اس کا حق وراثت ضبط کر لیا جاتا ہے۔ ممبر قانون نے شادی کے متعلق جیسا صاف حکم قرآن کا بتایا ہے ایسا ہی یہ حکم بھی ہے پھر بھی قانون کے ذریعہ اسے منسوخ کیا جا چکا ہے اور اب اگر کوئی مسلمان اسلام ترک کر دے (مرتد ہو جائے) تب بھی اسکا حق وراثت محفوظ رہے گا اور شریعت اسلام کے بل پر اس کا یہ حق اس سے کوئی نہیں

چھین سکتا قرآن کا یہ حکم اب قطعی منسوخ ہو گیا۔ اب اس کا کوئی اثر نہیں ہے۔ میرا دعویٰ ہے کہ یہ ایسی نظیریں موجود ہیں جن کی پیروی کر کے ہم دور جدید کی ضروریات اور وقت کے تقاضوں کا ساتھ دے سکتے ہیں۔ بے شک جناب صدر! ہندو قانون ہو یا محمدی قانون جسے بھی آپ پیش نظر رکھیں ان کی وجہ سے بہت سی دقتوں اور مشکلوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی ہندو غیر ہندو (مسلمان عورت) سے شادی کرنا چاہے یا کوئی مسلمان غیر کتابیہ سے شادی کرنے کا ارادہ کرے تو یہ مذہبی قانون اس کے حق میں جنجال بن جاتے ہیں ایسی تکلیف دہ مداخلت کو ختم کرنے کے لئے جدید قانون سازی سے امداد لینا لازمی ہے قانون یہ نہیں کہتا کہ ہر مسلمان کو غیر مسلم کے ساتھ یا ہر ہندو کو غیر ہندو کے ساتھ ضرور ہی شادی کرنا ہو گی۔ البتہ اگر تعلیم یافتہ روشن خیال اور ترقی پسند ہندوستانیوں کی کافی تعداد موجود ہے خواہ وہ ہندو ہوں یا مسلمان یا پارسی اور وہ شادی کا ایسا دستور اختیار کرنا چاہیں جس میں زمانہ حال کے خیالات اور مذاق سے مطابقت ہو تو کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کو انصاف سے محروم رکھا جائے۔ (گورنمنٹ آف انڈیا گزٹ ۱۹۱۲ء شعبہ قانون سازی ص ۱۶۰ تا ۱۶۱)

اس تمام تقریر پر اور بالخصوص خط کشیدہ جملوں پر غور فرمائیے کہ کس طرح سول میرج کو قانون خلاف قرآن و شریعت بنانے کی کوشش تمام مسلمانان ہند کے لئے اسمبلی میں کر رہے ہیں اور قرآن کو منسوخ بتاتے ہیں۔ انہوں نے اپنی جد و جہد میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ مگر اکثر ممبروں نے خلاف کیا اس لئے یہ قانون پاس نہ ہو سکا۔ پھر ۱۹۲۳ء میں یہی بل دوسری ترمیم کے ساتھ پیش ہوا اور بعض ہندو فرقوں کے لئے پاس بھی ہو گیا مگر مسلمان ہندو عیسائی، یہودی کے لئے پاس نہ ہو سکا کیوں کہ انہی کی اکثریت تھی۔ پھر ۱۹۲۷ء میں پیش کیا گیا مگر جمعیۃ کی جد و جہد کی بنا پر پاس نہ ہو سکا۔

محترما! خان برادر وغیرہ نے برا فعل کیا ہے جس کے وہ ذمہ دار ضرور ہیں مگر یہاں لیگ کے قائد اعظم اس فعل کے مرتکب بھی ہیں اور اس کو قانون بنوانے اور تمام مسلمانان

ہند پر نافذ کرنے کی کوشش بھی کر چکے ہیں۔ خان برادر مسلمانوں کی نمایندگی کے مدعی نہیں ہیں صرف ایک خاص حلقہ کے ڈاکٹر خان نمائندہ ہیں اور قائد اعظم دس کروڑ مسلمانوں کی واحد نمایندگی کے دعویدار ہیں اور تمام مسلم لیگ کے ڈکٹیٹر ہیں۔ خلاف شریعت اسلامیہ متعدد چیزیں مرکزی اسمبلی میں عمل میں لا چکے ہیں ۱۹۳۶ء سے ۱۹۴۵ء کے آخری تک ہی کے کارنامے ملاحظہ فرمالیجئے۔

علاوہ ازیں خان برادر نے خود غرضی اور عوام کشی کے مظاہرات اب تک نہیں کئے۔ اور ان کے اقوال و افعال برطانوی شہنشاہیت (جو کہ اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی دشمن ہے) کے خلاف ظاہر و باہر ہیں۔ بخلاف لیگ اور اس کے قائد کے کہ وہ برطانوی شہنشاہیت کی حمایت میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اس لئے یقیناً خان برادر ان کے رفقاء اہون البلیتین ہیں جس کا حکم شرعی موجود ہے۔ بالخصوص اس بنا پر کہ لیگ اور اس کی وزارتوں نے ملک اور مسلمانوں کی بربادی کے عظیم الشان کارنامے اس تھوڑی مدت میں انجام دیئے۔ بنگال میں ۳۵ لاکھ آدمیوں کی بربادی جن میں فیصدی ۸۰ مسلمان تھے۔ سندھ میں حروں کی بربادی جن کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ بتائی جاتی ہے۔ پنجاب میں خاکساروں پر فائرنگ۔ آسام اور سرحد وغیرہ میں سنڈیکیٹ اور ٹھیکوں کی بربادکن عملدرآمد اور سب جگہوں میں انگریزی امداد اور رشوت ستانی کی انتہائی قوت یہ ایسے امور نہیں ہیں جن سے چشم پوشی کی جائے جس طرح کفر اور معصیت کلی مشکوک ہے اسی طرح مصائب اور بلایا بھی تشکیک رکھتی ہیں حکم فقہی اذا ابتلی الانسان ببلیتین فلیختر اھونہما پر غور فرمائیے۔

علماء کی تذلیل اور توہین میں بھی سب سے اولین قدم قائد اعظم نے اٹھایا۔ اس نے کلکتہ میں، دہلی عربک کالج میں ۱۹۳۷ء اور دوسری جگہوں میں بڑے فخر کے ساتھ اعلان کیا کہ ہماری اولین کامیابی یہ ہے کہ ہم نے علماء کے اقتدار کو ختم کر دیا۔ ہم نے مسلمانوں کو

علماء کی گندی سیاست سے نکال لیا وغیرہ وغیرہ ان کے اتباع تو دن رات علماء اور مذہب کے خلاف آج بھی برابر آوازے نکالتے ہی رہتے ہیں۔ کمیونسٹ (منکرین خدا ورسول علیہ السلام اور اعداء مذہبیت) قادیانی، شیعہ، ملاحدہ سب کے سب لیگ میں دخیل ہی نہیں بلکہ زعماء بنے ہوئے ہیں۔ جو سینا بعض ناعاقبت اندیش سرخپوشوں وغیرہ نے کئے ہیں وہ باوجود اس ادعاء کے کہ ہم نے یہ ان علماء کے متعلق کئے ہیں جو انگریزوں کی تائید کر رہے ہیں اس کی اصلاح بھی بعد میں کی۔ مگر یہ لیگیان کرام تو روز بروز اسلام دشمنی میں بڑھتے ہی جاتے ہیں۔ اس لئے ان کو ووٹ دینا اور ان کی تائید کرنا تو کسی طرح قرین مصلحت وجواز نہیں ہوتا ہاں سب کی اصلاح کی کوشش ضروری ہے سرخ پوشوں اور خان برادر وغیرہ کی اصلاح زیادہ تر اقرب ہے یہ دین سے علانیہ بغاوت نہیں کر رہے ہیں۔ صورت اور سیرت میں بہ نسبت زعمائے لیگ اقرب الی الاسلام ہیں اس لئے غور وفکر اور حکمت وموعظہ حسنہ کو عمل میں لانا اور ان کو ساتھ لے کر سب سے بڑے دشمن کو زک دینا ازبس ضروری ہے۔ جو کہ اہم ترین مقصد ہے۔

آپ کا والا نامہ مجھ کو ۵ مارچ کو جب کہ میں بنگال، بہار یوپی کے دورہ کے بعد دیوبند گیا ملا مگر ۶ مارچ کو پھر مجھ کو سفر کرنا پڑا۔ میں آج ۱۵ مارچ کو سفر ہی میں نواکھالی بنگال سے یہ جواب لکھ رہا ہوں۔ اس لئے آپ تاخیر کی بناء پر برافروختہ نہ ہوں۔ دعوات صالحہ سے فراموش نہ فرمائیں۔ والسلام۔

ننگ اسلاف حسین احمد غفرلہ۔ وارد حال گوپال گنج ضلع نواکھالی ۱۵ مارچ